بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الذین آتینٰھم الکتٰب یتلونہ حق تلاوتہ اولٰئک یؤمنون بہ

بشارت احمد

مع

تصدیق احمدیت

قل کفیٰ باللہ شھیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتٰب

بجواب

رسالہ "قادیانی مذہب" مولفہ جناب مولوی سلاح الدین محمد الیاس برنی صاحب

ایم۔ اے۔ ایل۔ بی (علیگ) ناظم دار الترجمہ سرکار عالی

منجانب

سید بشارت احمد وکیل ہائیکورٹ امیر جماعت احمدیہ

تعداد ۱۰۰۰

بار اول

حیدر آباد دکن

مطبوعہ نومبر ۱۹۳۷ء

فہرست مضامین

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ[1] قادیانی مذہب اور اس کی حقیقت۔ رسالہ[2] مذکور کی ترتیب کا ڈھنگ اور غرض۔ رسالہ[3] قادیانی مذہب مغربی طریقہ پروپاگنڈا کے مطابق ایک معاندانہ[4] پروپاگنڈا ہے۔ ہمارے[5] جواب سابقہ تصدیق احمدیت کا مقصد اور طریقہ۔ جواب[6] حالیہ کی ترتیب اور اس کی توضیح۔

کچھ عرصہ پہلے یعنی ۱۳۵۳ھ میں ہماری جانب سے پروفیسر الیاس برنی صاحب کے رسالہ "قادیانی مذہب" کا جواب "تصدیق احمدیت" کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔ اور خود قادیان سے بھی رسالہ "قادیانی مذہب" کے جدید ایڈیشن کو پیش نظر رکھ کر ایک جواب مولانا مولوی علی محمدؒ صاحب اجمیری کی جانب سے "ہمارا مذہب" کے نام سے شائع ہوا ہے۔

رسالہ "قادیانی مذہب" کی اصل غرض کو ملحوظ رکھ کر ہم نے اپنے جوابی رسالہ "تصدیق احمدیت" میں یہ التزام کیا تھا کہ رسالہ "قادیانی مذہب" کے مندرجہ حوالجات و اقتباسات کو اصلی کتابوں سے مقابلہ کرکے اس تحریف اور تدلیس کو ظاہر

کردیا جائے جس سے رسالہ مذکور میں عمداً کام لیا گیا تھا کیونکہ تحریف وتدلیس کے واضح ہوجانے کے بعد مصنف وتصنیف دونوں کی حقیقت آشکارا ہوجائے گی۔ اور سوائے ان لوگوں کے جو تحقیق حق کے لئے نہیں بلکہ صرف مخاصمات ومناظرات سے بطور لہو ولعب کے دلچسپی رکھنے کی وجہ سے کتاب دیکھتے ہیں اور کوئی معقول پسند آدمی اس طرف رخ نہ کرے گا۔ تحریف وتدلیس صرف ایسے ہی مصنفین کے لئے کارآمد ہوسکتی ہے جو احقاق حق سے اعراض کرکے اپنی تصنیفات کے ذریعہ سے صرف ناواقف، سادہ دل پبلک اور جہلاء کے دلوں میں اشتعال اور وساوس پیدا کردینا چاہتے ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ مصنفین اسی کو اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور جب وہ کسی ایسی رائے یا مضمون کی تردید میں اپنے قلم کو جنبش دینا چاہتے ہیں جو انکی بافت اور رسائی سے بالاتر ہوتا ہے۔ تو اس کے سوا ان سے اور کوئی دوسری امید نہیں کی جاسکتی۔ اور مغربی تعلیم کا یہ ایک خاص فیضان ہے جس سے جدید تعلیم یافتہ مصنفین جی کھول کر مستفید ہورہے ہیں۔ اور اب یہ ایک مستقل فن پروپیگنڈا کے نام سے ممالک مغربی میں نہ صرف سیاسیات، بلکہ مذہبیات کا بھی ایک بنیادی جزو بن گیا ہے۔

یورپ کے کسی بڑے سے بڑے مشہور غیر متعصب مستشرق کی تصنیف یا کسی نام نہاد مذہبی رسالہ کے بصیرت افروز افادات علمی کو جو اسلام کے متعلق یورپ کے معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ہاتھ میں لے کر دیکھئے تو محسوس ہوگا کہ مصنف نے نہایت ہی عالمانہ وقار ومتانت اور مؤرخانہ سنجیدگی کے ساتھ مضمون کو پیش کیا ہے۔ اور اگر پڑھنے والے کی اسلام اور تاریخ اسلام کی معلومات کامل اور صحیح نہیں ہیں تو ان تصنیفات کی ظاہری سطحی دلفریب سلاست ومتانت دلوں کو شکار کرلے گی۔ اور اس کے مقابلہ میں واقعی اور محققانہ جوابات تلخ اور تند نظر آئیں گے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[1]

---

[1] لوگوں میں سے ایک شخص بھی ہوتا ہے جسکی باتیں دنیا کی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں

وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ[1]

دنیا میں ایسے سلیم الطبع لوگ بہت ہی کم ہوتے ہیں جو کسی حقیقت و واقعیت کو صرف دلائل کی قوت سے سمجھ لیں۔ دلائل کی صحت اور قوت کا اندازہ تو بعد کا امر ہے۔ بعض لوگ تو دعوے اور دلیل میں فرق ہی نہیں کر سکتے۔ انکو کلام کی ظاہری پالش اور نمائش ہی دلیل محسوس ہوتی ہے۔ چونکہ اس قسم کی چکنی چپڑی اور دلفریب باتوں کا اثر صرف حقیقت کے ظاہر کر دینے ہی سے زائل کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ہم نے اپنی کتاب "تصدیق احمدیت" میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے پوری پوری عبارتیں نقل کر کے یہ حقیقت ظاہر کر دی تھی کہ جناب برقی صاحب نے اپنے من مانے بیجا عنوانات کی صحت ثابت کرنے کی کوشش میں نہ صرف نامناسب کتر و بیونت سے کام لیکر درمیان سے ایسے الفاظ لے لئے ہیں جو پوری عبارت کے ساتھ مل کر برقی صاحب کے ادعا کے قطعاً مخالف ہیں۔ بلکہ زائد الفاظ بھی اپنی جانب سے بڑھا دئے ہیں۔ اسی تلخ حقیقت کا نام اسلامیات کی مشہور علمی اصطلاح میں تحریف و تدلیس ہے۔ جسکو سن کر جناب برقی صاحب اور ان کے حمائتی ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔ مناسب ہو کہ خود جناب برقی صاحب اس حقیقت کے لئے کوئی دوسری معقول اصطلاح گھڑ کر ہم کو بتا دیں (اور اب تو وہ دارالترجمہ کے مالک ہیں جو چاہیں اصطلاحیں گھڑ سکتے ہیں۔) لیکن جبتک ایسی دوسری اصطلاحات جن کو برقی صاحب اور ان کے حمایتی گوارا کریں نہ مل سکیں اس وقت تک ہم کسی طول طویل عبارت کی بجائے موجودہ اصطلاحات کے استعمال پر مجبور ہیں

اگر یہ فن تحریف و تدلیس اثبات مدعا کے لئے برقی صاحب کے علمی دماغ کے مطابق اور مناسب ہے تو انکو مبارک ہو لیکن اس طریقہ سے واقعی طور پر نہ احقاق حق ہو سکتا ہے نہ ابطال باطل۔ اس طریقہ سے ہر ایک پاک سے پاک اور

---

[1] اور وہ اپنی بات پر خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ (پ۲ ع۹)

بے عیب تلمہ کلام یہانتک کہ کلام الٰہی بھی اس قسم کی تصرفات کے بعد اپنی اصلی منشاء کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی فن مبارک کی کثرت استعمال کی بدولت یہود پر اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ[1] کی پھٹکار پڑی۔ اور یہی وہ فن ہے جس کی وجہ سے قرآن کریم نے یہود کو بار بار ملزم بنایا ہے۔

اس قسم کے صاحبانِ فن کی شکایت قرآن پاک نے اَلَّذِیْنَ[2] جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ کے الفاظ سے بھی فرمائی ہے۔ اس لئے ہم نے اپنی کتاب "تصدیق احمدیت" میں رسالہ "قادیانی مذہب" کے اس خاص قسم کے یہودیانہ طرز تحقیق کو ظاہر کرکے تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ[3] کا ثبوت پیش کر دیا تھا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ایک بڑے اور معقول پسند گروہ پر اس کا اچھا اثر ہوا۔ لیکن جناب برقی صاحب اس واضح ثبوت تحریف کو صرف یہ کہہ کر بے اثر کر دینا چاہتے ہیں کہ "یہی تالیف کا علمی طریق ہے" اور اس علمی طریق تالیف کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں:-

"ہم نے اول جامع مباحثات قرار دیے۔ ہر بحث کے ذیلی عنوانات قرار دئے۔ ہر عنوان کے تحت متعلقہ اقتباسات درج کئے اور پھر سب کو مناسب ترتیب دے کر یکجا پیش کیا۔ یہی تالیف کا علمی طریق ہے۔"

(کتاب قادیانی حساب ص۲)

ہمارا اعتراض یہی تھا کہ نہ تو اقتباسات صحیح اور متعلق ہیں۔ نہ انکی ترتیب مناسب ہے اور ان اعتراضات کو ہم نے وضاحت بلکہ طوالت کے ساتھ اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ ہماری کتاب پبلک کے سامنے موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم نے تحریف و تدلیس کے ہر ایک الزام کو واضح دلائل سے ثابت کر دیا ہے ہر ایک قابل اعتراض اقتباس کا مقابلہ منقول عنہ عبارت سے کرکے یہ دکھایا ہے کہ کن ضروری الفاظ کا ترک یا اضافہ کیا گیا یا کون سے فقرات مقدم و مؤخر کر دئے گئے ہیں جس سے قائل کا اصل منشاء اور عبارت کا مطلب خبط یا محرف ہو گیا ہے۔

---

[2] جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (پ۱۴ ع۶) [3] دل انکے مشابہ ہو گئے ہیں۔ (پ۱ ع۱۴)

ایسے صاف اور واضح ثبوت کی تردید بغیر اس کے نہیں ہو سکتی تھی کہ ہمارے نشان زدہ قابل اعتراض اقتباسات کی صحت کو اصل منقول عنہ کتاب سے مقابلہ کر کے واضح کیا جاتا تاکہ کتاب پڑھنے والے خود یہ تصفیہ کر سکتے کہ آیا واقعی تحریف و تدلیس کر کے قائل کے اصل منشاء کو تبدیل کیا گیا ہے یا نہیں؟ لیکن جناب برنی صاحب نے بغیر اس کے کہ ہمارے ان اعتراضات تحریف و تدلیس اور چیلنجوں کا جو ہم نے اپنی کتاب تصدیق احمدیت میں خصوصاً صفحات ۳ و ۳۸ تا ۴۴ و ۴۶ تا ۶۴ و ۷۱ تا ۷۴ و ۷۹ تا ۹۰ و ۹۵ و ۹۶ و ۱۱۲ تا ۱۱۶ و ۱۲۹ تا ۱۳۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۸ و ۱۷۷ و ۱۸۰ پر شائع کئے ہیں۔ کوئی معقول جواب دیتے۔ اسی میں مفر دیکھا کہ کتاب کے پڑھنے والوں پر علمی طریق تالیف کا رعب ڈال کر اپنی ذمہ واری سے سبکدوش ہو جائیں اور سادہ دل تعلیم یافتہ طبقہ کو اسی مغالطہ میں پڑا رہنے دیں جس میں وہ برنی صاحب کی تالیف "قادیانی مذہب" کی وجہ سے پڑ گئے ہیں۔ چنانچہ خود برنی صاحب اس تعلیم یافتہ طبقہ کی ناواقفیت کو محسوس کر کے تسلیم کرتے ہیں کہ

"اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے جو مصروف کار ہیں اس چکر میں کیوں پڑنے لگے تبلیغی لٹریچر کی رنگینی پسند آئی تو معترف و مداح بن گئے۔ کچھ عقائد سُن پائے تو معترض اور مخالف بن گئے مگر اصل کیفیت سے بہت کم واقف۔ چنانچہ اسی ضرورت کے مدنظر اصل کتابوں سے کافی مواد فراہم کر کے علمی پیرایہ میں یکجا ترتیب دے دی۔" (قادیانی مذہب طبع دوم صفحہ ۱۵ و صفحہ ۱۶ و طبع چہارم صفحہ ۴۷ و طبع پنجم صفحہ ۵۲)۔

برنی صاحب کی جانب سے یہ واضح اقرار اس امر کا ہے کہ انہوں نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی ناواقفیت اور سادہ دلی سے فائدہ اٹھا کر وہی مغربی طریق مذہبی تالیفات کا اختیار کیا ہے جس کو مغربی زبان میں پروپاگنڈا کہا جاتا ہے جس کا معقول اور موزون ترجمہ جو اسلامی دماغ کے لئے قابل فہم ہو "اشاعت فواحش" کے الفاظ سے کیا جا سکتا

ہے۔ یورپ کے کسی سیاسی یا مذہبی طبقہ کو جب کسی سیاسی یا مذہبی مسئلہ کے متعلق رائے عامہ کے تیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو چند مشہور اہل قلم منظر عام پر نمودار ہو جاتے ہیں۔ جو اپنے مزعومات ذہنی کو عنوان مضمون کی شکل دے کر اسکی ذیل میں ادھر ادھر سے چند نامکمل یا محرف اقتباسات کو اس ترتیب سے جمع کر دیتے ہیں جو اُن کے پہلے سے اخذ کردہ نتیجہ کی جانب راہبری کر سکیں۔ اور اس طرح وہ جو نتیجہ صاف دل اور ناواقف پبلک کے دل میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے پیدا کرنے میں اپنی مسلمہ حیثیت و اعتبار علمی کے اثر سے بآسانی کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جناب برنی صاحب نے اسی آزمودہ پیٹنٹ مغربی ہتھیار سے بلکہ آجکل کے جدید جنگی ذرائع تباہ کاری کو ملحوظ رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ "جدید زہریلی گیس" سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو مسموم کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی کوشش بیجا کو وہ "علمی طریق تالیف" کے پُر رعب نام سے موسوم کرتے ہیں۔

برنی صاحب کے اس خیال کو ہم نے اسی وقت بھانپ لیا تھا جب انہوں نے "قادیانی مذہب" کا پہلا ایڈیشن شائع فرمایا تھا۔ چنانچہ "تصدیق احمدیت" کے دیباچہ کی ابتدائی سطور میں ہم نے یہ ظاہر کیا تھا کہ

"افسوس ہے کہ اس رسالہ میں جناب برنی صاحب نے اس حسن ظن سے بیجا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے جو خصوصاً تعلیم یافتہ پبلک کو ان سے ہو سکتا ہے۔"

اس کے بعد اسی سلسلہ میں لکھا تھا کہ

"افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برنی صاحب نے اس اخلاقی کمزوری اور علمی خیانت کا ارتکاب کیا اور بظاہر صرف اس لئے کیا کہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آزاد خیال تعلیم یافتہ اشخاص جو مذہبی جھگڑوں سے علیحدہ رہنا چاہتے ہیں خود تو تحقیقات کرینگے نہیں۔ اس لئے انکی شستہ اور صاف تحریر دلچسپ عنوانات اور ان کی عمدہ ترتیب سے متاثر ہو کر اور جا بجا حضرت

مرزا صاحب کی کتابوں کے اقتباسات بقید حوالہ صفحہ موجود دیکھ کر یہ خیال کرنے لگیں گے کہ واقعی احمدی جماعت کا اسلام اور اسلامی خدمات کا ادعا محض ڈھکوسلہ ہے۔ اے کاش! یہ علمی خیانت کی عزت بجائے ایک پروفیسر یونیورسٹی کے کسی "ملا" یا کسی ظاہر پرست مولوی کے حصہ میں آتی! جو خود اپنی حیثیت ہی سے تعلیم یافتہ پبلک کے نزدیک درخور اعتنا نہیں ہے۔ تاکہ یہ صاف دل گروہ اس بدظنی سے محفوظ رہتا جو اسکے اعتماد سے فائدہ اٹھا کر ایک تعلیم یافتہ شخص نے پیدا کی ہے۔" (دیباچہ تصدیق احمدیت ۲)

ہماری یہ پیشین بینی بلفظہٖ پوری ہوئی اور آج برنی صاحب کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے جو مصروف بیکار رہتے ہیں بوجہ ناواقفیت یعنی پورا لٹریچر نہ پڑھنے اور مذہبی معلومات کے نہ ہونے کی وجہ سے لٹریچر کی رنگینی پر ریجھ جاتے اور اس کے معترف و مداح بنجاتے ہیں اور نامکمل اور ناتمام بلکہ محرف اقتباسات کے ذریعہ سے اگر کچھ عقائد سن پاتے ہیں تو معترض و مخالف بن جاتے ہیں۔

اللہ اللہ!! حق کی کیسی عجیب قوت ہے کہ وہ ہزاروں پردوں سے بھی چھن کر دیکھنے والوں کے دلوں میں سما جاتا ہے۔ اور باوجود ساری کوششوں کے بھی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ یہی وہ اصل حقیقت اور تعلیم یافتہ طبقہ کی مذہبی نفسی کیفیت ہے جس نے برنی صاحب کو ہمارے خلاف پروپیگنڈا کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ علماء تو پہلے ہی سے جماعت احمدیہ سے گریز پا اور متنفر ہیں۔ اور جہلاء علماء کے قبضہ میں ہیں۔ اس وسیع القلب تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنے دلچسپ اور رنگینی لٹریچر اور علمی طریق تالیف کی بھول بھلیوں میں پھنسانے کی کوشش کی۔ اور اس پروپیگنڈہ سے پورا فائدہ اٹھانے میں کوئی کوتاہی باقی نہ رکھی اور اپنے ذاتی مذہبی اور علمی شغف سے اس طبقہ کو کافی طور پر متاثر کرنے کی فکر کی اور اپنی اس کوشش کے اثرات کو پھولتا پھلتا خیال کرکے ہمارے نام کے پردہ میں یعنی ہماری جانب اسکا انتساب کرکے اسکا اقرار بھی کرلیا۔ فالحمد للہ :: برنی صاحب کا یہ نادانستہ اور در پردہ اقرار بھی بلحاظ

ہماری مقتبسہ بالا پیش بینی کے ہمارے لئے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا ہے

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!

قرآن پاک میں بھی ایک پروپیگنڈہ کرنے والی قوم کا ذکر آیا ہے جو صدر اسلام ونزول قرآن کے وقت سے اس وقت تک اس مرضِ خبیث میں مبتلا ہے۔ قرآن پاک نے اس قوم کے بد انجام سے بھی ہم کو مطلع کردیا ہے۔ اس قوم کے اعمال کی کیفیت سورۃ نور کی آیات اِفک میں بیان کی گئی ہے۔ اور ان کے نام ونشان اور اعمال کو صریح الفاظ میں بیان کر کے اس عذاب سے بھی اطلاع دی گئی ہے۔ جس میں یہ قوم خود اپنے ہاتھوں تیرہ سو سال سے مبتلا ہے۔ وہ آیت مبارکہ یہ ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [1] اس آیت مبارکہ کو بامعانِ نظر تلاوت کرنے کے بعد ایک مومن دل ایک مومن قلب تو کانپ جاتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ [2]

یہ حقیقت ہے برنی صاحب کے مزعومہ علمی طریق تالیف کی جس سے قادیانی مذہب طبع اول کے ۵ فصول اور ۵۰ عنوانات میں استفادہ کیا گیا تھا لیکن جدید ایڈیشنوں میں اس مواد کو تیز کرنے اور پھیلانے کے لئے جناب برنی صاحب نے ایڈیشن دوم میں ۱۱ فصول اور ۲۵۰ کے قریب عنوانات قائم فرمائے ہیں، اور ایڈیشن سوم میں ان فصول کو بڑھا کر ۱۳ کے عدد تک پہنچا دیا ہے اور عنوانات تقریباً ۴۰۰ ہو گئے۔ اور حجم کتاب چوگنا بلکہ پنج گناہ ہو گیا ہے۔ اور طبع چہارم میں علاوہ ضمیمہ جات کے جملہ بیس فصلیں اور ۹۴۰ عنوانات قائم کر کے ۸۶۳ صفحات پر اصل کتاب کو ختم کر دیا ہے جو ضمیمہ جات کے ساتھ مل کر ۹۶۶ صفحات کی ضخیم کتاب ہو گئی ہے اور اب طبع پنجم

---

[1] جو لوگ مومنین کے بارے میں بری اور گندی باتیں پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرۃ میں عذاب الم ناک ہے اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (پ ۱۸ ع ۸)۔ [2] پس عبرت پکڑو اے آنکھیں رکھنے والو

ہیں تو ۲۰۰ جدید عنوانات بڑھا کر کتاب کے حجم کو ۱۱۰۰ صفحات تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن کیا اتنے بڑے حجم اور اتنے کثیر عنوانات میں کوئی علمی بات آنے پائی ہے؟ استغفر اللہ! وہی ڈھاک کے تین پات یعنی حسب سابق اپنے مزعومات کو عنوانات کی شکل دے کر موقعہ بے موقعہ ناکمل اقتباسات کے ذریعہ سے یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی ؎ کا عمل کر کے دیکھنے والوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ خود حضرت مرزا صاحب یا اکابر ملت احمدیہ برنی صاحب کے مزعومات کی تائید میں بول رہے ہیں

طبع اول کی تبویب و تفصیل میں تو کچھ نہ کچھ مناسبت بھی تھی۔ اب کی مرتبہ تو اس مناسبت پر بھی پانی پھیر دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے جواب "تصدیق احمدیت" اور "ہمارا مذہب" کے شائع ہونے کے بعد برنی صاحب کچھ گھبرا سے گئے اور پردہ فاش ہوتے ہوئے دیکھ کر "علمی طریق تالیف" کے سنگِ گراں بار سے پردہ کو دباتے ہوئے اپنی چاک دامانی کی بخیہ گری میں منہمک ہو کر جاٹ کے سر پر کھاٹ کا جواب کولھو سے دینے لگے۔ اس گھبراہٹ میں کہیں حضرت اقدس مرزا صاحب کے خاندانی حالات اور ذاتی سرگزشت کے سلسلہ میں مرزا صاحب کے امراض اور دواؤں کا اپنے خاص مستہزیانہ عنوانات اور معاندانہ تشریحات کے ساتھ ذکر کر دیا۔ کہیں ان بے بنیاد بے سروپا مخالفانہ روایات کو جو مختلف اشخاص مخالف کی جانب سے اپنے اپنے مذاق یا تنگدلی کے ساتھ لوگوں میں پھیلائی گئی ہیں۔ ان کتابوں سے نقل کر دیا۔ جن میں ان کی تردید کی گئی ہے۔ کہیں ان بہکے ہوئے لوگوں کی تصنیفات سے کچھ نقل کر دیا جو اپنے اغراق و غلو یا دماغی امراض کی بدولت جماعت احمدیہ سے علیحدہ ہو چکے ہیں اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جماعت احمدیہ لاہور اور قادیان کی مخالفانہ تحریرات کو مستقل جدید عنوانات کے ذیل میں نقل کر کے یہ تصور کر لیا کہ اس طرح احمدیت کو جڑوں ہی سے منہدم کر دیا۔ اور آنکھیں بند کر کے سمجھنے لگے کہ اب کوئی مقابل میں تو موجود نہیں ہے بس

؎ ان کے جادو کے اثر سے (موسیٰؑ نے) یہ خیال کیا کہ وہ (رسیاں اور لاٹھیاں) بھاگ رہی ہیں۔ پ ۱۶ ع ۱۲۔

"قادیان فتح شد" ؎۵

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

لیکن معلوم نہیں۔ اِس مقام پر علامہ برنی صاحب "مردان" کے کیا معنے سمجھیں گے؟ مناسب ہو کہ آیت پاک کُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ تین مرتبہ پڑھ کر اور اپنی آنکھوں پر دم کرکے اس لفظ کے معنے سمجھنے کی کوشش کیجائے۔ تو امید ہے کہ انشاءاللہ اس آیت پاک کی برکت سے تفہیم معنی میں کچھ دشواری نہ ہوگی۔ سبحان اللہ! برنی صاحب کے ہاتھ میں فتح کا کیا سہل نسخہ ہاتھ آگیا۔ نہ ہڑ لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس حزب البر والبحر کو جناب برنی صاحب نے پیٹنٹ نہیں کرایا ہے اس لئے شیطان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی۔ خدانخواستہ اگر عیسائی و آریہ محققین نے ان ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی صاحب کے اس نسخہ کو کہیں سے سُن یا پڑھ کر اڑا لیا۔ تو وہ شیعوں کی کتابوں سے سُنیوں کے اور سُنیوں کی کتابوں سے شیعوں کے۔ بریلویوں کے مجالات نافعہ سے دیوبندیوں کے اور دیوبندیوں کے ملفوظات سے بریلویوں کے وہ وہ رنگ جمائیں گے کہ جناب برنی صاحب چشتی کو بھی "رنگ ہے ری مان رنگ" کے ترانہ پر حسب طریقۂ معمول بہ حضرات چشتیہ رحمہم اللہ اجمعین "بدا ہاوا" گا کر اپنے حال و قال کو ختم کرنے پر مجبور ہونا پڑیگا۔

جس کتاب کی ترتیب کا ڈھنگ یہ ہو اس کی نسبت برنی صاحب کا ادعا یہ ہے کہ وہ علمی طریق پر مرتب کی گئی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ علمی طریق ترتیب کتاب بھی صرف فروعات تک ہی رہ گیا ہے۔ ان اصلی مباحث کو ہاتھ تک بھی نہیں لگایا گیا۔ جن کی فروعات اور ذیلی مباحث کو رسالہ "قادیانی مذہب" میں اپنے خاص عنوانات اور ترتیب کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے۔ کیا احقاق حق و ابطال باطل کا یہی طریق ہے؟ کیا تقوٰی یہی ہے کہ مدعی کے اصل دعاوی اور دلائل کو چھوڑ کر محض اس لئے کہ خدا کی مخلوق اس سے برگشتہ اور متنفر ہو کر اپنی واہ واہیں لگ جائے۔ ایسے درمیانی اور ذیلی مسائل

؎۵ ہو جاؤ بندر ذلیل۔ (پ ۱ ع ۸)

میں ناواقفوں کو الجھا دیا جائے جو مسلمہ فریقین ہیں ؟

کیا باوجود عقیدہ ختم نبوت مسیح موعود کی نبوت کا مسئلہ کوئی اختلافی مسئلہ ہے؟ کیا مہدی آخر الزمان کی افضلیت متنازعہ فیہ ہے ؟ کیا مسیح موعود کے امتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے ؟ کیا فی الواقعہ مسیح موعود و مہدی معہود جو مسلمہ طور پر اس امت کی اصلاح کے لئے تشریف لائیں گے وحی والہام سے قطعاً محروم رہیں گے ؟ اور اگر نہیں تو کیا انکی وحی والہام مخالفین کی تصدیق کے محتاج رہیں گے؟ اور بصورت عدم تصدیق کیا مسلمہ مسیح موعود و مہدی معہود کے وحی و الہام ہمہ وشما کے استہزاء اور مضحکہ کے مستحق ہونگے ؟

جناب برنی صاحب کی پوری کتاب خواہ جدید ایڈیشن ہو یا قدیم حضرت اقدس مرزا صاحب کی وحی والہام پر مضحکہ اور استہزاء سے پُر ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک ناواقف کے لئے لہو ولعب کا سامان مہیا کرتی بلکہ طعن وتشنیع پر آمادہ کر دیتی ہے ۔

. . . .

اگر یہی علمی طریق تالیف کا ہے جس پر برنی صاحب کو فخر و ناز ہے۔ تو شاید راجپال و دھرم بھکشو آریہ معاندین کا سیاہ کارنامہ "رنگیلا رسول" و "کلام الرحمٰن وید ہے یا قرآن"۔ اور عیسائیوں کا نامۂ اعمال "امہات المومنین" اور شیعوں کا ستم نامہ "ہفوات المسلمین" جیسی بدنام کتابوں پر بھی پلید طبع وخبیث الباطن لوگ فخر کرنے میں حق بجانب تصور کئے جا سکیں گے ؟ (نعوذ باللہ من ذالک) کیونکہ ان کتابوں کے مؤلفین نے بھی صرف یہی کام کیا ہے کہ تفسیر یا احادیث یا مشارٌ الیہ مسلمانوں کی تحریرات سے جا بجا اقتباسات دے کر اسی قسم کے عنوانات قائم کر کے کتابوں کے حوالے کتر و بیونت کے بعد درج کر دئے ہیں اور یہی علمی طریقہ ترتیب کتابی جناب برنی صاحب نے اختیار کیا ہے۔ ہم اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ "امہات المومنین" اور "ہفوات المسلمین" یا "رنگیلا رسول" اور مشہور آریہ معاند پنڈت دھرم کی تصنیف "کلام الرحمٰن وید ہے یا قرآن" جیسی ناپاک کتابوں کا کوئی جزو بھی اپنی کتاب میں نقل کر کے اس کتاب کو ناپاک

کریں۔ کیونکہ یہ طریق بجائے علمی ہونے کے محض شرارت و خبث باطنی پر دلالت کرتا ہے۔ علمی بحث تو یہ ہوسکتی تھی کہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی و دلائل صحیح طور پر بیان کرکے ان کی تردید کی جاتی ۔ نہ یہ کہ ادھر ادھر سے چند بے تعلق اور بے جوڑ فقرات لکھ کر اپنے من مانتے مضحکہ خیز۔ اشتعال انگیز عنوانات قائم کرکے جو جی میں آیا لکھدیا۔

اسقدر توضیح جناب برنی صاحب کے اس علمی طریق تالیف کی کافی ہے جو ان کے رسالہ "قادیانی مذہب" کے جملہ ایڈیشنوں میں اختیار کیا گیا ہے۔

ابتدا میں طبع اول کے وقت جبکہ حجم کتاب اور عنوانات مختصر تھے ہم نے ہر ایک فصل اور عنوان کا جواب دیکر ہر ایک شر انگیز مغالطہ دہی کو واضح کردیا تھا۔ لیکن اب جبکہ کتاب کا حجم اور فصول اور عنوانات بہت بڑھ گئے ہیں۔ یہ طریق مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ ہر ایک فصل و عنوان کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا جائے۔ کیونکہ اس طریقہ سے علاوہ غیر ضروری تضیع اوقات کے اندیشہ ہے کہ متلاشیان حق کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لئے کہ ہر گالی یا فضول بات کا جواب نہ تو کسی زبان دراز کو ساکت کرسکتا ہے نہ اس سے پڑھنے والوں کو تسکین ہوسکتی ہے۔

ہماری غرض تو صرف یہ ہے کہ اگر کوئی متلاشی حق ہے تو اس پر حضرت اقدس مرزا غلام احمدؑ صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی و دلائل اور جماعت احمدیہ کے صحیح عقائد واضح ہوجائیں۔ اس کے بعد ہر ایک شخص کو اختیار رہے کہ وہ جو چاہے رائے قائم کرے۔

پس ہم نے اس مرتبہ اس طریق پر آیندہ ابواب میں رسالہ "قادیانی مذہب" کے پیدا کردہ وساوس کو دفع کرنے کی کوشش کی ہے۔

"وَمَا تَوْفِيقِيٓ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ"

سید بشارت احمدؒ
امیر جماعت احمدیہ

حیدرآباد دکن۔

ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زندگی قبل دعوٰی کا مختصر خاکہ۔ ابتدائی زندگی کے اسلامی کارنامے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیدا کردہ اسلامی لٹریچر و علم کلام کے اثرات انوار قرآن جن سے مامورمن اللہ کے ابتدائی حالات اور اس کے زمانہ بعثت اور مخالفین کے اطوار و نتائج پر روشنی پڑتی ہے۔ انبیاءؑ و امم سابقہ کے قرآنی بیانات۔ امتِ محمدیہ کی ہدایت کے لئے ہیں۔ مسیح موعودؑ کے دعاوی کے جانچ کے ذرائع ؛

حضرت اقدس مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ و السلام قوم مغل کے قبیلہ برلاس کے ایک معزز خاندان سے تھے۔ اور جیسا کہ جناب برنی صاحب نے اپنے رسالہ "قادیانی مذہب" طبع دوم و سوم و چہارم و پنجم کے فصل اول "ذاتی حالات" کے عنوان "مختصر سرگزشت" میں تحریر فرمایا ہے۔ حضرت موصوف کا خاندان ابتدا ء سے ہی اپنے نواح میں ذی اثر اور صاحب قوت و اقتدار رہا ہے۔ لیکن جس طرح پوری مغل قوم انتزاع حکومت کے بعد رفتہ رفتہ دنیوی حیثیت سے رو بہ تنزل ہوتی رہی۔ اسی طرح اس خاندان میں بھی دنیاوی قوت بتدریج کم ہوتی رہی۔ مگر بہرحال اعلیٰ خاندان اور سابقہ اثرات کی وجہ سے یہ خاندان اس نواح میں معزز ہی رہا۔

حضرت مرزا صاحبؑ اپنی ذات سے دنیاوی تعلقات میں کبھی منہمک نہ ہوئے۔ ملازمت بھی کرنی پڑی۔ قانون بھی پڑھا۔ قانون کا امتحان بھی دیا۔ گھر کے زمینداری کے کاروبار

مقدمات اور کاشتکاروں سے اپنے بزرگوں کا ہاتھ بٹانے یا ان کے احکام کی تعمیل میں تعلق بھی رکھنا پڑا۔ لیکن ہر حال میں ؎

دل بیار و دست بکار

ہی رہا۔ اور کوئی دنیوی تعلق حضرت مرزا صاحب کے ذاتی انہماک باللہ کو کم نہ کر سکا زمانہ جوانی اور ملازمت کے زمانہ کے چشم دید گواہ اور گہری نظر رکھنے والے سمجھدار شرفاء نے جو حضرت مرزا صاحب سے کوئی تعلق ارادت نہیں رکھتے تھے آپکی پاکبازی اور صالح ہونے کی شہادت دی ہے کہ

"مرزا غلام احمد صاحب جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔"

(اخبار زمیندار ۱۱ر فروری ۱۹۳۶ء بحوالہ عسل مصفیٰ صفحہ ۱۳۴)

ان شہادتوں کو ہم نے باب پنجم میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ان شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب عین زمانہ جوانی میں بھی بلحاظ تقویٰ و صلاحیت کے اپنے شناساؤں میں ایک خاص اور غیر معمولی عزت و عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ تقویٰ اور صلاحیت کی ترقی کے ساتھ اسلام کی خدمت کی تڑپ بھی دل میں رکھتے تھے۔ متعدد اخبارات میں اسلام کی تائید میں عیسائیوں وغیرہ کے مقابلہ میں آپ کے نہایت پرزور اور بے نظیر مضامین نکلتے رہے جو نہایت پسند کئے گئے آریوں۔ عیسائیوں سے مباحثات و مناظرات تک کی نوبت آئی۔ اسی سلسلہ میں انعامات الٰہی یعنی الہامات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تا آنکہ آپ نے ۱۸۸۲ء میں اپنی مشہور کتاب براہین احمدیہ شائع فرمائی۔ جس میں آپ نے اپنے الہامات شائع فرما کر مخالفین اسلام پر حجت پوری کی۔ اس کتاب کی بڑی قدر کی گئی۔ بڑے بڑے اخبارات اور مذہبی دلچسپی رکھنے والوں نے تقاریظ لکھیں اور مضامین شائع کئے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ نمایاں شخصیت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السُّنّۃ کی تھی جو فرقہ اہل حدیث کے سردار اور مسلّمہ عالم تھے۔ انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السُّنّۃ جلد ۷ نمبر ۹ میں مسلسلہ تقریظ تحریر فرمایا ہے:-

"مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (واللہ حسیبہٗ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار و صداقت شعار ہیں۔
ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ اور آیندہ کی خبر نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۶)

کتاب مذکور میں نہایت ہی جدید طور پر ایسے قوی دلائل سے صداقتِ اسلام و قرآن پاک و نبوتِ محمدیہ کی تائید کی گئی تھی کہ مخالفین اسلام کے کیمپ میں کھلبلی پڑ گئی۔ دو دلائل اس کتاب کے بالکل اچھوتے اور لاجواب ہیں۔

اول یہ کہ کسی آسمانی کتاب کی صداقت کی دلیل یہ ہے کہ وہ خود آسمانی ہونے کا دعویٰ کرے اور خود دلیل دے۔ جس کتاب میں آسمانی ہونے کا دعویٰ اور اس کے دلائل موجود نہ ہوں بلکہ اس کے پیروؤں کو یہ بار اپنے دوش پر لینا پڑے اس کے آسمانی ہونے میں کلام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کتاب کے آسمانی ہونے کا دعویٰ اور دلیل خود انسانی منہ کی باتیں ہونگی۔

دوم یہ کہ آسمانی کتاب۔ آسمانی مذہب اور سچے نبی صاحب کتاب کے برکات ہر زمانہ میں ظاہر ہونے چاہئیں۔ اور ایسے نمونے ہر زمانہ میں ہونے چاہئیں جو اُن برکات کے واقعی اور حقیقی وارث ہو کر دنیا کو اس کا ثبوت دے سکیں۔

ان دونوں دلائل پر آپ نے اسلام اور قرآن پاک اور نبوت محمدیہ کو پرکھ کر بتلایا۔ اور اپنے آپکو اور اپنے الہامات کو بطور ان برکات و ثمرات کے پیش کیا جو اتباع محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور پیروی اسلام سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور دوسرے مذاہب کو اس معیار پر اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے چیلنج دیا۔

اس طرح آپ کے الہامات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور وقتاً فوقتاً متفرق طور پر شائع ہوتا رہا۔ اس سلسلہ میں آپ نے اسلام کی تائید میں جو لٹریچر مہیا کر دیا ہے اس نے اسلامی دنیا میں ایک تہلکہ اور انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ جس کی داد آپ کی وفات پر متعدد

ملکی پریس نے دی۔ چنانچہ اخبار وکیل امرتسر نے جو ایک ذی علم اور مشہور عالم کی ایڈیٹری میں نکل رہا تھا۔ اس سانحہ پر ایک طول طویل رائے کیا پورا نوحہ لکھا ہے۔ اس نوحہ کے چند جملے یہ تھے :۔

"مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں ہے کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔

ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کی وفات نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا مقبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیا نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے۔ نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام۔ شمع عرفانِ حقیقی کو سر راہِ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گرمی کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں۔

اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پہ تیر بھی نہ تھے۔ اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ چونکہ خلاف اصلیت محض شامت اعمال سے مفسدہ ۱۸۵۷ء کا نفس ناطق مسلمان ہی قرار دیے گئے تھے۔ اس لئے مسیحی آبادیوں اور خاص کر انگلستان میں مسلمانوں کے خلاف پولٹیکل جوش کا ایک طوفان برپا تھا۔ اور اس سے پادریوں نے صلیبی لڑائیوں کے داعیان راہ فساد سے کم فائدہ نہ اٹھایا۔ قریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبہ ان حضرات کے میراثی عارضہ قلب کا جو اسلام کی خود رو سرسبزی کے سبب بارہ تیرہ صدیوں سے ان میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا چلا آتا تھا **درمان** ہو جائے۔ کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا۔ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھوآں بن کر اڑنے لگا۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنیوالی نسلوں کو گرانبار احسان رکھیگی کہ انھوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اسوقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے۔ اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔

مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حَکَم و عَدَل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی انھیں مخصوص قابلیت تھی اور یہ نتیجہ تھی انکی فطری استعداد ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا آیندہ امید نہیں ہے۔ کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔ جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں

صرف کر دے۔" (اخبار وکیل امرتسر)

انگریزی اخبار پاؤنیر کے یہ فقرات خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

"پچھلے زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آکر دنیا میں اسوقت تبلیغ کرے تو بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزون معلوم ہوگا جیسے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی معلوم ہوتے تھے۔ مگر بعض اوقات انکی فطرت کا دوسرا پہلو غالب آجاتا تھا جیسا کہ اس موقعہ پر ہوا جب انہوں نے حیرت زدہ بشپ ویلڈن کو چیلنج دیا کہ نشانوں میں ان کا مقابلہ کرے جیسا کہ الیاس نبی نے بعل کے پیرؤوں کو دبا تھا اور اس مقابلہ کا یہ نتیجہ قرار دیا کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ سچا مذہب کونسا ہے۔ اور مرزا صاحب اسوقت یہانتک تیار تھے کہ حالات موجودہ کے مطابق پادری صاحب جس طرح چاہیں اس امر میں اپنا پورا اطمینان کرلیں کہ نشان کے دکھانے میں کوئی دھوکہ یا فریب استعمال نہیں کیا گیا۔ وہ لوگ جنہوں نے مذہب کے رنگ میں دنیا میں ایک حرکت پیدا کی ہے وہ اپنی طبیعت میں مرزا غلام احمدؑ صاحب سے آجکل کنٹربری وانقع انگلستان کے لاٹ پادری کی نسبت زیادہ تر ملتے جُلتے ہیں۔" (پاؤنیر الہ آباد)

یہ نمونہ ہے ملک کے انگریزی اور اردو اخبارات کے ریویو کا جو حضرت مرزا صاحبؑ کی وفات پر لکھے گئے۔ ملک کے طول و عرض میں تقریباً ہر ذی حیثیت اخبار نے حضرت مرزا صاحبؑ کی وفات پر خاص خاص مضامین لکھے تھے۔ اور لاہور کے سول اینڈ ملٹری گزٹ و ہندو پیٹریٹ مدراس نے خاص طور پر حضرت مسیح موعودؑ کے آخری مضمون پیغام صلح پر جو وفات سے چند روز پہلے مرتب کیا گیا لیکن جو وفات کے بعد ایک مجمع عام میں سنایا گیا تھا، عمدہ خیالات کا اظہار کیا تھا۔

بیرون ملک کے اخبارات و رسائل میں سے لنڈن ٹائمز و ریویو آف ریویوز قابل ذکر ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے مضمون پیغام صلح کی نسبت

ریویو لکھے تھے۔ اخبارات کے ان اقتباسات و حوالجات سے صرف یہ ظاہر کرنا مدنظر ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے مذہبی لٹریچر نے اپنے اور پرائے دونوں سے خراج تحسین حاصل کیا تھا۔

اس طرح آپ کی بے مثل تفہیم و تعلیم قرآن اور اسلامی خدمات نے لوگوں کے قلوب کو آپ کی اتباع و تقلید پر مائل کر دیا تھا۔ اس لئے بہت سارے جوہر قابل آپ کے ارد گرد جمع اور برکات و فیوض سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ تا آنکہ بربنائے اعلام و الہام آپ نے ۱۸۹۱ء میں مسیحیت کا دعویٰ لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ یہ نہایت ہی سخت امتحان کا وقت تھا۔ نہ صرف آپ کے معتقدین کے لئے بلکہ آپ کے لئے بھی اس لئے کہ اس اعلان کے زمانہ تک آپ حضرت مسیح موعود کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے تھے جو عام اہل سنت والجماعت کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بجسد عنصری زندہ موجود ہیں اور وہ خود ہی آخری زمانہ میں نزول فرمائیں گے۔ اس دعوے پر آپ کے مقابلہ میں ایک طوفان مخالفت اُمنڈ آیا۔ جاننے اور نہ جاننے والے ہر شخص نے اس دعویٰ سے اِبیٰ و انکار کی جانب میلان ظاہر کیا۔ جاننے والوں نے اس لئے کہ وہ یہ جانتے تھے اور کئی صدیوں سے مانتے آئے تھے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہ خود ہی تشریف لائیں گے۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ ان کے عقائد میں شریک اور ہمہم اور مؤید تھے۔ اور نہ جاننے والوں نے اس لئے کہ ان کے نزدیک اس زمانہ تہذیب و تمدن میں اس قسم کی باتیں نہایت ہی مستبعد معلوم ہوتی تھیں۔ چنانچہ موجود تعلیم یافتہ طبقہ کی مذہبی ذہنیت ملحوظ رکھ کر اخبار پائونیر الہ آباد نے حضرت کی وفات پر خوب لکھا تھا کہ

"پچھلے زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آ کر دنیا میں اس وقت تبلیغ کرے تو وہ بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزوں معلوم ہوگا جیسے کہ مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی معلوم ہوتے تھے۔"

غرض یہ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ مسیحیت نے ایک عام ہیجان قلوب میں

پیدا کر دیا۔ دنیا کا یہ عام ہیجان کوئی غیر معمولی اور غیر متوقع واقعہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے کہ جب سے دنیا میں ارسال رسل کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ ہر ایک موقعہ پر یہاں تک یہی ہوتا آیا ہے۔ اس لئے اس قاعدہ کلیہ سے یہ عظیم الشان دعوٰی مسیحیت و مہدیت کیونکر مستثنیٰ رہ سکتا تھا۔ اس قسم کے انقلابات دنیا میں بہت عرصہ دراز بلکہ صدیوں کے بعد واقع ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ پہلے واقعہ کی یاد مخلوق کے قلوب سے محو ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے زمانہ میں اس قسم کی باتوں کو اعجوبہ سمجھنے لگتے ہیں۔ قرآن شریف کھول کر پڑھو تو معلوم ہو کہ جب کبھی دنیا میں خدا کا نور نازل ہوا۔ غریب دل منکسر المزاج خدا کے لئے سختی نرمی برداشت کرنے والے جن کو دنیا سُفَہَاء[1] اور ھُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ[2] ہی سمجھتی رہی ہے۔ اس شمع کے پروانے بن بن کر ایک سے ایک بڑھ کر اس نور کی حفاظت کے لئے جانیں قربان کرتے رہے۔ لیکن سگ دنیا یونہی عوعو کرتے رہے ہیں۔ تمام انبیاء اور مرسلین اور ان کی جماعتوں اور متبعین کے ساتھ اہل ہوا و ہوس کا یہی عمل رہا ہے۔ اور جب کبھی انبیاء کے ارسال و ترسیل میں ضرورت حقہ کے مطابق تاخیر یا تمہیل ہوئی اور دنیا انبیاء علیہم السلام کے بتائے ہوئے صراط مستقیم سے علیحدہ ہو گئی اور اس پر کچھ عرصہ گزر گیا تو فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ[3] کے الٰہی قانون کے مطابق ہمیشہ تمدن نے مذہب پر غلبہ حاصل کر لیا۔ تمدن کے غلو کی بدولت مذہبی قوائے عمل مضمحل و از کار رفتہ ہو جاتے ہیں۔ اور ٹھوس خیالات جو مذہبی اعتقادات کے نام سے اعمال صالحہ کا محرک ہوتے ہیں منجمد اوہام کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جو مذہبی تشتت کے رنگ میں باہمی تنفر و توحش اور انشقاق و نفاق پھیلا کر قومی شیرازہ کو درہم برہم کر دینے کا ذریعہ اور خونریزی و جہالت کے طوفان کا بہانہ بن جاتے ہیں۔ اور خود رائی و افراتفری قومی بنیادوں کی جڑ تک کو کھوکھلا کر کے تباہی اور مصائب کے نزول کے لئے راستہ صاف کر دیتی ہے۔ مذہبی تعلیمات جو کبھی حرارت عمل پیدا کرنے کا باعث

---

[1] بیوقوف۔ [2] ہمارے ادنیٰ درجہ کے سرسری رائے رکھنے والے لوگ۔ (پ۱۲ ع ۱۳)

[3] مدت کے گزرنے پر ان کے دل سخت ہو گئے۔ (پ۲۷ ع ۱۸)

تھیں ۔ ایسے افسردہ فلسفہ کے درجہ میں آجاتی ہیں جو صرف لفاظی اور ظاہرداری و ریاکاری واظہار تفاخر میں صرف ہوتا ہے۔

اگرچہ اس دور انحطاط میں بھی اس بالاتر ہستی کا تصور ہمیشہ قائم رہتا ہے جو مذہب کا مرکز۔ مذہب کی روح اور مذہب کی جان ہے لیکن اس وجود مطلق کے دلائل و براہین یعنی آثار و علامات ایک معرکۃ الآراء و مختلف فیہ مسئلہ بنجاتے ہیں۔ جن سے محققانہ شان ہیں یا تو انکار محض کر دیا جاتا ہے یا کورانہ تقلید ہیں وہ صرف قصہ کہانیوں تک محدود ہو جاتے ہیں اور جن صفات کے ظہور سے اکی شناخت و معرفت حاصل ہو سکتی ہے وہ زیادہ سے زیادہ خشک منطقی مفروضات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور کوئی نہیں ہوتا جو علیٰ وجہ البصیرت مذہب کے مسلّمہ و متوقع ثمرات و برکات کا وارث بن کر دنیا کو اس سے متمتع کر سکے۔ اور کلمۃ الحق كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا [1] کا ثبوت دنیا کو دے سکے یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ [2] کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اور دنیا ظلم اور گناہ کی تاریکی سے تیرہ و تار ہو جاتی ہے۔ اور باوجود تمدن کے ظاہری روشنی اور چمک دمک کے دنیا میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور اس اندھیرے میں جس پر قرآن پاک کے الفاظ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ [3] صادق آتے ہیں۔ ڈاکٹر سر اقبال جیسے يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ [4] کے مصداق بھی جو بقول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ عالم نہیں بلکہ اپنے زمانہ کے علم کا برتن ہوتے ہیں بے اختیار پکار اٹھتے

---

[1] پاک کلمہ پاک درخت کی مانند ہے جس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہوں اور حکم الٰہی سے ہر آن پھل دے۔ پ ۱۳ ع ۱۶۔

[2] خشکی اور تری میں فساد رونما ہو گیا۔ پ ۲۱ ع ۸۔

[3] یا مانند اندھیروں کے جو ہوں دریائے عمیق میں ڈھانکتی ہے اسکو موج پر موج اوپر اس کے بادل ہے۔ اندھیرے ایک دوسرے پر ہیں۔ پ ۱۸ ع ۱۱۔

[4] جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں۔ پ ۱۹ ع ۱۵۔

ہیں۔ کہ ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی ؛ فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی !

پس اِس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں دنیا نہ صرف حق وصداقت کے راستہ سے پھسل جاتی ہے بلکہ حق وصداقت کے معیار اور رہبر کی شناخت سے بھی محروم ہوجاتی ہے اور جو ہاتھ اسکو اس ظلمت سے نکالنے کے لئے آگے بڑھتا ہے وہ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا[1] کا مصداق بن کر اس کی نظر سے اوجھل رہتا ہے۔ تاکہ کلام الٰہی مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ[2] کی تصدیق ہو جائے۔ اور دنیا جان لے کہ سوائے اس نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[3] کے کوئی دوسری قوت اس ظلمت سے باہر نکالنے کی قدرت نہیں رکھتی۔

اس طرح جب یہ ظلمت اپنی انتہاد کو پہنچ جاتی ہے تو وہ نورِ مطلق اپنی رحمانیت سے اپنی قدرت يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ[4] کے مطابق اس اندھیرے کو لیلۃ القدر بنا دیتا ہے۔ تاکہ سِر و اَسرار کے دروازے کھل جائیں۔ اور ملائکہ اور ارواح کا نزول ہونے لگے تاآنکہ یہ تاریکی مبدّل بہ نور ہو جائے۔ اور هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ[5] کا پاک حکم نور کی شکل میں ظاہر ہو جائے۔

لیکن اِدھر نور کا ظہور اور اشراق ہوتا ہے اُدھر سگ طینتِ دنیا عوعو شروع کر دیتی ہے۔ اور شپرہ چشم و ظلمت پسند مخلوق خیرگیٔ نگاہ کی وجہ سے برداشت نہ کرکے اس نور کے بجھانے کے درپے ہو جاتی ہے۔

آج ہمارے موجودہ زمانہ کی بھی بعینہٖ یہی حالت ہے۔ ایک انچ آگے پیچھے نہیں ہے۔ پس اب بھی وہ نورِ الٰہی جو اس زمانہ کے لئے موعود تھا دنیا میں نازل ہوا۔ اس لئے

---

[1] جس وقت نکالے ہاتھ اپنا نہیں ممکن کہ دیکھے اسکو۔ پ۱۸ ع ۱۱۔
[2] جس کے لیے خدا نے کوئی نور نہیں رکھا پس اس کے لئے نور نہیں ہے۔ پ۱۸ ع ۱۱۔
[3] زمین و آسمان کے نور۔ پ۱۸ ع ۱۱۔
[4] دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ پ۱۷ ع ۱۵۔
[5] یہانتک کہ فجر طلوع کرے۔ پ۳۰ ع ۲۲۔

ضروری تھا کہ ظلمت پسند طبائع اطفاء نور کی کوشش کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور روزانہ ہو رہا ہے کہ یُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ[1] کے مصداق یکے بعد دیگرے منظر عام پر آ رہے ہیں۔ لیکن اس عزیز وحکیم کے منشاء کے مطابق یہ نور جو آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا ہے اسی طرح بڑھتا رہے گا۔ اور بالآخر دنیا پر چھا جائیگا۔ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ[2]

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَىٰ لِلّٰهِ دَاعٍ[3]

جب جب یہ نور الٰہی یہ صداقت کبریٰ باوجود اپنی یکرنگی کے دنیا میں مختلف شیون میں ظاہر ہوئی بڑے بڑے متمدن اقوام کے ذی علم افراد باوجود سارے ادعائے تہذیب و تعلیم اور متانت و سنجیدگی کے اکثر اس صداقت کے قبول کرنے کی نعمت و سعادت سے محروم رہے اور اپنے علم و عقل پر نازاں رہ کر اَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ[4] کہہ کر اس کے قبول کرنے سے علیحدہ رہے۔ اور اس وقت صداقت کے قبول کرنے والوں کو هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ہی کہتے رہے۔ تعلیم یافتہ اشخاص جو باخبر ہونے کے دعویدار تھے اپنی فخر آمیز تحقیقات کے نتیجہ میں اَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ[5] کہہ کر مطمئن ہو گئے علماء وقت فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ[6] کے مطابق اپنے مسلمات و مجتہدات پر فریفتہ رہے اور ایک انچ آگے بڑھنا گوارا نہ کیا۔ سیاسی مذاق کے پروپیگنڈا کرنے والے چلتے پرزوں نے مَا هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ کا چٹکلہ چھوڑ دیا۔ کمزور دل احباب و شناسا جو پہلے سے اسکی صداقت

---

[1] وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ پ۲۸ ع ۹۔
[2] اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہیگا خواہ کافر اسکو ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔ پ۲۸ ع ۹۔
[3] چاند ہم پر وداع وادی کی گھاٹیوں سے طلوع کر آیا ہے۔ ہم پر شکر کرنا واجب ہے جبکہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا بلائے۔
[4] کیا ہم بیوقوفوں کیطرح ایمان لے آئیں؟ پ۱ ع ۲۔ [5] یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ پ۱ ع ۱۶
[6] اپنے علم پر نازاں ہوئے۔ پ۲۴ ع ۱۴۔
[7] نہیں ہے وہ مگر تمہارے جیسا انسان کہ وہ تم پر اپنی فضیلت جتانا چاہتا ہے۔ پ۱۸ ع ۲۔

کے معترف تھے۔ اور ایسے معترف تھے کہ تعریفوں کے پل باندھتے تھے وہ قوم کے اختلاف اور بائیکاٹ سے ڈر کر قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ [1] کہہ کر ملامت کرنے والوں میں شریک ہو گئے۔ قدامت پسند مذہبی غیرت کے اظہار کے لئے اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ [2] کے طعنوں پر اتر آئے۔

غرضیکہ ہر پہلو سے يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ کی صداقت ظاہر ہو گئی۔ [3] لیکن ان سب کا وہی نتیجہ ہوا جو ہونا تھا۔ اور جس کے لئے پہلے سے بارگاہ رب العزت سے قطعی و محکم حکم صادر ہو چکا ہے کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ [4] اس لئے اس کلام پاک کی صداقت ظاہر کرنے اور اپنے فرستادہ غریب و بےکس مظلوم کے بچانے اور اس کی عزت اور حفاظت کے لئے پوری کی پوری قوم کے تباہ و برباد کرنے میں کبھی بھی تامل نہیں کیا گیا۔ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ [5] فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ [6] فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ [7]

یہ خلاصہ ہے ان سرکش اور متمدن اقوام کی تاریخ کا جس کا قرآن پاک میں ذکر آیا ہے کیا کوئی ہے جو اس سے درس عبرت حاصل کرے؟ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ [8]

ایک ذی عقل اور ذی علم انسان کا عمل معمولاً اس کے علم کے تابع ہوتا ہے اور علم صحیح مبنی ہوتا ہے پچھلے تجارب پر۔ یہ تجربہ خواہ اپنی ذات پر کیا گیا ہو خواہ دوسروں کو دیکھ کر یا ان کے حالات

---

[1] تو تو ہم میں اس سے پیشتر ہماری امیدوں کا مرجع تھا۔ پ ۱۲ ع ۶۔

[2] کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں اس چیز کو جسکی کہ ہمارے آباء و اجداد عبادت کرتے تھے؟ پ ۱۲ ع ۸۔

[3] اے افسوس بندوں پر کہ نہیں آتا ان کے پاس کوئی رسول مگر وہ اس سے استہزاء کرتے ہیں۔ پ ۲۳ ع ۱۔

[4] اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ میں اور میرے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔ پ ۲۸ ع ۳۔

[5] کیا وہ زمین میں چل کر نہیں دیکھتے کہ کیا ہوا انجام ان لوگوں کا جو اُن سے پہلے تھے اور وہ قوت اور نشانات زمین میں ان سے زیادہ تھے۔ [6] پس نہ کام آئے ان کے وہ جو وہ کرتے تھے۔ پ ۲۴ ع ۱۴۔

[7] پس پکڑا اللہ نے انکو بسبب انکے گناہوں کے اور نہ ہوا انکو خدا کے مقابلہ میں کوئی بچانے والا۔ پ ۲۴ ع ۸۔

[8] کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں ہے؟ پ ۱۲ ع ۷۔

سنکر تجربہ ہو گیا ہو۔

قرآن پاک نے جو انوار علوم اس امتِ مرحومہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ان میں سے پچھلی امتوں کے حالات و اعمال کی معرفت بھی ایک خاص نور وعلم ہے جسکو اللہ تعالیٰ بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ[1] فرماتا ہے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝[2] اس طریقہ سے قرآن پاک میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء کب اور کن حالات میں اور کس طرح آتے ہیں۔ یعنی انبیاء کی بعثت اور اسکی ضرورت کے لئے قانون الٰہی کیا ہے اور ان کے ساتھ کیا ساز و سامان ہوتے ہیں۔ اور انکی قوم کی ذاتی۔ اخلاقی وعلمی حالت کیا ہوتی ہے۔ انبیاء اپنے دعویٰ کے لئے کیا دلائل پیش کرتے ہیں مخالفین ان دلائل سے کیا سلوک کرتے ہیں۔

لیکن اس زمانہ میں خصوصاً حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ مسیحیت ومہدویت کے بعد لوگوں نے اس نور علم سے روگردانی ہی میں اپنی پناہ دیکھی ہے۔ وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُعْطٰى لِعَاصِيْ[3]۔ کیونکہ اگر پچھلے انبیاء و امم کے حالات کو معیار قرار دیکر حق و باطل کی تحقیق کیجاتی ہے تو جواب نہیں بن پڑتا۔ شرما شرمی خاموش ہوجانا پڑتا ہے۔ چنانچہ جناب برنی صاحب جو اس نور علم سے اپنے آپکو قطعاً بیگانہ ظاہر کرتے ہیں فرماتے ہیں:۔

"اگر مرزا صاحب کو حمد پر روکئے اور خطبوں پر ٹوکئے تو پھر انبیاء کی بھی خیر نہیں۔ بہرحال سب پر ہاتھ صاف ہوتا ہے۔ زبان بندی کی آسان ترکیب ہے۔" (قادیانی حساب ص۲۲ وضمیمہ نمبر۲ قادیانی مذہب طبع سوم ص۵۶۵۔ وطبع چہارم ص۹۲ وطبع پنجم ص۱۱۱۹)

یہ ہے ان دعویداران علم اور فخر کنندگان تحقیقات علمی کا تقوی اور مبلغ علم جو مدعی مسیحیت کے منہ آتے ہیں۔ انکے نزدیک انبیاء سلف کے وعظ و تذکیر و امم سابقہ کی شوخی اور تمردی کا ذکر

---

[1] عام لوگوں کے لئے بیان اور پرہیزگاروں کے ہدایت و نصیحت ہے۔ پ۴ ع ۵۔

[2] تم سے پہلے کئی صدیاں گزر چکیں زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ مکذبین کا کیا انجام ہوا۔ یہ بیان ہے عام لوگوں کے لئے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت و نصیحت ہے۔ پ۴ ع ۵۔

[3] اللہ کا نور گنہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

محض قصہ وکہانی ہے۔ اور اسکی مثال ونظیر اور حوالہ کو جو فی نفسہ دل کی زیغ اور کجی کی اصلاح کرنیکا ذریعہ اور ہدایت کا سامان ہے نہایت ناگواری کے ساتھ اپنی زبان بندی کی ترکیب سمجھتے ہیں ؎ بر این عقل و دانش بباید گریست

سورۂ اعراف میں قرآن پاک نے ان لوگوں کی بے کسی وحسرت کا نقشہ کھینچ دیا ہے جو پچھلی امتوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنیکی بجائے انکے قدم بقدم چلے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ [1]

آخرت میں یہ حال ہوگا ان لوگوں کا جو امم سابقہ کے حالات اور انبیاء علیہم السلام سے مقابلہ کی سرگزشت کے ذکر کو اپنی زبان بندی کے لئے ناگوار محسوس کرکے انہی کی تقلید کرنا چاہتے ہیں

افسوس کہ قرآن مجید کی پاک ہدایت وتعلیم موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لئے گویا رائگان ہی جارہی ہے مسلمان ان تمام حالات کو جو پہلی امتوں کو پیش آئے قرآن پاک میں پڑھتے ہیں مگر انکو قصہ کہانی سمجھکر بغیر عبرت حاصل کئے گزرجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ پہلوں کے لئے تھا ہم کو کیا۔ ہم تو امت مرحومہ ہیں اور تمام امتحانات سے محفوظ ہوچکے ہیں۔ حالانکہ انہی کو کہا گیا تھا کہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ [2]

عوام کالانعام کا کیا ذکر ہے علماء اور خواص کے ذہن پر بھی وہی زنگ لگ چکا ہے جو انبیاء

---

[1] فرمائیگا داخل ہوجاؤ ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے گزری ہیں جنوں اور انسانوں میں سے آگ میں۔ جب داخل ہوگی ایک جماعت لعنت کرے گی اپنی بہن کو۔ یہانتک کہ جب ملیں گے اسمیں سب کہیں گے انکے پچھلے اپنے اگلوں کے متعلق۔ اے رب ہمارے انہوں نے ہمکو گمراہ کیا تھا پس انکو آگ کا دوگنا عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ہر ایک کے لئے ہی عذاب بڑھ چڑھ کر ہوگا لیکن تم نہیں جانتے۔ پ۸ ع ۱۱۔

[2] کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑدیئے جائیں گے اور آزمائش میں ڈالے نہ جائیں گے؟ اور تحقیق ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا پس (اسطرح) ہم ان لوگوں کو ظاہر کردیتے ہیں جو اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں اور انکو بھی جو جھوٹا ادعا کرتے ہیں۔ پ۲۰ ع ۱۳۔

بنی اسرائیل کی امتوں کے آہن صفت قلوب پر لگا تھا۔ بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ[۱] اس لئے یہ وہی نمونہ دکھا رہے ہیں جو بنی اسرائیل کے علماء نے دکھایا تھا۔ نَبَذَ فَرِیْقٌ مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ کِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ[۲] ۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؛

نتیجہ اس کفران نعمت کا یہ ہوا کہ جو نور آلٰہی اس زمانہ میں دنیا کی ہدایت کے لئے ظاہر ہوا۔ اس سے بڑا حصہ محروم رہ گیا۔ بات نہایت صاف سیدھی اور مختصر سی تھی جس سے وہ مدتوں سے مانوس بھی تھے۔ کوئی ایسی نئی بات نہ تھی جو دفعتًہ ان پر وارد کر دی گئی ہو۔ صدیوں سے وہ خود اس کے منتظر تھے نہ صرف منتظر تھے بلکہ آرزوئیں کی جاتی تھیں دعائیں مانگی جاتی تھیں کہ ہم کو زمانہ نصیب ہو لیکن جب عین وقت پر وہ نورِ منتظر نازل ہوا تو آنکھ جھپک گئی ؎

خواہم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غفلت کردہ ام صد سالہ راہم دور شد

علماء اپنی نایافتگی اور خیرگی بصیرت کی وجہ سے اور عوام علماء کی اقتداء سے اس نور آسمانی سے محروم رہ گئے جس کے نزول کی امید پر وہ جیتے اور دوسروں پر فخر کرتے تھے۔ اور اس طرح وہ نوشتہ جو پچھلی امتوں کے حالات کے اظہار کے ساتھ اگلوں کی ہدایت کے لئے قرآن پاک میں محفوظ کیا گیا تھا اپنی پوری قوت و صداقت کیساتھ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ[۳] ۔ یا للعجب!

یہ وہ پاک ہدایات ہیں جو مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر نور و ہدایت کے بے پایاں سمندر یعنی قرآن پاک سے نکالکر پیش کی گئی ہیں۔ پورا کلام آلٰہی اسی قسم کے نور و ہدایت سے لبریز ہے جس میں ایک مومن و مسلم و موقن کے حرز ایمان کے لئے مکمل سامان مہیا کر دیا گیا ہے اس لئے موقعہ تو یہ تھا کہ پچھلی امتوں کے تجربہ سے فائدہ اٹھا کر اس مدعی پیغام آلٰہی کی صداقت کو قرآن پاک کے معیار پر جانچا جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور آپ کے مخالفین کے زعم علم و

---

[۱] (انکی بداعمالیوں) نے انکے دلوں پر زنگ لگا دیا ہے۔ پ ۳۰ ع ۸۔
[۲] اہل کتاب کے ایک فریق نے کتاب اللہ کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے ڈال دیا۔ پ ۱ ع ۱۲۔
[۳] پہلے تو اسکے ذریعہ کافروں پر فتح چاہتے تھے جونہی وہ آیا انہوں نے شناخت نہ کر کے اسکا انکار کر دیا۔ پ ۱ ع ۱۱۔

معرفت و دعویٰ محبوبیت و حُبِ الٰہی کو پیشِ نظر رکھ کر اسکا جانچنا کچھ مشکل بھی نہ تھا لیکن جب اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ[1] کا مرض دل میں پیدا ہو جاتا ہے تو تصفیہ حق و باطل و معیار صدق و کذب سے بیزاری و بے نیازی کے سوا کسی اور طرف توجہ ہی نہیں ہو سکتی ہے۔ اور بجائے تحقیقات کے مکابرہ بلکہ موجودہ زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھ کر جدید محققین تو بحکم يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ[2] بیہودہ گوئی شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے دو ہی صورتیں معقول اور مناسب ہو سکتی ہیں کہ یا تو قرآن پاک کے معیار کے مطابق حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی و دلائل کے صدق و کذب کو جانچا جاتا۔ یا اگر اس پر قابو نہ تھا تو قرآنی تعلیم کے مطابق اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ[3] کہہ کر انکا معاملہ انہی پر چھوڑ دیا جاتا اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی عارفانہ دعا کے تکرار کے ذریعہ سے اس ہادیٔ مطلق سے استعانت کی جاتی جو حق و باطل کا صحیح فیصلہ کر سکتا ہے۔ تیسری کوئی معقول صورت احقاق حق یا ابطال باطل کے لئے نظر نہیں آتی۔

---

[1] انکے دلوں میں کبر محض ہے نہیں ہیں وہ پہنچنے والے اسکو۔ پ۲۴ ع ۱۱۔

[2] وہ جو جھگڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں بغیر کسی دلیل کے جو آتی انکے پاس۔ پ۲۴ ع ۱۱

[3] اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہوگا پ۲۴ ع ۹۔

باب دوم

رسالہ قادیانی مذہب کا مزعومہ علمی طریقہ تحقیق۔ مسئلہ ختم نبوت کی تحقیق اور جملہ فرقہائے اسلامیہ کی مسلّمہ تاویلات آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے متعلق۔ اختلاف مابین تاویلات مسئلہ ختم نبوت بناء خروج عن الاسلام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تکفیر اہل قبلہ پر ایک محققانہ مضمون۔ برنی صاحب کو چیلنج۔ تحریفات کی مثالیں رسالہ قادیانی مذہب اور اُس کے جوابات حالیہ وسابقہ کی وضاحت۔

باب اوّل میں ہم نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ پچھلی اُمتوں کے تجربہ سے فائدہ اُٹھا کر اس زمانہ کے مدعی پیغام الٰہی کی صداقت بھی قرآن پاک کے مصدقہ معیار پر جانچی جانی چاہیئے۔ جناب برنی صاحب اس دعویٰ کے ساتھ اُٹھے ہیں کہ انہوں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی کی ایسی جانچ اور تنقید اور اُن کا علمی محاسبہ کر لیا ہے۔ اور اپنی اس تحقیقات کو صاحب موصوف نے رسالہ "قادیانی مذہب" کی شکل میں پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔ رسالہ مذکور کی حیثیت علمی اور طریقہ ترتیب کی حقیقت کو ہم نے دیباچہ کتاب ہذا میں بخوبی واضح کر دیا ہے۔ اس باب میں ہم رسالہ مذکورہ پر جوابی حیثیت سے نظر ڈالیں گے۔

اس رسالہ کے اب تک پانچ ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ آخری ایڈیشنوں میں بمقابلہ پہلے کے بہت کچھ اضافہ کیا گیا ہے۔ لیکن باوجود اس اضافہ و تغیّر و تبدل کے ہمارا جواب جو "تصدیق احمدیت" کے نام سے "قادیانی مذہب" طبع اوّل کے بعد شائع ہوا تھا اس رسالہ زیر جواب کے اغراض و مقاصد کے مدنظر ایک اصولی اور اجمالی جواب کے طور پر اب بھی کارآمد ہے۔ یعنی جہاں تک رسالہ "قادیانی مذہب" طبع اول کے ان مضامین کا تعلق ہے جو جدید ایڈیشنوں میں باقی رکھے گئے ہیں وہی جواب کافی ہے۔ جس کو ہم اس کتاب کے ضمیمہ کے طور پر اس کے ساتھ دوبارہ شائع کرتے ہیں۔ اس لئے ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ جدید ایڈیشنوں اور اُن کے

اضافات کی نسبت کچھ لکھنے سے قبل رسالہ قادیانی مذہب" طبع اول کے مضامین کا اجمالی خاکہ اور جوابات سابقہ کی مختصر و سرسری کیفیت اس باب میں بیان کر دی جائے تاکہ اضافات کے حالیہ جوابات کے ساتھ ہمارے سابقہ جواب کا بھی ربط پیدا ہو جائے۔ اور اس طرح رسالہ قادیانی مذہب کی پوری تردید بیک وقت پیش نظر رہ سکے۔

رسالہ قادیانی مذہب کی ترتیب خود مؤلف کے اعلان و اطلاع کے مطابق ایک خاص نظریہ کی پیش رفت میں ہے۔ جس کی نسبت وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اُن کی خاص کدو کاوش و تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ مقدمہ طبع اوّل میں جو بعد کے ایڈیشنوں میں تمہید اوّل کے نام سے موسوم کیا گیا ہے مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ :۔

" قادیانی مذہب کا بڑا اصول ہے جس سے عام تو کیا خاص لوگ بھی بے خبر ہیں۔ وہ یہ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مذہبی زندگی کے دو دَور ہیں پہلے دَور میں تو وہ انکسار جتاتے ہیں۔ خوب خوش اعتقاد اور عقیدت مند نظر آتے ہیں۔ انبیاء اولیاء سب کو اپنا بڑا مانتے ہیں سب کی عظمت کرتے ہیں اتباع کا دم بھرتے ہیں۔"

(قادیانی مذہب طبع اول صکے طبع دوم صہ طبع سوم صہ طبع چہارم ص۳۶ طبع پنجم ص۲۱)

" لیکن دوسرے دَور میں حالت بالکل برعکس ہے۔ اول تو علانیہ نبی بن جاتے ہیں۔ پھر بڑھتے بڑھتے تقریباً تمام انبیاء و مرسلین سے صراحتہً یا کنایتہً بڑھ جاتے ہیں۔ بڑے سے بڑے دعوے زبان پر لاتے ہیں۔ اچھے اچھوں کو نظروں سے گراتے ہیں اور اپنے واسطے انتہائی عقیدت کے طالب نظر آتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

(قادیانی مذہب طبع اول ص۹ طبع دوم صکے طبع سوم صکے طبع چہارم ص۳۹ طبع پنجم ص۲۳)

اس نظریہ کو محض لفاظی سے قوت پہنچانے اور اپنے بناتے ہوئے ڈھونگ کی پردہ پوشی کے لئے یہ دعویٰ بھی کر دیا ہے کہ :۔

" قادیانی صاحبان اپنی تبلیغ میں تمام تر دورِ اول کی خوش عقیدگیاں پیش کرتے ہیں اور ان میں کافی تراوٹ ہے۔ ناواقف اور رواداری مسلمان اُن کی خوش عقیدگیوں سے خوش ہو کر خود اُن کی عقیدت میں پھنس جاتے ہیں اور جب اچھی طرح متاثر ہو کر قابو میں آ جاتے ہیں۔

تو وہ ان کو دَور دوم کے اعتقادات پر لاتے ہیں جو چاہتے ہیں منواتے ہیں۔ ایمان کی خوب گت بناتے ہیں۔ قادیانی تبلیغ کا یہ بڑا گُر ہے۔ اچھے اچھے بے خبر ہیں۔ تحقیق کیجئے تو پتہ چلتا ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور"

(طبع اول ص۹ طبع دوم ص۷ طبع سوم ص۸ طبع چہارم ص۳۹ طبع پنجم ص۴۳)

لیکن اس دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے مطلقاً کوئی ذرا سی زحمت بھی مؤلف ممدوح نے گوارا نہیں فرمائی محض عنوانات جو فی الحقیقت جناب برنی صاحب کے اپنے مزعومات ہیں اس دعویٰ کا ثبوت نہیں ہو سکتے۔

اسی سلسلہ میں علامہ برنی نے تمہید کتاب میں فصول کتاب کی ترتیب و مضامین کی توضیح کرتے ہوئے ان نتائج کو بھی واضح کر دیا ہے جو وہ اپنی تالیف سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ :-

پہلے مرزا صاحب عقیدہ خاتم النبیین پر قائم اور اس پر اس طرح مُصر تھے کہ اس میں شک لانیوالے کو کافر سمجھتے تھے۔ اور بعد ازاں اس میں تاویل اور اپنی نبوت کی تشکیل شروع کر دی۔ اور ولایت و مجددیت کے ابتدائی منازل سے لیکر بالآخر درجہ بدرجہ نبوت مستقلہ کی انتہائی منزل پر پہنچ گئے کہ اس کے بغیر نبوت محمدیہ ناقص رہ جائے۔ اور انکار یا تردد سے ہر مسلمان خواہ واقف ہو یا بے خبر کافر بن جائے۔ اس طرح گویا عقیدہ ختم نبوت کو منہدم کر کے تمام انبیاء بلکہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اپنی فضیلت جتانے لگے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

(ملخصاً ومفہوماً تمہید طبع اول قادیانی مذہب ص۱۸ تا ۱۷)

ان نتائج کے حاصل کرنے کے لئے مؤلف رسالہ قادیانی مذہب نے طبع اول رسالہ مذکورہ میں محض بذریعہ ترتیب فصول و عنوانات یہ التزام کیا تھا کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ایسا مدعی نبوت ظاہر کیا جائے۔ جو اسلام سے علیحدہ ہو کر اپنا خاص دین جاری کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ پبلک بغیر اس کے کہ ثبوت پیش شدہ پر غور کرے خود بخود حضرت مرزا صاحب کو منکر عقیدہ ختم نبوت تسلیم کر لے۔ اور اس غرض کے لئے انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے

اصل دعاوی اور اُن کے دلائل سے تعرض کئے بغیر ان کتابوں سے اکثر ذیلی اور ضمنی مباحث کی نامکمل عبارتوں کو لے کر اپنے من مانے عنوانات کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کے اصل دعاوی و دلائل پر بحث کی جاتی تو سب سے پہلے اہل سُنت والجماعت کے اُن مسلمہ عقائد کو جو در بارہ مسیح موعود اُن کے جزو ایمان ہیں ظاہر کرنا پڑتا اور اس صورت میں مرزا صاحب کے قوی دلائل کی آہنی دیوار کو عبور کرنا دشوار ہو جاتا۔ اور فروعی و ذیلی مسلمہ مسائل تک پہنچنے اور اُن کے ذریعہ سے عوام کو مشتعل کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ مگر چونکہ غرض تالیف کتاب احقاق حق نہیں ہے اس لئے اصل دعاوی اور دلائل کو جو مدعی مسیح موعود کی نسبت ہیں ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں کی گئی۔ کوئی واقف کار اہل سُنّت والجماعت یہاں تک کہ خود برنی صاحب بھی باوجود اس ساری مخالفانہ بلکہ معاندانہ جدّوجہد کے اس امر سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لاویں گے۔ تو باوجود اُمتِ محمدیہ میں داخل ہونیکے نبی ہونگے۔ اور اُن کی نبوت سے انکار اور اُن کے مسیح موعود ہونے سے بے پرواہی یا بے اعتنائی موجب کفر ہوگی۔ اور وہ صاحب وحی والہام ہوں گے اور اُن کا فیصلہ تمام مسائل مختلف فیہ میں قطعی ہوگا۔ اور اُن کی اس طرح کی آمد ثانی عقیدہ ختم نبوت کے مغائر یا منافی نہ ہوگی۔ پس درحقیقت عقیدہ ختم نبوت ایسا عقیدہ نہیں ہے جو کسی طرح ایک نبی تابع شریعت محمدیہ کی آمد کا مانع ہو۔ اگر برنی صاحب کی نیت صاف ہوتی تو ان مسلّمہ مسائل کو پس پشت ڈال کر وہ دعویدار مسیحیت کو منکر عقیدہ ختم نبوت ظاہر کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ وہ بخوبی جانتے تھے اور اگر جانتے نہیں تھے تو جان سکتے تھے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ اہل سُنّت والجماعت کا متفقہ عقیدہ یہ ہے مسیح موعود علیہ السلام نبی تابع شریعت محمدیہ ہوں گے اور اُن کی نبوت کا انکار موجب کفر ہوگا اور ان کی نبوت منافی عقیدہ ختم نبوت نہ ہوگی۔ تو کثیر التعداد ذیلی اور ضمنی مباحث و مسلّمہ مسائل کو منکرات کے رنگ میں پیش کرنے اور مضحکہ انگیز عنوانات اور معاندانہ فصول قائم کر کے کتاب کو عام پسند بنانے اور حجم بڑھانے کا موقع نہ مل سکیگا۔ ورنہ فی نفسہٖ عقیدہ ختم نبوت کوئی مختلف فیہ عقیدہ نہیں ہے مسلمانوں کا ہر ایک فرقہ اس عقیدہ کو قطعی اور ضروری سمجھتا ہے گو اس کی تاویل ہر ایک فرقہ کے نزدیک ایک دوسرے سے کسی قدر مختلف ہے۔

اہل سُنّت والجماعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور باوجودیکہ حضرت موصوف علیہ السلام بنی اسرائیل کے مسلّمہ نبی ہیں لیکن اپنی نبوت کے ساتھ نازل ہوں گے (شرح عقائد نسفی (جو احناف کے مسلّمہ عقیدہ کی کتاب ہے) صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ) اور بعضوں کا خیال ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ و توسط سے قرآن اُن کو سکھایا جائے گا۔ (جس کے یہ معنی ہیں کہ قرآن از سرِ نو اُن پر نازل ہوگا) مگر باوجود اس عقیدہ کے اہل سنت والجماعت آیت خاتم النبیین پر ایمان رکھتے ہیں۔ دیکھئے حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب صفحات ۴۳۱ و ۴۳۲ ؞

یہ تو وہ عقیدہ ہے جو جمہور اہل سُنّت والجماعت کا متفق علیہ ہے لیکن محققین کا خیال اس سے بھی کسی قدر وسیع ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری مشہور و مستند محدّث نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں ختم نبوت کی احادیث پر بحث کر کے تصریح کی ہے۔ کہ نبی غیر تشریعی کے آنے کا امکان ہے۔ اسی سلسلہ میں وہ فرماتے ہیں :۔

"فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَہٗ تَعَالٰی خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ بَعْدَہٗ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِّنْ اُمَّتِہٖ" (موضوعات کبیر صفحہ ۵۸ و ۵۹)[1]

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ کی تفہیم نمبر ۵۳ میں فرماتے ہیں کہ :۔

"خُتِمَ بِہِ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَّاْمُرُہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ"[2]

صوفیائے کرام میں سے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اپنی مشہور کتاب فتوحات مکیہ میں اسی عقیدہ کا اظہار کر کے مزید براں فرماتے ہیں کہ :۔

---

[1] (ابراہیم (اور عمر کا نبی ہونا) آیت خاتم النبیین کے خلاف نہیں پڑتا کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی نبی آپ کے بعد ایسا نہیں آئے گا جو آپ کی ملّت کو منسوخ کر دے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔

[2] آپ پر نبوت ختم ہوگئی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی شریعت والا نبی نہیں آئے گا۔

"فَإِنَّ النُّبُوَّةَ سَارِيَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي الْخَلْقِ وَإِنْ كَانَ التَّشْرِيعُ قَدْ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِيعُ جُزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ "[1]

(فتوحات مکیہ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۵۵ باب ۷۳ سوال نمبر ۸۲ مطبوعہ مصر)

حضرت عبدالکریم جیلی صاحب انسان کامل فرماتے ہیں :-

"فَانْقَطَعَ حُكْمُ النُّبُوَّةِ التَّشْرِيعِ بَعْدَهُ وَكَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ "[2] (کتاب مذکور جلد ۱ باب ۳۶ صفحہ ۹۸)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مسئلہ میں خاموش نہیں رہے چنانچہ مکتوب ۳۰۱ بنام مولانا امان اللہ میں فرماتے ہیں :-

" نبوت عبارت از قرب الہی است جلّ سلطانہ کہ شائبہ ظلیت ندارد و عروجش او بحق دارد جل و علا و نزولش او بخلق ایں قرب بالاصالت نصیب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و ایں منصب مخصوص بایں بزرگواراں علیہم الصلوات والبرکات و خاتم ایں منصب سید البشر است علیہ و علی آلہ الصلوات والسلام حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ بعد از نزول تابع شریعت خاتم الرسل خواہد بود علیہ الصلوٰۃ والسلام غایۃ ما فی الباب متابعاں و خادماں را از دولت وارث صاحبان نصیب است پس از قرب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتحیات کمّل تابعاں را ہم نصیب بودہ و علوم و معارف و کمالات آں مقام بطریق وراثت نیز نصیب تابعاں باشد ؎

خاص کند بندہ مصلحت عام را

پس حصول کمالات نبوت مر تابعاں را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل والصلوات والتحیات منافی خاتمیت او نیست علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ "[3] (مکتوبات امام ربانی جلد اول صفحہ ۴۳۲)

حضرت مجدد صاحب کا آخری فقرہ " فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ " قرآن پاک کی آیت ہے اس تاکید کے لئے اس آیت کو درج فرمایا ہے کہ اس مسئلہ کی صحت میں شک نہ کیا جائے ۔ یہ ان اکابر

---

[1] نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری رہیگی۔ اگرچہ تشریعی نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ پس تشریعی نبوت جزء ہے نبوت کے اجزاء کا۔

[2] آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد نبوت تشریعی منقطع ہو چکی۔

[3] تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو ۔

محققین علماء وصوفیاء رحمہم اللہ کے عقائد ہیں۔ جن کے عمائد وقت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ علماء متاخرین میں سے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے "اثر ابن عباس"[۵۱] پر اپنے رسالہ "تحذیر الناس" میں بحث کی ہے۔ اس بحث کے سلسلہ میں آیت مبارکہ خاتم النبیین کی بھی مولانا نے توضیح وتفصیل فرمائی ہے۔ اس کے ضمن میں رسالہ مذکور کے صلا پر فرماتے ہیں کہ :۔

"اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے۔ جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا۔ اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور (یہ لفظ کوئی اور خاص طور پر قابل غور ہے کہ گذشتہ کا مقابلہ سوائے آئندہ کے اور کسی لفظ سے نہ ہوسکیگا۔ ناقل) اس طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی اور نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا سلسلۂ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہوگا"

اسی سلسلہ میں صفحہ مذکور پر آگے چل کر اس بیان کو اس طرح واضح فرماتے ہیں :۔

"اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

اسی سلسلہ کو بڑھا کر بالآخر ص۲۵ رسالہ مذکور پر تحریر فرمایا ہے :۔

"اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی۔ بلکہ افراد[۵۲] مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی

---

۵۱ حضرت ابن عباس سے جو صحابہ میں فہم وتفسیر قرآن میں بلند پایہ رکھتے تھے ایک قول تفسیر درمنثور وابن جریر وغیرہ میں تفسیر آیت اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ ۔ یہ منقول ہے۔ کہ سَبْعَ اَرَضِیْنَ فِیْ كُلِّ اَرْضٍ اٰدَمُ كَاٰدَمِكُمْ وَنُوْحٌ كَنُوْحِكُمْ وَاِبْرَاهِیْمُ كَاِبْرَاهِیْمِكُمْ وَعِیْسٰی كَعِیْسٰكُمْ وَنَبِیٌّ كَنَبِیِّكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں بنائی ہیں ہر زمین میں آدم تمہارے آدم کیطرح اور نوح تمہارے نوح کیطرح اور ابراہیم تمہارے ابراہیم اور عیسیٰ تمہارے عیسیٰ کیطرح اور نبی تمہارے نبی کیطرح بھیجے گئے۔ اس حدیث کی نسبت ایک شخص نے علماء وقت سے سوال کیا جس کے جوابات دیئے گئے۔ اور ان جوابات میں سے ایک جواب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا اور دوسرا جواب حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمہ فرنگی محل لکھنؤ کا ہے۔ جن کے اقتباسات ہم نے دیئے ہیں۔

۵۲ افراد مقدرہ کا مفہوم طالب توجہ ہے۔

پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" (رسالہ تحذیر الناس مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۳؎)

اسی رسالہ تحذیر الناس مذکور کے صفحہ ۲۲ و ۲۳ پر مولانا عبدالحی فرنگی محل اور دیگر علمائے لکھنؤ کا فتویٰ بھی "اثر ابن عباس" کے متعلق شائع ہوا ہے۔ اس فتویٰ میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ :۔

"علمائے اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا۔ اور نبوت آپ کی عام ہے۔ اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہو گا۔ وہ متبع شریعت محمدیہ ہو گا۔"

علمائے اہل سنت والجماعت کی جس تصریح کا اس میں ذکر ہے ہم اس میں سے بعض علماء کی تحریرات کا اوپر حوالہ دے چکے ہیں۔ خود مولانا عبدالحی صاحب مرحوم نے اثر ابن عباس کے متعلق ایک مستقل رسالہ بنام دافع الوسواس فی اثر ابن عباس شائع فرمایا ہے۔ جس کے صفحہ ۲ پر عبارت محولہ بالا موجود ہے۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۱۶ پر مرحوم مغفور آیت "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" کی روشنی میں اثر ابن عباس کی صحت کو تسلیم کر کے فرماتے ہیں کہ :۔

"پس جائز ہے کہ اواخر سلاسل تحتانیہ آنحضرتؐ کے زمانہ کے قبل ہو گئے ہوں۔ یا آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہو کے متبع شریعت محمدیہ ہوتے ہوں کیونکہ بعد آنحضرتؐ کے یا زمانہ میں آنحضرتؐ کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں ہے۔ بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔"

مولانا عبدالعلی بحر العلوم مدراسی نے بھی اپنے رسالہ "فتح الرحمٰن" میں جو احوال قیامت کے بارے میں ہے یہی صراحت کی ہے۔ جس کا حوالہ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ مذکور کے صفحہ ۲۹ پر دیا ہے۔

پس جہاں تک عقیدہ ختم نبوت یا آیت خاتم النبیین کا تعلق ہے۔ اس میں علماء اہلسنت والجماعت اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا متبع نبی اُمتی آ سکتا ہے جو شریعت محمدیہ کا تابع ہو گا۔ اور اس سے زیادہ اور کوئی تاویل حضرت مرزا صاحب نے بھی نہیں کی ہے۔ جماعت احمدیہ کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہو چکی۔ اور اب ایسا کوئی نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی اطاعت سے باہر اور آپ کے فیضان بغیر براہ راست اللہ تعالیٰ سے نبوت حاصل کر کے ہدایت خلق کے لئے مبعوث کیا جائے

آپ کی اُمت کو یہ درجہ بھی آپکی اتباع کے طفیل میں عطا کیا جا سکتا ہے یعنی کامل متبع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بطور تبعیت فنا فی الرسول ہو کر مقام نبوت حاصل کر سکتا ہے۔ تاکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی افاضہ ظہور میں آسکے۔

فرقہ مہدویہ جو حضرت سید محمد جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کو مہدی موعود تسلیم کرتا ہے تقریباً یہی عقیدہ رکھتا ہے یعنی وہ حضرت موصوف کو متبع نبی مانتے ہیں جو منافی ختم نبوت نہیں ہے۔

(ختم الہدیٰ سبل السویٰ مصنفہ مولانا شاہ محمد صاحب مہدوی مطبوعہ مطبع فردوسی بنگلور صفحات ۲۳-۲۶۳-۲۷۰-۲۷۵-۲۸۵)

یوں تو اس کتاب کا بڑا حصہ اس بحث سے مملو ہے۔ لیکن صفحات مذکورہ میں صاف طور پر اس عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کا مختصر اقتباس ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

"اب احادیث واقوال متقدمین سے ثابت ہوا کہ مہدی سے دین کمال کو پہنچے گا۔ اور مہدی قائم مقام رسول کے ہیں اور جو حکم مہدی کرے اگر آپ ہوتے وہی حکم کرتے اور ضرور ہے کہ علماء مہدی سے پنجہ کشی کریں۔ اور مہدی خطا سے معصوم ہیں اور نبی متبع ہیں۔ اور بے حکم خدا کے کچھ کہنے والے نہیں۔ کیونکہ قیاس اور رائے اس کے واسطے ہے۔ جو نبی نہ ہو .... الخ۔" (ص۲۳)

"مہدی موعود نبی متبع اور معصوم عن الخطا اور خلیفۃ اللہ اور مبعوث من اللہ سید اُمت ہیں۔"

(ص۲۶۳)

"اس سے ثابت ہوا کہ خاتم النبیین یعنی محمد نبی احمد مہدی علیہما الصلوٰۃ والسلام من حیث الحقیقت ایک ہی ہیں۔" (ص۲۷۰)

"بلکہ مہدی موعود خلیفۃ اللہ مبعوث من اللہ معصوم عن الخطا سید اُمت محمدیہ ہونے پر سینکڑوں احادیث صحیحہ صریحہ وارد ہونے سے اصحاب و اہل بیت و تابعین و اولیاء کبار وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس جناب کو ہمارے امام کے ظہور و دعویٰ تک انبیاء کے طور سے ذکر کئے ہیں۔" (ص۲۷۵) "اس لئے وراثت خاتم الولی کی بمنزلہ رسالت ہے" (ص۲۸۵)

مولانا روم تو اپنے مرشد کو بدلیل لمی نبی ہی کہتے ہیں ؎

چوں از و نور نبی آمد پدید اونبی وقت باشد اے مرید

گمسل از پیغمبر ایام خویش   تکیہ کم کن بر فن و بر کام خویش

یہ تو اہل سُنّت والجماعت کے فرقوں کی کیفیت ہے۔ حضرات امامیہ کا عقیدہ بارہ مہدی منتظر بلکہ در بارہ دوازدہ امام یہ ہے کہ وہ معصوم ہیں اور ظاہر ہے کہ معصوم نبی ہی ہُوا کرتا ہے نہ کہ غیر نبی*؟ ابھی حال میں احرار کے جنرل سیکرٹری مسٹر مظہر علی نے جو شیعہ ہیں ایک بیان میں کہا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد گیارہ نبی آچکے ہیں اور ایک نبی اور بھی آنیوالا ہے (یعنی مہدی علیہ السلام۔ ناقل) یہ ایک درجن حضرات خصوصیات نبوت میں بالکل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلّہ ہیں۔ اسی طرح معصوم اور اسی طرح واجب الاطاعت ہیں۔ نام کا صرف فرق ہے اُن کو نبی کے بجائے امام کہتے ہیں۔ (الفضل ۲۰۔ اپریل ۱۹۳۷ء بحوالہ اخبار النجم لکھنؤ مورخہ ۹۔ اپریل ۱۹۳۷ء)

پس جہاں تک عقیدہ ختم نبوت کا تعلق ہے مسلمانوں کا کوئی فرقہ اس سے علیحدہ یا اس کا منکر نہیں ہے۔ آپس میں جو فرق ہے وہ زیادہ سے زیادہ ہر ایک فرقہ کی تاویل میں ہے۔ یعنی تاویل ہر ایک فرقہ کرتا ہے اور متاوّل مخطی بھی ہو سکتا ہے اور مصیب بھی۔ تاویل غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی۔ لیکن بہر حال تاویل کی بناء پر نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں کا کوئی فرقہ عقیدہ ختم نبوت کا قائل نہیں ہے۔ اور تاویل کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت پر ایمان رکھنے سے کوئی وجہ کفر یا خروج عن الاسلام کی پیدا نہیں ہوتی۔ (شرح فقہ اکبر . . . . الیواقیت والجواہر مبحث ثامن صلالا و ۱۱۲ مطبوعہ مطبع میمنہ مصر الملل والنحل جلد ۳ صفحہ ۲۵)

جمادی الاول ۱۳۵۵ھ کے ماہانہ پرچہ ترجمان القرآن جلد ۸ عدد ۵ میں جو مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ادارت میں ہمارے شہر حیدر آباد سے شائع ہوتا ہے۔ "فتنہ تکفیر" کے عنوان سے ایک مضمون خود ایڈیٹر موصوف کا شائع ہُوا ہے۔ اس میں کفر و اسلام پر ایک اصولی بحث کی گئی ہے اس کے بعض فقرات اس موقعہ پر ناظرین کی خاص توجہ کے محتاج ہیں :۔

"ان احکام کا منشاء یہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے میں اتنی ہی احتیاط کرنی چاہیئے جتنی کسی شخص کے قتل کا فتویٰ صادر کرنے میں کی جاتی ہے۔ بلکہ یہ معاملہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے

---

* حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ نے اپنی مشہور کتاب تفہیمات الٰہیہ کے مقالہ الوصیت کی وصیت پنجم میں صراحت کی ہے۔ کہ شیعہ امامیہ بوجہ امام کو معصوم مفترض الطاعۃ اور ان کو منصوب للخلق یقین کرنے کے منکر ختم نبوت ہیں ؛

کسی کو قتل کرنے سے کفر میں مبتلا ہونے کا خوف تو نہیں ہے مگر مومن کو کافر کہنے میں یہ خوف بھی ہے کہ اگر فی الواقع وہ شخص کافر نہیں ہے اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان موجود ہے۔ تو کفر کی تہمت خود اپنے اوپر پلٹ آئے گی۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھتا ہو اور جس کو اس کا کچھ احساس ہو۔ کہ کفر میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ کتنا بڑا خطرہ ہے۔ وہ کبھی کسی مسلم کی تکفیر کی جرأت نہیں کر سکتا تا وقتیکہ اُسے خوب چھان بین کرنے کے بعد اس کے مبتلائے کفر ہو جانے کا پورا علم نہ ہو جائے۔ اس باب میں احتیاط کی حد یہ ہے کہ جس شخص کے طرزِ عمل سے صاف طور پر نفاق ظاہر ہو رہا ہو۔ جس کا حال صاف بتا رہا ہو کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہے وہ بھی اگر کلمہ اسلام اپنی زبان سے پڑھ دے تو اُسے کافر کہنا اور اس کے ساتھ کافر کا سا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ایک سریہ میں ایک شخص نے مسلمانوں کو دیکھ کر کہا۔ السلام علیکم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک مسلمان نے یہ گمان کر کے اُسے قتل کر دیا کہ اس نے محض جان بچانے کی خاطر کلمہ پڑھا ہے۔ ظاہر حال کے لحاظ سے یہ گمان کرنے کی معقول وجہ بھی موجود تھی۔ کیونکہ جنگ کا موقعہ تھا۔ تلواریں کھنچی ہوئی تھیں کچھ بعید نہ تھا کہ اس مقتول کے دل میں درحقیقت ایمان نہ ہو۔ اور اس نے کلمہ کو محض جان بچانے کے لئے ڈھال بنانا چاہا ہو۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ غضبناک ہوئے اور سختی کے ساتھ اس مسلمان سے باز پرس کی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اُس نے تو محض ہماری تلوار سے بچنے کے لئے کلمہ پڑھ دیا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا هَلَّا شققت قلبه کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ تمہارا کام دلوں کو ٹٹولنا نہیں ہے۔ یہ حقیقت تو خدا ہی جانتا ہے کہ کس کے دل میں ایمان ہے اور کس کے دل میں نہیں۔ "اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى"[1] تم صرف ظاہر کو دیکھ سکتے ہو

---

[1] بے شک تیرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹکتا ہے۔ اور اس کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پاتا ہے۔ (سورہ نجم آیت ۳۰ پارہ ۲۷)

اور ظاہر میں جب ایک شخص اسلام کا اظہار کرے۔ تو تمہیں کوئی حق نہیں کہ تاویلات سے اُس کو کافر ٹھہراؤ اور اس کے ساتھ کفار کا سا معاملہ کرو۔" (ترجمان القرآن صفحہ ۴۱۹ - ۴۲۰)

"یہی وجہ ہے۔ کہ محقق اور محتاط اہل علم نے ہمیشہ تکفیر اہل قبلہ میں سخت احتیاط برتی ہے۔ انہوں نے جن لوگوں کو اپنی تحقیق میں گمراہ سمجھا اُن کے خیالات اور عقائد کی تردید نہایت جرأت سے کی۔ کسی کے اقوال و افعال کو اگر اپنے نزدیک کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف پایا تو اس کا سختی کے ساتھ ابطال کیا۔ جن مقالات میں ان کو کفر و الحاد کی جھلک نظر آئی اُن کے متعلق برملا کہا کہ یہ کافرانہ اور ملحدانہ مقالات ہیں۔ جن افعال میں شرک و کفر کے نشانات محسوس ہوئے۔ اُن کے متعلق صاف صاف کہہ دیا کہ یہ مشرکانہ اور کافرانہ اعمال ہیں۔ لیکن ضلالت کو ضلالت اور کفر کو کفر اور شرک کو شرک کہنے میں خواہ کتنی ہی جرأت انہوں نے ظاہر کی ہو۔ مگر ان اقوال و افعال کا ارتکاب کرنے والوں کو "کافر" یا "مشرک" کہہ دینے میں انہوں نے کبھی جرأت سے کام نہیں لیا۔ وہ اس خیال سے کانپ اُٹھتے تھے کہ کہیں ایسے شخص کو کافر یا مشرک قرار نہ دے بیٹھیں جو در حقیقت صاحب ایمان ہو۔ اس لئے جس کلمہ گو کے خیالات میں اُن کو کفر و الحاد و شرک کی جھلک نظر آتی تھی اُس کے خیالات کی تردید تو کر دیتے تھے۔ اور نہ صرف اس کی تفہیم کرتے بلکہ عام مسلمانوں کو بھی اُس کے خیالات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر جب خود اُسے کافر یا مشرک قرار دینے کا سوال سامنے آتا۔ تو وہ بعید سے بعید تاویل کر کے بھی اس کو دائرہ اسلام میں رکھنے کی کوشش کرتے اور اس وقت تک دین سے خروج اور سلب ایمان کا حکم نہ لگاتے جب تک صریح کفر کا اظہار نہ ہو ایسا صریح کفر جس میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہ ہو۔" (ترجمان القرآن جلد ۸ عدد ۵ صفحہ ۴۲۱ - ۴۲۲)

"ایک مسلمان سے نیت کفر کی توقع نہیں کی جاتی۔ بہت ممکن ہے کہ اس کا قول قرآن کی تعلیم سے معارض ہوتا ہو۔ مگر اس کی نیت قرآن سے معارضہ کرنے کی نہ ہو۔ یا اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اُس نے جو کچھ کہا ہے وہ قرآن کے خلاف ہے یا اس نے کسی ایسے معنی میں وہ بات کہی ہو۔ جو در حقیقت قرآن کے خلاف نہیں ہے۔ پھر کیونکر جائز

ہوسکتا ہے کہ ہم ایک ایسے شخص کو جو قرآن پر ایمان رکھنے کا اقرار کر رہا ہے محض ایک ظاہری تعارض کی بناء پر منکر قرآن ٹھہرادیں؟ اگر ہم خود اس کی کوئی تاویل نہ کر سکتے ہوں۔ تو ہمیں اس سے یا اس کے ہم خیال لوگوں سے پوچھنا چاہیئے کہ تمہارے اس قول کا مراد حقیقی کیا ہے۔ اور اس کے جواب میں اگر وہ کوئی تاویل ایسی پیش کرے جو قرآن سے صریح معارض نہ ہوتی ہو۔ تو اس کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ نہ یہ کہ خواہ مخواہ کھینچ تان کر اُسے خلاف قرآن ہی ثابت کیا جائے اور ایک ایسے شخص کو زبردستی منکر قرآن ہی قرار دیا جائے جو خود قرآن کے کتاب اللہ ہونے اور اس پر ایمان رکھنے کا اقرار کر رہا ہے۔

کفر اور ایمان کا امتیاز جن امور سے ہوتا ہے۔ ان کی تصریح اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرما دی ہے جو شخص خدا کی وحدانیت اور ان صفات کا قائل ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں۔ جو شخص ملائکہ اور کتب آسمانی اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے اور یوم الآخر کے برحق ہونے پر اس طریقہ سے ایمان لاتا ہے جس کا اظہار قرآن مجید میں کر دیا گیا ہے۔ وہ بہر حال مومن ہے خواہ کلام اور فقہ کے اعتبار سے اس کا مذہب جمہور کے مذہب سے کتنا ہی مختلف ہو۔ تفصیلات اور فروع میں اگر اس کی رائے غلط ہو اور کسی مسئلہ یا بعض مسائل میں وہ ضلالت کی حد تک بھی پہنچ جاتا ہو۔ تو آپ اس کی تردید کر سکتے ہیں مگر محض اس بناء پر اس کی تکفیر نہیں کر سکتے۔ کہ اس کی تاویل آپ کی تاویل کے خلاف ہے یا منطقی اسلوب پر اس کے مقدمات کو مرتب کرنے سے کفر یا الحاد یا زندقہ کا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔" (ترجمان القرآن صفحہ ۴۲۳-۴۲۴)

اس کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ :-

"ہم دراصل اس قاعدہ کلیہ کی توضیح کرنا چاہتے ہیں کہ کسی مسلمان کو تاویل اور منطقی استنتاج سے کافر بنانا جائز نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک مسلم کی زبان سے کوئی فقرہ سن کر ہم اپنے طور سے اس کا صغریٰ و کبریٰ قائم کریں پھر خود ہی ایک حد اوسط لگائیں اور اس سے ایک نتیجہ نکال کر کہیں کہ وہ شخص دراصل اس

نتیجہ کا قائل ہے اور یہ نتیجہ کفر ہے۔ لہٰذا وہ شخص کافر ہے۔ یہی وہ ظالمانہ فعل ہے۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا تھا۔" (ترجمان القرآن صفحہ ۱۲۵)

رسالہ ترجمان القرآن کے ان اقتباسات کو پیش نظر رکھئے اور حضرت مرزا صاحب اور اُن کی جماعت کا عقیدہ خود اُن کی زبان سے سُنئیے۔ جو ہم نے باب چہارم کے پہلے ہی صفحہ میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ اور ہمارے ان عقائد کے ساتھ ہماری توجیہہ دربارۂ عقیدہ ختم نبوت بھی ملحوظ رکھ کر خدا لگتی کہیئے۔ کہ کیا اس عقیدہ کی رکھنے والی جماعت فی الواقعہ منکر رسالت خاتم النبیین اور دین اسلام سے خارج ہے؟

پس مسئلہ ختم نبوت فی نفسہٖ کوئی ایسا متنازعہ فیہ مسئلہ نہیں ہے۔ جس کو ہمارے مقابلہ میں ایک ہولناک مسئلہ بنا کر پبلک کے سامنے ایسے رنگ میں پیش کیا جائے۔ کہ گویا جماعت احمدیہ کا عقیدہ اس مسئلہ میں دوسرے فرقہ ہائے اہل سنت والجماعت سے مختلف ہے۔ ہم نے پہلے بھی اپنے جواب "تصدیق احمدیت" میں اس کو واضح کیا تھا۔ لیکن نقارخانہ میں طوطی کی آواز سنتا ہی کون ہے۔ ہم گلا پھاڑ پھاڑ کر کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم عقیدہ ختم نبوت کے منکر نہیں ہیں۔ ہم تو سب سے زیادہ سختی کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کو اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں اسی لئے تو ہم اس کے قائل نہیں ہیں کہ کوئی غیر قوم کا نبی یعنی اسرائیلی نبی حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی اسماعیلی نبی کی اُمت کی اصلاح کے لئے آسمان سے آسکتا ہے۔ اس میں سراسر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کی ہتک ہے۔ مگر باوجود سننے کے ہماری چیخ و پکار اَن سُنی کر دی جاتی ہے۔ اور پبلک کو یہ کہہ کر اشتعال دلایا جاتا ہے۔ کہ مرزائے قادیان نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ وہ ختم نبوت کا منکر ہے اور ختم نبوت کے منکر کو اسلام سے کیا تعلق ہے۔ اور ابتداء میں مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل تھے۔ مگر اپنی نبوت کی تشکیل کے لئے ختم نبوت کی تاویل کرنے لگے اور رفتہ رفتہ خود نبی بن گئے ہیں۔

اب انصاف ناظرین کے ہاتھ ہے۔ ہم نے اہل سنت والجماعت و فرقہ امامیہ و مہدویہ کی تاویل دربارہ عقیدہ ختم نبوت کو سامنے رکھ دیا ہے۔ کیا ان عقائد کی موجودگی میں کوئی خداترس منصف مزاج آدمی جماعت احمدیہ کے عقیدہ ختم نبوت اور اس کی تاویل دیگر فرقہائے

اسلامیہ کی تاویل سے زیادہ رکیک ضعیف یا مختلف اور موجب کفر وارتداد وخروج عن الاسلام تجویز کرسکتا ہے؟ جبکہ ہم خود جناب برنی صاحب سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں۔ کہ اگر آپ ہمارے بیان کردہ عقائد اور تاویل آیت خاتم النبیین کو دوسرے فرقہ ہائے اسلامیہ کی تاویل وعقیدہ سے زیادہ رکیک وضعیف ومختلف وموجب کفر ثابت کردیں تو ہم آپ کی رائے کو جو بحلف شرعی موکد بعذاب کے ساتھ شائع کی جائے مان لیں گے۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ۔[۱۵]

مجھے یقین ہے کہ جناب برنی صاحب اس جانب رُخ نہ کریں گے۔ "تصدیق احمدیت" میں بھی ہم نے ان کو کئی چیلنج دئے تھے۔ مگر وہ ان سے بھی کترا کر نکل گئے۔

اس مختصر تمہید سے یہ ظاہر کرنا مدنظر ہے کہ رسالہ "قادیانی مذہب" احقاق حق کیلئے نہیں بلکہ خاص اغراض کے ماتحت لکھا گیا ہے۔ اور اسی لئے ہمارے ذمہ یہ اتہام لگایا گیا ہے کہ ہم عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور مرزا صاحب نے اسلام سے الگ ہوکر اپنی علیحدہ نبوت قائم کی ہے۔ اس خاص مقصد کو پیش نظر رکھ کر مؤلف رسالہ "قادیانی مذہب" نے طبع اول میں مقدمہ وتمہید کے بعد حسب ذیل پانچ فصول قائم فرمائے تھے :۔

۱۔ مرزا صاحب کی نبوت ورسالت	صفحہ ۱۹ تا ۴۳	اس فصل میں چودہ[۱۴] ذیلی عنوانات تھے	
۲۔ مرزا صاحب کی فضیلت	" ۴۴ تا ۵۴	ذیلی عنوانات	(۱۵)
۳۔ مرزا صاحب کے انکشافات	" ۵۵ تا ۶۰	ذیلی عنوانات	(۸)
۴۔ مرزا صاحب کے ارشادات	" ۶۱ تا ۷۱	ذیلی عنوانات	(۱۰)
۵۔ خاتمہ	" ۷۲ تا ۷۶	ذیلی عنوانات	(۲)

اس کے بعد ایک تتمہ تھا جس میں پانچوں فصول کے ذیلی عنوانات کے متعلق مزید حوالہ جات واقتباسات دئے گئے تھے۔ پہلی دو فصول مرزا صاحب کی نبوت ورسالت وفضیلت کی نسبت اہم تھیں۔ بقیہ تین فصول میں صرف مرزا صاحب کے الہامات یا اقوال اور دوسرے اکابر جماعت کے بیانات کے متعلق زیادہ تر مضحکہ انگیز عنوانات کے ذیل میں اقتباسات دے کر پبلک کے لئے تفریح طبع کا سامان مہیا کیا گیا تھا۔ لیکن پہلی دو فصول میں استہزاء کے علاوہ

[۱۵] اگر تم نے نہ کیا اور یقیناً نہ کرسکو گے پس ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں وہ تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔ (پ ۱ ع ۳)

پبلک کو مشتعل کرنے کے لئے بھی سامان مہیا کیا گیا تھا۔ اس لئے اس کو خاص طور پر اہمیت حاصل تھی یعنی یہی دو فصول ایسی تھیں جن کے ذریعہ سے یہ اہتمام کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب کو مسئلہ ختم نبوت کا منکر اور ایسا مدعی نبوت و فضیلت ظاہر کیا جائے۔ جو اسلام سے الگ ہو کر اپنا نیا دین جاری کرنا چاہتا ہے۔ ان فصول میں خاص کوشش کے ساتھ عنوانات کو ایسی ترتیب کے ساتھ قائم کیا گیا تھا کہ پڑھنے والا خود بخود اس نتیجہ پر پہنچ جائے۔ کہ مرزا صاحب رفتہ رفتہ اصل و سابقہ اسلامی عقیدہ ختم نبوت سے ہٹ کر نبوت مستقلہ کے مدعی ہو گئے۔ یہ صرف عنوانات ہی تھے جن کے ذیل میں دکھانے اور ان عنوانات کو نبھانے کے لئے ایسے اقتباسات دئے گئے تھے۔ جو قائل کے اصل منشاء کے قطعاً مغائر تھے۔ نہ پوری عبارت کتاب منقول عنہ کی درج کی گئی نہ عنوانات کے مطابق عبارت کے تقدم و تاخر زمانی کو واضح ہونے دیا گیا۔ گویا آنکھوں میں دُھول جھونک کر صرف عنوانات کی ترتیب ہی سے بلا لحاظ ثبوت کے ایک نتیجہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور اگر باوجود اس صریح خیانت کے بھی عنوانات و اقتباسات یعنی دعویٰ اور دلیل میں کوئی فرق نظر آیا اور چُول ٹھیک بیٹھتی ہوئی نظر نہ آئی۔ تو تحریف و تدلیس کی ہتھوڑی سے ٹھونک پیٹ کر بخوبی بٹھادی گئی۔ پس معاملہ درست ہو گیا اور متانت و سنجیدگی کا سہرا سر پر رہا۔ اگر کوئی اس خرابی و خیانت کو ظاہر کرتا ہے تو وہ بدزبان و بدمذاق و بداخلاق قرار پاتا ہے۔ اس لئے ہمارا جواب اُس دماغ میں جس پر معاندانہ خیالات نے قبضہ کر لیا ہے یا اس تعلیم یافتہ دماغ میں داخل ہی نہیں ہو سکتا جس کے نزدیک متانت و سنجیدگی کی پالش صدق و صداقت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس اہتمام کے ساتھ ہماری جانب ایسے عقائد منسوب کر دئے گئے۔ جو کبھی ہمارے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھے۔ اور ان اتہامات کو جلا دے کر اور اس کے کھوٹ کو پوشیدہ کرنے کے لئے یہ ملمع بھی کر دیا تھا کہ :۔

”قادیانی تبلیغ کا یہ بڑا گُر ہے جس سے اچھے اچھے بے خبر ہیں۔ تحقیق کیجئے تو پتہ چلتا ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور۔“

تاکہ وہ لوگ جو احمدیوں کی علانیہ اسلامی زندگی دیکھ کر احمدیت سے مانوس اور کسی قدر واقف ہو چکے ہیں۔ اس اشتباہ میں پڑ جائیں کہ احمدیت کے جو عقائد اور احمدیوں کے جو اعمال ہمارے

سامنے ہیں۔ شاید یہ ہاتھی کے دکھانے کے دانت ہوں گے۔ اور برقی صاحب نے جن عقائد کا پتہ چلایا ہے وہی اصلی عقائد جماعت احمدیہ کے ہوں گے۔ اس لئے ہم نے اپنی جوابی کتاب "تصدیق احمدیت" میں اس کا خاص اہتمام کیا تھا کہ رسالہ "قادیانی مذہب" کی ہر ایک تحریف و تدلیس کو اصل کتابوں سے مقابلہ کرکے واضح کر دیا جائے۔ اور عائد کردہ اتہامات اور منسوب کردہ بے بنیاد عقائد کی نسبت ہم نے جناب برقی صاحب کو چیلنج کیا تھا کہ اگر وہ ثابت کر دیں کہ جماعت احمدیہ کے واقعی یہ عقائد ہیں۔ تو ہم اُن سے توبہ کر لیں گے اور صاحب موصوف کو انعام کے طور پر کچھ نقد بھی پیش کریں گے۔ ملاحظہ ہو ص۳ (تصدیق احمدیت وضمیمہ ۳۳و۴)

جس میں بایں الفاظ برقی صاحب کو چیلنج کیا گیا تھا کہ اوّل اگر آپ یہ ثابت کر دیں:۔

"کہ جماعت احمدیہ کے عقائد دوسروں کو دکھانے اور رجھانے کے تو اور ہیں اور فی نفسہ اصل عقائد اور۔ جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب کے مقدمہ ص۹ میں لکھا ہے۔ کہ تحقیق کیجئے تو پتہ چلتا ہے کہ:۔

"ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور"

دوم یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی عقیدۂ ختم نبوت کو ترک اور حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع شریعت سے انحراف کرکے بالمقابل نبوت مستقلہ کا دعویٰ کیا۔ اور جماعت احمدیہ کا یہی اعتقاد ہے؟

سوم۔ یہ کہ حضرت مسیح موعود نے فضیلت تو کیا کبھی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کا بھی دعویٰ کیا؟ درآنحالیکہ ہم نے اپنی تنقید میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر ہی فخر تھا۔ اور جماعت احمدیہ بھی یہی اعتقاد رکھتی ہے۔

چہارم۔ یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے بجائے حج کعبۃ اللہ کے جو از روئے شریعت اسلامیہ مسلمانوں پر فرض ہے احمدیوں کے لئے قادیان کا حج مقرر فرمایا ہے۔

تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ ———

ایسے عقائد سے توبہ کر لیں گے اور مزید برآں ہر ایک ثبوت پر ۱۰۰ روپیہ نذرانہ بھی دیں گے" (تصدیق احمدیت ص۳)

پھر تیسرے الزام کو ثابت کرنے کی صورت میں پانچ سو روپیہ مزید ہرجانہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ (تصدیق احمدیت ص۱۱)

اور چوتھے الزام کو ثابت کرنے کی صورت میں مزید ایک ماہ کی تنخواہ (جو برنی صاحب سرکار عالی سے پاتے ہیں) بطور انعام دینے کا بھی اعلان کیا گیا تھا۔ (تصدیق احمدیت ص۱۱)

یہ چیلنج نہایت صاف اور واضح تھے اور جو ترغیب و تحریص ان جوابات کے لئے دلائی گئی وہ اتنی قوی تھی کہ اگر فی الواقع جناب برنی صاحب کی نیت احقاق حق کی ہوتی اور اپنے زعم میں وہ ہم گرفتاران ورطۂ ضلالت کو اس گمراہی کی ہلاکت سے بچانا چاہتے تو ہمارے چیلنج کو قبول کر کے وہ عقائد ہمارے ثابت کر دیتے جو ہماری طرف منسوب کئے تھے۔ یہ بالکل صاف بات تھی اگر ذاتی عداوت و کد اور غرور فی الدین اس پروپیگنڈا کا باعث نہ تھا۔ تو وہ فوراً ہماری استدعا کو قبول فرما کر ہماری مدد کرتے اور ہم کو ان باطل عقائد سے نجات دلاتے۔ یا اگر اپنے ادعا میں انکو کوئی غلطی ہو گئی تھی تو صاف دلی سے قبول کر کے انصاف کی داد دیتے۔ ہماری کتاب "تصدیق احمدیت" کے بعد جس میں چیلنج درج ہیں۔ برنی صاحب نے اپنی کتاب "قادیانی مذہب" کے چار جدید اڈیشن بھی شائع فرمائے اور اس میں خوب جی کھول کر اپنے علمی طریق تالیف یا اشاعت فواحش پر عمل کیا ہے۔ اور ایک اور رسالہ "قادیانی حساب" کے نام سے علیحدہ بھی شائع فرمایا ہے۔ اور ان سب میں ہر قسم کی مذبوحی حرکات کی ہیں۔ لیکن یہ ہمت نہ کر سکے کہ یا تو اپنے عائد کردہ اتہامات کا کوئی ثبوت دیتے یا ہمارے چیلنج کی صحت کو قبول کرتے۔ البتہ ایک مقام پر عملاً ہمارے چیلنج مذکورہ بالا کی صحت کو تسلیم کر کے اس غلط اتہام کو گویا اٹھا لیا گیا ہے مگر وہ بھی اس طرح کہ پبلک کو یہ محسوس نہ ہو کہ مولانا نے کوئی غلط بیانی کی تھی۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ قادیانی مذہب طبع اول فصل سوم ص۵۷ جس میں عنوان نمبر ۵ بایں الفاظ ہے "قادیان کا حج"۔ اور اس عنوان کے ذیل میں بحوالہ "برکات خلافت" ص۵-۶ آخری الفاظ یہ تحریر فرمائے "اب حج کا مقام قادیان ہے" ہمارے چیلنج کے جواب میں مولانا نے "قادیانی مذہب" کے جدید اڈیشنز میں اس سابقہ عنوان کو خارج کر کے اڈیشن دوم ص۱۸۱ اڈیشن سوم ص۲۴۵ پر اس کی جگہ "قادیان میں کعبۃ اللہ" اور بالآخر اڈیشن چہارم ص۳۵۱ و اڈیشن پنجم ص۵۴۲

"قادیان کا ظلی حج"، کردیا ہے۔ اور ما بعد کے ان چاروں ایڈیشنوں میں عنوانات مذکورہ کے تحت "برکات خلافت" کا حوالہ دیکر یہ الفاظ خارج کردیتے ہیں کہ "اب حج کا مقام قادیان ہے"

سبحان اللہ کیا متانت و سنجیدگی ہے کہ اتنا بڑا مورچہ چھوڑ کر ہٹ گئے۔ مگر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ جنگ عظیم میں باقاعدہ پسپائی کی رپوٹر کو تو خبر ہو جاتی تھی۔ مگر اللہ رے وقار کہ یہاں ریوٹر ایجنسی بھی جناب برنی صاحب کی باقاعدہ پسپائی کا پتہ لگانیسے قاصر ہی رہی۔

میر تقی مرحوم نے اپنی ایک مشہور نظم میں اپنے بوسیدہ کچے مکان کے برسات میں ٹپکنے کا نقشہ بڑی خوبی سے کھینچا ہے۔ اُس میں میر صاحب نے اپنے مکان کے ٹپکنے کی مصیبت اور جان بچانے کو اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نظم کا ایک شعر جناب برنی صاحب کے اس طریقہ پسپائی کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے مگر تصوّر شرط ہے۔ میر صاحب فرماتے ہیں ؎

واں سے اُٹھا تو یاں "تنک بیٹھا   یاں جو ٹپکا تو واں سرک بیٹھا

اس طرح جناب میر صاحب نے اس اضطراب و بیقراری کا اظہار کر دیا ہے جو برسات کی بے پناہ رات میں آپکے لاحق حال ہوئی تھی۔ لیکن جناب برنی صاحب اندر سے اتنا بڑا اور باہر سے کچھ ایسا چکنا ظرف ہو گئے ہیں کہ اس پر پانی ٹپک کر بہ جاتا ہے اور کچھ اثر نہیں کرتا۔ اس لئے گو جناب برنی صاحب نے اپنے سابقہ عنوان اور بیان دونوں کی غلطی کو عملاً تسلیم کر لیا لیکن پبلک پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ "قادیانی مذہب" طبع اول کا عنوان "قادیان کا حج" غلط تھا اور یہ عبارت بھی کہ "اب حج کا مقام قادیان ہے" غلط ہے۔ اعتراف صاف طور پر ہو یا پس پردہ جس طرح بھی ہو بہر حال برنی صاحب اپنے اس اتہام کی حقیقت سے خود تو واقف ہو گئے۔ لیکن یہ تو ہمارے چار چیلنجوں میں سے صرف ایک کا نتیجہ ہے۔ بقیہ تین چیلنج ہنوز جواب طلب رہ گئے ہیں۔ جن کا نہ تو کوئی جواب دیا گیا ہے نہ غلطی تسلیم کی جاتی ہے۔ یہ پبلک کے ذمہ ہے کہ جناب برنی صاحب سے اس کا جواب طلب کرے۔ ہماری کتاب "تصدیق احمدیت" کے شائع ہو جانے کے بعد مولنا برنی نے رسالہ "قادیانی حساب" بطور جواب الجواب شائع فرمایا ہے۔ اور رسالہ قادیانی مذہب کے اور ایڈیشن بھی شائع ہوئے لیکن ان میں سے کسی ایک میں بھی

ہمارے چیلنجز کے متعلق ایک حرف بھی زبان پر نہ آیا۔ ہمارے مذکورہ بالا چیلنج برنی صاحب کی کتاب "قادیانی مذہب" کے جن عنوانات و بیانات کے متعلق تھے ان کی حقیقت کو بھی ہم نے اپنی کتاب تصدیق احمدیت میں واضح کر دیا تھا کہ کس طرح تحریف و تدلیس سے کام لیا گیا ہے۔

تحریف و تدلیس کے ثبوت میں ہم نے جو حوالہ جات پیش کئے تھے ان میں سے دو مثالیں صریح علمی خیانت کی نمونۃً ہم اس موقعہ پر بیان کر دینا چاہتے ہیں۔

۱۔ فصل اول میں جناب برنی صاحب نے یہ ثابت کرنا چاہا تھا۔ کہ مرزا صاحب ابتدا میں ختم نبوت پر ایمان و اصرار رکھتے تھے۔ مگر بعد میں درجہ بدرجہ تاویل و تشکیل شروع ہوئی۔ بالآخر مستقل نبی بن گئے۔ اس درجہ بدرجہ تبدیلی عقائد و تدریجی ترقی کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل عنوانات دئے تھے۔

(۱) ختم نبوت پر ایمان و اصرار
(۲) ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی
(۳) محدثیت کے دعوے کی ابتداء و انتہا
(۴) مسیحیت کے دعوے کی ابتداء و انتہا
(۵) بروزی کمالات گویا مرزا صاحب خود رسول اللہ کی ذات
(۶) ختم نبوت کی تاویل اپنی نبوت کی تشکیل
(۷) ختم نبوت پر الزام عبرت کا مقام
(۸) صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے
(۹) نبوت و رسالت کا ایقان و اعلان

(رسالہ قادیانی مذہب طبع اول صفحہ ۱۹ تا ۳۷)

حالیہ ایڈیشن یعنی طبع پنجم میں یہ عنوانات فصل دوم و سوم و چہارم میں پھیلا دئے گئے ہیں۔ طبع پنجم فصل دوم صفحات ۲۰۶ تا ۲۱۱ فصل سوم ۲۲۸ و ۲۳۶ تا ۲۴۴ و ۲۴۸ تا ۲۵۱ فصل چہارم ۲۶۳ تا ۲۶۷۔

یہ عنوانات اوران کی ترتیب بیک نظر برنی صاحب کے اس منشاء کو ظاہر کردیتی ہے۔کہ مصنف علام ان عنوانات کے تحت اقتباسات دے کر اپنے اس ادعا کو ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی دعویدار مسیح موعودؑ ابتداء میں مثل دیگر مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت پر قائم و مصر تھے لیکن بعد میں نہ صرف اس عقیدہ سے ہٹ گئے بلکہ رفتہ رفتہ ولی سے محدث بنے اور محدث سے مسیح موعود بنے اور بالآخر رسول اللہ بن گئے۔ لیکن ناظرین یہ معلوم کر کے نہ صرف متعجب بلکہ حیران و پریشان ہوجائینگے۔کہ مؤلف ممدوح نے محض اپنی اظہار کامیابی کے لئے عنوانات تو من مانے قائم فرمادئے۔ لیکن اقتباسات ان سب عنوانات کے تحت ایسی کتابوں سے دئے ہیں جو مرزا صاحب نے اپنے دعوے کے بعد اپنی مسیحیت اور نبوت کی تائید اور اشاعت کے لئے لکھے ہیں۔ ان عنوانات کے تحت کوئی اقتباس بھی ایسے زمانہ کا نہیں ہے جو دعوے مسیح موعود سے پہلے کا ہو۔ اور پھر جناب برنی صاحب کی یہ خاص قابلیت یہیں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ جن تحریروں کے اقتباسات ان عنوانات کے تحت میں دئے ہیں اُن میں تقدیم و تاخیر کا بھی لحاظ نہیں رکھا ہے۔ مثلاً عنوان اول کے تحت ازالہ اوہام کے ۵۷۷ سے ایک اقتباس اس مضمون کا دیا ہے کہ "کوئی شخص بحیثیت رسالت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔" اور یہی عنوان اوّل کا منشاء ہے کہ حضرت مرزا صاحب ابتداء میں عقیدہ ختم نبوت پر نہ صرف ایمان رکھتے تھے بلکہ مصر تھے۔ اس عنوان کے مناسب یہ حوالہ بالکل موزون اور چسپاں ہے۔ اس کے بعد عنوان نمبر ۶ تک ایسے حوالجات ہونے چاہئے تھے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ازالہ اوہام کے مندرجہ بالا تحریر صفحہ ۵۷۷ کے بعد مرزا صاحب رفتہ رفتہ اپنے اس عقیدہ ختم نبوت سے ہٹ رہے ہیں۔ اور بالآخر حسب عنوان ۶ اپنی نبوت کی تشکیل کے لئے ختم نبوت کی تاویل کر رہے ہیں۔" لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ مصنف علام نے عنوان نمبر ۶ کے تحت میں حضرت مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام سے یعنی اس کتاب کے صفحہ ۵۰۵ سے جس کے صفحہ ۵۷۷ کا حوالہ عنوان اوّل میں آیا ہے ایک اقتباس پیش کر دیا ہے۔ یہ ایسی صاف اور کھلی ہوئی بات ہے جس کے لئے صرف ایک مرتبہ رسالہ زیر جواب "قادیانی مذہب" ملاحظہ فرما لینا کافی ہوگا۔ اس ایک تمثیل سے ناظرین پر واضح ہو جائے گا۔کہ

برنی صاحب نے عنوان اوّل کو ایک عبارت مابعد اور چھٹے عنوان کو ایک عبارت ماقبل سے زینت دے کر محض اپنے عنوانات کے ذریعہ ناظرین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ مرزا صاحب ابتداء میں عقیدہ ختم نبوت کے قائل تھے اور بعد میں اپنی نبوت کا اعلان کرکے اس عقیدہ سے ہٹ گئے۔ یہ ڈھنگ ہے جناب برنی صاحب کی کتاب کا کہ کہنے کو تو اپنی طرف سے ایک لفظ نہیں کہتے ہیں سب مرزا صاحب کی تصانیف سے نقل کر دیتے ہیں۔ لیکن من ملنے عنوانات قائم کرکے اقتباسات اناپ شناپ دیدیتے ہیں۔ نہ اُن کی تقدیم و تاخیر کا خیال ضروری سمجھتے ہیں نہ کامل اور مکمّل عبارت لکھتے ہیں جو قائل کے منشاء کو ظاہر کر سکے۔ کہنے کو یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن نتیجہ دیکھئے تو کس قدر اصل سے دُور۔ مُنہ سے کہدیا کہ مرزا صاحب پہلے خوش عقیدہ مسلمان تھے ولی نبی سب کو اپنا بڑا مانتے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے قائل تھے لیکن رفتہ رفتہ سب کو نظروں سے گرا کر خود نبی بن گئے۔ اللہ اللہ کیا افتراء ہے اور اس افتراء پر یہ دعویٰ ہے کہ اپنی طرف سے ہم نے کچھ نہیں کہا۔ مرزا صاحب کی کتابوں سے پوری پوری متعلقہ عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ برنی صاحب کو جو کہنا تھا وہ اُن کے وہی مزعومات ہیں جو بشکل عنوانات قائم کر دئے گئے۔ اس سے زیادہ اور کیا کہتے۔ اور عنوانات کے تحت بلحاظ تقدیم و تاخیر کتر و بیونت کرکے اِدھر اُدھر سے ادھوری اور نامکمّل عبارتیں لیکر بحوالہ صفحہ و کتاب درج کر دیں۔ تاکہ تحریف اور تدلیس یا کمی و زیادتی کا کوئی گمان نہ ہو سکے۔ اسی لئے ان تحریرات کو ہمیں "تصدیق احمدیت" میں واضح کرنا پڑا۔ اس قسم کی جادو کی سخت اور چھوٹی چھوٹی گرہیں کھولنے کے لئے جو برنی صاحب نے ڈالی ہیں ہم کو بڑی دیدہ ریزی کرنی پڑی۔ اور ظاہر ہے کہ گو بات چھوٹی سی ہے لیکن بغیر تفصیل کے اس کا شتر ناظرین پر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بعض مقامات پر تفصیل بھی کرنی پڑی اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ...... مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ[۵] (ملاحظہ ہو تصدیق احمدیت صفحہ ۳۸ تا ۴۰) ضمیمہ ۲

تحریف و تدلیس کی دوسری مثال کے لئے تصدیق احمدیت کے صفحات ۱۱۲ تا ۱۱۶

---

[۵] میں پناہ مانگتا ہوں اس ذات کے ساتھ جو پھاڑ کر چیزوں کو پیدا کرنیوالا ہے ...... اور اُن کی شر سے جو گرہوں میں پھونکتے ہیں (پارہ عمّ سورۃ فلق)

ملاحظہ فرمائے جائیں۔ جن میں فصل دوم کے عنوان نہم پر تنقید کرتے ہوئے برنی صاحب کے اس اتہام کی تردید کردی گئی ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس اتہام کو قائم کرنے کے لئے جناب برنی صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۸۲ کا ایک اقتباس حسب ذیل دیا تھا :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجّال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی اور نہ دجّال کے ستّر باگ کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی اور نہ دابتہ الارض کی ماہیت کما ہی ظاہر فرمائی گئی۔ (گویا یہ حقائق مرزا صاحب پر منکشف ہوئے۔ للمؤلف) (قادیانی مذہب طبع اول صہ ۹۲)

"یہ اقتباس جس عبارت سے لیا گیا ہے وہ ایک طویل بیان اس شبہ کے جواب میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئیاں فتن زمان آخر کے متعلق بیان فرمائی ہیں۔ جیسے یاجوج ماجوج و دجّال وغیرہ وہ اپنے ظاہری معنوں کے ساتھ کیوں نہ سمجھی جائیں اور اُن کی تاویل کی کیا ضرورت ہے ؟ اس سوال کے جواب میں آپ نے کچھ دلائل بیان کر کے اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۸۱ پر تحریر فرمایا ہے کہ :-

"بہرحال ان تمام باتوں سے یقینی طور پر یہ اصول قائم ہوتا ہے کہ پیشگوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں انبیاء علیہم السلام بھی کبھی غلطی کھاتے ہیں۔ جس قدر الفاظ وحی کے ہوتے ہیں وہ تو بلاشبہ اول درجہ کے سچے ہوتے ہیں مگر نبیوں کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنی طرف سے ان کی کسی قدر تفصیل کر لیتے ہیں۔ اور چونکہ وہ انسان ہیں اس لئے تفسیر میں کبھی احتمال خطا کا ہوتا ہے۔ لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں ایسی خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ اور وہ نبیوں کو عملی طور پر بھی سکھلائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہشت اور دوزخ بھی دکھایا گیا اور آیات متواترہ محکمہ بیّنہ سے جنّت اور نار کی حقیقت بھی ظاہر کی گئی ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ اس کی تفسیر میں غلطی کر سکتے۔

غلطی کا احتمال صرف ایسی پیشگوئیوں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالےٰ خود اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے مبہم اور مجمل رکھنا چاہتا ہے۔ اور مسائل دینیہ سے ان کا کچھ علاقہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک نہایت دقیق راز ہے جس کے یاد رکھنے سے معرفت صحیحہ مرتبہ نبوت کی حاصل ہوتی ہے۔"

اس اصل کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماکر اصل سوال کے جواب میں صفحہ ۲۸۲ پر فرماتے ہیں :۔

"اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجّال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجّال کے ستّر باع گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ہی ظاہر فرمائی گئی۔ اور صرف امثلہ قریبیہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو۔ تو کچھ تعجب کی بات نہیں اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جائیں۔ تو شانِ نبوۃ پر کچھ جائے حرف نہیں۔ مگر قرآن و حدیث پر غور کرنے سے یہ بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ ہمارے سیّد و مولا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تو یقینی اور قطعی طور پر سمجھ لیا تھا کہ وہ ابن مریم جو رسول اللہ نبی ناصری صاحب انجیل ہے وہ ہرگز دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گا۔ بلکہ اس کا کوئی مثیل آئے گا۔ مگر بباعث مماثلت روحانی اس کے نام کو خدا کی طرف سے پائے گا۔"

اس پوری عبارت میں ابتدائی عبارت کو جس میں پیشگوئیوں کے متعلق ایک اصول بیان کیا گیا تھا برنی صاحب نے بالکل ہاتھ نہیں لگایا۔ اس بعد اصل جواب جو سوال کا دیا گیا ہے اس میں سے یہ ابتدائی الفاظ " اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر" ترک کر دئیے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس امر کو " امکاناً " بیان کر رہے ہیں نہ کہ واقعتاً پوری عبارت سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس کے امکان کو فرض کرتے

ہیں کہ اس سے شان نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ لیکن برنی صاحب نے نہ صرف ان صریح الفاظ کو بلکہ درمیان سے لفظ " ہو " کو بھی ترک کر دیا ہے۔ کہ پڑھنے والا یہ نہ سمجھ سکے کہ حضرت مرزا صاحب ایک واقعہ کا امکان فرض کر رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ فی الواقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کو نہ سمجھ سکے جس کو میں سمجھ گیا۔ بلکہ وہ معترض کو یہ سمجھاتے ہیں کہ کشوف بعض اوقات اجمالی طور پر صور و تمثلات کے ذریعہ سے سمجھائے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ امکان باقی رہتا ہے کہ خارجی تمثلات کی عدم موجودگی یا کسی وجہ سے عوام پر اُن کی تفصیل یا اصل حقیقت ہو بہو منکشف نہ کی جا سکے۔ لیکن برنی صاحب نے اس تمام عبارت کے نہ صرف ماحق و ماسبق کو علیحدہ کر دیا بلکہ وہ خاص الفاظ بھی ترک کر دئے۔ جن سے حضرت مرزا صاحب کا یہ منشاء واضح ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضور فرماتے ہیں کہ :۔

"... اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے مو بمو منکشف نہ ہوئی ہو"

اور نہ دجال کے ستر باع گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو"

نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو"

اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماھی ظاہر فرمائی گئی۔ اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔"

برنی صاحب نے اس عبارت کے اوّل تین فقرات سے لفظ " ہو " کو ساقط کر دیا۔ اور چوتھے فقرہ میں سے عبارت زیر خط کو ترک کر کے اقتباس کو اس طرح کر دیا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور امر واقع کے یہ لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان امور کی کیفیت منکشف نہیں ہوئی۔ اور پھر اپنی طرف سے اس پر ایک فقرہ یہ بھی جڑ دیا ہے " گویا یہ حقائق مرزا صاحب پر منکشف ہوئے۔" اور اس کے آگے کی عبارت، جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان کر کے کہ بالفرض امکاناً ایسا ہوا ہو تو اس سے شان نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اپنا جو ایقان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفہیم دربارۂ نزول

عیسٰی علیہ السلام کی نسبت ظاہر کیا ہے) چھوڑ دی۔

پس ناظرین اس وضاحت کے بعد خود سمجھ سکتے ہیں کہ آیا یہ اقتباس جو برنی صاحب نے اپنی تتمہ کتاب میں بعد "تلاش مزید" کے درج کیا ہے دیانت اور ایمانداری کے ساتھ صحیح اقتباس ہے ؟ ایک ضروری عبارت جس سے بیان کی حقیقت واضح ہوتی ہے اور ضروری الفاظ "اگر" اور "ہو" جن سے صرف "ایک امکان" کا بیان ظاہر ہوتا ہے۔ علانیہ عبارت سے نکالکر اور پھر لفظ "ہو" کو ایک جگہ سے نہیں بلکہ تین جگہ سے نکالکر عبارت کو ایسا بنا دیا ہے۔ جو امر واقعہ کے بیان پر دلالت کرتی ہے۔ کیا یہودیوں کی تحریف صُحف سابقہ میں کچھ اس سے زیادہ تھی ؟

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ[1] (تصدیق احمدیت صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۶ و ضمیمہ صفحہ ۸۸ تا ۹۹)

ہمارے اس اعتراض پر پہلے تو جناب برنی صاحب نے کوئی توجہ نہیں فرمائی - اور "قادیانی حساب" وغیرہ کتابوں میں اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ عام طور پر صرف یہ لکھدیا کہ طول طویل تحریرات و اقتباسات سے ہم نے کتاب کو خلط مبحث سے بچایا ہے لیکن بالآخر طبع سوم و چہارم و پنجم رسالہ "قادیانی مذہب" میں اب عبارت مذکورہ کے قبل الفاظ "اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر" بڑھا دئے اور جس عبارت سے لفظ "ہو" حذف کر دیا تھا اس کو مکمل کر دیا۔ صرف لفظ "ہو" کی حد تک۔ مگر آگے کا فقرہ جس سے صحیح مفہوم ظاہر ہوتا تھا درج نہ کیا۔ موجودہ ایڈیشن میں برنی صاحب کا اقتباس یہ ہے :-

> "اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے مو بمو منکشف نہ ہوئی ہو۔ اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماھی ظاہر فرمائی گئی"
>
> (قادیانی مذہب طبع پنجم صفحہ ۳۳۵ و ۳۳۶)

اس اصلاح سے جو برنی صاحب نے موجودہ اقتباس کی تکمیل کے لئے کی ہے۔ یہ امر

---

[1] پس ان کیلئے اس سے ہلاکت ہے جو انکے ہاتھوں نے لکھا اور ان کیلئے اس سے بھی ہلاکت ہے جو وہ کماتے ہیں۔ (بقرہ رکوع ۹)

تو واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھا ہے وہ بیانِ واقعہ نہیں بلکہ صرف سائل کی تسکین کے لئے ایک فرضی امکان ہے اور جناب برنی صاحب کے سابقہ اقتباس مندرجہ رسالہ "قادیانی مذہب" طبع اوّل صفحہ ۹۲ تتمہ کتاب میں یہ حقیقت پوشیدہ کر دی گئی تھی۔ مزید برآں جناب برنی صاحب نے اب بھی ازالہ اوہام کی اصل اور پوری عبارت کو جس پر ہم نے اپنی کتاب "تصدیق احمدیت" کے صفحات ۱۱۳-۱۱۴ ضمیمہ صفحہ ۹۹ میں توجہ دلائی ہے۔ درج اقتباس نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کی باقی عبارت اس سلسلہ میں یہ ہے :-

"اور صرف امثلہ قریبیہ اور صورِ متشابہ اور امورِ متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جائیں تو شانِ نبوت پر کوئی جائے حرف نہیں۔ مگر قرآن اور حدیث پر غور کرنے سے یہ بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ **ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو یقینی اور قطعی طور پر سمجھ لیا تھا**۔ کہ وہ ابن مریم جو رسول اللہ نبی ناصری صاحب انجیل ہے وہ ہرگز دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گا۔ بلکہ اس کا کوئی مسمّٰی آئے۔ مگر بباعث مماثلت روحانی اس کے نام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے پائے گا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عبارت سے یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ آپ نے معترض کے اعتراض کو رفع کرنے کے لئے بعض امکانات فرض کئے تھے اور ان امکانات کو فرض کر کے یہ کہا تھا۔ کہ اگر اس قسم کی پیشگوئیوں کے ظہور کے وقت کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جائیں۔ تو اس سے شانِ نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اور ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ سمجھا تھا وہ یقینی اور قطعی طور پر سمجھا تھا۔ اس عبارت سے چونکہ برنی صاحب کا قائم کردہ عنوان "حضرت سیّد المرسلین پر فضیلت" خود برنی صاحب کا ذہنی اختراع اور افترا ثابت ہوتا تھا۔ اس لئے مولانا نے اس عبارت کو ترک کر کے من مانی تحریف کر کے ایسا اقتباس اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ جو عنوان کی مناسبت سے اُن کے

۱۲۷۱۸

ذہن میں اُن کے ادعاء کا ثبت تھا۔

اس قسم کی تحریفات سے طبع اول کی ساری کتاب میں کام لیا گیا تھا۔ اور ہم نے اپنے جواب میں اس کو واضح کیا تھا۔ پس جہاں تک ان فصول اور عنوانات کا تعلق ہے۔ جو رسالہ "قادیانی مذہب" کے طبع اول میں تھے۔ ہمارا مذکورہ سابقہ جواب ہی مکمل اور کافی ہے جس کو ہم بطور ضمیمہ اس کتاب کے ساتھ شائع کرتے ہیں۔

طبع اول میں کل پانچ فصول تھے جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ ان کے عنوانات کی تصریح حسب ذیل ہے :—

طبع اوّل کے عنوانات

فصل اوّل۔ مرزا صاحب کی نبوت و رسالت

فصل دوم مرزا صاحب کی فضیلت

فصل سوم مرزا صاحب کے انکشافات

فصل چہارم۔ مرزا صاحب کے ارشادات

فصل پنجم۔ خاتمہ

رسالہ طبع اول کے ان عنوانات سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی مذہبی حیثیت کے متعلق جتنے ضروری پہلو ایک مخالف کی نظر میں آسکتے ہیں وہ سب کے سب ان عنوانات میں آچکے ہیں۔ جدید ایڈیشنوں میں جن فصول و عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے

وہ مرزا صاحب کے خاندانی حالات گورنمنٹ کے تعلقات و واقعات و نیز خود مرزا صاحب کے ذاتی سوانحات اور خانگی کیفیات سے متعلق ہیں۔ اور مرزا صاحب کے بعد ان کے متبعین میں جو تفریق و اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ اس سے برنی صاحب نے فائدہ اٹھا کر ایک طومار اُن کی باہمی مخالفانہ آراء کا جمع کر دیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک پہلو پر برنی صاحب نے اپنے خاص مذاق اور مقصد کے ماتحت چند عنوانات تراش کر خاص خاص فقرات اور جملوں کو اس طرح جمع کر دیا ہے۔ کہ ہر ایک عنوان بجائے خود حضرت مرزا صاحب اور اُن کی جماعت کے لئے ایک طراز طعن و طنز اور ایک پرداز سب و شتم بن گیا ہے۔

سب سے آخری ایڈیشن یعنی طبع پنجم رسالہ مذکور میں اب حسب ذیل ۲۰ فصول اور ۱۰۹ ذیلی عنوانات ہیں۔ فصول کے عنوانات سے ذیلی عنوانات کی نوعیت کا تصور ذہن میں آسکتا ہے۔ اس لئے ذیلی عنوانات کی تصریح غیر ضروری اور موجب طوالت ہوگی۔

فصول کے عنوانات حسب ذیل ہیں :-

فصل پہلی	ذاتی حالات
" دوسری	نبوت کی تمہید
" تیسری	نبوت کی تحصیل
" چوتھی	نبوت کی تکمیل
" پانچویں	فضیلت کی تفصیل
" چھٹی	انکشافات
" ساتویں	ارشادات
" آٹھویں	تعلقات
" نویں	معاملات
" دسویں	سیاسیات
" گیارہویں	سیاسیات دور ثانی
" بارھویں	سیاسیات دور ثالث

ان کے علاوہ ایک خاص ضمیمہ چہارم "قادیانی جماعت" کے نام سے قائم کرکے لاہوری قادیانی جماعتوں کے "تنازعات اور اختلافات سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے۔

رسالہ "قادیانی مذہب" کے آخری ایڈیشن کی اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ فصول ۲ تا ۷ تقریبًا وہی ہیں جو طبع اول میں تھیں۔ اور یہ تمام فصول براہ راست حضرت مسیح موعود کی نبوت اور الہامات کے متعلق ہیں۔ جن کا جواب ہم "تصدیق احمدیت" میں دے چکے ہیں۔ بقیہ فصول کی تجزی آئندہ باب میں کی جائیگی۔ فی الحقیقت یہ بقیہ فصول یا ان کے زیادہ تر عنوانات مذہبی مباحثہ یا مناظرہ کی نوعیت نہیں رکھتے۔ اُن میں بہت سارے غیر ضروری مباحث کو مخلوط کر دیا گیا ہے۔ جن کا جواب اس مختصر رسالہ میں ضروری نہیں ہے۔ مذہبی کتابوں میں جن سے صرف مذہبی مسائل کی تحقیق مطلوب ہوتی ہے اس قسم کا خلط مبحث اس گوریلا طریق جنگ کے مشابہ ہے۔ جو کمزور اور بے سروسامان فریق اختیار کرتا ہے۔ اس لئے جہانتک ایسے فصول یا عنوانات کا تعلق ہے جو جماعت احمدیہ یا اس کے بانی حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مذہبی اعتقادات و اعمال یا مذہبی حیثیت سے تعلق رکھتے ہیں اُن میں سے اکثر کا جواب "تصدیق احمدیت" میں دیا جا چکا ہے۔ بقیہ امور کا تفصیلی یا اصولی و اجمالی جواب انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب سے مل سکے گا۔

باب سُوم

رسالہ[1] قادیانی مذہب کے آخری ایڈیشن کے جوابات ضروری۔ حضرت[2] مسیح موعود[3] کی طرف جنون و مالیخولیا کی نسبت اور اس کا جواب ۔ مسیح[3] موعودؑ کے طعام و تداوی و طریقہ معاشرت پر الزامات کے جواب ۔ اختلاف[4] معاشرت انبیاء سے استدلال جائز نہیں ہر[5] زمانہ کا نبی اپنے زمانہ کے حالات کے تابع ہوتا ہے ۔ آیت[6] مبارکہ "نٓ والقلم" "وما یسطرون" سے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر استدلال ۔حضرت[7] مسیح موعودؑ کے تعلقات گورنمنٹ سے مطابق طریقہ انبیاء حسب تادیب الٰہی تھے۔ حضرت[8] مسیح موعود کے نہ ماننے والوں کی نسبت فقہ اسلامی کا مسلمہ و غیر اختلافی مسئلہ ۔کفر[9]۔ ایمان ۔ منافقت ۔حقائق کا نام ہے ۔جس پر یہ حقائق چسپاں ہوں گے ۔ اس کو اسی نام سے پکارا جائیگا ۔ زمانہ[10] حالیہ کے فتاویٰ کفر ۔ اختلاف[11] رائے کو موجب کفر بنادیا گیا ہے ۔ اختلاف[12] فرق کا ہونا اسلام کی صداقت پر مؤثر نہیں ہے ۔ جماعت[13] احمدیہ کے باہمی اختلاف پر بھی بطور دلیل تکذیب استدلال نہیں ہو سکتا ۔ کذابین[14] کا وجود مذہب کی صحت پر مؤثر نہیں ہوتا ۔ جماعت[15] احمدیہ میں بعض مرفوع القلم لوگوں کا وجود دلیل کذب دعوے مسیح موعود نہیں ہے ؛

؛ پچھلے باب میں ہم نے یہ واضح کیا ہے ۔ کہ ہم اپنے جواب کو صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی صداقت اور جماعت احمدیہ کے عقائد و اعمال کی وضاحت تک محدود رکھنا چاہتے ہیں ۔ اور اس حد تک ہم نے رسالہ "قادیانی مذہب" کے اہم ترین فصول و عنوانات کا جواب اپنے رسالہ "تصدیق احمدیت" میں دیدیا ہے ۔ باقی رہے ایسے اضافہ شدہ جدید فصول و عنوانات جو رسالہ قادیانی مذہب کے آخری ایڈیشن یعنی طبع پنجم میں بڑھائے گئے ہیں اور جن کو براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور جماعت احمدیہ کے عقائد و مذہبی حیثیت سے تعلق ہے ۔ اُن کا جواب اس کتاب کے ذریعہ دیا جا رہا ہے ۔

لیکن کتاب کو بے جا طوالت سے بچانے کے لئے بعض اہم امور کا جواب اگر تفصیلی دیا جائیگا تو اکثر غیر اہم امور کا ضروری جواب اجمالی یا اصولی کافی ہوگا۔ اس لئے جواب دینے سے پہلے ضرورت ہے کہ رسالہ "قادیانی مذہب" طبع پنجم کے ان اضافہ کردہ فصول وعنوانات کی تجزی کیجائے۔ جن کے جوابات اہم اور ضروری ہیں۔ وَهُوَ هٰذَا :۔

رسالہ مذکور کی فصل اول ذاتی حالات کے متعلق ہے جس میں ۶۷ ذیلی عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ ان میں سے سب سے اہم اور ضروری عنوانات جن کا جواب ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کی دواؤں اور امراض کے متعلق ہیں۔ باقی امور اس فصل کے کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ عنوانات جن کا جواب اہم اور ضروری ہے حسب ذیل ہیں :۔

(۲۶) مجرب دوائیں (۲۷) خاندانی طبیب (۲۹) پہلا دورہ (۳۰) رمضان کے دورے (۳۱) سخت دورہ (۳۲) خطرناک (۳۳) مراق کا سلسلہ (۳۴) مالی خولیا مراق (۳۵) مالیخولیا کے کرشمے (۳۶) ہسٹیریا (۳۷) دق اور سل (۳۸) دو چادریں (۳۹) دو بیماریاں (۴۱) دائم المریض (۴۳) عصبی کمزوری (۴۴) مرض اعصابی (۴۵) خرابی حافظہ (۵۳) دوران سر (۵۴) دماغی بے ہوشی (۵۵) خرابی صحت (۵۶) سخت بیمار (۵۷) مرغوبات (۵۸) شکار کیفر ورت (۵۹) درستی صحت (۶۰) روغن بادام (۶۱) مشک (۶۲) عنبر (۶۳) مفرح عنبری (۶۴) افیون (۶۵) سنکھیا (۶۷) ٹانک وائن (۶۸) ٹانک وائن کا فتوی۔

ان عنوانات کے تحت جو حوالے اور اقتباسات دئے گئے ہیں۔ اُن کے پڑھنے والے پر کم از کم یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ کہ حضرت مرزا صاحب بعض امراض اور تقاضائے عمر کیوجہ سے کمزور ہوگئے تھے۔ اور دوران سر اور ذیابیطس کے عوارض آپ کو ایک عرصہ سے لاحق تھے۔ جس کو آپ اس حدیث کی صحیح تاویل سمجھا کرتے تھے جو حضرت مسیح موعود کے شان نزول میں بیان کی گئی ہے۔ کہ مسیح موعود کے جسم مقدس پر بوقت نزول دو زرد چادریں ہوں گی۔ حوالہ کیلئے حجج الکرامہ ص۴۲۸ ملاحظہ طلب ہے۔ چنانچہ عنوان نمبر ۳۸ دو چادریں۔ عنوان نمبر ۳۵ دو بیماریاں۔ اسی تاویل حدیث سے متعلق ہیں۔ اور علم تعبیر الرؤیا میں زرد لباس کی تعبیر بیماری سے کی جاتی ہے۔ دوران سر یا درد سر ایک معمولی عارضہ ہے جو عمدہ علامت دماغ کے بیدار و

ذی حس واعلیٰ ہونے کی ہے دیکھئے Prices Text Book of Medicine صفحہ 1502۔ لیکن برنی صاحب نے دوران سر کے دوروں کا ذکر ضروری خیال فرما کر اس سے اپنا کام نکالنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اور وہ اسطرح کہ دوران سر کے دوروں کے سلسلہ کے متعلق عنوانات قائم کر کے ایک بے جوڑ عنوان نمبر ۲۳ "خطرناک" کے لفظ سے قائم کر کے اس کا سلسلہ "مراق" کے ساتھ ملا دیا ہے۔ لفظ "مراق" کا جو تصور عام طور پر ذہن میں پیدا ہوتا ہے وہ اس تصور سے مختلف ہے جو اصطلاح طب میں لفظ "مراق" سے مراد ہے۔ اس لئے عام اور مشہور معنی کے تبادر ذہنی کو مستحکم کر دینے کے لئے دوران سر کے دوروں کے ذکر کو عنوان نمبر ۳۳ کے ساتھ ملا دیا ہے۔ جو "مراق کا سلسلہ" کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔ تاکہ اُن عام معنوں کے مطابق جو لوگوں کے ذہن میں ہیں یہ سمجھا جا سکے کہ مرزا صاحب مراقی تھے۔ اور "مراقی" کا اطلاق پیدا ہوتے ہی پہلی بات جو دماغ میں پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایسے آدمی کی بات سنجیدگی سے خالی ہوتی ہے۔ اس لئے ایک مراقی کی بات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا بھی ضروری باقی نہیں رہتا۔ اور اس طرح حضرت مرزا صاحب اور آپکی جماعت کی ساری تبلیغی مساعی لایعنی ہو جاتی ہیں۔ یہ کیسی خطرناک کوشش پبلک کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھانے کی ہے۔ مگر اللہ! اللہ!! جہاں اُس رحمان ورحیم نے زہر پیدا کیا ہے وہیں اس کا تریاق بھی رکھ دیا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی اس طرح ہے کہ عنوان نمبر ۳۳ "مراق کا سلسلہ" کے ذیل میں بصفحہ ۱۶۴ کتاب "قادیانی مذہب" طبع پنجم میں حوالہ اوّل رسالہ "ریویو" قادیان اگست ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۰ کا اور آخر صفحہ میں حوالہ "تذکرۃ الوفاق فی علاج المراق" صفحہ ۶۰ کا دیا گیا ہے ان دونوں حوالجات کے پڑھ لینے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ جن طبّی معنوں میں یہ لفظ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں بہ تعلق حضرت مرزا صاحب استعمال کیا گیا ہے وہ اس تصوّر سے بالکل جداگانہ ہے جو برنی صاحب پبلک کے دل میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو برنی صاحب یا اُن کے ہم پیشہ بزرگوں کے ذہن مبارک میں ہے۔ ان حوالہ جات سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عروض مراق کو اس ضعف کی علامت کے طور پہ بیان کیا گیا ہے جو سخت دماغی محنت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ

شخص جو کبھی سخت دماغی محنت کر چکا ہے اس کا تجربہ رکھتا ہوگا۔ لیکن یہ کوئی مستقل مرض اس قسم کا نہیں ہے جو دماغ کے نقص یا خرابی کی وجہ سے جنون یا مالیخولیا سمجھا جائے۔ ہر ایک بدکیفی جو قلب و دماغ میں معدہ کی تبخیر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے مراق کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ مراق فی نفسہٖ ایک جھلّی کا نام ہے جو معدہ و جگر اور طحال وغیرہ پر محتوی ہوتی ہے۔ جس کے فساد سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا نام مراق رکھ دیا گیا (مخزن الحکمت مصنّفہ شمس الاطباء ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب صفحہ ۶۶۷ و ۶۶۸) محض اس وجہ سے کہ حضرت مرزا صاحب کے دوروں کو کسی شخص نے تبخیری تشنج یا معدی بخارات کی وجہ سے مراق کہہ دیا ہے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ فی الواقع حضرت مرزا صاحب کو مالیخولیا یا جنون تھا۔ غالباً جناب برنی صاحب اس فرق کو محسوس کرتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ پہلے تو دوران سر کے دوروں کا ذکر کر دیا۔ اور اس کے بعد ان دوروں یا اس کے متعلقہ عوارض کے بیانات کا سلسلہ عنوان نمبر ۳۳ سے ملا دیا ہے۔ جس کا عنوان ہے "مراق کا سلسلہ" اور اس سلسلہ کو بڑھا کر عنوان نمبر ۳۴ "مالیخولیا مراق" کا قائم کر کے لفظ مراق کی مشارکت سے یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی۔ کہ گویا مراق بھی مالیخولیا ہی ہوا کرتا ہے۔ اور جھٹ سے شرح اسباب کا ایک حوالہ بھی لکھ دیا ہے جو صرف مالیخولیا سے متعلق ہے۔ اور اس پر کمال یہ کیا ہے کہ مخزن الحکمت مصنّفہ شمس الاطباء حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب کا بھی حوالہ دیکر ایک اقتباس بھی اُس کتاب سے درج کر دیا ہے۔ اور اس طرح تصرّف کر کے حوالہ کو درج کیا ہے۔ جو کتاب مذکور کی اصل عبارت سے علیحدہ ہو گیا ہے۔

اصل کتاب مذکور میں شمس الاطباء حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب نے ایک یونانی لفظ ہائپو کانڈرائس کے معنی لکھتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ :-

"یہ اصطلاح بھی مشتق ہے اُسی پرانے خیال سے جس کی رو سے" یہ خیال کیا جاتا تھا" کہ اس مرض کی علامت کا ظہور فتور خون یا روح حیوانی سے ہوتا ہے"

برنی صاحب نے بجائے "یہ خیال کیا جاتا تھا" کے "یہ خیال کیا جاتا ہے" درج کر دیا۔ تاکہ یہ سمجھا جائے کہ زمانہ حالیہ کی تحقیق طبّی یہی ہے۔ حالانکہ اسی حوالہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے

کہ تحقیق جدید یہ ہے۔ کہ یہ مرض عصبی ہے جو ضعف دماغ سے پیدا ہوتا ہے۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب کو دوران سر کے دورے پڑتے تھے تو وہ ضعف دماغ ہی کے دورے ہوتے تھے۔ جس کا باعث محنت دماغی تھی یعنی محنت دماغی اس دورے کا ایک سبب سمجھی جاتی ہے۔

(مخزن حکمت صفحہ ۶۶۸ بیان اسباب مرض)

ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ کہاں دوران سر اور کثرت محنت کی وجہ سے دوران سر کے دورے اور کہاں مراق۔ اور مراق بھی وہ جس کو برنی صاحب نے سلسلہ بڑھاتے بڑھاتے مالیخولیا سے ملا دیا ہے۔ یہاں تک کہ عنوان نمبر ۳۵ "مالیخولیا کے کرشمے" کے نام سے قائم ہی کر دیا اور اس کے ذیل میں طبی کتابوں کے حوالے بھی دیدئے گئے۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مالیخولیا کے مریض یا مجنون اپنے ہذیان میں بعض اوقات پیغمبر اور خدا سب ہی کچھ بن جاتے ہیں اس طرح گویا برنی صاحب پبلک کے دل میں یہ خیال قائم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس لئے یہ دعویٰ فی نفسہٖ مالیخولیا کا نتیجہ ہے جس میں مرزا صاحب مبتلا تھے لیکن ان حوالوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش خود ایک جنون یا مالیخولیا ہے کہ جو کوئی بھی نبوت یا ماموریت کا دعویٰ کرے وہ مجنون ہی ہے۔ پہلے بھی لوگوں نے اس قسم کے ہذیان سے خدا کی نعمت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اُن کے پاس کوئی معیار حق و باطل یا جنون و نعمت الٰہی میں امتیاز کرنے کا موجود نہ تھا۔ لیکن قرآن پاک نے اس معیار کو بڑی وضاحت اور تحدی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ (پارہ ۲۹)

یہی اعتراض حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کفار و مشرکین کی جانب سے کیا گیا تھا۔ اور ہمارے زمانہ تک مستشرقین یورپ اس اعتراض کو بار بار دہراتے رہے ہیں۔

---

[1] ن قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کی نعمت کے ساتھ مجنون نہیں ہے۔ اور تیرے لئے ضرور اجر غیر منقطع ہے۔ اور یقیناً تو خلق عظیم پر ہے۔ سو عنقریب تو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھیں گے۔ کہ کس کو جنون ہے اور کون خبط میں مبتلا ہے۔ (پارہ ۲۹)

جرمنی ڈاکٹر فان کریمر نے اپنی تصنیف a Contribution to Islam اور انگریز مستشرق سر ولیم میور نے لائف آف محمدؐ میں بڑے زور شور سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو صرع و مرگی کا مریض بیان کر کے ان احادیث سے جو بخاری شریف میں آثار و علامات نزول وحی کے متعلق آتی ہیں مقابلہ کیا ہے۔ اور آریہ اور بعض دوسرے معاندین اسلام اُن کی تقلید میں اس کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرگی و صرع کا عارضہ تھا۔ اور اسی حالت کو وہ نزول وحی کی کیفیت سے مشابہ اور متشابہ کر دیتے ہیں جس کا ذکر صحیح حدیث میں آتا ہے۔ قرآن پاک کا وہ پُر حکمت اور پُر عظمت جواب جو تیرہ سو برس پہلے کفار و مشرکین کو دیا گیا۔ اب بھی علمائے یورپ اور اُن کے ہم قدم و مقلد و خانہ بر اندازان مذہب و دعویداران علمی طریق تالیف کے لئے کافی ہے۔ مشہور فرنچ مستشرق گستاؤلی بان اپنی مشہور کتاب تمدن عرب میں یوربین مورخین کے اس خیال پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض صرع کا اثر تھا جس کے دورے پڑا کرتے تھے۔ ایک نہایت ہی حکیمانہ رائے کا اظہار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے :-

"بعض مورخین کا قول ہے کہ حضرت مرض صرع میں داخل (مبتلا) تھے لیکن میں نے مورخین عرب کے بیان میں کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی۔ جس سے اس امر کی نسبت یقینی رائے قائم کی جا سکے۔ رواۃ معاصرین کے قول سے جن میں خود حضرت کی زوجہ عائشہ صدیقہ (رض) شامل ہیں۔ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت حضرت پر ایک خاص حالت طاری ہوتی تھی۔ جس میں چہرہ سمٹ جاتا تھا اور جسم میں رعشہ پڑ جاتا تھا اور بالآخر آپ غش کھا کر گر پڑتے تھے۔

باوجود اس جذبہ کے حضرت بے انتہاء صائب الرائے تھے۔ جیسا کہ اکثر مجذوب ہُوا کرتے ہیں۔ فی الواقع اگر علمی نظر سے دیکھا جائے تو حضرت کا شمار بھی مثل اور موجدین مذاہب جدیدہ کے مجذوبین اور وارفتہ حال لوگوں میں ہونا چاہئے لیکن در اصل اس نام میں کوئی عیب نہیں ہے۔ کیونکہ مذاہب اور ادیان کے موجد اور خلائق کے پیشوا اور رہنما فلسفی اور حکیم نہیں ہُوا کرتے بلکہ وہی ہُوا کرتے ہیں۔ جن میں جذبۂ قلبی اور

ولولہ جبلی ہوتا ہے۔ جب ہم دنیا کی تاریخ میں ایسے اشخاص کے افعال پر نظر ڈالیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ انہوں نے مذہب ایجاد کئے ہیں۔ سلطنتوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔ ہزارہا خلائق کو اپنا تابع فرمان بنایا ہے۔ انہیں کے ہاتھوں نوع انسان کی ترقی اس درجہ تک ہوئی ہے۔ اگر دنیا میں فقط عقل و فہم ہی کارگر رہتی اور جذبہ و ولولہ سے کام نہ لیا جاتا۔ تو اس وقت دنیا کی صورت ہی کچھ اور ہوتی۔ یہ کہنا کہ حضرت ایک دھوکہ باز شخص تھے۔ میرے نزدیک ایسا قول ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ وہی اوقات جذبہ و ولولہ تھے۔ جس میں آپ کو وہ تسکین اور تقویت آجاتی تھی جس وجہ سے آپ اپنی ابتدائی مشکلات کا سامنا کر سکے۔ اصل یہ ہے کہ بلا اس کے کہ آپ کو خود اپنے اوپر بھروسہ ہو آپ کیونکر دوسروں کی تشفی کر سکتے تھے۔ حضرتؐ کو ہمیشہ اس کا یقین تھا کہ آپ کو جناب باری کی پوری مدد ہے اور اس اعتقاد کے سامنے کل مشکلات جو آپکو پیش آتی تھیں بالکل ناچیز تھیں۔"

(تمدن عرب مصنفہ گستاد لی بان مترجمہ مولوی سید علی بلگرامی مطبوعہ مفید عام آگرہ سنہ ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷)

جن لوگوں میں مالیخولیا وجنون کے ہذیان اور علمی قوت وشوکت رکھنے والے بیانات میں تمیز کرنے کا مادہ ہی باقی نہیں رہا۔ اُن سے مخاطبت ہی بیکار ہے۔ لیکن جو لوگ علمی بیان اور واہیانہ زٹل اور بکواس میں فرق کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں وہ اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ایک مجنون و مالیخولیا کے مریض کا دعویٰ نبوت کیا رنگ وڈھنگ رکھتا ہے۔ اور ایک پاک باز پاک دل مامور من اللہ کا دعویٰ کن انوار و برکات کے ساتھ ہوتا ہے۔ مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ دو ہی شکلیں رکھتا ہے۔ یا تو وہ قطعاً سچ ہوگا اور سوائے سچ وحق وصداقت کے کچھ نہ ہوگا۔ یا قطعاً افترا وجھوٹ ہوگا۔ تیسری کوئی اور صورت ان دونوں صورتوں کے درمیان ایسی نہیں ہے۔ کہ دعویٰ کو نہ جھوٹا کہا جائے نہ سچا قرار دیا جا سکے۔ سوائے جنون کی کیفیت کے۔ جس کے ہذیان کو نہ جھوٹا کہا جا سکتا ہے نہ سچا۔ وہ تو لایعنی اور بیہودہ خیالات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کے پرکھ لینے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ جھوٹے کے جھوٹ اور کھوٹ

کو ظاہر کرنے اور سزا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے خاص اہتمامات کر دئے ہیں جس کا ذکر آئندہ باب پنجم میں انشاء اللہ اپنے موقع اور محل پر آئے گا۔ جنون کے ہذیان کے لئے سورۂ نٓ کی آیات محولہ بالا میں ایک معیار قطعی بیان فرمایا گیا ہے۔ وہ معیار یہ ہے۔ وَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ[۵۱] یعنی نعماء الٰہی مجنون کے ساتھ نہیں ہوا کرتیں۔ اور نعماء الٰہی کی شہادت کے لئے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ[۵۲] کو پیش فرمایا ہے اور عواقب و نتائج کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ[۵۳] اور اس کی علامت و نشان اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[۵۴] میں بیان کر کے تحدی فرمائی ہے۔ کہ اس کے قریب تر زمانہ میں آپؐ اور آپؐ کے وہ مخالفین جو آپ کو مجنون کہتے ہیں دیکھ لیں گے۔ کہ کون مجنون اور فتنہ میں پڑا ہوا ہے۔" پس یہ دلیل اپنے ساتھ اقانیم ثلاثہ رکھتی ہے۔ اور ہر ایک اقنوم اس کا ایک مستقل دلیل ہے اور اس دلیل کو شہادت سے اور ایسی شہادت سے جو برای العین نظر آسکتی ہے مستحکم فرمایا ہے۔ اور اسی شہادت کے ذکر میں نعماء کی اجمالی جھلک بھی پیدا کر دی۔ اور اس کو بے انتہاء اور غیر منقطع ظاہر کر کے اس کی علامت و نشانی بھی بتا دی اور حکم لگا دیا کہ مستقبل قریب اس دعویٰ اور اس کے نتیجہ کو ظاہر کر دے گا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین کو جن کو معاندین نے مجنون کہا تھا کیا اجر غیر ممنون ملا۔ اور ان سے علوم و فنون کے کیسے دریا اور چشمے بہے۔ اور مجنون کہنے والوں کا کیا حشر ہوا۔ اب بھی دنیا پھر اُسی جادہ پر آگئی ہے اور ظلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے سجادۂ خلافت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس پر زمانہ کی گردش کی وجہ سے گرد و غبار جمع ہو گیا تھا از سر نو آراستہ و پیراستہ کیا ہے جنون و مالیخولیا کے آوازے کسنے لگی ہے۔ اس لئے ایک مرتبہ پھر انشاء اللہ نٓ۔ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ کی شہادت الٰہی ان زبانوں کو بند کر دیگی۔ جو خلیفۂ وقت کے خلاف کھل رہی ہیں۔ جو نعماء الٰہی اس خلافت نبوی و تجدید دین کے ذریعے

---

[۵۱] اور تو نہیں اپنے رب کی نعمت کے ساتھ دیوانہ [۵۲] نٓ قسم قلم کی اور جو وہ لکھتے ہیں۔ یعنی قلم اور ان کے لکھنے کے معجزہ کو بمقابلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم بطور شہادت پیش کرتے ہیں [۵۳] تو نہ منقطع ہونے والا اجر پائے گا۔ [۵۴] بے شک تو خلق عظیم پر ہے۔

دنیا کو عطا فرمائی گئی ہیں۔ ان کا حصر و شمار انسانی قوت سے بالاتر ہے اور نہ صرف حصر و شمار بلکہ فی نفسہٖ اُن کا سمجھ لینا بھی معمولی اور زنگ آلود فہم و ادراک سے بالاتر ہے جب تک انسان پر اتباع نبوی کا صیقل و جلا نہ ہو اس وقت تک نہ بصر میں حدت پیدا ہوتی ہے نہ ظرف میں ان معارف کی سمائی کی وسعت پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن بمصداق "مالا یدرک کلّہٗ لا یترک کلّہٗ"[1] چند مشہور و معروف دنیا کے سامنے آئے ہوئے نعماءِ الٰہی۔ جانے بوجھے معارف بلکہ ایسے معارف جن سے دنیا نے باوجود انکار و اصرار کے فائدہ بھی اٹھایا ہے پیش کر دینا کافی ہوگا۔ ان میں سے پہلی نعمت براہین احمدیہ کا وجود ہے جس کی نسبت سب سے بڑے معاند و مخالف نے بروقت اشاعت ابتدائی جو ریویو کیا تھا اس کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

" ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی .... اور اس کا مؤلف (حضرت مرزا غلام احمدؐ قادیانی مسیح موعود علیہ السلام) بھی اسلام کی مالی جانی وقلمی و لسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔" (اشاعۃ السنۃ جلد نمبر)

ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ آیت مبارک نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ نے کسطرح شہادت ادا فرمائی کیا اس نعمت کا انکار کیا جا سکے گا؟ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ[2]

دوسری نعمت وہ کتاب ہے جس کا نام "اسلامی اصول کی فلاسفی" رکھا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ انگریزی The Teachings of Islam. کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ کتاب دراصل ایک مضمون ہے جو جلسہ مذاہب اعظم لاہور منعقدہ دسمبر ۱۸۹۶ء میں پڑھا گیا تھا۔ جس کا انعقاد مختلف مذاہب کے اشخاص کی متفقہ کمیٹی کی جانب سے بڑے اہتمام کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ہر ایک مذہب کے علماء سے (۵) سوالات مندرجہ ذیل کئے گئے تھے۔ اور یہ خواہش کی گئی تھی کہ ہر ایک مذہب کے مستند علماء و متکلمین اپنے اپنے مذاہب کے مطابق ان کا

---

[1] جو پورا نہ لیا جا سکے وہ پورا چھوڑا بھی نہیں جا سکتا۔
[2] پس تم خدا تعالیٰ کی کس کس نعمت کا انکار کروگے۔ (سورۃ رحمٰن)

جواب دیں۔ وہ سوالات یہ تھے :۔

(۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں (۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ (۳) دنیا میں انسان کی ہستی کی غرض کیا ہے۔ اور وہ غرض کس طرح پوری ہوسکتی ہے (۴) کرم یعنے اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔ (۵) علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں ؟

اسلام اور عیسائیت اور ہندوؤں کے جملہ فرقے برہمو سماج نیز سکھ ازم۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی۔ فری تھنکرس وغیرہ سب مذاہب کے بڑے بڑے علماء نے اپنے اپنے مضامین پڑھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان پانچوں سوالوں کا جواب مفصل دیا اور صرف قرآن پاک سے دیا ہے۔ اور مضمون کے سُنائے جانے سے قبل بر بنائے الہام الٰہی یہ بھی اعلان کر دیا کہ :۔

"مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے۔ کہ جو سب پر غالب آئے گا" (اشتہار مورخہ ۲۱۔ دسمبر ۱۸۹۶ء)

مضمون کے پڑھے جانے کے بعد مقامی دیسی و انگریزی اخبارات نے اس کی تعریف میں اپنے اپنے اخبارات میں نوٹ لکھے۔ لاہور کا مقتدر اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ اپنی اشاعت مورخہ ۲۹۔ دسمبر ۱۸۹۶ء میں لکھتا ہے کہ :۔

"جلسہ مذاہب اعظم لاہور جو ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے مندرجہ ذیل پانچ سوالوں کا جواب دیا"

(یہ سوالات اوپر درج کر دئے گئے ہیں)

"اس جلسہ میں سامعین کی دلچسپی اور خاص دلچسپی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے لیکچر کے ساتھ تھی جو اسلام کی حمایت اور حفاظت کے کامل ماسٹر ہیں۔ اس لیکچر کے سننے کے واسطے دور و نزدیک سے لوگوں کا ایک جم غفیر ہو رہا تھا۔ اور چونکہ مرزا صاحب خود تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ اس لئے یہ لیکچر اُنکے ایک لائق شاگرد منشی عبدالکریم فصیح سیالکوٹی نے پڑھکر سنایا۔ ۲۷۔ تاریخ کو یہ لیکچر ساڑھے تین گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ اور عوام الناس نے نہایت ہی خوشی اور توجہ سے اس کو سُنا۔ لیکن ابھی صرف ایک سوال

ختم ہوا مولوی عبدالکریم نے وعدہ کیا کہ اگر وقت ملا تو باقی کا بھی سُنادوں گا۔ اس لئے اگزکٹو کمیٹی اور پریذیڈنٹ نے یہ تجویز کر لی ہے۔ کہ ۲۹۔ تاریخ کا دن بڑھا دیا جائے۔"

کمیٹی جلسہ مذکور نے اس جلسہ کی جو رو ئیداد مرتب کی ہے۔ اس میں اس مضمون کے متعلق حسب ذیل ریمارکس کئے ہیں :۔

"پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا اس لئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ ڈیڑھ بجنے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا۔ کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا۔ اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پُر ہو گیا۔ اس وقت کوئی سات اور آٹھ ہزار کے درمیان مجمع تھا۔ مختلف مذہب و ملل اور مختلف سوسائٹیوں کے معتدبہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا۔ لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا۔ اور ان کھڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے رؤساء و عمائد پنجاب علماء فضلاء بیرسٹر وکیل پروفیسر اکسٹرا اسسٹنٹ، ڈاکٹر غرضکہ اعلیٰ طبقے کے مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ ان لوگوں کے اس طرح جمع ہو جانے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ جوش سے برابر چار پانچ گھنٹے اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہاں تک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تھی۔ ...... اس مضمون کیلئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی تھے۔ لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی۔ کہ جب تک یہ مضمون ختم نہ ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جائے۔ ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کے منشاء کے مطابق تھا۔ کیونکہ جب وقت مقررہ کے گذرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دے دیا۔ تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرۂ خوشی

سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا .... یہ مضمون قریباً چار گھنٹے میں ختم ہوا۔ اور شروع سے اخیر تک یکساں دلچسپی و مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔" (رپورٹ صـ۷۹ و ۸۰)

" عالیجناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب جن کی کل کی عالمانہ تحریر سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو خوش نہ ہوا ہو اور اس نے پسند نہ کی ہو۔" (رپورٹ صـ۱۵۲)

" اگرچہ اس مضمون کے ختم ہوتے ہوتے شام کا وقت آگیا۔ لیکن یہ ابھی پہلے سوال کا جواب تھا۔ اس مضمون سے حاضرین جلسہ کو بلا استثنار احدے ایسی دلچسپی ہوگئی۔ کہ عام طور سے اگزکٹو کمیٹی سے استدعا کی گئی کہ کمیٹی اس جلسہ کے چوتھے اجلاس کے لئے انتظام کرے۔" (" صـ۱۳۹)

یہ مضمون اسلامی اصول کی فلاسفی کے نام سے اردو میں اور Teachings of Islam کے نام سے انگریزی میں شائع ہوا ہے۔ اور احمدیہ انجمنوں سے مل سکتا ہے۔ ہر شخص اس مضمون کو پڑھ کر اپنے ایمان اور روح کو کم از کم تازہ کر سکتا ہے۔ کیا اس نعمت الٰہی سے انکار کیا جائے گا۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ۔

حضرت مرزا صاحب کے اس قسم کے اور بھی کارنامے ہیں۔ جن کی نسبت اُنکی وفات پر اسلامی اخبارات نے اعتراف کیا ہے۔ جن کے حوالے ہم باب اول میں دے چکے ہیں۔ اور تیسری سب سے بڑی نعمت جو برای العین ہر موافق و مخالف کو نظر آتی ہے ایسی جماعت کا پیدا ہو جانا ہے۔ جس نے اپنا تن من دھن اسلام کی تبلیغ پر لگا دیا ہے۔ جماعت بغیر امام کے نہیں ہو سکتی ہے۔ خدا کے فضل سے جماعت کو ایسا امام ملا جس کے احکام کی تعمیل میں جماعت بھی سرگرم ہے اور غیر بھی جماعت کے اس اخلاص پر حیران ہیں۔ دنیا کا کوئی ملک باقی نہیں۔ جہاں یہ جماعت تبلیغ کے لئے پہنچ نہ گئی*۔ چھوٹی سی جماعت کا یہ کارنامہ جو ضعفاء اور غرباء کا مجموعہ ہے اور جس میں زیادہ تر غرباء ہی ہیں کیا نعمت الٰہی نہیں۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ[1]۔

ان تینوں نمونوں کی تفصیل بے پایاں ہے۔ ہر شخص کا ذوق سلیم ان کی تفصیل کو ذہن میں پیدا کر سکتا ہے۔ اس مختصر رسالہ میں ہم صرف اسی قدر اشارہ کافی خیال کرتے ہیں۔

---

* خاتمۃ الکتاب میں اُن ممالک کی تفصیل کی گئی ہے جہاں جہاں یہ جماعت مصروف تبلیغ ہے۔
[1] پس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں سے انکار کرو گے۔ (سورۂ رحمٰن)

کیا جناب برنی صاحب اور اُن کے حمایتی ہم کو کوئی ایسا مجنون تلاش کر دیں گے جس کو ان نعماءِ الٰہی سے حصہ ملا ہو؟

این خیال است و محال است و جنوں

اچھا اس کو جانے دیجئے کیا آپ خود یا آپ کے کوئی بڑے حامی و مخدوم باوجود سارے ادعاءِ علم و دانش کے اس نعمت سے بہرہ ور ہیں؟ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے "جنون کا نام خرد رکھدیا اور خرد کا جنون"۔

اس کے بعد مراق و جنون و مالیخولیا کے عنوانات کے سلسلہ میں اعصابی امراض یا عصبی کمزوری اور اس کے متعلقہ عوارض کے متعلق بھی عنوانات رسالہ زیرِ جواب میں قائم کئے گئے ہیں۔ ان کا کوئی خاص جواب ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ انسانیت امراض و عوارض کا محل ہوا ہی کرتی ہے۔ انبیاء اور رسول اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مرض کا ذکر قرآن مجید میں حضرت موصوف کی زبانی اس طرح ہے۔ اِنِّیْ سَقِیْمٌ [۵۱]۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ [۵۲]۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی عمر کے بڑے حصہ میں امراض سے پریشان رہے (اِنِّیْ [۵۳] مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ) حدیثوں میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر عوارضات کا بھی ذکر آتا ہے۔ غرضکہ امراض و عوارض کے ذکر سے صرف برنی کے اس جذبۂ عناد کا اظہار ہوتا ہے۔ جو قرآن پاک کے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ "اِنْ [۵۴] تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا" اس کے سوا اور کوئی غرض امراض و عوارض کے ذکر سے ظاہر نہیں ہوتی۔

اس کے بعد فصل اول کے اُن عنوانات میں جن کی صراحت ہم اوپر کر چکے ہیں حضرت مرزا صاحب کی دواؤں اور مرغوبات کے متعلق عنوانات باقی رہتے ہیں جن کا جواب ضروری ہے وہ عنوانات حسب ذیل ہیں:-

(۲۶) مجرب دوائیں (۵۷) مرغوبات (۶۰) روغن بادام (۶۱) مشک (۶۲) عنبر (۶۳) مفرح عنبری (۶۴) افیون (۶۵) سنکھیا (۶۷) ٹانک وائن۔

---

[۵۱] بے شک میں بیمار ہوں پ۲۳ ع۷ [۵۲] اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے پ۱۹ ع۹
[۵۳] بیشک مجھے تکلیف ہے اور تو بھی تو سب سے رحم کرنیوالوں میں سے بڑا رحم کرنیوالا ہے [۵۴] اگر تمکو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں پ۴ ع۴

دوائیوں کے متعلق جو جواب ہم دینا چاہتے ہیں اس کے تعلق سے دو باتیں زیادہ تر قابل توجہ ہیں :-

(۱) جیساکہ اوپر کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے حضرت مرزا صاحب دماغی محنت اور تقاضائے عمر کی وجہ سے کمزور اور بدل ما یتحلل کے محتاج رہتے تھے۔ اور عوارض جو اُن کی محنت اور خدمت اسلام میں مانع ہوتے تھے یقیناً قابل دفعیہ تھے۔

(۲) آپ خاندان طبابت سے تعلق رکھتے تھے اور خود فارغ التحصیل طبیب تھے جن کی جانب مخلوق استعلاج کے لئے رجوع کرتی رہتی تھی۔ چونکہ دوسروں کے درد و الم سے جلد متاثر ہو کر اعانت کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ اس لئے ایسی مختلف دواؤں کو مہیا و فراہم رکھتے تھے جو قادیان جیسے گاؤں میں نایاب تھیں۔

کیا ان حالات میں کوئی شخص حضرت مرزا صاحب کے اس اہتمام کی نسبت جو وہ دواؤں کی فراہمی میں کرتے تھے یا اُن کے استعمال کی نسبت معقولیت کے ساتھ کوئی اعتراض کرسکتا ہے؟ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ[۵۱] ہے۔ قرآن پاک میں بھی ایک پاک گروہ کی دعاؤں کا ذکر آتا ہے۔ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ احادیث میں عافیت و صحت کو خدا کی نعمت قرار دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یَا عَبَّاسُ اسْئَلِ اللّٰہَ تَعَالٰی الْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ[۵۲]۔ تداوی کے لئے حکم ہوتا ہے۔ یَا عِبَادَ اللّٰہِ تَدَاوُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَہٗ شِفَاءً[۵۳]۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب نے حصول عافیت کے لئے مشک و عنبر اور مفرح عنبری یا اسی قسم کی اور ادویہ مفردہ یا مرکبہ کا استعمال کیا۔ تو کیا اس سے اُن کے تقدس میں کوئی فرق یا دعاوی پر کوئی حرف آتا ہے؟

---

[۵۱] اے میرے اللہ میں تجھ سے عفو اور عافیت مانگتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ (حدیث)
[۵۲] اے عباس اللہ تعالے سے دنیا اور آخرۃ میں عافیت مانگو۔ (حدیث)
[۵۳] اے خدا کے بندو علاج کرو کہ اللہ تعالے نے کوئی ایسا مرض پیدا نہیں کیا جس کی شفا نہ بنائی ہو (حدیث)

اصل یہ ہے کہ زمانۂ نبوی کے بعد اور قرآن و سُنت سے مہجور ہو کر صلحاء و متقین کی صحبت سے محروم ہو جانے کی وجہ سے "اے بسا ابلیس آدم روئے ہست" سے مسلمانوں کا سابقہ باقی رہ گیا ہے۔ اس لئے نیکی کی اصل نیکی کا تصوّر اور نیکی کا معیار سب کچھ بدل گیا حسنات و سیئات میں تمیز کا مادہ ہی باقی نہیں رہا۔ ولی یا بزرگ کی علامت و شناخت کا ذریعہ صرف اس کی ظاہری بے قاعدگی اور لااُبالی پن قرار پا گیا ہے۔ جو شخص دیوانگی یا پاگل پن میں دوسروں سے بڑھ گیا وہی ان کے نزدیک سب سے زیادہ مقربانِ الٰہی میں شمار ہونے لگا۔ جو کوئی بیوی بچے چھوڑ کر بُری حالت بُرے لباس میں بازاروں میں پھرنے لگا اور کچھ بڑبڑانے لگا ولی ہو گیا۔ اچھے کھانے کو پانی یا راکھ کے ذریعہ خراب کر کے کھا گئے قطب ہو گئے۔ بے معنی الفاظ اور بے ہُودہ اشارات کرنے لگے۔ حاکمِ شہر و غوث ہو گئے۔ غرض کہ اولیاء الرحمٰن کی شناخت کا دار و مدار بجائے کلامِ الٰہی یا فرمودہ رسول کے محض قصہ کہانیوں اور خود ہر شخص کے اپنے اپنے ذاتی مذاق پر آ گیا ہے۔ اس طرح اولیاء اللہ کے اصطلاحی نام اُن کا کام اور ان کے باہمی تقسیم کار کا ایک پروگرام مرتب ہو گیا ہے۔ اور اس طرح مرتب ہُوا کہ اس سے سرِ مُو تجاوز موجب کفر تصوّر ہونے لگا۔ نہ قرآن پاک کے معیار سے غرض نہ حدیث و سنت کے معیار سے تعلق چلئے معاملہ ختم ہو گیا۔ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ[1] ؟ اب جو کوئی اُن کے اس معیار کے مطابق نظر نہ آیا وہ قابلِ التفات ہی نہ رہا۔ اس قسم کے عام مذاق کی بدولت مولوی صاحبان اور واعظین مذہب کو یہی ایک نسخہ ہاتھ لگ گیا کہ جس کسی کو نظروں سے گرانا ہُوا۔ کہدیا "ارے بھائی دیکھتے نہیں وہ تو جورو بچوں میں مبتلا ہے گھر گرہستی کرتا ہے"۔ اور اگر کسی نے اچھا کھایا یا اچھا پہنا تو بس وہ شیطان سے بھی نیچے درجے میں پہنچا دیا گیا۔ یہی گُر برنی صاحب کو بھی پسند آیا ہے اور پسند ہی نہیں آیا بلکہ حضرت کا مذاق بھی یہی ہے۔ اور اپنے انہیں مزعومات کو پیش نظر رکھ کر اپنی کتاب زیرِ جواب "قادیانی مذہب" میں مرزا صاحب کے لباس و خوراک و عورتوں کی پوشاک اور مشک و عنبر اور ادویہ کے استعمال کو بڑے بڑے نمایاں عنوانات کے ذیل میں لکھکر اپنے مذاق کو تسکین دی ہے۔ لوگوں نے جب یہ عنوانات پڑھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ مرزا صاحب مقویات و

---

[1] کیا وہ تیرے رب کی نعمت کی تقسیم کرتے ہیں۔ (پ ۲۵ ع ۹)

معجونات کا استعمال کرتے تھے یا مشک وعنبر کا دوائ استعمال یا دواؤں میں استعمال کرتے تھے تو بس غضب ہو گیا کہنے لگے - ارے یہ شخص یہ جو ہم دنیاداروں کی طرح معجون ومقویات استعمال کرتا ہے اور مشک وعنبر کھاتا ہے - نبی ہو گیا نبی ؟ نبوت کا دعویٰ کردیا نبوت کا - غضب خدا کا اتنا سفید جھوٹ اور اس زمانہ میں (بجا ہے مولانا ! بجا ہے - بھلا اس زمانہ میں جو مشک وعنبر کھائے اُس پر خدا کیونکر رحم کرسکتا ہے اور کہیں خدا رحم کر بھی دے تو آپ کب ماننے والے ہیں - للمؤلف) لیکن مولانا ! آپ نے کچھ سنا بھی یہ قادیانی لوگ کہتے ہیں - کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بدبخت مخالفین کے اسی قسم کے خیالات تھے - وہ زمانہ اس زمانہ کی طرح عیش وعشرت کا زمانہ تو تھا نہیں - اُس زمانہ میں فراغت سے کھانا ملنا بھی دشوار تھا - بھلا مشک وعنبر کہاں - مگر پھر بھی اس زمانہ کے لوگوں نے بھی کوئی نہ کوئی راستہ اپنے بچ نکلنے کا نکال ہی لیا تھا - اُس فخر بنی نوع انسانؐ - اُس محسن بنی آدمؐ - اُس سردار رسلؐ کو بھی جس کے گھر میں کئی کئی دن چولہا نہیں سُلگتا تھا - اُس زمانہ کے آپ جیسے مولویوں (یعنی عربی دان لوگوں نے) یہ کہے بغیر نہ چھوڑا کہ "یَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ"[له] اور یہ سمجھ لیا کہ بازار میں چلنے پھرنے کھانا کھانے کے بعد بھلا کوئی نبی کیونکر ہو سکتا ہے - اور بقول ہمارے بعض اخبار نویسوں کے جنھوں نے کفار قریش کے تیرہ سو برس بعد جدید جنم لے کر سنجیدگی ومتانت کا جامہ پہن کر برنی صاحب کی کتاب پر ریویو لکھے ہیں - " ایسے آدمی کو نبی تو کیا شریف آدمی بھی نہیں کہا جاسکتا ہے " - یہ تو کھانے پینے کا پہلو تھا - اسی ایک پہلو کا کیا ذکر - اُن بدبختوں نے اپنی شوخیٔ طبع سے اُس ذات مستجمع الصفات کو کسی پہلو سے بھی اعتراض کئے بغیر نہیں چھوڑا - وہ زمانہ عورتوں کے حق میں اچھا ہو یا بُرا لیکن بہرحال تعدد ازدواج کا عام رواج تھا - اس لئے اس زمانہ کے عیسائی یا دوسرے کفار عام رواج زمانہ کی بدولت اُس وقت تو اس پر کوئی اعتراض نہ کرسکے - لیکن اپنے ذہنی معیار خیر وشر کے مطابق زمانہ کے رواج کے مدنظر یہ اعتراض تو کر ہی دیا - کہ آپ نے اپنے منہ بولے لڑکے زیدؓ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرلیا - ان کے نزدیک

[له] وہ تو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے - (پ۱۸ ع ۱۶)

یہ معاشرتی پہلو اُن کے اپنے خودساختہ معیار شرافت سے گرا ہوا تھا۔ اور کسی دوسرے علمی و عقلی معیار صداقت وشرافت سے وہ نہ صرف بیگانہ بلکہ آج کل کے مولوی صاحبان کی طرح بے پرواہ تھے۔ اس لئے جب اللہ تعالے نے فرمایا کہ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِی السَّبِيْلَ (الاحزاب پارہ ۲۱) تو وہ اس کو سمجھ ہی نہ سکے۔ دلیل الٰہی یہ تھی کہ ایک سینہ میں دو دل تو نہیں ہوتے کہ ایک دل سے انسان یہ سمجھے کہ فلاں شخص غیر کا لڑکا ہے اور دوسرے دل سے اُسی غیر شخص کے لڑکے کو اپنا لڑکا سمجھ لے۔ اس لئے مُنہ بولا لڑکا فی نفسہٖ اپنا لڑکا نہیں ہوسکتا جس کے خون کی شرکت کی وجہ سے اس کی مطلقہ حرام ہو جائے۔ یہ تو تمہارے اپنے بے دلیل خیالات اور مُنہ کی باتیں ہیں۔ یہ دلیل کتنی قوی اور دل میں اُتر جانیوالی ہے مگر جو دل توہمات و رسم و رواجات کے حق میں ہو اُس پر اِس دلیل کا کیا اثر ہوسکتا ہے اس لئے دلیل سمجھ ہی میں نہ آسکی۔ یہ تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کفار کا اعتراض تھا۔ زمانہ حال کے عیسائی معاندین نے تو آپؐ کے متعدد ضروری نکاحوں کے معاملہ کو ہی آپؐ کی نبوت کا مبطل سمجھ رکھا ہے۔ بہرحال یہ زمانہ کے ذوق کی بات ہے۔ اور اگر ہر زمانہ کے ذوق کو وجہ دلیل یا معیار حق و باطل تسلیم کر لیا جائے تو حق و باطل محض ایک خیالی چیز رہ جائے گی۔ جس کو حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غربت و افلاس کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ نہ رہنے کو مکان نہ پناہ لینے کو کوئی سایہ۔ صرف ایک کنگھی بالوں کی درستی کے لئے اور کھانے پینے کے لئے ایک پیالہ لکڑی کا یہی ساری کائنات تھی۔ عجز و مسکنت ایسی کہ اگر کسی نے ایک گال پر طمانچہ مارا تو دوسرا گال خود پیش کر دیا۔ عمر بھر نکاح کی مقدرت نہ ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ حالت ہی عیسائیوں کے لئے معیار حق بن گئی۔ اور وہ اسی معیار پر ہی نبوت کی صداقت کو جانچنا چاہتے ہیں۔

ے اللہ نے کسی آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں رکھے اور نہ تم لوگوں کی بیویوں کو جن سے تم اظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں بنایا۔ اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے بنایا یہ تمہارے اپنے مُنہ کی باتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ (پ ۲۱ ع ۱۷)

اسلام قبول کرنے میں ان کے پہلے بھی یہی باتیں سدّراہ ہوئیں اور اب بھی یہی طعنے وہ اسلام اور مسلمانوں کو دیتے ہیں۔ کہ تمہارے پیغمبر نے نو بیویاں اور لونڈیاں کیں۔ جنگ و جدل کیا، لوگوں کو قتل کیا اور کرایا۔ ملک اور جائدادیں پیدا کیں۔ حکومت اور شاہی کی۔ اُن کے نزدیک یہ ساری باتیں خواہ کتنی جائز اور مبنی برحق ہوں ایک نبی کے درجہ سے گری ہوئی ہیں جس کو وہ غریب اور مسکین اور ذلیل ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اُن کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہی نمونہ تھا۔ لیکن اگر ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ مسکنت تھی کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسرا گال بھی پیش کر دیا کرتے تھے۔ تو دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ جلال تھا کہ ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام بھی حضرت موسےٰ علیہ السلام کی سختی سے محفوظ نہ رہے۔ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗ اِلَیْهِ[۵۱]۔ اس پر حضرت ہارونؑ نے فرمایا۔ یَابْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ[۵۲] یہ تو عین زمانہ نبوت کا حال ہے۔ نبوت کے قبل بھی حضرت ایسے سرہنگ تھے کہ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ[۵۳] کا قصہ قرآن میں موجود ہے۔ ایک طرف عیسیٰ علیہ السلام کی غربت کا یہ عالم کہ فرماتے ہیں۔ کہ پرندوں کے لئے گھونسلے اور لومڑیوں کے لئے بھٹ ہیں مگر ابن آدم کیلئے سر چھپانے کی جگہ نہیں۔ کیا دردناک افلاس ہے؟ دوسری طرف حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ شان و امارت دیکھو کہ "فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ[۵۴]" کے دادِ الٰہی سے راحت حاصل کر کے ایسے اعلیٰ مقام شکر پر فائز ہوتے ہیں کہ بیت المقدس میں کھانا کھاتے ہیں۔ اور ہندوکش و قراقرم میں دوپہر کا قیلولہ فرماتے ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خود قرآن شریف نے سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا[۵۵] مقام مدح میں فرمایا ہے جو عورتوں سے بے تعلق و بے غرض تھے! دہر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی یہ حالت اُدھر حضرت داؤد علیہ السلام ننانوے ۹۹ عورتیں رکھتے تھے۔

---

۵۱ اور اپنے بھائی (ہارون) کے سر کو اور ڈاڑھی کو پکڑ کر اُن کو اپنی طرف کھینچنے لگے۔ (پ ۹ ع ۸)

۵۲ اے میری ماں جائے میری ڈاڑھی اور سر پکڑ کر نہ کھینچ۔ (پ ۱۶ ع ۱۴)

۵۳ پس موسیٰ علیہ السلام نے گھونسا مارا اور وہ شخص مر گیا۔ (پ ۲۰ ع ۵)

۵۴ پس ہم نے ہوا کو اس کی خدمت میں لگا دیا جو اس کے حکم سے چلتی تھی۔ (پ ۲۳ ع ۱۲)

۵۵ سردار ہیں اور عورتوں سے بچے ہوئے ہیں (پ ۳ ع ۱۲)

توکیا اس طرح انبیاء کے ذاتی حالات جو وقت و موقع اور محل کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ کسی دوسرے کے لئے معیار صداقت قرار پا سکتے ہیں؟ حضرت ایوب علیہ السلام تمام عمر مرض میں گرفتار رہکر "اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ"[۵۱] ہی کہتے رہے۔ اور صبر کا اعلیٰ مقام پایا۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے سختیاں اُٹھا کر بھی فرماتے ہیں "رَبِّ اهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ"[۵۲] لیکن حضرت نوح علیہ السلام قوم کا غرور دیکھکر پکار اُٹھے۔ "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا"[۵۳] یہی نہیں بلکہ اُن کی آئندہ نسلوں کی اصلاح سے نا اُمید ہو کر کہنے لگے "اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا یَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا"[۵۴] یہ پکار سُنی گئی اور دنیا غرق کر دی گئی۔ کیا انبیاء علیہم السلام کے یہ خاص حالات یا عادات کوئی مستقل معیار صداقت کے طور پر کام آ سکتے ہیں؟ یہ حالات اپنے موقعہ و محل کے لحاظ سے یقیناً اچھے اور بہت اچھے ہیں۔ لیکن پھر بھی دوسروں کے لئے یہ کوئی معیار صدق و کذب قرار نہیں دئے جا سکتے ہیں۔ اگر ہر ایک نبی کی حالت یا ذاتیات کو معیار صداقت قرار دیا جائے۔ تو ایک کو دوسرے سے کوئی نسبت ہی نہیں رہتی۔ پس یہ امر کہ انبیاء سابقین یا بزرگانِ دین میں سے بعض دنیا کی جائز آسائش سے مستفید نہ ہوئے کوئی معیار صداقت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ عام تمدن۔ ملکی معاشرت۔ ذاتی حالات و مزاج کے اختلاف کی وجہ سے ان چیزوں میں اختلاف باقی رہے گا۔ یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ ان کو کسی دوسرے کی صداقت کے جانچنے کے لئے معیار قرار دیا جائے لیکن چونکہ اس زمانہ میں لوگ دین اور عرفان الٰہی سے بیگانہ ہو گئے ہیں۔ اگر قرآن کریم کے بتلائے ہوئے معیار صداقت کو یہ لوگ گم نہ کر دیتے۔ تو اپنے اوہام کی پیروی سے باز آ جاتے۔ کھانے پینے کی چیزوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہم کو حکم دیا ہے۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا

---

[۵۱] اے میرے رب مجھے دُکھ لگ گیا ہے تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (پ۱۷ ع ۶)

[۵۲] اے میرے رب میری قوم کو ہدایت دے حقیقت یہ ہے کہ وہ میرے منصب کو پہچانتے نہیں۔ (حدیث)

[۵۳] اے اللہ زمین پر کافروں کا کوئی گھر نہ چھوڑ (پ۲۹ ع ۱۰)

[۵۴] اگر تو انہیں چھوڑ دیگا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور نہیں جنیں گے مگر فاجر کافر (پ۲۹ ع ۱۰)

مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ[۵۱]" یعنی حلال چیزیں کھاؤ۔ صرف حلال نہیں فرمایا بلکہ حلال کے ساتھ طیّب کی بھی شرط لگا دی۔ ایک چیز بلحاظ اپنی نوعیت وجنس کے طیّب وغیر طیّب ہوتی ہے اور بلحاظ طریقہ حصول کے بھی طیّب وغیر طیّب ہوتی ہے۔ اس لئے وہ لوگ جن میں تقویٰ ہے اللہ کے اس حکم کی تعمیل میں کسی چیز کو نہ صرف اُس کی نوعیت وجنس کی وجہ سے حلال وطیّب سمجھتے ہیں۔ بلکہ طریقہ حصول شئے کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں اور نوعیت وجنس کو بھی دیکھتے ہیں۔ ایک چیز خواہ کیسی ہی حلال ہو لیکن اگر طیّب نہو۔ تو وہ اس سے اعراض کر کے طیّب چیز کے حصول کی فکر کریں گے۔ پس طیّب چیزوں کا استعمال کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ بلکہ مستحسن امر ہے۔ اور اتنا مستحسن کہ انبیاء کو خاص طور پر طیّبات ہی کے استعمال کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ مومنون پارہ ۱۸ رکوع ۴ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا الخ[۵۲]"۔ اور صرف اس حکم پر بس نہیں فرمایا بلکہ جب حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حلال وطیّب چیز کو اپنی بیویوں کی خاطر سے ترک کرنا چاہا۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ "یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ[۵۳]"۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ[۵۴]" پس اگر احکام الٰہی سے واقفیت اور خدا کا ڈر دل میں موجود ہوتا۔ تو جو اعتراضات حضرت مرزا صاحب کے استعمال مقویات ومعجونات ومشک وعنبر پر کئے جاتے ہیں۔ اُن سے احتراز کیا جاتا۔ حضرت مرزا صاحب کی علالت وضعف ومحنت کو ملحوظ رکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ مشک وعنبر یا معجونات کا استعمال اُن پر حرام تھا یا اُن کا استعمال اُن کے دعویٰ کی صحت یا صداقت وتعلق باللہ کے منافی تھا؟ لیکن جب تحقیق حق مدنظر نہ ہو تو ان امور پر توجہ کون کرے۔

---

[۵۱] اے لوگو زمین کی حلال اور طیّب چیزیں کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ (پ۲ ع ۵)

[۵۲] اے رسولو پاک طیّب چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

[۵۳] اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنی بیویوں کی خاطر وہ چیز اپنے اوپر کیوں حرام کرو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے (پ۲۸ ع۱۹)

[۵۴] اے رسولؐ کہدو کہ کس نے اس زیب وزینت کو حرام کر دیا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہیں۔ اور نیز طیّب رزق کو۔ (پ۸ ع ۱۱)

اس قسم کے اعتراضات سے سوائے اپنے اور اپنے حامیوں کے علمی ذوق کی کمزوری کے اظہار کے اور کیا نتیجہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہی نہیں کہ رسالہ زیر جواب میں مقویات و معجونات تک معاملہ ختم کر دیا گیا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ایک "ٹانک وائن" کا بھی نام لے لیا گیا ہے اور اس کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ٹانک وائن فی الحقیقت شراب ہے یا نہیں ایک الگ بات ہے۔ لیکن ٹانک وائن کا نام آجانے سے ہی ہر شخص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگتا ہے کہ یہ کیا بات ہے۔ اس لئے ایک مخالف کی شہادت بھی درج کر دی گئی کہ یہ ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے۔ غنیمت ہے کہ یہ نہ لکھ دیا کہ مرزا صاحب یہ شراب خود استعمال کرتے تھے۔ یہ ڈھنگ اور طریقے ہیں۔ جن کو مخالفین علمی تحقیقات کہتے ہیں۔ اور اس سے ایک دعویدار مسیحیت و مہدویت کے دعویٰ کی جانچ اور تحقیق کرنے کی بجائے لوگوں کو متنفر کرنا چاہتے ہیں تاکہ کوئی اصل دعاوی و دلائل کی طرف نہ جھک جائے۔

چونکہ سلسلہ بیان میں ٹانک وائن کا ذکر آگیا ہے۔ اس لئے ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس کی بھی صراحت کر دی جائے۔ برنی صاحب نے ٹانک وائن کی نسبت جو کچھ لکھا ہے وہ بحوالہ حضرت مرزا صاحب کے ایک خط کے ہے۔ جو حکیم مولوی محمد حسین صاحب قریشی کے نام تھا۔ جو حضرت صاحب کے مرید اور معتقد اور مخلص تھے حکیم صاحب موصوف کے نام حضرت اقدس جناب مرزا صاحب نے اور خطوط بھی لکھے جو حکیم صاحب نے "خطوط امام بنام غلام" کے نام سے رسالہ کی شکل میں شائع کر دئے ہیں۔ جس کے صفحہ ۵ پر یہ خط شائع ہوا ہے۔ کیا ناظرین یہ تصور کر سکتے ہیں کہ ٹانک وائن جو بقول برنی صاحب ایک طاقتور اور نشہ دینے والی شراب تھی (قادیانی مذہب طبع پنجم ص۱۹۱) اور جس کو حضرت مرزا صاحب نے اپنے ایک مخلص مرید کے ذریعہ منگایا تھا اگر فی الحقیقت وہ ایسی شراب تھی اور مرزا صاحب نے خفیہ طور پر اپنے پینے کے لئے منگائی تھی اور وہ ہی اس کا استعمال کرتے تھے۔ تو کیا ایک مرید و مخلص واقف کار رازدار حکیم اس خط کو جو رازداری سے لکھا گیا تھا اس طرح شائع کر دیتا؟ اور پھر وہ کتاب اشاعت کے بعد ہر شخص کو بلا تکلف دے دیجاتی؟ یہ صورت حال اس بات کی شاہد ہے کہ ٹانک وائن کوئی شراب نہ تھی بلکہ وہ دوا تھی جو حضرت مرزا صاحب بعض مریضوں کے لئے اپنے پاس رکھتے

تھے۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہوری نے اخبار پیغام صلح مورخہ ۴۔ مارچ ۱۹۳۵ء میں اس کی صراحت کی ہے اور بتادیا ہے کہ یہ ایک مقوی دوا ہے جو انفلوئنزا وغیرہ کے بعد کمزور مریض کو دی جاتی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے اس کا فارمولا (نسخہ) بھی شائع کرایا ہے۔ جو مولوی علی محمد صاحب اجمیری کی کتاب "ہمارا مذہب" کے صفحہ ۲۱۲ پر شائع ہوا ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہے :۔

"ٹانک وائن" عموماً سٹرنز وائن آف کاڈ لور آئل کو کہتے ہیں۔ جو دوائی کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اس کے اجزاء یہ ہیں۔ آئرن ہیپٹون۔ آئرن اینڈ امونیا۔ سائٹریٹ بیف اینڈ کاڈ لور ہیپٹونز۔ لائم اینڈ سوڈیم گلسرو فاسفیٹس۔ کسکارا۔ اور الکحل ۱۶ فی صد۔ یہ ٹانک وائن اعصابی کمزوری نیز خون اور دوران خون کی کمزوری میں استعمال ہوتی ہے۔ نمونیا اور انفلوئنزا کے حملہ کے بعد جو کمزوری لاحق ہوتی ہے۔ اس کے دور کرنے کے لئے بھی اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی خوراک ایک چمچہ بھر ہے۔ اس سے قطعاً نشہ نہیں ہوتا۔ اور نہ اسے کوئی نشہ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ بلکہ یہ ایک دوائی ہے۔ اور دوائی کے طور پر مذکورہ بالا امراض میں استعمال کی جاتی ہے"

ہم نے خود بھی اس معاملہ میں تحقیقات کی ہے۔

Bangal Immuity Co, Limited

بنگال کی ایک مشہور دوا ساز اور دوا فروش کمپنی ہے۔ جس نے اپنی دواؤں کی کتاب میں (Vine malt) کا اشتہار دیا تھا جو ٹانک وائن ہے ہم نے اُس سے اس کے اجزاء اور کیفیت دریافت کی۔ اس کا جواب یہ ہے :۔

" وائن مالٹ بہترین ٹانک وائن ہے۔ جس میں فولاد۔ گلیسرو فاسفیٹ آف لائم، سوڈا پیپٹوں اور دس فی صدی الکحل شریک ہے۔ یہ ٹانک وائن خاص طور پر دودھ پلانے والی ماؤں کی صحت کو زچگی کے بعد بحال رکھتا ہے اور طویل بیماریوں مثلاً میعادی بخار۔ انفلوئنزا یا نمونیا کے بعد اور نیورا ستھنیا کمی خون۔ ایام حمل کی بیماریوں قلبی عوارض معدہ کی خرابیوں اور بھوک کی کمی میں استعمال کرایا جاتا ہے"

اس تحقیق سے بلا کسی شک وشبہ کے واضح ہو جاتا ہے کہ ٹانک وائن فی نفسہ شراب نہیں بلکہ ایک مقوی دوا ہے۔ جو کمزور اشخاص کو استعمال کرائی جاتی ہے۔ البتہ اس میں الکحل کی شرکت ہے۔ مگر اس مقدار میں کہ فی نفسہ اس میں کوئی سکر یا نشہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ انگریزی دواؤں میں عموماً الکحل اس لئے شریک کیا جاتا ہے کہ دوائیں سڑنے سے بچیں اور محفوظ رہیں۔ اس لئے کوئی انگریزی دوا جو عرق کی قسم سے ہو الکحل سے خالی نہیں ہوتی۔ الکحل فی نفسہ اس مقدار میں جو دواء میں شریک کیا جاتا ہے نشہ پیدا نہیں کرتا۔ پس ایک دوا کو جو نام کی مشابہت کی وجہ سے لوگوں کے لئے باعث وہم وشک ہو سکتی ہے۔ اس طرح نمایاں عنوان دیکر شائع کرنے سے اس نیت کا صاف اظہار ہوتا ہے۔ جو جناب برنی صاحب کی اس کتاب کے شائع کرنے سے تھی۔ مگر باوجود اس کے وہ یہ نہیں کہہ سکے کہ حضرت صاحب اس کو خود بھی استعمال کرتے تھے۔

یہ جواب رسالہ "قادیانی مذہب" کی فصل اول کے ان شر انگیز عنوانات کا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی ذات و صفات کے متعلق ان کے لباس وخوراک و دواء و مرغوبات کے نام سے سے قائم کئے گئے ہیں۔

فصل دوم تا ہفتم کا جواب "تصدیق احمدیت" میں دیا جا چکا ہے۔ اور جدید اضافہ جات میں بعض ضروری اضافوں کا جواب اور بھی دیا جائے گا فصل ہشتم صرف محمدیؓ بیگم کے نکاح کے معاملہ اور پیشگوئی کے متعلق ہے جس کا تفصیلی جواب علیحدہ باب ششم میں دیا جائے گا جو حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے متعلق ہے۔ فصل نہم مرزا صاحب کے بعض الہامات اور خصوصاً آمدنی و ذرائع آمدنی کے متعلق ہے۔ الہامات کے متعلق تو اصولی و اجمالی جواب "تصدیق احمدیت" میں بھی دیا جا چکا ہے اور اب بھی ہر ایک الہام کے متعلق علیحدہ جواب ضروری نہیں۔ کیونکہ الہام ایک محض اعتباری چیز ہے۔ اگر ملہم پر اعتبار کر لیا جائے تو الہام کو صحیح ماننا پڑے گا۔ اور اگر ملہم کا اعتبار نہ کیا جائے تو بجز ایسے الہامات کے جو پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں۔ باقی الہامات پر بحث ناممکن ہے۔ کہ ان کے پرکھنے کا کوئی معیار بجز ملہم کے اعتبار کے فی الحال موجود نہیں ہے۔ یہ معیار کہ ملہم جھوٹے الہامات پر منجانب اللہ گرفت میں آتا ہے ایسا معیار ہے جس کے

مطابق الہام کی صحت ملہم کی پوری زندگی کے بعد ہی جانچی جا سکتی ہے۔ اس لئے اس معیار پر الہام کی صحت وقت کے وقت پر نہیں جانچی جا سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ آمد و اخراجات کے متعلق یہ جواب کافی ہے۔ کہ جو جماعت اس آمدنی کا ذریعہ ہے جب اس کو اس پر کوئی اعتراض نہیں اور وہ مطمئن ہے اور جان بوجھ کر وہ اپنے اموال سلسلہ کی خدمت کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کو اور آپ کے بعد آپ کے جانشین خلفاء کے حوالہ کرتی رہتی ہے تو دوسرے غیر متعلقہ اشخاص جو اس آمدنی کے ذرائع سے کوئی تعلق نہیں رکھتے کیوں مضطرب و بیقرار ہو رہے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ایک گروہ تو اپنا دین و ایمان سمجھ کر اسلام کی خدمت کے لئے اپنا تن من دھن ایک شخص کو ایک شخص کو امام مان کر حوالہ کر رہا ہے اور دوسرے لوگ جن پر اس کا کوئی بار نہیں ہے شُح نفس کے مرض میں گرفتار اس پر ناک بھوں چڑھا رہے ہیں۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ[1]

اس کے بعد تین فصول نمبر ۱۰-۱۱-۱۲ کو جناب برنی صاحب نے سیاسیات کیلئے وقف کر دیا ہے۔ فصل ۱۴ بھی اسی مضمون سے متعلق ہے۔ ہم ان فصول کا تفصیلی جواب ضروری نہیں سمجھتے۔ برنی صاحب کی غرض ان فصول کے قائم کرنے سے غالباً یہ ہوگی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے گورنمنٹ و حکام گورنمنٹ کے مقابلہ میں جو طریق نرمی و لینت اور انکسار کا اختیار کیا یا اپنی خدمات کا گورنمنٹ پر اظہار کیا ہے وہ علامہ کے خیال میں شاید شان مسیحیت یا مہدویت یا ادعائے نبوت اُمتی کے منافی ہے۔ جو لوگ دل میں باغیانہ خیالات رکھتے ہیں اور جن کے سینے گورنمنٹ کی مخالفت کے خیال سے لبریز ہیں اور ہمت نہیں رکھتے کہ اپنے دلی عناد و بغی کو ظاہر کر سکیں ان کو اپنے بطون کے اظہار کا اس سے اچھا کیا موقع مل سکتا ہے۔ کہ جب کوئی فرد یا جماعت گورنمنٹ پر اپنے خیر خواہانہ خیالات یا جذبات کا اظہار کرے۔ تو اس سے خواہ مخواہ مخالفت کر کے اس فرد یا گروہ سے نفرت پھیلانے کے لئے پروپیگنڈا کیا جائے۔ اور اس کے خیالات کو ذلیل نظروں سے دیکھا جائے۔ اللہ تعالےٰ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ[2] کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن اسلام کے دعویٰ کے ساتھ علامہ برنی جیسے لوگ بغی کو مسلمان کی صفت قرار دینا چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود اظہار بغی کی قوت و ہمت نہ رکھ کر دوسروں کو اس پر اُبھارنا

---

[1] تو کہہ دے کہ اپنے غصے سے خود ہی مرو (پ ۴ ع ۳) [2] منع کرتا ہے بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے۔

چاہتے ہیں۔ اور جو اس منافقانہ اعتقاد سے بیزار ہونے کا اظہار کرے تو اُن کے نزدیک وہ قابلِ ملامت اور گردن زدنی قرار پاتا ہے۔ قرآن پاک کو پڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اپنے خاص بندوں اور خصوصًا انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالےٰ کس طرح ادب سکھاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہی بنی اسرائیل کی نجات کے لئے ہوئی تھی جو فرعون جیسے جبّار بادشاہ کی حکومت میں ذلیل سے ذلیل تر ہو گئے تھے۔ حضرت موسیٰؑ معہ اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے نبی بنائے جاتے ہیں خلعتِ نبوت دونوں کو عطا ہوتی ہے اور حکم ہوتا ہے اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ[۱] جاؤ تم اور تمہارا بھائی دونو لیکن دیکھو ہماری یاد میں سستی نہ کرنا۔ اس ساز و سامان اور اپنے خاص نشانات کے ساتھ آراستہ کرکے دونوں کو بھیجا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے۔ "اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى[۲]" کہ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ جس نے سر اٹھایا ہوا ہے (یعنی خدائی کا دعوی کر رہا ہے) اس حکم کے بعد ادب سکھایا جاتا ہے" فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى[۳]" تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ بھول سے باز آکر (ہمکو) یاد کرے اور (ہم سے) ڈرے یعنی ادب سکھایا اور اس کے برکات سے بھی مطلع کر دیا۔ باوجود اس کے اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح دوبدو کلام کیا اور اپنے معجزات کے ساتھ خاص فرعون کے پاس اپنے بھائی کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ لیکن پھر بھی حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس جاتے ہوئے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں" رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى[۴]"۔ کہ اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہیں وہ ہمارے پر زیادتی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اپنی ذلت و رسوائی اور ہلاکت کا خوف ہوتا ہے لیکن ایسے موقعہ پر حسبِ معاملات بشری ادب و لینت اور موقع و محل کے مطابق کام و کلام کرنے کی ہدایت ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد وہ اپنی ذمگی خاص مہم و مشن کی انجام دہی کے لئے تیار و آمادہ ہوتے ہیں۔ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی تھا۔ گورنمنٹ سے بحیثیت گورنمنٹ کے اور بحیثیت ملکہ کے حضرت ملکہ وکٹوریا آنجہانی یا افسران متعلقہ سے حسبِ مراتب ادب و لینت کے ساتھ

---

[۱] و [۲] و [۳] و [۴] ۔ (پارہ ۱۶ رکوع ۱۱)

مخاطبت کرتے تھے۔ مگر باوجود اس کے حق تبلیغ سب کے ساتھ ادا کیا۔ اور ہر ایک کو کلمۂ حق پہنچا دیا۔ اور آپ کی اتباع میں آپ کے متبعین نے بھی اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ تحفۂ قیصریہ وستارۂ قیصریہ وصحیفۂ آصفیہ وتحفۃ الملوک ودعوۃ الامیر وتحفہ پرنس آف ویلز مستقل طور پر وہ مکتوبات وتحریرات ہیں۔ جن میں ملکہ معظمہ اور پرنس آف ویلز (سابق ملک معظم) امیر کابل۔ حضرت غفران مکاں واعلیٰحضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی کو کھلے طور پر لیکن ادب اور مراتب کو ملحوظ رکھ کر تبلیغ کی گئی ہے۔ اور اس طرح جو حق تبلیغ کا تھا وہ ادا کر دیا گیا ہے۔ اس لئے محض ادب ولینت اور حفظ مراتب کا خیال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے اصلی مشن کے مانع اور مزاحم نہ تھا۔ خدا کے یہ پاک بندے انسانی خلق واخلاق میں بھی بلند پایہ اور قابل تقلید نمونہ رکھتے ہیں۔ اس لئے "وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ"[۵۱] کے حکم کے مطابق مراتب کا لحاظ رکھکر تبلیغ کرتے ہیں۔ مولانا لوگوں کی طرح نہیں ہوتے کہ یوں ہر وقت "عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا"[۵۲] بنے رہتے ہیں لیکن جب دینی غیرت وحمیّت کا وقت آجاتا ہے تو سگ پروردہ کی طرح قدموں پر لوٹتے ہیں اور حق کہنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اور اسی طرح دین وایمان کے ساتھ خودداری اور عزت نفس کو بھی اپنی بے حیائی پر قربان کر دیتے ہیں۔ لیکن وہ عمل جو انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوتا ہے جس کا نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دکھایا۔ وہ منظور ومقبول بارگاہ الٰہی ہوتا ہے۔ جس کی بالآخر ضدی مولانا بھی نقلیں کرتے ہیں۔ مگر بمصداق:۔ ؎

آنچہ دانا کند کند ناداں ۔۔۔ لیک بعد از خرابیٔ بسیار

چنانچہ برنی صاحب ان نظاروں سے خود بخوبی واقف ہیں۔ اور اپنی حق گوئی وحق طلبی کی ہمت کو بھی خوب جانتے ہیں ؎

(مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز)

پس یہ اجمالی اور اصولی جواب ہے۔ جناب برنی صاحب کے فصول اربعہ ۱۰۔۱۱۔۱۲۔۱۴ کا۔ جو سیاسیات دور اول۔ دور ثانی ودور ثالث کے نام سے قائم کی گئی ہیں۔ تیرھویں فصل ان بیانات سے متعلق ہے جن میں حضرت مسیح موعودؑ

---

[۵۱] آپس کی فضیلت کو نہ بھولو (پ۲ ع۱۵) [۵۲] منہ بنانیوالے تیوری چڑھانیوالے (پ۲۹ ع۱۹)

اور آپ کے خلفاء نے مسیح موعودؑ کے نہ ماننے والوں کے مذہبی اور دینی مقامات کی تفصیل و تشریح کی ہے۔

بلاشبہ یہ امر ہر اک صاحب زعم و خیال کے لئے تکلیف دہ ہے کہ اس کے علی الرغم کوئی مختلف رائے یا خیال ظاہر کیا جائے لیکن ایک مرسل، ایک مامور من اللہ اور ایک موعود نبی کے لئے یہ امر ناگزیر ہے کہ وہ اپنے ماننے اور نہ ماننے والوں میں کوئی فرق و امتیاز قائم کرے۔ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ"[۱] باوجود اس اخلاق و ادب کے جو جناب الٰہی سے اس مقدس گروہ کو عطا فرمایا جاتا ہے وہ مامور ہوتے ہیں کہ اپنے آنے اور بعثت کی غرض اور اس کے نتائج کا اعلان کریں اور صاف صاف واضح طور پر کھول کھول کر ہر اک چیز کو بیان کر دیں۔ تاکہ لوگوں کو غور کرنے کا موقع مل سکے۔ اگر وہ ان امور کو صاف طور پر بیان نہ کریں تو وہ تمام غرض ہی مفقود ہو جائیگی جو اس پاک گروہ کے مبعوث کرنے سے ہے۔

ایسے اشخاص کے آنے کے بعد دنیا تین حصوں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ ایک گروہ اس کے متبعین و مصدقین کا ہوتا ہے جو اس پر اور اس کے دعاوی پر ایمان لاتا ہے اور بلسان شرع مومن کہلاتا ہے۔ دوسرا اس سے اِباء و انکار کرنے والا گروہ ہے۔ جو اس کے دعاوی اور دلائل کی تکذیب کرتا اور اُس کی جانب بڑے بڑے عیوب منسوب کر دیتا ہے۔ اس گروہ منکرین کو باصطلاح شرع کافر کہا جاتا ہے۔ تیسرا گروہ "مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ"[۲] کا ہے جو نہ حق کے اظہار و تسلیم کی ہمت رکھتا ہے نہ اس سے علانیہ انکار کر سکتا ہے۔ زمانہ سازی کے مدنظر جدھر غلبہ دیکھتا ہے ہاں میں ہاں ملانے لگتا ہے۔ اس کو قرآن نے بلفظ "منافقین" بیان فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جنھوں نے بالہام الٰہی موعود نبی ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ جن کو بربنائے احادیث نبویؐ مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کہا جاتا ہے۔ اُن کیساتھ

---

[۱] اللہ تعالیٰ مومنوں کو اُسی حالت میں نہ چھوڑیگا یہاں تک خبیث اور طیب میں فرق نہ کر دے۔ (پ۴ ع ۹)

[۲] دونوں گروہوں کے درمیان تذبذب میں ہیں (پ۵ ع ۱۸)

بھی یہی سلوک ہوگا۔ کہ اُن کے ماننے والے مومن۔ نہ ماننے والے کافر اور ان دونوں کے درمیان منافقین ہوں گے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے اور یہی حق ہے۔ اور ان اصطلاحوں کے اس طرح استعمال پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

صرف اس لئے کہ ایک بہت بڑا گروہ حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب کے دعاوی مسیح موعود کو نہیں مانتا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس انبوہ کثیر کو باوجود انکار کے بھی مومن کہا جائے۔ کسی گروہ کی کثرت یا قلت پر اصطلاح شرعی کے صادق آنے کا انحصار نہیں۔ اصطلاح کے انطباق کا دارومدار واقعات و کیفیت پر ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ ایک شخص نے مسیح موعود و مہدی یا نبی ہونے کا دعویٰ اس دنیا میں کیا ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ اُس کے ماننے والے اُس کے مومن اور نہ ماننے والے کافر ہی کہے جائیں گے۔ نہ ماننے والوں کو مومن کہنا کسی طرح سچ اور مطابق واقعہ نہ ہوگا۔ نہ ماننے والوں کو یہ تو اختیار ہے کہ وہ خود حضرت مسیح موعودؑ یا اُن کی جماعت کو مومن یا مسلم نہ تسلیم کریں اور اُن پر سخت سے سخت کفر کا فتویٰ عائد کریں۔ لیکن یہ حق نہیں ہے کہ مسیح موعودؑ یا اُن کی جماعت کو اُن شرعی اصطلاحوں کے استعمال سے روک دیں جو دعویٰ ماموریت و مہدویت کی وجہ سے ناگزیر طور پر استعمال کی جائیں گی۔ تم خود ہی انصاف کرو کہ اگر مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی تمہاری نظر میں مسیح و مہدی نہیں۔ بلکہ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں۔ تو جب کبھی مسیح موعود یا مہدی معہود آئے گا۔ جو تمہاری نظر میں صحیح و صادق اور منجانب اللہ ہوگا۔ تو تب تم اُس کے ماننے والوں یا نہ ماننے والوں میں کوئی امتیاز قائم کرو گے یا نہیں؟ اور اگر امتیاز کرو گے تو کن اصطلاحوں سے؟ اگر وہ اصطلاحیں یہی ہوں گی تو پھر اعتراض کیا ہے؟ پس جو لوگ حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی کو مسیح موعود یا مامور من اللہ و اُمتی نبی مانتے ہیں۔ تو وہ ماننے اور نہ ماننے والوں کے لئے اسلام کی مقررہ اصطلاحیں استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔

بات دراصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ لفظ "کفر" کو بطور ایک گالی کے تصور کیا جانے لگا ہے اور گالی ظاہر ہے کہ بُری ہی معلوم ہوتی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ حقیقت کفر سے عوام اتنے زیادہ متاثر نہیں معلوم ہوتے جتنا لفظ "کفر" سے۔ لیکن اگر ان الفاظ کو جذباتی کیفیت و اثر سے علیحدہ ہو کر دیکھا جائے۔ تو یہ صرف ایک اصطلاح ہے جو ماننے اور نہ ماننے والوں کے درمیان

امتیاز کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اگر درحقیقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی کا نہ ماننا اور اُن کی تکذیب و تضحیک ابتغاءً لمرضات اللہ ہے۔ اور بموجب برکات و ثمرات اُخروی ہے۔ تو ان کے فتویٰ کفر سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اگر وہ کسی کو کافر کہیں بھی۔ تو اس سے کسی کا فی الواقع کوئی نقصان نہیں ہے۔ پس محض اصطلاح کے استعمال سے چڑنے یا آشفتہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

مسیح موعود تو بوجہ مامور من اللہ ہونے کے اپنے نہ ماننے والوں پر کفر کی شرعی اصطلاح منطبق کرتے ہیں۔ لیکن علماء نے تو فقہ میں ایک مستقل باب ہی اس کے لئے قائم کر دیا ہے۔ جس میں ہر اک ایسے کلمہ گو اور مدعی اسلام کو جو ان حرکات کا مرتکب ہوتا ہے جن کا ذکر فقہ میں ہے کافر ہی کہا ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ دیو بندی علماء نے بریلویوں اور بریلویوں نے دیوبندیوں کی اور شیعوں نے سُنیوں اور سُنیوں نے شیعوں کی علانیہ تکفیر کی۔ اور اب بھی روزانہ اسی تکفیر بازی کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کفر بازی کے مشغلہ سے ہر ایک فرقہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ دُور کیوں جائیے ابھی حال ہی میں علماء دیو بند کی تکفیر کی نسبت ہندوستان کے تین ۳۰۰ سو علماء کا فتوے شائع ہوا ہے۔ جو بڑے خوشنما شجرے کی وضع میں نہایت ہی قیمتی کاغذ پر عمدہ طباعت کیساتھ مولوی محمد ابراہیم صاحب بھاگلپوری نے لکھنؤ سے طبع کرا کے شائع کیا ہے۔ اس میں ہمارے شہر حیدر آباد دکن (صَانَهَا اللّٰهُ عَنِ الشُّرُوْرِ وَالْفِتَنِ)[1] کے علماء عظام محمد بادشاہ حسینی صاحب مولوی وحید قادری صاحب۔ مولوی عبد القدیر صاحب صدیقی (سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ) کے نام بھی ہیں۔ دعویدار مسیح موعود کو تو ایک منصبی حق حاصل ہے۔ لیکن علماء اور مشائخین کو اس قسم کا حق کس نے عطا کیا ہے؟ پھر یہ فتویٰ کفر علماء دیو بند کے جن عقائد و کلام پر ہے۔ وہ بھی ملاحظہ ہوں۔ فتویٰ میں اُن کی کتابوں سے جو اقتباسات لئے ہیں اور ان اقتباسات پر جو نمک مرچ لگایا گیا ہے۔ وہ جناب برنی صاحب کی چشم ناتوان کے لئے سرمۂ عبرت ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو:—

---

[1] اللہ تعالیٰ اس شہر کو شر اور فتنوں سے بچائے۔

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) (نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم)

وہابیہ دیوبندیہ عقائد والوں کی نسبت تین سو علماء اہلسنت والجماعت کا متفقہ فتویٰ

برادران! اس زمانے میں اسلام کو جتنا نقصان صرف وہابیہ دیوبندیہ کے اکیلے گروہ نے پہنچایا ہے۔ تمام باطل فرقے مجموعی طور پر بھی اتنا نقصان نہیں پہنچا سکے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ برخلاف اور فرقوں کے وہابیہ دیوبندیہ نے اپنا کوئی علیحدہ نام نہیں رکھا۔ بلکہ اسلام سے علیحدہ ہوجانے کے بعد بھی یہ فرقہ اپنے آپ کو سُنّی حنفی کے نام سے ظاہر کررہا ہے اور ناواقف سُنّی حنفی بھائی اسی وجہ سے دھوکہ کھاتے اور اپنا ہمخیال سمجھ کر خلاملا رکھنے کی وجہ سے ان کے دامِ فریب میں پھنس جاتے ہیں۔ اسلامی انجمنوں نے یہ حال دیکھکر فتووں رسالوں اور اشتہاروں کا ایک ایسا سلسلہ جاری کیا ہے۔ جن کے ذریعہ سے ناواقف سُنّی حنفی بھائیوں کو عام طور پر معلوم ہوجائے کہ وہابیہ دیوبندیہ کا اپنے آپ کو سُنّی حنفی ظاہر کرنا بڑا دھوکا ہے۔ دراصل یہ اشد ترین مرتد کافروں کا ایک گروہ ہے جس کی نظیر دنیا کے پردے پر کہیں نہیں پائی جاتی۔ ہماری یہ تحریر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس میں وہابیہ دیوبندیہ کے چند عقیدے بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔ مسلمان بھائی ان کو پڑھ کر خود سمجھ جائیں گے کہ یہ لوگ مسلمان ہیں یا مرتد دشمن ایمان۔ اور وہ عقیدے یہ ہیں:۔

(۱) خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ (۲) وعدہ خلافی کرسکتا ہے (۳) ہم نہیں مانتے کہ خدا کا جھوٹ بولنا محال ہے۔ تقویۃ الایمان ص۳۱ و رسالہ یکروزی مولوی اسمٰعیل دہلوی آنجہانی امام وہابیہ۔ و امداد الفتاویٰ مولوی اشرف علی تھانوی ص۱۰۶ و ص۱۰۷ و ص۱۱۴ تا ص۱۱۵ و براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی آنجہانی ص۲۰۲۔ یہ تو تھا اللہ جلشانہ کے متعلق وہابیہ دیوبندیہ کا عقیدہ۔ اب ملاحظہ ہو ولیوں اور نبیوں کی بابت اُنکا ہذیان۔

(۱) اولیاء انبیاء سب عاجز بندے اور ہمارے بھائی ہیں۔

(۲) انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے۔

(۳) ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے ذلیل ہے۔ تقویۃ الایمان ص۱۴-۱۵-۶۰

پہلی عبارت میں تو اولیاء و انبیاء کو عاجز بندے ہونے میں اپنی طرح بتایا۔ اور دوسری میں

جو بڑا بزرگ ہو، اس کو اپنا بڑا بھائی ٹھہرایا ہے۔ اور تیسری میں ان چھوٹوں بڑوں سب کو ملا کر خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل بتایا۔ کیوں اے مسلمان بھائیو جب اولیاء انبیاء کو اپنا بڑا بھائی بتایا تو اُن کو اپنے باپ کے مُرتبہ سے کم ٹھہرایا یا نہیں کہ بڑے بھائی کا مُرتبہ باپ کے مُرتبہ سے یقیناً کم ہوتا ہے۔ اور جب اولیاء انبیاء کو خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ٹھہرایا تو چمار کو اُن سے بدرجہا افضل بتایا یا نہیں کہ جو چمار سے بھی ذلیل ہو تو چمار یقیناً اس سے افضل ہو گا۔ پس جب یہ لکھا کہ اولیاء انبیاء اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی افضل نہیں تو اس کا مطلب یہی ہوا یا نہیں۔ کہ اللہ کی شان کے آگے چمار اولیاء انبیاء سے بھی افضل ہیں۔ یہ ہے خدا و انبیاء کے متعلق وہابیہ دیوبندیہ کے عقائد کا نمونہ۔ یہ تو عموماً سب انبیاء کے لئے تھا۔ اب خاص طور پر حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دیکھئے :۔

(۱) ابلیس اور ملک الموت کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اس خبیث عقیدے کے متعلق وہابیہ دیوبندیہ کے مقتداء کی خاص عبارت یہ ہے :۔

"شیطان اور ملک الموت کو تو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعت علم کی کونسی نصّ قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" یہ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ (دیکھو براہین قاطعہ صفحہ ۴۷)

(۲) جیسا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا ایسا علم تو ہر بچے اور ہر سڑی۔ سودائی خبطی بلکہ تمام حیوانوں اور چوپاؤں کو (جس میں بیل۔ بھینسے۔ گدھے۔ بندر اور ہاتھی۔ گھوڑے کتے سوٗر سب داخل ہیں) حاصل ہے۔ یہ وہابیہ دیوبندیہ کے حکیم الامۃ مولوی اشرف علی تھانوی کی "حفظ الایمان" میں ہے۔ اُن کے اصل الفاظ یہ ہیں :۔

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علم غیب ہے یا کُل۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر صبی (مجنون) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" (صفحہ ۷ حفظ الایمان)

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے جو دیوبندیوں میں شیخ الہند کہلاتے ہیں۔ اور مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے خلیفہ ہیں اپنے مرشد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی لکھا ہے (اصل الفاظ یہ ہیں) :-

"زباں پر اہل اہوا کی ہے کیوں اُعلُ ہبل شاید + اُٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی"

پھر انہی صاحب نے اپنے انہی مرشد گنگوہی صاحب کے کلوٹے غلام کو حضرت یوسف کا ثانی قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے ؎

"قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں + عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی"

پھر انہی صاحب نے اپنے پیر کی لاش کو خدا اور اُن کی قبر کو کوہ طور اور اپنے آپ کو موسیٰ ٹھہرایا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ ؎

"تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ + کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی"

یعنی جس طرح حضرت موسیٰؑ نے طور پر اللہ تعالےٰ سے عرض کی تھی۔ اسی طرح میں مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی تربت کو طور قرار دیکر انکی لاش سے ارنی کہتا ہوں۔ "معاذ اللہ"

پھر انہی صاحب نے لکھا ہے۔ ؎

"پھریں تھے کعبہ میں بھی ڈھونڈتے گنگوہ کا رستہ + جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوقِ عرفانی"

اس ناپاک شعر میں کھلے طور پر گنگوہ کو کعبہ سے افضل کہا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ ذوق و شوقِ عرفانی رکھنے والوں کو جب کعبہ میں عرفان میسر نہ آیا اور وہ عرفان حاصل کرنے کے شوق و جوش میں گنگوہ کا راستہ دریافت کرتے پھرتے تھے۔ تاجلد کعبہ کو چھوڑ جہاں انہیں عرفان حاصل نہیں ہوا گنگوہ کا رستہ لیں۔ اور گنگوہی کی قبر کو طور اور اُن کی خیالی لاش کو خدا تصوّر کرکے ارنی کہنے اور عرفان حاصل کرنے کا موقعہ پائیں۔ (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)

پھر یہی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے تو صرف مُردوں ہی کو زندہ کیا تھا۔ مگر گنگوہی صاحب نے دو کام کئے۔ یعنی جو مر چکے تھے اُن کو تو زندہ کر دیا۔ اور جو زندہ تھے ان کی موت کا رستہ بند کر دیا اور انہیں مرنے سے مستثنیٰ کر دیا۔ پس حضرت مسیح کی مسیحائی

گنگوہی صاحب کی مسیحائی کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے۔ حضرت مسیحؑ کو چاہئے کہ اس گنگوہی صاحب کی مسیحائی کو دیکھیں۔ یعنی اس کے قائل ہوں اور اس پر ایمان لائیں

اصل الفاظ دیوبندی صاحب کے یہ ہیں ؎

"مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا + اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریمؑ"

بھائی مسلمانوں فرقہ دیوبندیہ شیطانیہ ناواقف سُنّی حنفی بھائیوں کو یہ مغالطہ دیا کرتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کی عبارتیں تبدیل و تغیر اور قطع و بُرید کر کے پیش کی جاتی ہیں۔ اور ان کا مطلب سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے بھی غلط بیان کیا جاتا ہے۔ ہم نے ان دونوں مغالطوں کا قلع قمع کر دینے کی غرض سے دو کام کئے ہیں۔ ایک یہ کہ جو عبارتیں ان کے بڑوں کی نقل کی ہیں وہ بقید صفحہ و نام کتاب نقل کی ہیں تا جو چاہے مقابلہ کر کے اطمینان کر لے۔ اور اس پر بھی بس نہ کر کے ہر عبارت کے متعلق سوا سو روپیہ انعام بھی مقرر کر دیا ہے۔ یعنی جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ اگر اُن میں سے کوئی عبارت دیوبندی ملانوں کی کتابوں میں نہ نکلے تو فی عبارت سوا سو روپیہ دیا جائیگا۔ دوسرے ہم نے دیوبندی صاحبان کی کتابوں سے ایسی عبارتیں نقل کی ہیں کہ معمولی اُردو خواں بھی اُنکا مطلب آسانی سے سمجھ لیں۔ علاوہ اس کے ان عبارتوں کے متعلق بہت سے علماء کے فتووں کا خلاصہ بھی نقل کئے دیتے ہیں تا ظاہر ہو جائے کہ ان عبارتوں کا مطلب سمجھنے میں غلطی نہیں ہوئی ہے۔ کون مان سکتا ہے کہ تمام ہندوستان کے علمائے اہل سنت ان دیوبندی اصحاب کی اُردو عبارتوں کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں اور ان فتووں کا خلاصہ جو علمائے موصوف نے انہیں مندرجہ بالا عبارتوں کی وجہ سے لکھتے ہیں:-

"وہابیہ دیوبندیہ اپنی عبارتوں میں تمام اولیاء و انبیاء حتّٰی کہ حضرت سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم اور خاص ذات باری تعالےٰ شانہٗ کی اہانت و ہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً مرتد و کافر ہیں اور اُن کا ارتداد و کفر سخت سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہی جیسا مرتد و کافر ہے۔ اور جو اس شک کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ بھی مرتد و کافر ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اُن سے بالکل ہی محترز و مجتنب رہیں۔ اُن کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر

؎ یہ عبارت مولانا برقی صاحب اور اُن کے حامیوں کی توجہ خاص کے قابل ہے۔

ہی کیا اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں۔ اور نہ اپنی مسجدوں میں گھسنے دیں نہ اُن کا ذبیحہ کھائیں۔ نہ اُن کی شادی غمی میں شریک ہوں نہ اپنے ہاں اُن کو آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں۔ تو عیادت کو نہ جائیں۔ مریں تو گاڑنے تو پنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔ غرض ان سے بالکل احتیاط و اجتناب رکھیں۔"

یہ ہے حضرات علمائے اہل سُنت کے فتووں کا خلاصہ اور یہ فتوے دینے والے صرف ہندوستان ہی کے علماء نہیں ہیں۔ بلکہ جب وہابیہ دیوبندیہ کی عبارتیں ترجمہ کر کے بھیجی گئیں تو افغانستان و خیوا و بخارا و ایران و مصر و روم و شام اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ وغیرہ تمام دیارِ عرب و کوفہ و بغداد شریف غرض تمام جہان کے علمائے اہل سنت نے بالاتفاق یہی فتویٰ دیا ہے کہ ان عبارتوں سے اولیاء انبیاء اور خود خدائے تعالیٰ شانہ کی سخت سخت اشد اہانت و توہین ہوئی۔ پس وہابیہ دیوبندیہ سخت سخت اشد مرتد و کافر ہیں۔ ایسے کہ جو ان کو کافر نہ کہے خود کافر ہو جائے گا۔ اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائیگی اور جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی۔ اور از روئے شریعت ترکہ نہ پائیگی۔ چونکہ وہابیہ دیوبندیہ پر ارتداد و کفر کا فتویٰ دینے والے علماء اس کثرت سے ہیں کہ اگر ان تمام کے اسماءِ مبارکہ معہ مختصر حال اور پتہ کے ساتھ درج کئے جائیں تو کئی مجلدات میں بھی نہ سمائیں۔ اس لئے صرف چند ہی اسماءِ گرامی ایک شجر کی صورت میں جو پیش نظر ہے درج کئے جاتے ہیں۔ جن کو تفصیل دیکھنی ہو وہ دیکھیں :۔

(۱) تقدیس الوکیل (۲) السیف المسلول (۳) عقائد وہابیہ و دیوبندیہ (۴) تاریخ دیوبندیہ (۵) حسام الحرمین (۶) فتاوی الحرمین (۷) الصوارم الہندیہ علیٰ مکر شیاطین الدیوبندیہ وغیرہ وغیرہ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

المعـــــــــــــــلن

خاکسار محمد ابراہیم بھاگلپوری

نوٹ للمؤلف:۔ معلوم نہیں مولانا برنی اور اُن کے ہمجیاں علماء عالم کے اس متفقہ فتوی پر عمل پیرا ہیں یا نہیں ؟

ناظرین نے ملاحظہ فرمایا جناب برنی صاحب اور اُن کے حامی و ہم لہجہ بزرگوں کے یہ کرشمے ہیں۔ علماء ہند و شام و عراق اور سارے عالم اسلامی کے نام لے کر شخصیت کو متعین کر کے اُن کے کلام کے اقتباسات دیکر مشہور ترین علماء دیوبند کو جو سر برآوردہ روزگار ہیں۔ بیدھڑک کافر کہدیا۔ اور کافر بھی ایسا جس کے کفر میں شک بھی بدترین کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کفر کیسی صاف و صریح عبارتوں سے ثابت کیا گیا اور عبارت کے ساتھ کتاب کا نام و صفحہ بھی لکھدیا۔ اس سے زیادہ متانت اور سنجیدگی اور کیا ہوگی۔ جناب برنی صاحب نے غالباً ان ہی سے سبق لیا ہے۔ مبارک۔

اس کے بعد ملاحظہ فرمایئے یہی علماء دیوبند اور اُن کے فیض یافتہ حضرت مولٰنا اشرف علی تھانوی و مولٰنا بشیر احمدؐ صاحب عثمانی ایک دوسرا فتوی کفر ہاتھ میں لیکر اُٹھے ہیں۔ اور مولانا شبلی اور اُن کے بھائی مولوی حمید الدین صاحب فراہی پر جو ہمارے شہر کے مشہور مدرسہ دار العلوم کے پرنسپل رہ چکے ہیں اور جن کی قرآن فہمی مشہور اور مسلّم ہے اور جن کے تقوی کا ایک بڑا گروہ گواہ ہے۔ علمائے دیوبند مذکور نے کفر کا فتوی لگا دیا جس کے لئے ہمارے شہر کے مذہبی رسالہ "ترجمان القرآن" کو اپنے جمادی الاول ۱۳۵۵ھ میں ایک مقالہ لکھنا پڑا۔ جس کو ہم نے صفحہ ۶ تا ۸ باب دوم پر درج کیا ہے۔ رسالہ "قادیانی مذہب" طبع چہارم و پنجم کی تیرھویں فصل کا یہ جواب کافی ہے۔ ۱۰-۱۱-۱۲-۱۴ کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے اس کے بعد تین۳ فصول یعنی ۱۵ تا ۱۷ میں زیادہ تر جماعت احمدؐیہ کے باہمی اختلافات کے متعلق اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ ان فصول کو براہ راست حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی و دلائل اور اُن کی تکذیب یا تردید سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے ان کے جوابات ضروری نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی جماعتوں میں اس قسم کے اختلافات یا امت مرحومہ کے باہمی اختلافات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں انہی اختلافات کی وجہ سے بہتر۷۲ نہیں بلکہ بہتر سے بہت زیادہ فرقے اس اُمت میں قائم ہو گئے ہیں اور ایک دوسرے کو جو کچھ کہتا ہے اس سے دنیا ناواقف نہیں۔ اس لئے یہ اختلافات کسی مامور من اللہ کے دعوی کی صداقت پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے۔

اٹھارھویں فصل میں حضرت مرزا صاحب کے دعوی کے داخلی نقشہ کے نام سے ۳۶ عنوانات ہیں۔ ابتدا اس فصل کی "ابتدا و انتہا" کے عنوان سے کی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں

براہین احمدیہ کی ابتدائی تالیف اور اس کی طبع و اشاعت کا ذکر کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی دعویٰ اور ماقبل و مابعد دعویٰ کے چند مزید ادوار از سر نو جناب مؤلف غلام نے مقرر فرمائے اور انہی مضامین کو جو کتاب زیر جواب کی طبع اول میں آ گئے ہیں کہیں بتکرار بیان کیا ہے اور کہیں اپنے بیانات کو تقویت دینے کے لئے کچھ جدید عنوانات قائم کر کے نئے اقتباس انہی پرانے مضامین کی نسبت دے دئے ہیں۔ منشاء صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو دو طریقوں سے مطعون کیا جائے۔ اول یہ کہ آپ کے مذہبی خیالات منقلب ہوتے رہے۔ دوسرے یہ کہ کتاب براہین احمدیہ صرف ایک ذریعہ جلب منفعت تھی۔ ان دونوں اعتراضات کے متعلق ہماری جماعت کی طرف سے بار بار جوابات دئے جا چکے ہیں اور اب یہ دونوں اعتراضات ناقابل اعتناء ہو گئے ہیں۔

انسانی زندگی میں مختلف حالات و خیالات کا انقلاب ہر ایک انسان پر گذرتا ہے۔ اور انبیاء و اولیاء و مصلحین بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ہم اپنی کتاب "تصدیق احمدیت" میں اس کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ باقی رہا کتاب براہین احمدیہ کے ذریعہ منفعت حاصل کرنا اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو یہ نعمت دیکر اپنی ذات کے لئے کوئی منفعت حاصل کی تھی۔ اس اتہام اور الزام کا اللہ تعالےٰ نے خود اپنی زبان سے جو جواب دیا ہے۔ وہ ایک مومن اور متقی کے لئے کافی ہے۔ سنو اور کان کھول کر سنو۔ اگر دل میں تقویٰ کا ذرا بھی اثر ہے تو اس جواب کے بعد زبان بند کرو :-

"وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ"

؂ اور نبی کیلئے خیانت کرنا ہو ہی نہیں سکتا اور جو خیانت کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس فعل کے ساتھ (خدا کے حضور) آئے گا۔ پھر ہر شخص کو اس مکتسبہ عمل کا پورا اجر دیا جائے گا۔ اور ان سے کوئی کمی نہ کی جائیگی۔ کیا رضوان الٰہی کا طالب و متبع اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو غضب الٰہی کا مورد ہوا۔ اور جس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جو سب سے برا ٹھکانا ہے۔ (پ ۴ ع ۸)

براہین احمدیہ کو پڑھو اور دیکھو کہ کیا یہ کام اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھا یا نہیں اور جیسا کہ دوسرے مخالفین نے قبول کیا ہے اگر آپ بھی ازراہ انصاف یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہ کام تو ضرور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھا۔ تو پھر سوچو کہ جو شخص اس طرح اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہمہ تن مستعد و آمادہ ہو جائے کیا وہ رضوان الٰہی سے محروم ہو جائے گا؟ اگر نہیں تو پھر آیت محولہ بالا کو پڑھو اور کلام الٰہی کے اس زور اور قوت و نور کو محسوس کرو۔ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ" کی دلیل کس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی صفائی اور برات کر رہی ہے لیکن اگر اس پر بھی آپ کو تسکین نہ ہو اور کلام الٰہی کا صاف و شفاف و صحت بخش پانی آپ کی آتش بغض و حسد کو بجھا نہ سکے۔ تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حسب ذیل اعلانات ملاحظہ ہوں:۔

"ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق کے شور و غوغا کا خیال کر کے دو مرتبہ اشتہار دیدیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے حوالہ کرے اور اپنی قیمت لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے انہوں نے کتابیں بھیج دیں اور قیمت واپس لے لی۔ اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا مگر پھر بھی ہم نے قیمت دیدی .... اب مجدداً ہم یہ چند سطور بطور اشتہار لکھتے ہیں۔ کہ اگر اب بھی کوئی ایسا خریدار چھپا ہُوا موجود ہے۔ جو غائبانہ براہین کے توقف کی شکایت رکھتا ہے تو وہ فی الفور ہماری کتابیں بھیج دے۔ ہم اس کی قیمت جو کچھ اس کی تحریر سے ثابت ہوگی اس کی طرف روانہ کر دیں گے۔ اور اگر کوئی باوجود ہمارے ان اشتہارات کے اب بھی اعتراض کرنے سے باز نہ آوے تو اس کا حساب خدا تعالےٰ کے پاس ہے۔" (ایام الصلح صفحہ ۱۷۳-۱۷۴)

"اور کیوں مجھ پر یہ الزام لگاتے ہو کہ براہین احمدیہ کا روپیہ کھا گیا ہے۔ اگر میرے پر تمہارا کچھ حق ہے جس کا ایمانًا تم مواخذہ کر سکتے ہو یا اب تک میں نے تمہارا کوئی قرضہ ادا نہیں کیا۔ یا تم نے اپنا حق مانگا اور میری طرف سے انکار ہُوا۔ تو ثبوت پیش کر کے وہ مطالبہ مجھ سے کرو۔ مثلاً اگر میں نے براہین احمدیہ کی قیمت کا روپیہ تم سے وصول کیا ہے۔ تو تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے کہ براہین احمدیہ کے وہ چاروں حصے

میرے حوالہ کرو اور اپنا روپیہ لے لو۔ دیکھو میں کھول کر یہ اشتہار دیتا ہوں کہ اب اس کے بعد اگر تم براہین احمدیہ کی قیمت کا مطالبہ کرو اور چاروں حصے بطور ویلیو۔ پے۔ ایبل میرے کسی دوست کو دکھا کر میری طرف بھیج دو اور میں اُن کی قیمت بعد لینے اُن چہار حصوں کے ادا نہ کروں تو میرے پر خدا کی لعنت ہو۔ اور اگر تم اعتراض سے باز نہ آؤ اور نہ کتاب کو واپس کر کے اپنی قیمت لو تو پھر تم پر خدا کی لعنت ہو۔"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۲۳ اشتہار مورخہ ۱۵ ر دسمبر ۱۹۰۰ء)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان واضح اور کھلے اشتہارات کے بعد آپ کے خلیفہ وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا وہ تازہ اعلان پڑھ لو جو کہ آپ نے خطبہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۳۔ نومبر ۱۹۳۵ء میں فرمایا ہے کہ :۔

"جو کوئی اس کا دعویدار ہو کہ اس نے براہین احمدیہ کے لئے کوئی قیمت یا رقم دی ہو۔ اور اس کو براہین احمدیہ کے ذریعہ اس کا پورا معاوضہ نہیں ملا۔ تو دعویدار کی طرف سے معقول ثبوت ملنے پر وہ رقم ہم بحیثیت وارث حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہونے کے واپس کرنے پر آمادہ ہیں۔"

پس یہ کافی جواب رسالہ" قادیانی مذہب کی اٹھارھویں فصل کا ہے۔

اُنیسویں فصل" پیچ رنگ" کے عنوان سے مرتب کی گئی ہے اور یہ عنوان واقعی ہے بھی اس فصل کے لئے موزوں۔ کہ جس میں کسی خاص رنگ پر جناب برنی صاحب کو قرار نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آتش زیر پا ہیں۔ ع

جو جل اُٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

کبھی مرزا صاحب کے مخالفین کو سامنے کھڑا کر کے اُن کے پس پشت جا بیٹھتے ہیں اور کبھی اُن دماغی مریضوں کو سامنے کر دیتے ہیں۔ جن کے نبوت کے دعاوی یا بڑ برنی صاحب کی نظر میں اس قابل ہیں کہ ان پر پبلک غور کرے اور حسب ارشاد علامہ ممدوح یہ تسلیم کرے کہ یہ پانچویں جماعت وہ ہے۔" جس نے مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو مان کر خود بھی فائدہ اُٹھایا۔ اور ان کی ماتحتی میں اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ گویا مرزا صاحب کا مسلک و مذہب حد کو پہنچا دیا۔"

اگر واقعی ان پاگلوں کا دعویٰ نبوت استدلال کے قابل ہے اور ان کی بے راہ روی سے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی پر کافی زد پڑتی ہے۔ تو برنی صاحب اُن مخالفین و معاندینِ اسلام کو کیا جواب دیں گے۔ جو "حدیث" ثَلَاثُوْنَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ" پر استدلال کر کے اُمت کے ان جملہ کذابوں کو حوالہ میں پیش کر دیں گے جو اس موجودہ زمانہ سے قبل اُمتِ محمدیہ میں پیدا ہو چکے ہیں۔ اور جن کی طرف نواب صدیق حسن خانصاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ فصل ۲۰ صفحہ ۲۳۳ تا صفحہ ۲۳۹ میں اشارہ کیا ہے۔ اور دوسرے علماء نے اس کی صراحت کی ہے۔ کیا اُمت محمدیہ میں اس قسم کے کذابوں کا پیدا ہونا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و فیض تعلیم کا نتیجہ ہے؟ کیا اس قسم کے پاگلوں سے اسلام پر کوئی حرف آسکتا ہے؟

جناب برنی صاحب اور اُن کے حامی اس بات پر غور کریں اور اس کے بعد احمدی جماعت اور اس کے افتراق اور اختلافات و غالیوں اور پاگلوں کی دماغی خرابی سے احمدیت کے خلاف استدلال کریں۔ مسیلمہ کذاب۔ سجاح اور اسود عنسی کے دعاوی تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات ہی سے شروع ہو گئے تھے۔ اور خلفاء کے زمانہ میں بمشکل یہ فتنہ دفع ہوا۔ اس سلسلہ میں جناب مصنف علامہ نے بعض اُن اشخاص کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ جو پہلے حضرت مسیح موعودؑ سے حسن ظن رکھتے تھے یا آپ کے مُرید تھے اور بعد میں مرتد ہو گئے حالانکہ ارتداد کے لئے خود کلام پاک نے ہم کو اطلاع دی ہے کہ "مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ"[1]

قرآن پاک نے جس ممکن الوقوع واقعہ کو بیان کر کے اس پر احکام مرتب کر دئے اس کا وقوعہ اُمتِ محمدیہ میں ضروری ہے۔ چنانچہ خود کاتب وحی مرتد ہو گیا تو اسلام کا کیا بگڑ گیا؟

---

[1] جو کوئی تم سے مرتد ہو جائے اپنے دین سے اور پھر کفر کی حالت ہی میں مرے تو وہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے۔ یہ جہنمی ہیں اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ (پ ۲ ع ۱۱)

اسی طرح ہزاروں آدمی مرتد ہو گئے یا ہوتے رہتے ہیں تو اس سے اسلام کی صداقت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ کیا برنی صاحب کسی مسلمان کے ارتداد کو اسلام کے کذب کی دلیل قرار دینا چاہتے ہیں؟ "نعوذ باللہ منھا"۔ یہ ہے جناب برنی صاحب کا "پیچ رنگ"۔ کیا رنگ لائے ہیں اور کن کن کونوں میں منہ چھپاتے پھرتے ہیں مگر کہیں مفر نہیں ملتا اور نہ انشاء اللہ ملیگا۔ "فَاَیْنَ الْمَفَرُّ"

اس گھبراہٹ اور پریشانی میں جو "پیچ رنگ" کی ترتیب سے ظاہر ہے فاضل برنی نے مولوی ثناء اللہ کے آخری فیصلہ کو بھی اسی رنگ میں چھپا دینے کی کوشش کی ہے۔ پہلے یہ عنوان طبع اول کی فصل چہارم کا آخری اور دسواں عنوان تھا۔ جس کا دندان شکن تفصیلی جواب ایک طرف ہم نے اپنی کتاب "تصدیق احمدیت" کے صفحہ ۱۹۷ تا ۲۰۲ میں دیا ہے اور دوسری طرف مولانا علی محمد صاحب اجمیری نے اپنی لاجواب کتاب "ہمارا مذہب" میں بصفحہ ۳۵۸ تا ۳۶۲ "دیگر" "تا بخانہ باید رسانید" کا مقولہ پورا کر دیا۔ ان جوابات کی تکذیب یا تردید کی قوت نہ پاکر اس دفعہ جناب برنی صاحب نے اس عنوان کو اپنے اصلی اور پہلے مقام سے ہٹا کر "پیچ رنگ" میں چھپا دینے کی کوشش کے ذریعہ سے اپنے ششدر ہونے کا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ ہمارے جوابات متذکرہ بالا کا ماحصل یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس فیصلہ کن دعا کو جو آخری فیصلہ کے لئے کی گئی تھی قبول نہیں کیا۔ اور حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس دعا کو صرف اس لئے ان کے پاس بھیجا تھا کہ وہ خود اس کو شائع کریں۔ اور پھر اپنی طرف سے جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔

مولوی صاحب نے اس کے نیچے لکھا تو یہ لکھا کہ "یہ طریق فیصلہ مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے"۔ اور نہ صرف یہ کہ قبول نہیں کیا بلکہ یہ دعویٰ کر دیا کہ:۔

"خدائے تعالیٰ جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں"

اور اپنے اس دعویٰ کی تائید میں مسیلمہ کذاب کے واقعہ کو بیان کر کے لکھا کہ

"آنحضرت فداہ روحی کا انتقال مسیلمہ کذاب کی زندگی میں ہوا اور وہ زندہ رہا۔ آنحضرتؐ باوجود سچے نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال فرما گئے اور مسیلمہ باوجود

کذاب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔"

یہ لکھ کر مولوی ثناء اللہ نے صاف کہہ دیا کہ "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں ہے اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے"۔ اس طرح حضرت اقدس مرزا صاحب کی تحریر سے مولوی ثناء اللہ نے گریز کر کے یہ قرار دیا کہ صحیح معیار یہ ہے کہ "صادق کاذب کی زندگی میں فوت ہوتا ہے"۔ خدا کی قدرت دیکھئے مولوی ثناء اللہ نے حق و باطل کے پرکھنے کے لئے جو معیار اپنے لئے قرار دیا ہے۔ اس کے مطابق اُن کا فیصلہ بارگاہِ الٰہی سے ہو گیا۔ "اَلْمَرْءُ یُؤْخَذُ بِاِقْرَارِہٖ" کیا صاف واضح آخری فیصلہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہو گیا۔ لیکن ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ⁂ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ہم نے اپنے جواب متذکرہ بالا میں صراحت کی تھی کہ حضرت مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کے اعلان کی آخری سطور جناب برنی صاحب نے ترک کر دی ہیں (تصدیق احمدیت صفحہ ۲۰ تا ۲۲ ضمیمہ صفحہ ۱۱۲) جو یہ ہیں الفاظ ہیں:۔

"بالآخر مولوی ثناء اللہ صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

ایک طرف تو برنی صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اس فقرہ کو حذف کر دیا دوسری طرف مولوی ثناء اللہ نے اس تحریر پر اپنے اخبار اہلحدیث ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں جو کچھ لکھا تھا وہ پوشیدہ رکھا اور یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس دعا کے متعلق مسیح موعودؑ کی تحریر کے مطابق کیا لکھا۔ ہم نے اپنی کتاب "تصدیق احمدیت" میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی پوری تحریر درج کر دی تھی۔ جس کا خلاصہ اوپر دیدیا گیا ہے۔ لیکن برنی صاحب کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ ہمارے اس جواب کی تغلیط کے لئے زبان ہلا سکتے اور ایک لفظ بھی اپنے بے باک قلم سے لکھ سکتے۔ مگر باوجود اس کے اُن کی ڈھٹائی قابل دید ہے۔ کہ وہی عنوان جو طبع اوّل کی فصل چہارم میں نمبر ۱۰ پر آخری فیصلہ کے نام سے قائم کیا تھا وہ اب بھی قائم ہے۔ لیکن اس مرتبہ اُس فصل سے نکال کر اس عنوان کو آخری فصل "پیچ رنگ" میں ڈال دیا ہے اور اقتباس میں کچھ اضافہ کر دیا ہے۔ یہ اضافہ بھی ملاحظہ کے قابل ہے۔ ناظرین کرام طبع اول کی فصل چہارم کا عنوان نمبر ۱۰ اور طبع پنجم کی بیسویں فصل کا عنوان نمبر ۳

ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوگا۔ کہ برنی صاحب جس طرح چاہتے ہیں عبارتوں میں کمی وزیادتی کر دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ہر موقعہ پر اُن کی پردہ دری کے لئے سامان بھی بہم پہنچا دیتا ہے۔

اب کی مرتبہ جناب مؤلف "قادیانی مذہب" نے جو اقتباس دیا ہے۔ وہ اس کی کتاب کے صفحہ ۱۰۳۳ کی آٹھویں سطر پر اس طرح ہے۔ "یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے"۔ یہ فقرہ طبع اول میں نہ تھا بلکہ اس فقرہ کو طبع ہائے مابعد میں بڑھایا گیا۔ اور اس ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے دو طریقہ پر برنی صاحب کی پردہ دری کا سامان بہم پہنچایا ہے۔

(۱) اول یہ کہ برنی صاحب اقتباس کرنے میں بے باک ہیں۔ اپنے مطلب کے لئے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ متکلم کا منشاء کن جملوں سے صحیح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ صرف یہ مدنظر رکھتے ہیں کہ اُن کے عنوان کی تائید کن فقرات سے ہو سکتی ہے۔ اور تحریف مطابق قول باری تعالےٰ اسی کو کہتے ہیں "یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ"[1]۔

(۲) دوم یہ کہ اس جدید اضافہ شدہ فقرہ ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محض ایک دعا ہے جو حق وباطل کے تصفیہ کے لئے کی گئی تھی کوئی الہام یا پیشگوئی نہ تھی جس کے اسی طرح بلفظہٖ پورا ہونے پر اصرار کیا جا سکے۔ پس دعا کے لئے خواہ کوئی بھی لفظ استعمال ہوئے ہوں غرض اور منشاء صرف دعا کا یہ تھا کہ حق وباطل کا تصفیہ ہو۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھ دیا گیا تھا کہ دعا جو حق وباطل کے تصفیہ کے لئے کی گئی ہے آپ بھی اس کے ذیل میں جو چاہیں لکھدیں۔ اللہ تعالےٰ کے تصرف کے تحت مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود ایک معیار مقرر کر دیا۔ اور اسی معیار کے مطابق دعا کا نتیجہ برآمد ہوا۔ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ[2]۔ ناظرین اس تفصیل کو ذہن نشین کر کے خود صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی دعا کا جو مولوی ثناء اللہ صاحب سے آخری فیصلہ کے لئے کی گئی تھی کیا نتیجہ ہوا۔

پس یہ ہے جناب برنی صاحب کی انیسویں فصل "پیچ رنگ" کی کیفیت۔ غالباً اب تو

---

[1] وہ کلمات کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں (پ۵ ع۴) [2] پاک ہے وہ ذات جس نے دشمنوں کو ذلیل کیا۔

برنی صاحب اپنے "بیچیرنگ" کا ماٹھ بگڑتے ہوئے دیکھکر ذوق کا یہ مطلع مزے لیکر پڑھیں گے ؎

لاتا نیرنگ سے ہے رنگ نئے چرخ محیل ؛ واہ بگڑا ہے عجب رنگ سی اس ماٹھ میں نیل

اس کے بعد جناب برنی صاحب کی اس بے بہا علمی تالیف کا "خاتمہ" ہے۔ اس میں دو عنوانات ہیں۔ پہلا عنوان "ابتلاء کی حقیقت" کے الفاظ میں ہے۔ بظاہر اس عنوان سے جو حقیقت برنی صاحب واضح کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے۔ کہ نبوت کے جھوٹے دعاوی کرنے والے دنیا میں کبھی ناکام و تباہ نہیں ہوتے۔ ان کے لئے صرف آخرت ہی میں سزا مقرر ہے۔ اس کا جواب ہم باب پنجم میں دینگے (انشاء اللہ) جس میں معیار صداقت علیٰ منہاج النبوۃ پر بحث کی گئی ہے۔ اور عنوان نمبر دوم یعنی "قرآنی احکام" کا نہایت تفصیلی جواب "تصدیق احمدیت" میں دیا جا چکا ہے۔ اور ان تشریحات کے ساتھ جو ان دونوں عنوانات کی مندرجہ آیات مبارکہ کی ہم نے اپنی کتاب مذکور میں کی ہیں۔ ان ہر دو عنوانات کی مندرجہ ہر ایک آیت کلام پاک کے ایک ایک شوشہ اور لفظ سے ہم متفق ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ سب سے پہلے ہم کو اور ہماری جماعت کو اور اگر برنی صاحب برا نہ منائیں تو اس کے بعد ان کو اور ان کے ہمخیالوں کو ابتلاء دنیا سے بچائے اور اپنی مرضی کی راہوں پر چلائے اور وہ ایمان عطا فرمائے جو اس نے اپنے مقبول بندوں کو عطا فرمایا۔ اور ہم سب کو جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے۔ آپؐ پر ایمان لاتے اور آپؐ کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں۔ صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائے

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ[1] - اٰمین ثم اٰمین

اے میرے رب اس فتنہ سے اس امت مرحومہ کو بچا لے جس کے بچانے کے لئے تو نے ابتداء میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

(بحق محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین)

برنی صاحب اگر غور کریں اور برا نہ مانیں تو ہم درد دل سے کہتے ہیں کہ خاتمۃ الکتاب کے

---

[1] اے اللہ ہمیں حق حق کرکے دکھا اور اس کی اتباع عطا کر۔ اور باطل باطل کر دکھا اور اس سے اجتناب کی توفیق دے۔ (حدیث)

عنوان دوم کا جو جواب ہم نے "تصدیق احمدیت" کے آخر میں دیا ہے اس کو مکرر ملاحظہ فرمائیں اگرچہ اب کی مرتبہ آپ نے ان آیات کو "قرآنی احکام" کا نام و عنوان دیا ہے لیکن ابتدا میں جب بعد دعا کے ان آیات کی طرف منجانب اللہ آپ کو توجہ دلائی گئی تھی۔ تو آپ نے ان آیات کو نہایت موزوں اور صحیح عنوان "قرآنی تنبیہ" کے تحت درج کیا تھا۔ آپ اب بھی اس کو تنبیہ سمجھئے "تنبیہ الٰہی" کے نام سے بچنے کے لئے آپ نے عنوان سابقہ بھی بدل دیا۔ یعنی بجائے اصل عنوان "قرآنی تنبیہ" کے جو آپ کی کتاب کے طبع اول کے ص۱۳۶ فصل پنجم کا عنوان (۲) تھا۔ اب ہماری اس تشریح کے بعد جو ہم نے آپ کی اس "قرآنی تنبیہ" کی اپنی کتاب "تصدیق احمدیت" کے صفحات ۲۰۸ تا ۲۱۶ (دیکھئے ضمیمہ ص۱۱۱) میں کی ہے "قرآنی احکام" کا عنوان دیا ہے اس طرح عنوان تبدیل کر کے "تنبیہ الٰہی" سے آپ گریز کر کے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ یہ تنبیہ بہر حال تنبیہ ہے اور ہر شخص کو جس کا اس سے تعلق ہے غور کرنا چاہیئے۔

ہم نے اپنے جواب مذکور میں ان آیات کی جو تعبیر کی ہے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے جو اشارات واضح کئے ہیں۔ وہ آپ کی مخلصانہ توجہ کے قابل ہیں۔ ہماری ضد میں آپ اپنا راستہ خراب اور منزل کھوٹی نہ کیجئے۔ جناب رب العزت میں الحاح و مضطربانہ دعاؤں اور استخارہ مسنونہ کے بعد پھر اس پر غور کیجئے اور بار بار غور کیجئے شاید حق ظاہر ہو جائے۔ "وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ"[1]

ناظرین سے بھی بصد خلوص نیت التماس ہے کہ رسالہ "قادیانی مذہب" طبع چہارم و پنجم کی فصل بیس[2] کے عنوان نمبر ۲ "قرآنی احکام" کا ہم نے جو تفصیلی جواب اپنی کتاب "تصدیق احمدیت" کے صفحات ۲۰۸ تا ۲۱۶ پر دیا ہے۔ اس کو ایک مرتبہ ضرور ملاحظہ فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ آپ کے خلوص اور طلب حق کو دیکھ کر اپنی راہ آسان کر دے۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِكَ اَمْرًا[2] ؛

---

[1] یہ اللہ کو مشکل نہیں۔ [2] شاید اللہ اس کے بعد کوئی (ہدایت پانے کی) بات پیدا کر دے (پ ۲۸ ع ۱۷)

باب چہارم

حضرت[۱] مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی اور اُن کے دلائل۔ حضرت[۲] عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کی حقیقت۔ عیسیٰ[۳] اور مہدی اور کل مذاہب کا موعود منتظر۔ وہ[۴] بنیادی امور جن کا تصفیہ مسیح موعود کے دعویٰ کے لئے ضروری ہے۔ مسئلہ[۵] حیات و وفات مسیح اور علماء کے ہتکنڈے۔ بلغیر[۶] مسیح موعود کے ماننے کے اعمال حبط ہیں۔ مسیح[۷] موعود کی فضیلت اُمت محمدیہ میں مسلم ہے۔

سابقہ دو ابواب میں ہم نے صرف رسالہ "قادیانی مذہب" کے مرتب کردہ عنوانات اور اس کے ذیلی اقتباسات کا جواب دیا ہے۔ لیکن ان جوابات سے فی الواقع حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اُن اصلی دعاوی کی کافی وضاحت نہیں ہوتی۔ جو مخالفین کے سارے شور و شغب کا باعث ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ کے دعاوی کے دلائل اور ان ضروری علمی مباحث کے متعلق جو دعاوی و دلائل سے پیدا ہوتے ہیں کچھ وضاحت کر دی جائے۔

سو جاننا چاہیئے حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ بر بنائے اعلام و الہام الٰہی مختصر اور واضح طور پر یہ ہے کہ وہ حسب فرمودہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مسیح موعود و مہدی معہود ہیں۔ اور اس دعوے کے ساتھ حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت و متبعین کے عقائد خود حضرت اقدس مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں یہ ہیں :-

"جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں۔ اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور

ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائکہ حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے . . . . اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام سے اک ذرہ کم کرے یا اک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے۔ وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ وہ سچے دل سے کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن کریم سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لائیں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔

غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اُس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اُس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا۔ کہ ہم باوجود اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔ سُن رکھو! جھوٹ بولنے والوں اور افتراء کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے"

(ایام الصلح مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۸۶ و ۸۷)

اور انہی عقائد پر حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیعت لیا کرتے تھے۔ اور اب موجودہ امام یعنی حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بھی حسب ذیل الفاظ میں انہی عقائد پر بیعت لیتے ہیں :-

" آج میں محمود کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں اور اپنے تمام پچھلے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اور آئندہ بھی ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ شرک نہیں کروں گا۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسلام کے سب حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ قرآن کریم اور احادیث کے پڑھنے پڑھانے یا سُننے میں کوشاں رہوں گا۔ جو نیک کام مجھے بتائیں گے اُن میں آپ کا ہر طرح فرمانبردار رہونگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرونگا۔ اور حضرت مسیح موعود کے سب دعاوی پر ایمان رکھوں گا۔"

اس صراحت سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے جملہ عقائد وہی ہیں جو فرقہ اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ البتہ صرف ایک عقیدہ نزول مسیح موعود اور بعثت مہدی موعود میں تعیین شخصی کی حد تک اختلاف ہے۔ یعنی حضرت مسیح موعود و حضرت مہدی علیہما السلام کی آمد کے عقیدہ کی حد تک کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف صرف یہ ہے کہ ہمارے مخالف اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری بنی اسرائیلی زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں اور وہی بجنسہٖ پھر دوبارہ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے تشریف لائیں گے۔ اور ان کے علاوہ اسی اُمت سے ایک بزرگ مہدی کے نام سے مبعوث ہوں گے جو سید حسنی و حسینی ہوں گے۔ لیکن جماعت احمدیہ اس کے خلاف یہ کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بنی اسرائیلی نبی ناصری زندہ نہیں ہیں بلکہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ[۵] کے مقررہ قاعدہ اور قانون الٰہی کے مطابق اپنے وقت پر فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ خود بنفسہٖ دوبارہ اس دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ بلکہ ان کی خو بو پر اُن کے نام پر ایک شخص اسی اُمت محمدیہ سے پیدا ہوگا جس کے دو کام ہیں۔

اوّل۔ مسلمانوں کی اندرونی اصلاح و تجدید۔

دوم۔ بیرونی اصلاح یعنی اسلام کی عیسائیت کے غلبہ سے حفاظت اور عیسائیت کو مغلوب کرنا۔

امر اوّل کے لحاظ سے وہ مہدی ہوگا اور امر دوم کے لحاظ سے وہ مسیح ہوگا۔ اور ان دونوں کاموں کے لحاظ سے مجموعی حیثیت سے وہ کل مذاہب عالم کا مصلح موعود ہوگا۔ جس کو ہر مذہب نے مختلف نام دئے ہیں۔ اور وہ موعود حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

ظاہر ہے کہ اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقیدہ اور حضرت مرزا صاحبؑ کے اس دعویٰ کے لحاظ سے امور تصفیہ طلب صرف یہ ہو سکتے ہیں :۔

اوّل :۔ کیا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اس جسم عنصری کے ساتھ جو اُن کو

---

۵ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا پڑتا ہے۔ (پ ۱۷ ع ۳)

حیات دنیا کے لئے ملا نہا آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ یا مثل دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عمر طبعی پاکر فوت ہو گئے ہیں؟

دوم:۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود نہیں ہیں تو اس اُمت میں اُن کی آمد ثانی اور نزول کا کیا مطلب ہے؟

سوم:۔ کیا مہدی و عیسیٰ دو علیحدہ علیحدہ وجود ہیں یا ایک ہی وجود ہے جو اپنے اصلاحی کام اور صفات کی وجہ سے دو نام رکھتا ہے؟

ان میں سے امر اوّل سب سے زیادہ اہم اور موصل الی المقصود ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ فی الواقع حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ جس میں انھوں نے حیات دنیا بسر کی آسمان پر زندہ موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ احادیث جن میں نزول اور آمد کا ذکر ہے مخصوص ہو جاتی ہیں انہی کی ذات خاص تک۔ اس لئے مرزا صاحب اور اُن کی جماعت کے تمام دلائل ناقابل اعتبار ہو جاتے ہیں۔ اور ان پر توجہ کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب زندہ موجود نہیں ہیں نہ زمین پر نہ آسمان پر۔ تو یہ سارا شور و شغب جو اُن کی حیات کے عقیدہ پر مبنی ہے "هَبَاءً مَّنْثُوْرًا"[1] ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ پر فریقین کے درمیان مباحث و مناظرات بھی ہوئے۔ اور ایک دوسرے کے خلاف مبسوط کتابیں بھی لکھی گئیں جن کو تحقیق حق کا شوق ہو وہ فریقین کی کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں جس کی اشاعت کی غرض صرف یہ ہے کہ پبلک جماعت احمدیہ کے عقائد سے کما حقہٗ آگاہ ہو جائے۔ دلائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ صرف دلائل کی نوعیت کو سرسری طور پر واضح کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ ان کی قوت اور وقعت کا کچھ خاکہ ناظرین کتاب کے ذہن میں آجائے اور وہ یہ سمجھ سکیں۔ کہ محض سرسری اور کمزور باتیں اور بادر ہوا دعاوی نہیں ہیں جو محض ضد و کد سے کئے گئے ہیں۔

ایک نہایت ہی مختصر اور عام فہم بات جو حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی جانب سے کہی جاتی ہے اور جس کو ہر معمولی لکھا پڑھا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے لیکن جس کا جواب دینے سے

---

[1] بکھری ہوئی دھول (پ ۱۹ ع ۱)

بڑے بڑے علماء اہل سنت والجماعت ابھی عہدہ برا نہ ہوسکے سب سے پہلے بیان کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ علماء اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں قرآن پاک کی اس آیت پر مبنی ہے " یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ الخ" اس آیت میں جو لفظ " توفی " کا موجود ہے۔ اس کے معنی علماء اہل سنت والجماعت "پورا پورا لینے" کے کرتے ہیں۔ "وفات و موت" کے نہیں کرتے۔ اور جو کسی نہ کسی طرح وفات کے معنی تسلیم بھی کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں اس آیت میں مواعید کی جو ترتیب بیان فرمائی گئی ہے اسی سلسلہ سے نمبروار مواعید کا پورا کیا جانا ضروری نہیں ہے۔ فی الحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء ہوچکا اور نزول کے بعد توفی یعنی وفات دینے کا وعدہ پورا ہوگا۔ یہ خلاصہ ہے حضرات علمائے اہل سنت والجماعت کے عقائد و دلائل کا۔ جس کا حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کی طرف سے یہ جواب ہے کہ بلاشبہ لفظ توفی کا اشتقاق وفا سے بھی ہے جس کے معنی پورا کرنے اور پورا لینے کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ توفی جو آیت مبارکہ میں استعمال ہُوا ہے باب تفعّل سے ہے۔ اور جب کبھی اس لفظ کا استعمال اس طرح کیا جائے کہ فاعل اللہ ہو اور مفعول کوئی ذی روح ہو اور فعل باب تفعّل سے ہو۔ اور اس کلام میں جس میں لفظ استعمال کیا جائے کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو۔ جو لفظ کے معنی کو مجاز اور استعارہ یعنی سوائے موت کے دوسرے معنوں کی طرف پھیر دے۔ تو کلام عرب۔ قرآن پاک۔ احادیث نبوی میں اس کے معنی ہمیشہ قبض روح یعنی موت کے ہونگے اس کے سوا کوئی دوسرے معنی اس لفظ کے نہیں ہوسکتے۔ اگر کوئی ایک مثال بھی کلام عرب۔ قرآن پاک اور احادیث نبوی سے ایسی پیش کردی جائے جس سے ظاہر ہو کہ ایسی صورت میں لفظ توفی کے معنے " زندہ اُٹھائے جانے " کے کئے ہیں۔ تو ہم اپنے دعویٰ اور عقیدہ سے باز آجائینگے اور ایکہزار روپیہ بطور انعام پیش کریں گے ہمارے اس دعویٰ پر تقریباً نصف صدی گزر چکی ہے۔ مرزا صاحب آئے بھی اور چلے بھی گئے۔ لیکن آج تک علماء میں سے کسی نے کوئی معقول جواب اس دعویٰ کا نہیں دیا۔ اب بھی علماء موجود ہیں اور یہ چیلنج بھی موجود ہے ؎

بسم اللہ زاعجاز نفس جان دہ شان باز ؛ تا من قلم اندازم و گیرند قلم را

بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ ہمارے مخالف علماء لفظ "توفی" کے معنی بھرپور لینے کر کے موت کے معنی سے قطعی انکار کر جاتے ہیں۔ اگر توفی کے معنے بھرپور لینے کے ہی کر لئے جائیں تو ہر چیز کا بھرپور لینا جدا جدا معنی رکھتا ہے۔ جان کا بھرپور لینا سوائے قبض روح کے اور کوئی معنی رکھتا ہی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ سورہ زمر میں فرماتا ہے" اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا "۔ گویا تقدیر کلام یہ ہے کہ (یا عیسٰی انی متوفیك بنفسك) اسی لئے بعض علماء اہل سنت والجماعت کا یہ خیال ہے کہ لفظ "توفی" سے وفات اور اماتت کے معنی تو قطعی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن یہ وفات بعد نزول واقع ہوگی۔ اور آیت کے الفاظ "متوفیك ورافعك" میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی لفظ رافعك پہلے اور متوفیك بعد میں ہے۔ یہ ایک ایسا خیال ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالےٰ سے نعوذ باللہ غلطی ہوئی۔ اور اس نے لفظ متوفیك کو بے محل اور بے موقع استعمال فرمایا۔ جس کی علماء کو اصلاح کرنی پڑی۔ گویا جناب الٰہی کا مقصد تو یہ کہنے کا تھا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) میں تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا اس کے بعد جب کئی ہزار سال گذرنے پر دوبارہ دنیا میں نازل کروں گا۔ تب تم کو موت بھی دوں گا۔ لیکن (نعوذ باللہ من ذالک) شاید گھبراہٹ میں کہہ دیا کہ اے عیسیٰ میں تمکو وفات دوں گا اور اٹھالوں گا۔ اگر فی الواقعہ مقصود جناب آلہی کا وہی ہوتا جو علماء تجویز فرماتے ہیں تو یہ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ اس کو صاف طریقہ پر بیان کر دینے میں کیا رکاوٹ تھی۔

بظاہر موقع و محل اس وعدہ الٰہی کا جو آیت مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب یہود نامسعود نے حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھانے کی تدبیر اور کوشش کی اور اس میں وہ کامیاب ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کا اہتمام ہونے لگا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کی جناب میں اپنی حفاظت کے لئے دعا کی۔ جس کے جواب میں جناب باری سے وہ ارشاد ہوا جس کا ذکر آیت مذکورہ میں ہے۔ اگر فی الواقع اس وعدہ آلہی کا یہی منشا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیکر ان کی جان کی حفاظت کی جائے گی۔ تو صرف یہ کہہ دینا کافی تھا کہ ہم تم کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال کر بحفاظت آسمان پر اٹھالیں گے۔ اس صاف جواب کی بجائے لفظ "متوفیك" کا استعمال جس سے اشکال و اہمال پیدا ہوتے ہیں بظاہر بے موقعہ سا ہے ایسا بے موقعہ کہ

جواب کا سننے والا تو یہی سمجھے گا کہ وفات دیکر مجھے اٹھایا جائے گا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اس وقت وفات سے بچنا چاہتے تھے اور یہ جواب منشاء دعا نہ تھا تو پھر دعا کی جاتی اور اپنے منشاء
کو واضح کیا جاتا۔ مگر قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے کہ دعا کچھ اور تھی اور جواب کچھ اور تھا بلکہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عمل سے بھی قطعی اطمینان وسکون ہی ظاہر ہوتا ہے۔ جو گھبراہٹ و پریشانی
صلیب پر چڑھانے سے پہلے ظاہر ہوئی تھی وہ اب باقی نہ تھی۔ اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے
کہ دُعا کا جواب حسب منشاء پاکر اطمینان ہوگیا تھا۔ ہمارے نزدیک جو بات اس آیت سے ظاہر
ہوتی ہے اس کے لئے ضرورت ہے کہ اس موقع ومحل کی حالت کو ذہن میں رکھا جائے جس
موقع ومحل پر جناب الٰہی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ وعدہ دیکر مطمئن فرمایا تھا۔

واقعہ در اصل یہ ہے جو عام طور پر تمام علماء اور مفسرین کے نزدیک مسلّم ہے کہ یہود نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف سچا ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ نعوذ باللہ من ذالک آپ
کی ولادت کو ناجائز اور آپ کی والدہ کو متہم بہ بہتان عظیم کیا تھا۔ جیسا کہ قرآن پاک کی سورۂ نساء
اور مریم میں یہود کے قول کی اطلاع دی گئی ہے۔ اور سورۂ مریم میں اُن سے حکایتاً نقل کیا گیا ہے
"یٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا"[۵۱]۔ اور سورۂ
نساء میں اُن کے بہتان کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے "وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ
بُهْتَانًا عَظِيْمًا"[۵۲]۔ اور اس بہتان عظیم کے ساتھ یہود نے شرارت یہ کی کہ حضرت عیسیٰؑ کے قتل
اور تباہی کے فکر میں دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ اور اپنی ایجیٹیشن سے اس زمانہ کی حکومت کو
مجبور کر دیا کہ آپ کو کاٹھ پر لٹکا کر سولی دے۔ عدالت مجبور ہوگئی اور حضرت عیسیٰؑ کو کاٹھ کی سولی پر
لٹکانے کے احکام جاری ہوگئے۔ یہود کی شریعت میں صلیب سے مارے جانے والے کو ملعون
کہا گیا تھا*۔ اس لئے یہود اپنی تدبیر میں کامیاب ہوکر خوش تھے کہ جو نبوت کا دعویدار رہے

---

۵۱ اے ہارون کی بہن تیرا باپ تو بُرا آدمی نہ تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی۔ (پ ۱۶ ع ۵)
۵۲ اور اُن کی حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان عظیم والی بات (پ ۶ ع ۲)
* استثناء باب ۲۱۔ آیت ۲۳۔ نیز عہد نامہ جدید میں پولوس کا جو خط گلتیوں کے نام ہے۔ اس کی باب ۳ سے
بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی شریعت کا حکم یہی تھا۔

وہ کاٹھ پر سولی دیا جا رہا ہے۔ اس سے گویا خود بخود حضرت عیسیٰ جھوٹے نبی اور ملعون قرار پائیں گے۔ اور جب ملعون قرار پائے تو گویا خدا سے دُور ہو گئے۔ اس لئے کہ ایسے اشخاص کی نسبت یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا۔ یعنی ان کی روح اعلیٰ علیین تک نہیں پہنچائی جاتی۔ یہودیوں کے عقائد اور تورات کے احکام اور اپنے زمانہ کے شریعتی ماحول کے مدنظر یہ حالت ایک نبی ایک مقبول بندے کے لئے جس کی نسبت قرآن پاک نے شہادت دی ہے کہ وہ "وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ"[۵۱] تھا۔ ناقابل برداشت تھی۔ نیز اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے یہ سخت ترین ٹھوکر تھی جس کی وجہ سے لوگوں پر حق باطل سے اور باطل حق سے ملتبس ہو جاتا۔ اس لئے آپ نے دعا فرمائی جس کا ایک فقرہ "ایلی ایلی لما سبقتنی" ہمارے زمانہ میں بھی مشہور ہے۔ اس دعا کو قبول فرما کر اللہ تعالےٰ نے اپنے سچے نبی کو اطمینان دلایا کہ نہیں ہم تجھے صلیب یعنی سُولی پر نہیں مرنے دیں گے۔ بلکہ تجھ کو طبعی موت (وفات) دیکر "رفع الی اللہ" کا مستحق قرار دیں گے۔ (اس طرح شریعت موسوی کا حکم کہ جو کاٹھ پر مارا جائے وہ ملعون ہے تجھ پر پورا نہ ہوگا) اور یہی نہیں بلکہ ان اتہامات سے جو تجھ پر لگائے گئے ہیں تیری تطہیر کریں گے اور ہم تیرے متبعین کو بھی ہمیشہ تیرے مخالفین پر غالب رکھیں گے۔ اس لئے ارشاد ہوا "مَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ[۵۲] ۞ إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ[۵۳]"۔ یعنی مخالفین حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی خفیہ اور پوشیدہ تدابیر کیں۔ اور اللہ نے اپنی تدبیر کی جو بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو کہا کہ میں تجھے طبعی موت دوں گا اور (چونکہ تو کاٹھ پر مارا نہیں جائے گا اس لئے) اپنی طرف تجھ کو بلند کروں گا (یعنی اعلیٰ مقامِ عرفان عطا کروں گا) اور تجھ کو پاک کروں گا (اتہامات سے) جو کافروں کی طرف سے ہیں اور تمہارے متبعین کو منکرین پر قیامت تک غالب رکھونگا۔

ان آیات مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے چار وعدے فرمائے تھے۔

---

۵۱ دنیا و آخرت میں صاحبِ وجاہت ہوگا اور خدا کے مقربین سے ہے (پ۳ ع ۱۳) ۵۲ پ۳ ع ۱۳ - ۵۳ پ۳ ع ۱۴)

(۱) یہ کہ تم کو طبعی موت دیں گے (۲) یہ کہ اپنی طرف تمہارا رفع کریں گے (۳) یہ کہ تم کو اس چیز سے پاک کریں گے جو کافروں کی طرف سے ہے (۴) یہ کہ تمہارے متبعین کو تمہارے منکرین پر قیامت تک غالب رکھیں گے۔

یہ چاروں وعدے اپنی ترتیب طبعی کے لحاظ سے ہیں۔ اس لئے کہ موقع کی نزاکت اور حالت کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو دُعا کی وہ اسی ترتیب سے ہوگی۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دُعا کے وقت پہلا خیال یہ ہوگا کہ میں کاٹھ پر سُولی دیا جارہا ہوں اس کے نتیجہ میں اگر موت واقع ہوگئی۔ تو موسوی شریعت کے مطابق عام لوگوں کے خیال میں لعنت کی موت ہوگی۔ اس لئے پہلا جواب دُعا کا یہی ہونا چاہیئے تھا کہ نہیں تم کاٹھ پر نہیں مارے جاؤ گے بلکہ طبعی موت مرو گے۔ اس لئے فرمایا "یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ" اے عیسیٰ (علیہ السلام) ہم تم کو یقیناً طبعی موت دیں گے۔ تفسیر کشاف و درمنثور سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ دیکھئے تفسیر کشاف مطبوعہ کلکتہ جلد اوّل ۲۶۴؎۔ درالمنثور مطبوعہ مصر جلد اوّل ۳۶؎۔ اس کے بعد دُعا کے وقت چونکہ دوسرا خطرہ یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ موسوی شریعت کے مطابق کاٹھ پر مارے جانیوالے کو لعنتی کہا گیا ہے جس کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا یعنی اس کی رُوح کو اعلیٰ علیین پر پہنچنا نصیب نہیں ہوتا (توریت مقدس کتاب استثنار باب ۲۱۔ آیت ۲۳) اس لئے اس خیال کو یہ کہہ کر رفع فرمایا کہ "رَافِعُکَ اِلَیَّ" تم کو اپنے قرب کے مقام میں بلند کریں گے۔ اور (۳) تمہاری نسبت مکفرین جو کچھ بکتے ہیں اس سے تمہاری تطہیر کریں گے اور (۴) تمہاری رفعت منزلت کے لئے تمہارے متبعین کو منکرین پر قیامت تک غالب رکھیں گے۔ ان چاروں وعدوں میں سے تیسرا وعدہ تطہیر کا قرآن پاک و حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے کامل اور مکمل ہوگیا۔ اور چوتھا وعدہ متبعین کے منکرین پر غلبہ کا دنیا کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کی نسبت کچھ کہنے اور ثبوت دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ دوسرا وعدہ رفع الی اللہ کا بھی ہمارے اور ہمارے مخالفین دونوں کے نزدیک پورا ہوچکا فرق صرف اتنا ہے کہ وہ رفع جسمانی مانتے ہیں اور ہم رفع روحانی اور ترقی درجات سمجھتے ہیں۔ لیکن بہرحال یہ وعدہ بھی پورا ہوچکا۔ اور

ان سب وعدوں کو پورے ہوتے قریباً دو ہزار سال ہو چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک ہمارے مخالفین علماء بغیر کسی تحیّر اور تعجب کے اس امر پر اطمینان کئے بیٹھے ہیں۔ کہ پہلا وعدہ پورا نہیں ہوا۔ اچھا اگر پہلا وعدہ اپنے صحیح مقام پر اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان فرمایا تھا اور بقول مخالف علماء کے "رَافِعُكَ" کے بعد اس کا درجہ ہے۔ تو دوسرے درجہ کے بعد پورا ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن مشکل یہ ہو کہ دوسرے درجہ پر اگر اس وعدہ کو رکھ دیں تو تیسرا اور چوتھا وعدہ تو پورا ہو چکا۔ اس لئے دوسرا ضرور ان سے پہلے پورا ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن بقول مخالف علماء کے یہ ابھی تک پورا نہیں ہوا تو شاید پہلے وعدہ کا درجہ اور مقام تیسرے اور چوتھے کے بعد ہو۔ لیکن تیسرا اور چوتھا وعدہ بھی پورا ہو چکا اور ہو رہا ہے۔ اس لئے کبھی تو وعدہ نمبر اوّل کے ایفاء کا موقعہ آنا چاہیئے تھا۔ اور اس لحاظ سے قرآن کی ترتیب وعبارت بجائے موجودہ ترتیب وعبارت کے یہ ہونی چاہیئے تھی۔

يَا عِيْسٰى اِنِّيْ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمُتَوَفِّيْكَ بَعْدَ النُّزُوْلِ اِلَى الدُّنْيَا (نعوذ باللہ من ذالک) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے لفظ یوم القیامہ کے بعد فرمایا ہے " ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ " یعنی جب قیامت تک تمہارے متبعین۔ منکرین پر غالب رکھے جائیں گے تو قیامت وہ وقت ہے جب تم ہماری طرف لوٹا دئے جاؤ گے۔ پس اگر چوتھا وعدہ غلبہ متبعین علی المنکرین بہ تمام وکمال مکمل ہو جائے تو متوفیک کی تعمیل وتکمیل کا وقت ہی باقی نہیں رہے گا۔ اس وقت تو رجعت اِلی اللہ کا وقت آ جائے گا۔ اس لئے متوفیک کا وعدہ پورا ہونے کا شاید موقع ہی نہ آئے گا۔ اس تفصیل سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ علماء کا وہ گروہ جو قرآن میں اس موقع پر تقدیم وتاخیر نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ وعدہ اِنّی متوفیک وعدہ رافعک سے متاخر ہے وہ قرآن کے ادب کو ملحوظ رکھ کر اس ساتھ انصاف نہیں کرتا۔

اسی سلسلہ میں لفظ " رفع " کے معنی کی کسی قدر مزید وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ ہم اوپر اس جانب اشارہ کر چکے ہیں کہ رفع سے مراد اعلیٰ مقام عرفان وقرب الٰہی ہے یعنی اعلیٰ علیین جوارواح مومنین کے لئے اعلیٰ ترین جنت ہے۔ یہی لفظ حضرت ادریسؑ کے

متعلق سورۂ مریم میں بھی آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ " وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا۔ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا " [1]۔ اس مقام پر مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی جو موجودہ علماء اہل سُنت والجماعت میں نہایت ہی فہیم اور زیرک وخوش بیان دیوبندی عالم ہیں۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی مشہور شیخ الہند کے ترجمہ مطبوعہ برقی پریس اخبار مدینہ بجنور کے صفحہ ۴۰۳ میں رفعناہ مکاناً علیاً کی یہ توضیح فرماتے ہیں۔ کہ " یعنے قرب وعرفان کے بہت بلند مقام اور اونچی جگہ پر پہنچایا "

حالانکہ اس آیت میں رفعناہ کے ساتھ مکاناً علیاً بھی موجود ہے جو بظاہر جسمانیت کا توہم پیدا کرتا ہے۔ مگر باوجود اس کے رفع کے معنی یہی لئے گئے کہ مقام قرب میں پہنچایا گیا۔ جس سے ہمارے اُن معنوں کی بخوبی تائید ہوتی ہے جو ہم آیت زیر بحث رَافِعُكَ إِلَيَّ میں بیان کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ چند قطعی دلائل بھی اس معنے کی تائید میں ہیں :—

اوّل یہ کہ لُغت کی مشہور کتاب اقرب الموارد ومنتہی الارب میں رفع کے معنے " رَفَعَهُ إِلَى السُّلْطَانِ " کی تمثیل کے ساتھ قرب کے لکھے ہیں۔

دوم یہ کہ روزانہ نماز میں بین السجدتین جو دُعا پڑھی جاتی ہے۔ اور جس کا پڑھنا سُنت نبویؐ ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں :— " اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَرْفَعْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْزُقْنِيْ "۔ اس دُعا کا آج تک کسی نے یہ مطلب نہیں سمجھا کہ اللہ تعالےٰ سے اپنے جسم سمیت آسمان پر اُٹھائے جانے کی دعا کی جاتی ہے۔ ہر شخص جو اس سُنتِ نبویؐ پر عامل ہے یہی مطلب سمجھتا ہے کہ یہ ترقی مدارج روحانی کے لئے دُعا ہے۔ اور اس اہم اور قطعی دلیل کی تائید قرآن شریف کی ایک دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے ۔ شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ کفار نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مطالبات بطور معیار صدق کئے تھے۔ اور کہا تھا کہ اگر یہ مطالبات پورے کر دئے جائیں تو وہ ایمان

---

[1] اور قرآن میں حضرت ادریسؑ کا مذکور بھی لوگوں سے بیان کرو۔ کہ وہ بڑے سچے (بندے) پیغمبر تھے۔ ہم نے اُن کو قرب وعرفان کے بلند مقام پر جگہ دی ہے۔ (پ۱۶ ع۷)

لے آئیں گے۔ اُن میں سے ایک مطالبہ یہ تھا:۔ "اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ"[1] کہ تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور وہاں سے ایسی کتاب لے آؤ جس کو ہم پڑھ سکیں۔ اس کا جواب اللہ کی ہدایت کے مطابق حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیا کہ "سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا"[2]۔ یعنی آسمان پر چڑھ جانا بشر رسول کا کام نہیں بلکہ ملک رسول کا کام ہے اور چونکہ میں بشر رسول ہوں اس لئے میں آسمان پر نہیں چڑھ سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ مجھے چڑھائے گا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف ہے۔ اور "سُبْحَانَ رَبِّيْ" یعنی اللہ تعالیٰ اپنا قانون مقرر کرکے اُس کے توڑنے کے الزام سے پاک ہے۔ پس اگر فی الحقیقت آسمان پر چڑھنا اس طرح ممکن تھا جس طرح مطالبہ ہوا تھا، تو جواب یہ نہ ہوتا۔ بلکہ یہ کہا جاتا کہ ہم یہ نہیں کرتے یا تمہاری استدعا منظور نہیں کی جاتی۔ کہا تو یہ کہ "هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا"۔ یہ جواب کہ سبحان اللہ میں تو ایک بشر رسول ہوں۔ اگر بشر رسولوں کیلئے یہ ممکن ہوتا کہ وہ آسمان پر چڑھ جائیں تو سبحان ربی کے الفاظ کے ساتھ مطالبات کے عدم امکان وقوع پر زور نہ دیا جاتا۔

ان دلائل کے علاوہ ہر زبان میں یہی محاورہ ہے اور ہم روزمرہ بولتے ہیں کہ اللہ اللہ فلاں دوست یا عزیز کیسا اچھا آدمی تھا اللہ نے اُس کو دنیا سے اُٹھا لیا۔ پس رفع کے معنے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے جانے کے نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد ایک تیسری شکل اور باقی رہتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض علماء کا خیال ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تو قرآن سے بڑی صفائی سے ثابت ہوتی ہے۔ لیکن خدا اس پر قادر ہے کہ اُن کو پھر زندہ کرکے اس دُنیا میں بھیج دے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے متعلق ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ یقیناً اس پر

---

[1] (پ۱۵ ع ۱۰) [2] پاک ہے میرا رب میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں (پ۱۵ ع ۱۰)

قادر ہے۔ لیکن قدرت کا امکان ایک چیز ہے اور اُس کا ظہور میں آجانا دوسری بات ہے۔ ہم یقیناً اس کی قدرت کے وقوع کے لئے کوئی شرط و حد بھی مقرر نہیں کر سکتے۔ اور کوئی قاعدہ اس کی قدرتوں کے ظہور کے لئے نہیں بنا سکتے۔ لیکن جب وہ خود صاف اور واضح طور پر بلا ریب و شک ہم کو اپنی عادت اور اپنی قدرتوں کے ظہور کے لئے کوئی قاعدہ مقرر کر کے اطلاع دیدے۔ تب ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم اُس کے حکم اور ارشاد کے خلاف بھی کہتے چلے جائیں کہ نہیں وہ تو قادر ہے، وہ تو سب کچھ کر سکتا ہے، اور ایسا ضرور ہی کریگا جیسا ہم خیال کرتے ہیں۔ اس خیال کی لغویت اور کمزوری کو ظاہر کرنے میں مَیں نہایت اختصار سے کام لونگا۔ طویل مباحثہ اور تفصیلی بحث میرے موجودہ کام کے مدنظر نہ ضروری ہے نہ مناسب۔ میں صرف قرآن پاک کی ایک آیت آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنی اس عادت اور اس محکم و اٹل قانون کا اعلان فرمایا ہے کہ وہ کسی مُردہ کو دوبارہ دنیا میں نہ بھیجتا ہے نہ بھیجے گا۔ وہ آیت مبارکہ یہ ہے " وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ "[۵۱] حرام کے لفظ کا زور اور قوت قابل غور ہے یہ آیت قرآن پاک میں سترھویں[۱۷] پارہ کی سورۃ انبیاء میں ہے۔ اسی کی تائید میں دو آیتیں اور دیکھ لیجئے۔ " اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ "[۵۲] یہ سورۃ یٰسین کی آیت ہے۔ اور دُوسری آیت سورۃ مومنون کی یہ ہے۔ " حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ "[۵۳] یہ ہر دو آیتیں صرف اس لئے لکھ دیں کہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ قاعدہ مُردوں کو دُنیا میں نہ بھیجنے کا اٹل اور محکم ہے اور قرآن کریم میں متعدد جگہ اس کا ذکر کیا گیا ہے

---

۵۱ اور فوت شدہ اہل بستی پر حرام ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئیں (پ۱۷ انبیاء ع۷) ۵۲ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے کتنے بستیوں والوں کو ہلاک کیا وہ دوبارہ نہیں لوٹینگے (پ۲۳ ع۱ یٰسٓ ع۲) ۵۳ یہاں تک کہ جب اُن میں سے کوئی مرجاتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب مجھے واپس لوٹا تاکہ میں اعمال صالحہ بجا لاؤں۔ یہ بات ہرگز نہ ہوگی یہ صرف ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے۔ اُن کے پیچھے قیامت کے دن تک ایک روک ہے۔ (مومنون ع۶)

اور اس غرض سے کہ اس آیت یا اس محکم قاعدے کے سمجھنے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ ترمذی شریف کی حدیث کا بھی ذکر کر دیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جس میں اس قاعدے کا استعمال خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ قصہ اس کا یوں ہے۔ کہ جب جنگ اُحد میں حضرت عبد اللہؓ شہید ہو گئے تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے صاحبزادے حضرت جابرؓ کو ملول و رنجیدہ خاطر دیکھ کر فرمایا۔ اے جابر! تمہارے والد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے تھے اور اللہ تعالےٰ نے اُن پر اپنی خاص مہربانی کا اظہار اس طرح فرمایا۔ کہ اُنکو اپنے بالمشافہ کلام سے سرفراز فرمایا۔ کہ اے عبد اللہ مانگ جو کچھ مانگتا ہے وہ دیا جائے گا۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں " تَمَنَّی عَلَیَّ اُعْطِكَ [1] " حضرت عبد اللہؓ نے اس سرفرازی کو دیکھ کر عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے پھر زندہ کر دے کہ میں تیری راہ میں پھر قتل کیا جاؤں۔ اس آرزو، اس خواہش، اس استدعاء پر حکم ہوا کہ " اِنَّهٗ سَبَقَ الْقَوْلُ مِنِّیْ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ [2] " کہ ہم پہلے یہ قانون بنا چکے ہیں کہ کوئی اس عالم میں آکر واپس نہیں جا سکتا۔ اس حدیث شریف نے قرآن پاک کی آیت مذکورہ اور اسی قسم کی دوسری آیات کو واضح کر دیا۔ اور کچھ شُبہ باقی نہ رہا۔ کہ اللہ تعالےٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ رُوحوں کو اپنے پاس بُلا لینے کے بعد اور لوگوں کے مرجانے کے بعد پھر دوبارہ دنیا میں زندہ کر کے نہیں بھیجتا۔ اور یہی اُس کی پُر حکمت قدرت کاملہ کا قاعدہ ہے۔ ورنہ حضرت عبد اللہؓ کی استدعا ایسی استدعا جس پر خود خدائے بزرگ و برتر نے اُن کو آمادہ کیا اور ان الفاظ سے آمادہ کیا تھا کہ " مانگ جو مانگتا ہے تجھ کو عطا کیا جائے گا " ایسا سچّا اور وعدوں کو پُورا کرنے والا صاحب قدرت مالک اپنے بندہ سے خوش ہو کر اس کی خواہش کو پورا کرنے کا وعدہ کر کے اس کو مانگنے پر آمادہ کرتا ہے۔ لیکن جب اس سے وہ چیز مانگی جاتی ہے جو اُس کی قدرت سے باہر نہیں ہے تو جواب ملتا ہے کہ ہم ایک قاعدہ اور قانون مقرر کر چکے ہیں اور اس سے پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ مُردے دُنیا میں واپس نہیں جائیں گے، اس لئے تم کو دنیا میں واپس جانے کی اجازت نہیں مل سکتی۔ کیا یہ حدیث اس بات کو ثابت نہیں کرتی کہ یہ قاعدہ اتنا محکم و مضبوط و اٹل ہے کہ

---

[1] مانگ جو مانگتا ہے مجھ سے وہ میں تجھ کو دونگا (حدیث) [2] یہ میرا قانون ہو چکا ہے کہ یہ فوت شدہ لوگ یہاں سے دنیا کی طرف نہ لوٹینگے (حدیث)

کسی طرح توڑا نہیں جا سکتا۔ اور اگر یہ قاعدہ بھی توڑا جانے والا ہوتا اور اللہ تعالیٰ نزول قرآن سے قبل یا نزول کے وقت ہی یہ مقرر کر چکا ہوتا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پھر زندہ کر کے دنیا میں بھیجا جائیگا۔ تو اللہ تعالےٰ حضرت عبداللہ رضی کی خواہش اس قاعدے کے حوالے سے کبھی رد نہ فرماتا۔

اس حدیث سے بلا کسی شک و شبہ کے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کا تصور ہمیشہ اُس کی حکمت کے ماتحت کرنا چاہیئے۔ پس اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی یا دوبارہ زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اسی سلسلہ میں ایک اور چیز ناظرین کے غور صحیح کے لئے پیش کر دینا بے موقع نہ ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ بفضلہ تعالےٰ ہماری فقہ اسلامی اس قدر مکمل ہے کہ اس پر کسی زیادتی کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر فی الواقع اس دنیا میں حیات اور ممات جائز ہوتی اور ایسے وقوعات اس دنیا میں ہُوا کرتے یا ممکن الوقوع ہوتے تو خود حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خلفاء یا اُن کے بعد فقہاء رحمہم اللہ اجمعین کی نظر سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ اور جس طرح اُنہوں نے غرقی حرقی مفقود الخبر کے متعلق فقہ میں دربارۂ قیام نکاح وافتراق زوجیت اور متروکہ کی نسبت احکام کی صراحت کی ہے۔ اسی طرح ایسی امکانی شکلوں کی نسبت بھی احکام مستخرج کرتے جن میں مُردے زندہ ہو کر دوبارہ دنیا میں آیا کرتے۔ اور یہ صراحت کرتے کہ اگر مُردے اس طرح زندہ ہو کر دوبارہ دنیا میں آیا کریں، تو اُن کی زوجات اور متروکات کی نسبت کیا عمل ہُوا کریگا۔ شہداء تک کے متعلق تو یہ احکام موجود نہیں ہیں، جن کی حیات پر خود قرآن پاک گواہ ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اگر شہداء ہی کی سی حیات سمجھی جائے، تب بھی دوبارہ اُن کا اس دنیا میں آنا اسی طرح متعذر ہے، جس طرح شہداء کا دنیا میں آ کر حیات کے تمام کاروبار متعلقہ کو سرانجام دینا متعذر ہے۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ [۵]۔

پس یہ ہے امر تصفیہ طلب نمبر اوّل کا جواب جس سے ثابت ہوتا ہے، کہ فی الواقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام طبعی موت سے فوت ہو چکے اور اب دنیا میں تشریف نہیں لا سکتے۔

---

[۵] پس اب اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد اور کون سی بات ہوگی جس کو (سُنکر) یہ مانیں گے۔ پ ۲۵ ع ۱۷۔

امر تصفیہ طلب نمبر اوّل کے بعد امر تصفیہ طلب نمبر ۲ کا جواب کچھ مشکل باقی نہیں رہتا، جب یہ تسلیم کر لیا جائے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے، اور جو فوت ہو جائے وہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتا۔ تو مجبوراً یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس اُمت محمدیہ میں ایسا مصلح پیدا ہوگا، جو اپنے کام کے لحاظ سے جناب مسیح علیہ السلام سے مشابہت رکھے گا۔ اور یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ثانی اور آمد ثانی ہے۔ اور یہ ایسا فیصلہ ہے جو خود حضرت مسیح علیہ السلام کے تصفیہ کے مطابق ہے۔ اور اس لئے گویا یہ ایک امر فیصل شدہ ہے، کہ جب کسی سابق نبی کی آمد کی پیشگوئی ہو، تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اُس نبی کی آمد ثانی سے مراد اُس کے مشرب اور قدم بر کسی دوسرے وجود کی آمد ہوا کرتی ہے۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بعثت کے وقت اس مسئلہ کا تصفیہ فرمایا ہے۔ صورت واقعہ یہ تھی، کہ جس طرح اب مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر بیٹھا ہوا سمجھتے ہیں، بعینہٖ یہی عقیدہ یہودیوں کا ایلیا نبی علیہ السلام کے متعلق تھا۔

یہودیوں کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ الیاس (علیہ السلام) آسمان پر زندہ موجود ہیں، جس کو وہ ایلیا نبی کہتے ہیں۔ اور دنیا میں پھر دوبارہ نازل ہوں گے۔ اور جب وہ نازل ہوں گے، تو یہودیوں کا موعود مسیح آئے گا۔ جب حضرت عیسیٰ ؑ نے مسیحیت کا دعویٰ کیا، اور یہ دعویٰ کیا کہ میں وہی مسیح موعود ہوں، جس کے یہود منتظر ہیں۔ تو یہودیوں نے اپنی الہامی کتب کی بناء پر یہ سوال کیا۔ کہ موعود مسیح کے آنے سے پہلے حضرت ایلیا علیہ السلام کا نزول ضروری ہے۔ وہ تو ابھی تشریف نہیں لائے، پھر آپ مسیح موعود کیسے ہو سکتے ہیں، جس کے آنے کا ابھی وقت ہی نہیں آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے خالہ زاد بھائی حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جو حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادہ تھے، وہی ایلیا قرار دیا، جس کے دوبارہ نزول کے یہودی منتظر تھے۔ اور جس کے آسمان سے نزول پر یہودیوں کی الہامی کتابیں متفق تھیں۔ یہودیوں کے دل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تاویل نہیں لگی۔ لیکن اُنہوں نے قطع حجت کے لئے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بھی دریافت کیا، کہ کیا آپ وہ ایلیا نبی ہیں جن کی آمد کے

ہم منتظر ہیں؟ حضرت یحیٰ علیہ السلام کا جواب صاف انکاری تھا۔ اس لئے یہودیوں کو اپنے انکار پر اصرار کے لئے اور بھی قوت مل گئی۔ اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت سے قطعاً انکار کر دیا۔ یہ تمام قصہ بائبل مقدس میں سلاطین کی دوسری کتاب باب ۲ آیت ۱ تا ۱۱ اور ملاکی نبی کی کتاب باب ۴ آیت ۵ و متی باب ۱۱ آیت ۱۴-۱۵ و باب ۱۷ آیت ۱۱-۱۲ و یوحنا کی انجیل باب ۱ آیت ۲۷ تا ۲۹ میں موجود ہے۔ اور یہ کتابیں عام طور پر عیسائی مشن کے کتب خانہ سے مل سکتی ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ اس واقعہ کو ذہن نشین کرنے کے بعد جو کم از کم ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے، کیا کوئی معقول آدمی یہ تسلیم کرنے سے انکار کر سکتا ہے، کہ اس زمانہ کے ہمارے مخالف علماء کی حالت بھی وہی ہوگئی ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہود کے احبار کی ہوگئی تھی۔ اللہ اللہ۔ حدیث پاک لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ[1] کیسی صفائی کے ساتھ پوری ہوگئی۔ پس اس مختصر جواب سے کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی اور دوبارہ نزول کا یہی مطلب ہے، کہ آپ کی خو بو پر ضروریات زمانہ کی مماثلت کے لحاظ سے کوئی مصلح خود اُمت محمدیہ میں پیدا ہوگا۔ اور علماء اہل سنت والجماعت اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گے۔ تو باوجود بلحاظ اپنی جلالت شان اور علو مرتبت کے اُمت محمدیہ میں داخل اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہوں گے۔ لیکن بلحاظ مراتب جملہ اُمت محمدیہ سے افضل اور نبی ہوں گے، اور آپ کی نبوت مسئلہ ختم نبوت کے منافی اور مغائر نہ ہوگی۔ کیونکہ آپ کی نبوت علیحدہ اور اُمت محمدیہ سے متجاوز نہ ہوگی۔ (آثار القیامہ فی حجج الکرامہ مؤلفہ نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالوی صفحہ ۴۲۵ و ۴۲۶) یہی تو حضرت مرزا صاحب اور اُن کے متبعین کا ہے۔ پس اس طرح امر تصفیہ طلب نمبر ۲ کا بھی قابل اطمینان مختصر جواب ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد امر تصفیہ طلب نمبر ۳ قابل جواب رہ جاتا ہے۔ یعنی آیا مہدی و عیسیٰ علیہ السلام دو علیحدہ وجود ہیں یا ایک ہی وجود کے دو نام اور صفات ہیں، جو بطور علم کے احادیث میں بیان

---

[1] تم ضرور اتباع کرو گے اپنے پہلوں کے طریق کی بالشت بالشت سے اور گز گز سے (یعنی پوری مطابقت کے ساتھ) یہاں تک کہ اگر اُن میں سے کوئی سوسمار کے بل میں گیا ہے تو تم بھی جاؤ گے (حدیث)

کئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مہدی فی نفسہٖ اسم ذات نہیں بلکہ صفت ہے۔ اصل نام آپ کا احادیث
میں محمد بیان کیا گیا ہے۔ اور بعض احادیث میں یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمُ اَبِیْ
وغیرہ کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ بعض علماء نے احادیث مہدی کی صحت میں کلام کیا ہے۔ یہانتک
کہ بخاری شریف میں مہدی کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے مہدی کی
متعلقہ احادیث کی توجیہ کی ہے، اور جملہ احادیث کو ان مخصوص علامات کے ساتھ جو احادیث
کی کتابوں میں موجود ہیں، مختلف اشخاص پر چسپاں کر کے ان سب کو مہدی قرار دیا ہے۔
دراس لئے وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں، کہ یہ احادیث اپنے اپنے وقت پر پوری ہو گئیں۔ ان
مختلف توجیہات سے "اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ" کے مطابق ابن ماجہ کی مشہور حدیث
"لَا الْمَھْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ" کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ طویل قصہ
ہے۔ اور اس مختصر سی کتاب میں ان مباحث کو مکمل طور پر لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ جن کو اس
خاص مبحث کے متعلق شرح و بسط کے ساتھ معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہو، وہ ابن خلدون
کا مقدمہ تاریخ۔ سر سید احمد خان کے مضامین جو تہذیب الاخلاق وغیرہ میں طبع ہوئے
ہیں۔ اور سب سے زیادہ قریب زمانہ کا مجموعی حیثیت سے بہترین مضمون اس مسئلہ پر ہماری جماعت
کے فاضل مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے کا ہے، جو ریویو آف ریلیجنز جلد ۷ بابت ۱۹۰۸ء
میں بعنوان "مہدی آخر زمان" شائع ہوا ہی پڑھیں اس موقعہ پر مختصر طور پر ہماری جماعت کی پوزیشن
کو اس مسئلہ مہدویت کے متعلق ظاہر کرنے کے لئے میں جو کچھ کہہ سکتا ہوں، وہ ایک عام
دل لگتی ہوئی بات یہ ہے، کہ اس وقت تمام مذاہب عالم اپنے اپنے مذہب کے اخبار و پیشگوئیوں
کی بناء پر ایک مصلح کل کے منتظر ہیں۔ مسلمان، عیسائی اور یہودیوں کے انتظار کی نسبت تو کچھ
تفصیل کی ضرورت ہی نہیں، ہر ایک شخص اس سے واقف ہے۔ ہندو بھی کلنکی اوتار کے جن کو
جناب کرشن کی آمد ثانی کہا جاتا ہے منتظر ہیں۔ اسی طرح پارسی بھی ایک مصلح کے منتظر ہیں، جن کا
نام یا علم میسودر بھی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ جملہ مذاہب عالم اپنی اپنی روایات کی بناء پر ایک
ایسے مصلح کے منتظر ہیں، جو تمام عالم کے لئے مصلح ہوگا۔ اور یہ سارے مذاہب اس مصلح کا نام
یا لقب اپنی اپنی مذہبی زبان کے اعتبار سے الگ الگ بتاتے ہیں، لیکن اس کی صفا

زمانہ بعثت کے حالات اور دیگر علامات ایسی بیان کرتے ہیں، جو بڑی حد تک یکساں اور متفقہ معلوم ہوتی ہیں۔ پس یہ نہیں کہا جا سکتا، کہ تمام مذاہب ایک بے بنیاد بات پر متفق ہو گئے، اور کسی عام مصلح کی آمد کا مسئلہ محض اُن کے وہم کی ایجاد ہے۔ اس لئے جہاں تک ایک مصلح کُل کی آمد کے مسئلہ کا تعلق ہے، اس کی صحت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا لیکن یہ بالکل غلط ہے، کہ جُملہ مختلف مذاہب میں علیحدہ علیحدہ ایک مصلح مامور آئے، جو بقیہ دوسرے مذاہب کے لئے بھی اصلاح کا دعویدار ہو۔ کیونکہ اگر جُملہ مذاہب کی پیشگوئیوں کی صحت کو تسلیم کرکے یہ فرض کر لیا جائے، کہ ہر ایک مذہب میں الگ الگ مصلح اس زمانہ میں مبعوث ہوگا، جو واقعہ میں ساری دنیا کے لئے مصلح ہوگا، تو اس فرض سے جو فساد لازم آتا ہے، وہ ہر ذی ہوش و صاحب عقل خود سمجھ سکتا ہے۔ یونہی مذاہب عالم میں مخالفت کی آگ کیا کم ہے؟ کہ ہر ایک مذہب میں علیحدہ علیحدہ مصلحین ایک ہی زمانہ میں نازل کئے جائیں، جو باہمی جنگ وجدل اور فساد سے دنیا کو بھر دیں۔ اس لئے بجز اس کے کوئی چارہ نہیں، کہ ایک مصلح کُل کی بعثت کو تسلیم کر لیا جائے، جو خواہ کسی مذہب میں مبعوث ہو۔ لیکن سارے مذاہب کو ایک مرکز پر لے آئے۔ بالکل اسی طرح جس طرح مولانا روم نے اپنی مثنوی میں بعنوان "منازعت کردن چہار کس جہت انگور باہمدگر" فرمایا ہے۔ کہ چار شخص کو ایک سخی نے ایک درم دیا۔ اُن میں سے ایک ایرانی، ایک عرب، ایک ترک اور ایک رُومی تھا۔ ہر شخص کی خواہش تھی، کہ اس درم کے انگور خریدے جائیں، اور سب باہم مل کر کھالیں۔ چونکہ زبانیں سب کی جدا جدا تھیں، اور ایک کی زبان دوسرا نہ جانتا تھا، اس لئے ایرانی نے کہا میں انگور لوں گا تو عرب نے کہا نہیں میں تو عنب لُوں گا اور تُرک نے کہا تم دونوں کیا بکتے ہو مجھے تو اوزم (اوزم تُرکی میں انگور کو کہتے ہیں) چاہئیں۔ رُومی نے کہا یہ سب خواہشیں فضول ہیں۔ اصل چیز جو لینی چاہیئے وہ استافیل ہے (استافیل رومی زبان میں انگور کا نام ہے) پس منشاء و مراد تو سب کی ایک ہی تھی، لیکن زبانوں کے اختلاف اور نافہمی کی وجہ سے باہم یہ سمجھتے رہے کہ ایک دوسرے کا کہنا نہیں مانتا۔ اس سے باہم تنازع و کشمکش شروع ہو گئی۔ اس اثناء میں ایک ذی علم اور صاحب عقل آدمی درمیان میں آگیا، جو سب زبانیں جانتا تھا۔ وہ وجہ اختلاف کو سمجھ گیا۔ اُس نے کہا اچھا میں تصفیہ کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے اُن سے درم لیکر

انگور خرید دئے۔ جب سب نے اس کا تصفیہ اپنے منشاء اور مراد کے مطابق پایا، تو خوش ہو گئے اور باہم اتحاد ہو گیا۔ اس قصہ کو مولانا روم نے بڑے مزے لے کر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

چار کس را داد مردے یک درم
چار شخصوں کو درم اک نے دیا

ہر یکے از شہرے افتادہ بہم
مختلف شہروں کے وہ تھے برملا

فارسی و ترک و رومی و عرب
فارسی اور ترک۔ رومی اور عرب

جملہ باہم در نزاع و در غضب
کرتے تھے آپس میں غصہ اور غضب

فارسی گفتا ازیں چوں وارہیم
فارسی بولا اسے کیوں چھوڑ دیں

ہم بیا کایں را بانگورے دہیم
آؤ کچھ انگور ہی کھانے کو لیں

آں عرب گفتا معاذ اللہ لا
تو عرب بولا معاذ اللہ لا

من عنب خواہم نہ انگور اے دغا
میں عنب لوں گا۔ نہ انگور اے دغا

آں یکے کز ترک بُد گفت اے گوزم
ترک جو تھا۔ بولا وہ اے ہمنشیں

من نمے خواہم عنب خواہم اوزم
میں اوزم لوں گا۔ عنب لونگا نہیں

آں کہ رومی بود گفت ایں قیل را
تھا جو رومی سن کے قال و قیل کو

ترک کن خواہم من استافیل را
بولا میں تو لوں گا استافیل کو

در تنازع مشت بر ہم مے زدند
جنگ تھی سے چلتے تھے گھونسے باہمی

کہ ز سرّ نامہا غافل بُدند
ناموں سے واقف نہ تھا ان میں کوئی

مشت بر ہم میزدند از ابلہی
مارتے تھے کر کے گھونسے ابلہی

پُر بُدند از جہل و از دانش تہی
جہل سے بھرپور دانش سے تہی

صاحب سرّ عزیزے صد زباں
سو زبانیں جاننے والا جو ہو

گر بدے آں جا بدادے صلح شاں
صلح پر مائل کرے ان چار کو

پس بگفتے او کہ من زیں یک درم
اور یوں کہہ دے کہ دے کر اک درم

آرزوئے جملہ تاں را مے خرم
مول لیں آرزو تم سب کی ہم

چونکہ بسپارید دل را بے دغل | ایں درم تاں می کند چندیں عمل
اپنے دل کو دو تسلی بے دغل | یہ درم کرتا ہے کتنے ہی عمل
یک درم تاں مے شود چار المراد | چار دشمن مے شود یک ز اتحاد
اک درم کے اب ہوئے جاتے ہیں چار | چار دشمن جب ملیں ہو جائیں یار
گفت ہر یک تاں دہد جنگ و فراق | گفت من آرد شما را اتفاق
کہتا ۔ تم ہو باعث جنگ و فراق | اب کرا دوں گا میں تم میں اتفاق
پس شما خاموش باشد انصتوا | تا زباں تاں من شوم در گفتگو
پس رہو خاموش اور چپ مہرباں! | بولوں تا بن کر تمہاری ہی زباں!
گو سخن تاں مے نماید یک نمط | در اثر مایہ نزاع ست و سخط
گو تمہاری باتیں ہیں سب ایک سی | ہیں اثر میں جنگ کا باعث یہی
در سخن تاں در توافق موثقہ ست | در اثر مایہ نزاع و تفرقہ است
ہے تمہاری گفتگو میں اتفاق | ہے اثر سے اس کے جھگڑا اور نفاق

یہ حکایت بیان کرکے مولانا نتیجہ اخذ فرماتے ہیں ؎

پس ریائے شیخ بہ زاخلاص ما | کز بصیرت باشند ایں ویں از عمیٰ
مکرِ شیخ اچھا ہمارے خُلق سے | ہے بصیرت اس میں ۔ اندھاپن آسے
از حدیث شیخ جمعیت رسد | تفرقہ دارد دم اہل حسد
شیخ کی باتوں سے جمعیت ملے | حاسدوں کی باتیں ڈالیں تفرقے

اس نتیجہ کو پھیلا کر مومنانہ جذبات کی جس طرح مولانا روم رہنمائی فرماتے ہیں، وہ بھی دیکھنے کے قابل ہے، جس کو ہم نے خاتمہ کتاب میں بقدر ضرورت نقل کیا ہے۔

یہ تو بڑے بڑے مذاہب کی منازعت کا حال ہے۔ لیکن اس سے عجیب تر یہ ہے، کہ نہ صرف مختلف بڑے بڑے مذاہب بلکہ ہر مذہب کے ضمنی اور ذیلی شعبے بھی اس بات کے مدعی اور منتظر ہیں، کہ وہ مصلح اعظم و ہادیٔ کل انہیں فرقوں میں سے کسی ایک میں آئیگا۔ شیعوں نے

حضرت امام محمد بن عسکری علیہ السلام کو اپنا امام تسلیم کر لیا ہے، اور کہتے ہیں کہ وہ دنیا ہی میں موجود لیکن غائب ہیں، آخری زمانہ میں ظہور فرمائیں گے۔ مہدویوں نے حضرت سید محمد جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام مہدی تسلیم کر کے اپنے انتظار کو ختم کر دیا ہے۔ اس طرح یہ دونوں فرقے اپنی اپنی جگہ پر مطمئن ہو گئے۔ سُنیوں میں سے اہلحدیث، حنفی، حنبلی، مالکی اور شافعی اپنی اپنی جگہ اس نزاع پر قائم ہیں، کہ وہ مہدی اُن کے ہی فرقے میں سے ہو گا۔ غرضیکہ نہ صرف مذاہب عالم بلکہ مذاہب عالم کا ہر ذیلی فرقہ اس مصلح عالم کا منتظر ہے۔ اور یہی انتظار باہم ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لئے باعث منازعت بن گیا ہے۔ خدا کرے مولٰنا روم کے "صاحب سرِ عزیزے صد زباں" کی طرح عین وقت پر وہ شخص لوگوں کے علم میں آ جائے۔ جو "گر بدے آں جا بدادے صلح شاں" کا مصداق ہو جائے۔ ورنہ حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

مولانا روم کی یہ تو ایک حکیمانہ پند و نصیحت تھی، لیکن واقعی طور پر بھی بجز اس کے کوئی صورت قرین عقل نظر نہیں آتی۔ کہ کل مذاہب کا ایک مصلح موعود ہو۔ اور مسلمانوں کی حد تک خود یہ مسئلہ بھی قابل غور ہے، کہ اگر دو امام یا دو مفترض الاطاعۃ خلفاء ایک ہی وقت میں مبعوث ہوں، تو ایک کی موجودگی میں دوسرے کی کیا صورت ہو گی؟ دو خلفاء اسلام میں جائز نہیں ہیں۔ اگر ایک دوسرے کا مطیع نہ ہو تو اس کا قتل جائز ہے[۵]۔ ہاں ایسے امام جن کی اطاعت فرض یا واجب نہ ہو، چند بھی ہو سکتے ہیں۔ جس طرح کے ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ تعالےٰ اجمعین ہوئے ہیں۔ پس اس عام فہم بات اور حدیث لَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ کو پیش نظر رکھ کر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، کہ یا تو یہ کہا جائے کہ مہدی اور مسیح دو علیحدہ وجود نہ ہوں گے یا ایک کا زمانہ دوسرے کے زمانہ کے بعد کا ہو، جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے۔ لیکن یہ رائے بہت ضعیف سی ہے۔ اکثریت اس طرف ہے کہ زمانہ دونوں کا ایک ہی ہو گا۔ ہم اس مختصر رسالہ میں اس

---

[۵] لَا يَجُوزُ نَصْبُ إِمَامَيْنِ فِي زَمَانٍ وَاحِدٍ (شرح عقائد نسفی صفحہ ۲۳ مطبوعہ انوار احمدی لکھنؤ)
إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ (الحدیث)

رائے کی صحت یا عدم صحت پر کوئی بحث ضروری نہیں سمجھتے۔ ہم کو صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ "مہدی" فی نفسہ کوئی متعین نام کسی شخص کا نہیں ہے وہ صرف ایک صفت ہے۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، اس وقت وہ خود مہدی ہوں گے۔ دوسرا کوئی شخص اُن کے زمانہ میں علیحدہ مہدی نہ ہوگا، اور اس کو ہم اختصار کے ساتھ واضح کر چکے۔

اس طرح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مہدویت و مسیحیت کے دعاوی کے متعلق اصلی اور بنیادی سہ گانہ امور تنقیح طلب کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ اور ان بنیادی امور کے تصفیہ کے بعد دعویدار کے دعویٰ کی صداقت کے جانچنے کی نوبت آتی ہے۔ ان امور کے تصفیہ کے پہلے مرزا صاحب کی صداقت کی جانچ ایسی ہی ہوگی، جیسی ناپاک یا ناصاف برتن میں دُودھ لینے کی کوشش۔ جب تک اپنا برتن صاف نہ ہو، دُودھ خواہ کتنا ہی صاف و خالص اور آلائش سے پاک ہو، خود بخود ناپاک برتن میں آلودہ ہی نظر آئے گا۔ جب تک دماغ پر یہ عقیدہ مسلط ہے، کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہ خود دنیا میں دوبارہ اصلاح اُمت محمدیہ کیلئے تشریف لائیں گے، اُس وقت تک کسی ایسے دعویدار کے دعویٰ کی طرف توجہ ہو ہی نہیں سکتی، جو کہتا ہے میں اسی دنیا میں ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہُوا ہوں، اور ہُوں وہی مسیح موعود جس کے تم منتظر ہو، اور جس کیلئے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہو۔ اور اگر توجہ ہو بھی تو ایسی ہی ہوگی، جیسے کوئی رنگین شیشہ آنکھ پر لگا کر سارے منظر کو رنگین ہی دیکھیگا۔ جب یہ عقیدہ دماغوں سے نکل جائے، اور درحقیقت قلوب یہ محسوس کرنے لگیں، کہ ہم ہی میں سے کوئی مصلح پیدا ہوگا تو عرصۂ دراز کے انتظار کی وجہ سے قلوب خود بخود مضطرب ہو کر اس جانب رجوع ہو جائیں گے، کہ جو آواز آ رہی ہے اس کو سُن تو لیا جائے کہ کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنے والا آ جائے، اور ہم اس سے محروم رہیں۔ پس یہ ضروری ہے، کہ پہلے حیات و ممات مسیح کا مسئلہ طے ہو جائے۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام مخالفین کے ادعا اور عقیدہ کے مطابق زندہ آسمان پر موجود ہیں تو اُن کی موجودگی میں اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، کہ زمین سے پیدا ہو کر جس شخص نے دعویٰ کیا ہے، اس کا وہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط۔ اُس شخص کی غلطی میں کیا شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے، کہ جو اصل مستحق شخص کی موجودگی میں اس کا منصب اپنے لئے تجویز کرتا ہے۔

پس یہ مسئلہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کی جانچ کے لئے سب سے مقدم ہے۔ ابتدا ابتدا میں علماء نے اس مسئلہ کو قابل بحث سمجھ کر اس پر مناظرے اور مباہلے کئے، لیکن جب علماء اولین اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے، اور اس بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑ دیا، تو بعد کے علماء نے جن کو احقاق حق اور ابطال باطل سے کوئی غرض ہی نہیں رہی، بحث کی ابتداء حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے مسئلہ سے شروع کر دی۔ اور کہہ دیا کہ ہم فرض کر لیتے ہیں، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے۔ اگر یہ مفروضہ للّٰہیت پر مبنی اور احقاق حق کے لئے ہوتا، تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا کہ مسیح موعود آسمان سے نہیں آئے گا، بلکہ زمین ہی سے مبعوث ہو گا اور وہ جو کوئی بھی ہو، بحیثیت مسیح موعود کے یقیناً نبی اور تمامی اُمت محمدیہ سے افضل ہو گا۔ اس تسلیم کے بعد مرزا صاحب کی نبوت اور اس کے جملہ شاخسانے جو پبلک کو بھڑکانے کے لئے لگائے جاتے ہیں، خود بخود تسلیم یا مفروض ہو جاتے۔ لیکن چونکہ اس طرح صفائی اور ایمانداری کے ساتھ ان ابتدائی امور کو صحیح تسلیم یا فرض کرنے کے بعد مخالفین کے ہاتھ میں کوئی مواد ہی پبلک کو بھڑکانے کے لئے باقی نہیں رہتا، اس لئے وہ ایک طرف تو اپنی کمزوری چھپانے کے لئے حضرت مسیحؑ کی موت فرض کر لیتے ہیں، لیکن دوسری طرف اس کے متعلقات یعنی مسیح موعود کے منصب و مرتبت پر اس طرح گفتگو کرنے لگتے ہیں، کہ گویا اُن کا مفروضہ مسیح موعود کوئی علیحدہ منصب و مرتبت رکھتا ہے اور حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ اُس سے علیحدہ کچھ اور ہے۔ اس لئے ناواقف لوگ یہ سمجھ کر کہ قادیان کے ایک مرزا برلاس مغل نے نہ صرف تمام بزرگان سلف پر اپنی فضیلت کا دعویٰ کر دیا ہے، بلکہ بڑھتے بڑھتے اپنے آپ کو نبی کہنے لگا ہے، اصل حقیقت سمجھنے سے پہلے بھڑک جاتے ہیں۔ اور علماء اسی کو اپنی کامیابی سمجھ کر معاملہ کو یہیں ختم کر دیتے ہیں۔ اگر پبلک کے یہ ذہن نشین ہو جائے کہ مسیح موعود جو کوئی بھی ہو، بہرحال نبی اور تمامی اُمت محمدیہ سے افضل ہو گا، اور اُس کی اس فضیلت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، تو حضرت مرزا صاحب کی نبوت یا فضیلت کا بیان کسی طرح باعث اشتعال عوام نہیں رہتا۔ اب تو مخالف علماء کے ہاتھ میں سب سے بڑا حربہ یہی ہے۔ جس سے وہ عوام الناس کو بھڑکا دیتے ہیں۔ اور بڑی للّٰہیت کے ساتھ ہمدردانہ صورت بنا کر مسلمانوں کے مجامع کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ "بھائی مسلمانو یہ چند ہزار قادیانی

چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ یہاں تک کہ ہمارے معصوم بچوں کے جنازے بھی نہیں پڑھتے۔ اور غیر احمدی سے احمدی لڑکی کے نکاح کو حرام سمجھتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے اپنا علیحدہ نبی بنا لیا ہے۔ غضب ہے مسلمانو! کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے نبی کی ہتک کی جاتی ہے۔ اس کے کلمہ گوؤں کو کافر کہا جاتا ہے کوئی مسلمان جب تک لاالٰہ الّا اللہ غلام احمد رسول اللہ نہ کہے، مسلمان ہی نہیں رہتا"
یہ ایسی تقریر ہوتی ہے کہ مدتوں خود ہم بھی جو اب اصل حالات سے واقف ہو کر جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اس قسم کی خرافات پر پیچ و تاب کھاتے رہے اور اس مقدس انسان کو جو اس زمانہ میں فی الحقیقت ہمارا منجی ہے، ایک نہایت ہی مفسد اور مخرب اسلام تصوّر کرتے رہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک علماء کے قصے کہانیوں پر اعتماد کرتے رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں، اور وہ آسمان سے ہی ہماری آنکھوں کے سامنے نازل ہونگے۔ اس وقت تک ایک ایسے شخص کی جو پیدا تو زمین سے ہوا ہے اور باتیں کرتا ہے آسمان کی اور سب کو اپنی بلندی کے سامنے ہیچ سمجھتا ہے۔ ہم پرواہ ہی کیا کر سکتے تھے۔ گو شرافت کے تقاضے سے (اگر کبھی ہمارے جذبات پر شرافت غالب آجاتی تو) خاموش بھی ہو جاتے تھے۔ مگر جب احمدیوں کے اس شور و شغب کو دیکھتے تھے کہ "جو مسلمان مرزا صاحب یا اُن کی جماعت کے کسی رُکن کو کافر و مردود اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں، وہ خود کافر ہیں" اور احمدیوں پر حرام کر دیا گیا تھا، کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھیں یا اُن کو لڑکیاں دیں جو احمدی نہیں ہیں، تو وہی معمولی مولویوں کا ساخیال آنے لگتا تھا، کہ یہ شخص تو خانہ برانداز اسلام آپس میں تفریق پیدا کر رہا ہے۔ اس لئے جوش و غضب میں کچھ کا کچھ کہہ جاتے تھے (نعوذ باللہ من ذالک) لیکن جب یہ سمجھ میں آگیا، کہ بحیثیت منصب کے جو شخص بھی مسیح موعود ہو گا، خواہ وہ اسی زمین سے کھڑا ہو جائے یا آسمان سے اُترے، بہر حال ہمیں اُس کی اتباع لازمی ہو گی، اور اُس کے آگے سر تسلیم خم کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہو گا۔ اور مسیح موعود پر ایمان لانے کے بغیر کوئی ایمان باعث نجات نہ ہو گا۔ کل اعمال ہی حبط ہو جائیں گے۔ تو یہ بھی ذہن نشین ہو گیا، کہ فی الحقیقت مسیح موعود کے ماننے والے اور نہ ماننے والے برابر نہیں ہیں۔ اس لئے کہ مسیح موعود بحیثیت حکم و عدل جو کچھ کہیگا،

اس کی تعمیل کرنا پڑے گی۔ اس لئے اگر مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت کیا ہے، اور لوگوں نے اُس کو صحیح مانا ہے، تو اُن کے متبعین کو بھی کرنا چاہیئے جو وہ کر رہے ہیں۔ یہ تو ایسے شخص کا حکم ہے، جس کو اس کے متبعین مسیح موعود مانتے ہیں، اور جس کو حدیث میں حَکَم و عدل کہا گیا ہے۔ اس سے کمتر درجے کے امامانِ فقہ نے جو مفترض الاطاعت نہیں ہیں، سُنّیوں پر شیعوں کے پیچھے نماز پڑھنا اور اُن کو لڑکی دینا حرام کر دیا ہے۔ اور اسی طرح شیعوں کے مجتہدین نے شیعوں کو سُنّیوں کے ساتھ معاملہ نہ کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ معاملہ اس طرح سمجھ میں آ جانے کے بعد وہ نفرت جو مولویوں کی اندھا دھند مخالفت کی وجہ سے مرزا صاحب کی نسبت بحیثیت مخالف کے ہمارے دل میں پیدا ہو گئی تھی کم ہو گئی۔ اور یہ بات قرین عقل معلوم ہونے لگی، کہ ایسے احکام علیحدگی و تفریق کے جو بظاہر ناگوار سے معلوم ہوتے ہیں مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔ جو ہر ایک ابتدائی جماعت کو مضبوط و مستحکم کرنے اور دوسروں میں خلط ملط نہ ہونے دینے کیلئے ضروری و ناگزیر ہیں۔ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ[۵]"

جب مولویوں کا یہ اثر کم ہوا، اور ایک مرتبہ نفرت و رغبت سے خالی ہو کر خالصًا لوجہ اللہ محض خدا طلبی کے لئے مرزا صاحب کے دعاوی اور دلائل پر غور کرنے کا موقع ملا، تو حق ظاہر ہونے لگا اور یہ یقین ہو گیا، کہ اگر مرزا صاحب کے دعاوی و دلائل پر ٹھنڈے دل سے حق طلبی کے لئے غور کیا جائے، تو سوائے اس کے کہ کوئی بدظنی ہی درمیان میں حائل ہو جائے، یہ محال سا معلوم ہوتا ہے کہ مخلصین کے لئے دروازہ نہ کھول دیا جائے۔

پس جو طریقہ مخالفین نے مرزا صاحب کے اصل دعاوی و دلائل کو ترک کر کے لوگوں کو بھڑکا دینے کے لئے فروعی مباحث پر دھواں دھار تقریر کرنے یا مضامین یا کتابیں شائع کرنے کا اختیار کیا ہے، وہ یقینًا ایک زہر آلود طریقہ اشاعت الفواحش کا ہے۔ اور سادہ دل، سادہ مزاج اور نیک نیت اشخاص پر جو اسلام کا کچھ درد بھی رکھتے ہیں، زیادہ گمراہ کن اثر پیدا کرتا ہے۔ اگر مخالف مولوی صاحبان ایک دفعہ بھی لوگوں کو یہ سمجھ لینے دیں، کہ اہل سُنت و الجماعت کا متفقہ اور مسلمہ

۵؎ اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ مومنین کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو یہاں تک کہ وہ خبیث اور طیّب میں تمیز نہ کر دے۔
(پ ۴ع ۹)

عقیدہ یہ ہے کہ "عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد کوئی مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا، جب تک کہ اُن کو قبول نہ کرے۔ جو مدعی ایمان و اسلام مسیح موعود سے علیحدہ اور اُن کا منکر رہے گا، وہ باوجود سارے اعمال کے ایک مومن اور مسلم کے درجہ تک نہیں پہنچ سکے گا، اور اس کے اعمال حبط ہوں گے۔ مسیح موعود ایک مفترض الاطاعت امام اور حاکم عادل ہوں گے۔ ان کے احکام کی تعمیل میں کسی مسلمان کو چون و چرا کی گنجائش نہ ہوگی۔" تو یہ شور و شغب جو مولوی صاحبان نے دنیا میں مچا رکھا ہے، باقی ہی نہیں رہ سکتا۔

ظاہر ہے کہ جو شخص خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا، مفترض الاطاعت اور امام حکم عدل ہوگا۔ وہی ان تمام اختلافات و نزاعات کا تصفیہ کرنے والا ہوگا، جو امت محمدیہ کے مختلف فرقوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ اُن کے خیالات و معتقدات کی تجدید کرے گا، مومنین کے مراتب و فضائل کو ظاہر کرے گا، کسی کو بڑھائے گا اور کسی کو گھٹائے گا، تاکہ سب اپنے صحیح مقامات پر آجائیں۔ یہ کوئی معمولی کام نہ ہوگا۔ اس لئے "اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۔"[۱] کا نقشہ سامنے آجائے گا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے چند صدی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی اس شوریدگی و بدبختی کے نقشہ کو صاف طور پر دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ حضرت موصوف اپنے ایک مکتوب پنجاہ و پنجم موسومہ خواجہ محمد سعید و محمد معصوم میں ارشاد فرماتے ہیں:[۲]

> "نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات او را علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) از کمال دقت و غموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ ببرکت ورع و تقویٰ و بدولت متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگراں در فہم آں عاجز اند و مجتہدات او را بواسطہ دقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند و او را و اصحاب او را اصحاب رائے پندارند۔" (مکتوبات امام ربانی جلد ثانی مطبوعہ مطبع احمدی دہلی صفحہ ۱۰۱)

---

[۱] پس جب کبھی لایا تمہارے پاس رسول وہ چیز جو تمہارے نفس نہ چاہتے تھے تو تم نے ایک فریق کی تکذیب کی اور ایک فریق کو تم قتل کرتے تھے۔ پ ۱ ع ۔

[۲] قریب ہے کہ علماء ظاہری حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے مجتہدات (یعنی جو احکام آپ اپنے اجتہاد سے کریں گے) بوجہ اس کے کہ

پس حضرت مسیح موعود کی فضیلت و مرتبت اور منصب و حکمیت مسلّمہ فریقین ہے لیکن علماء وقت بحث کے وقت ان تمام مسلمات کو پس پشت ڈال کر حضرت مرزا صاحب کے نہ صرف دعاوی و دلائل کو بلکہ ان جملہ اقوال کو بھی جنکو مسیح موعود و منتظر کے عہدہ و منصب کی نسبت سے دراصل مسلمات سمجھنا چاہیئے، پبلک کے سامنے بطور منکرات کے پیش کر کے مضحکہ اور استہزاء کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔

"وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ"[۵۱]

بقیہ حاشیہ ۔ اُن احکام کا اصلی ماخذ نہایت دقیق اور گہرا ہوگا، انکار کر دیں گے۔ اور نہ صرف انکار بلکہ اُس کو خلاف کتاب و سنت جانیں گے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مثال حضرت امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی سی ہے جو برکت ورع و تقوٰی اور بدولت متابعت سنت اجتہاد و استنباط کے ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچے کہ دوسرے اُس کے سمجھنے ہی سے عاجز ہیں۔ اور اُن کے مجتہدات کو بوجہ زیادہ باریک اور گہرے معانی ہونے کے کتاب اور سنت کے خلاف جانتے ہیں۔ اور اُن کو اور اُن کے متبعین کو اصحاب رائے سمجھتے ہیں ؃

[۵۱] اور جب آیا اُن کے پاس رسول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اُس کی جو ساتھ اُن کے ہے۔ اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا۔ (پ۱ ع ۱۱)

صداقت[1] جانچنے کے لئے معیار از روئے قرآن[2] پاک۔ حضرت مرزا صاحب[3] کے دعاوی صداقت کے معیاروں پر پورے اترتے ہیں۔ انبیاء[4] کی پیشگوئیاں۔ اُن کے جانچنے کے طریقے۔

گذشتہ باب میں ہم نے دعوی مسیحیت و مہدویت کے متعلق ان بنیادی امور کو بیان کر دیا ہے۔ جن کے تصفیہ کے بعد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی کی صداقت جانچنے کی نوبت آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسے شخص کی صداقت کے جانچنے کے لئے جو خدا سے وحی والہام پانے کا یا نبوت کا دعویدار ہو، اور خدا کے نام پر اپنے دعوے کو پیش کرتا ہو کوئی معیار ہونا چاہیئے۔ اور سوائے قرآن پاک کے کوئی مستند معیار اور کہاں سے مل سکتا ہے؟ لہذا اس باب میں ہم قرآن کے بیان کردہ معیار صحت وصداقت میں سے بعض کی تصریح کریں گے۔

ان میں سے ایک اہم و مستحکم معیار یہ ہے، کہ مدعی کی اپنی حالت دعوی سے پہلے کیا تھی آیا وہ شریر، بداخلاق، جھوٹا اور فسادی مشہور تھا۔ یا آنکہ وہ لوگ جو اس سے واقف تھے، اس پر ہر طرح سے حسن ظن رکھتے تھے۔ اس معیار کو قرآن شریف نے مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ اور ان میں سے بعض کا حوالہ اس معیار کی صحت کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ پہلا موقع وہ ہے جب حضرت صالح علیہ السلام نے دعوی نبوت فرمایا، تو قوم نے اُن کو جو کچھ کہا وہ یہ تھا "یَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا"[5] یعنی اے صالح (علیہ السلام) ہمیں تجھ سے بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ اور تو ہم کو اُن کی پرستش سے منع کرتا ہے، جن کو ہمارے باپ دادے پوجتے تھے۔ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم نے جو طعنہ دیا وہ یہ تھا "قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ"[5] یعنی اے شعیب (علیہ السلام) کیا تمہاری نماز نے تم کو حکم دیا ہے

---

[5] پ ۱۲ ع ۶ ۔ [5] پ ۱۲ ع ۸

کہ جن چیزوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے اُن کو چھوڑ دیں، اور یہ کہ اپنے مالوں میں جس طرح تصرف کرنا چاہیں نہ کریں۔

اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے، کہ ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام اپنی قوم میں بلحاظ اپنے تقوے اور طہارت و حالات کے ان لوگوں کے نزدیک جو اُن سے واقف تھے، مشارٌ الیہ ہوتے تھے۔ یہ تو اشارات ہیں، ان سے آگے بڑھ کر قرآن شریف اور خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی اپنے حالات زندگی قبل نبوت کو اپنے دعوئے نبوت کے ثبوت میں بطور دلیل کے پیش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ " فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ "۔ یہ آیت سورۂ یونس میں ہے اور سورۂ یونس کی ابتدا اس طرح سے ہوتی ہے۔ الٓرٰ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ٥ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ مُّبِينٌ ۔ یہ پوری سورت ہی اثبات نبوت اور دلائل نبوت میں ہے۔ آیات مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے:۔

> " میں اللہ سب کچھ دیکھتا ہوں۔ یہ آیتیں ہیں کتاب پُر حکمت کی کیا ہوا لوگوں کو تعجب کہ وحی بھیجی ہم نے ان میں سے ایک شخص کی طرف۔ یہ کہ ڈرا لوگوں کو اور بشارت دے مومنوں کو کہ اُن کے لئے مرتبہ اعلیٰ ہے اُن کے رب کے پاس، کہا کافروں نے یقیناً یہ کھلا کھلا جادوگر ہے۔"

اس سے ظاہر ہوا کہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت پر لوگ بیدار ہوئے اور ان کو وحی الٰہی کی نسبت تعجب ہوا، اور کسی طرح یقین نہ آتا تھا، کہ ایک ہم جیسے آدمی سے خدا اس طرح کلام کرتا ہے۔ اس لئے آپ کو جھٹلاتے تھے۔ اور کوئی دلیل جھوٹا کہنے کی نہ ملتی تھی، تو اس کو جادو ہی کہہ دیتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اس انکار و تکذیب اور تعجب کو رفع کرنے کیلئے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دلیل پیش کرنے کا حکم دیا۔ قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٥ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ

لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ[۱]۔ دراصل یہ تین دلائل یکجائی ہیں۔

اوّل یہ کہ جس علم سے تم واقف نہ تھے خدا نے وہ تم کو عطاء کیا۔

دوم یہ کہ تم جانتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں صدیق وامین واُمّی تھے، وہ نہ تو ایسا علم اپنے پاس سے پیش کر سکتے تھے، نہ افتراء کر کے جھوٹ بول کے اس علم کو پیش کر سکتے تھے۔

سوم یہ کہ خدا پر جھوٹ وافتراء باندھنے والے خدا کے کلام کو جھٹلانیوالے فلاح نہیں پاسکتے۔ اور اب تم سمجھ لو، کہ اوّل تو وہ علم جس سے دُنیا واقف نہیں تھی، وہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہے، پھر خدا کے نام سے پیش کرتا ہے۔ اور ایسا شخص پیش کرتا ہے، جو نہ عالم تھا نہ جھوٹا بلکہ امین اور صدیق اُمّی محض تھا پس کیونکر ممکن ہے، کہ ایسا علم اپنی جانب سے پیش کر سکے۔ اور اگر ایسا ہو تو جھوٹ اور افتراء سے وہ فلاح کیونکر پاسکتا ہے۔ اور اگر وہ سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے، تو اس کی تکذیب تمہارے لئے مضر ہے۔

پس یہ ایک قطعی معیار ہے صداقت کے جانچنے کا۔ اس معیار کے مطابق دعویدار کی پہلی زندگی یعنی دعوٰی سے پہلے کی زندگی کے حالات کو جانچا جائے اور یہ معلوم کیا جائے، کہ دعوٰی سے قبل ان لوگوں میں جو اس کو جانتے تھے یا جن سے اس کا واسطہ پڑا ہے، وہ کیا شہرت و اعتبار رکھتا تھا۔ اس کے بعد یہ معلوم کیا جائے، کہ وہ کیا کہتا ہے یعنی کیا یُوں ہی واہی تباہی بکتا ہے یا کوئی علم پیش کرتا ہے۔

اس معیار کو جناب مرزا صاحب نے تمام مخالفین کے سامنے پیش کر کے للکارا کہ:۔

"تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم یہ خیال کرو۔۔ کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے، یہ بھی اُس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں سے

---

[۱] اگر چاہتا اللہ میں اس کو تم پر نہ پڑھتا (بیان کرتا) اور نہ تم کو اس سے باخبر کرتا۔ پس تحقیق اس سے پہلے میں نے تم میں ایک عمر گذاری ہے کیا تم سوچتے نہیں۔ پس اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹا افتراء کرے یا اس کی آیات کی تکذیب کرے (ایسا شخص خدا کے نزدیک مجرم ہے) حقیقت یہ ہے کہ خدا مجرموں کو فلاح یافتہ نہیں بناتا یعنی اُن کو کامیاب نہیں کرتا۔ (پ۱۱ ع ۷)

جو میری سوانح زندگی پر نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے ابتدا سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲)

اس دعویٰ اور تحدّی کے باوجود کبھی کسی مخالف نے بھی آپ کی سابقہ زندگی یعنی دعویٰ مسیحیت سے قبل کی زندگی میں کوئی عیب نہیں نکالا۔ یہاں تک کہ خود جناب برنی صاحب نے بھی اپنی کتاب زیر جواب "قادیانی مذہب" کے ہر ایک ایڈیشن میں حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے "دو دَور قائم کر کے پھر اور دَور بھی بڑھائے، لیکن بہر حال دَور اول یعنی دعویٰ سے پہلی زندگی کے متعلق تحریر فرمایا ہے:۔ "پہلے دَور میں تو وہ خوب خوش اعتقاد اور عقیدت مند نظر آتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء کو اپنا بڑا مانتے ہیں، سب کی عظمت کرتے ہیں" کیا آپ سمجھ سکتے ہیں اگر حضرت مرزا صاحب کے کسی مخالف اور معاند نے حضرت مرزا صاحب کی پہلی زندگی کی نسبت کوئی الزام لگایا ہوتا تو جناب برنی صاحب اس کو اپنی کتاب میں نمایاں جگہ نہ دیتے؟

اس عام بیان کے علاوہ حضرت مرزا صاحب کے واقف کاران حالات کے خاص بیانات بھی درج کئے جاتے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بعد میں حضرت مرزا صاحب کے سخت مخالف ہوگئے تھے براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت لکھتے ہیں:۔

"مؤلف براہین احمدیہ (حضرت مرزا صاحب) کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی اور شرح ملا پڑھا کرتے تھے) ہمارے ہم مکتب بھی"

"مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربہ اور مشاہدہ کے رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیز گار و صداقت شعار ہیں۔"

"اب ہم اس (براہین احمدیہ) پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے

جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی .... اور اس کا مؤلف (حضرت مرزا صاحب) بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۷)

یہ شہادت کافی سے زیادہ ہے اور ایسے شخص کی ہے، جو حضرت مرزا صاحب کا اُن کے دعویٰ کے بعد اشد مخالف رہا ہے۔ ایسے مخالف کی شہادت حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل کی زندگی کی نسبت بہت کافی ہے لیکن اس پر ہم مزید اضافہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی شہادت کا کر دیتے ہیں، جو اب تک زندہ موجود ہیں اور احمدیت کے سب سے بڑے مخالف ہیں۔ مولوی صاحب موصوف حضرت مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے حالات و خیالات سے نہایت درجہ متاثر تھے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب تاریخ مرزا کے صفحہ ۵۳ میں فرماتے ہیں:۔

"جس طرح مرزا صاحب کی زندگی کے دو حصے ہیں (براہین احمدیہ تک اور اس کے بعد) اسی طرح مرزا صاحب سے میرے تعلق کے بھی دو حصے ہیں۔ براہین احمدیہ تک اور براہین سے بعد۔ براہین تک میں مرزا صاحب سے حُسن ظن رکھتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میری عمر کوئی ۱۷-۱۸ سال کی تھی، میں بشوق زیارت بٹالہ سے پا پیادہ تنہا قادیان گیا۔"

ان دو شہادتوں کے بعد تیسری شہادت بھی ایک ایسے شخص کی موجود ہے، جس نے حضرت مرزا صاحب کو جوانی کے زمانہ میں جبکہ وہ ملازم تھے دیکھا اور پرکھا تھا۔ اور یہ مولوی سراج الدین صاحب مرحوم ہیں، جو مولوی ظفر علی خاں صاحب آف "زمیندار" کے والد تھے۔ مولوی صاحب موصوف حضرت مرزا صاحب کے انتقال کے بعد فرماتے ہیں:۔

"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرّر تھے۔ اُس وقت آپ کی عمر ۲۲-۲۳ سال کی ہوگی۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ ۱۸۷۷ء میں ہمیں

ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بہت کم گفتگو کرتے تھے۔" (زمیندار اواخر مئی ۱۹۰۸ء بحوالہ اصل مصفیٰ جلد ۲ صفحہ ۶۳۴)

پس حضرت مرزا صاحب کی دعویٰ سے قبل کی زندگی بچپن و جوانی سے لے کر دعویٰ تک ایسی گذری ہے، جس کے لئے معتبر ترین اشخاص نے شہادت دی ہے۔ کہ صالحانہ و متقیانہ پاک و بے عیب زندگی تھی، جو اسلام کی خدمت میں صرف ہوتی تھی۔ اور جو جمیع حالات کے لحاظ سے ایسی زندگی تھی، جس کو دیکھنے کے لئے مولوی ثناء اللہ جیسے مدعیان دینداری آرزو رکھتے تھے۔ اور اس زندگی پر کبھی کسی جانب سے انگشت نمائی نہیں ہوئی۔ پس "فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ" کے معیار کے مطابق حضرت مرزا صاحب کامل المعیار صادق قرار پاتے ہیں۔

اس کے بعد دوسری دلیل آپ کی صداقت کی وہ علم ہے، جو آپ نے خدا سے حاصل کر کے دنیا کو دیا۔ حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا یہی وہ دورِ علمی ہے، جس کو برنی صاحب نے دوسرا دور قرار دے کر لکھا ہے کہ:-

"لیکن دوسرے دور میں حالت بالکل برعکس ہے۔ اول تو علانیہ نبی بن جاتے ہیں پھر بڑھتے بڑھتے تقریباً تمام انبیاء و مرسلین سے صراحتاً یا کنایتہً بڑھ جاتے ہیں بڑے بڑے دعوے زبان پر لاتے ہیں۔"

یہی وہ علم ہے جو حسب منشاء آیت محولہ بالا "لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ" کے خدا سے حاصل کرنے کے بغیر اور کسی طرح بذریعہ افتراء اور جھوٹ کے نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ اس علم کا ادنیٰ نمونہ اُن آیات کی تفسیر ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں قرآن میں موجود ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ "يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ"۔ یہ علم جو اس آیت کی تفسیر کے طور پر حضرت مرزا صاحب نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے ایسا علم ہے، جو اس سے قبل دنیا کے سامنے بحیثیت علم کے نہ تھا۔ ممکن ہے کہ بحیثیت منفرد خیال کے اس کا اظہار کیا گیا ہو، مگر بحیثیت ایسے علم کے جو بلحاظ اپنے استحکام کے علماء وقت کو خاموش و لاجواب

کر چکا ہے کبھی پیش نہیں ہوا۔ اور نہ حضرت مرزا صاحب اس سے پہلے اس سے واقف تھے۔ خود حضرت مرزا صاحب کا علم خاص جو اس بارہ خاص میں تھا، وہ براہین احمدیہ اور دعوی سے پہلے کی کتابوں سے ظاہر ہے، کہ حضرت مغفور بھی مثل دوسرے علماء کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل تھے۔ اور آسمان پر زندہ موجود سمجھتے تھے۔ اور اب تک علماء مخالف حضرت مرزا صاحب کے اس علم کو ہمارے مقابلہ میں بطور حجت پیش کرتے رہتے ہیں۔ پس جو علم حضرت مرزا صاحب کو قبل دعوی ماموریت اس مسئلہ کی نسبت تھا وہ بالکل اس علم کے مخالف تھا، جو بعد دعوی مسیحیت بذریعہ وحی اُن کو عطا کیا گیا ہے۔ پس کلام الٰہی کا یہ معیار صداقت کہ " لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ " پورے طریقہ پر باقی آیت " فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ " کے ساتھ مل کر مکمل ہو جاتا ہے۔ آیت " لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ " اس بات کو واضح کرتی ہے۔ کہ مدعی نبوت و صداقت جو علم تمہارے سامنے پیش کرتا ہے، وہ ایسا علم ہے جس سے پہلے تم واقف نہ تھے۔ یہاں تک کہ مدعی نبوت بھی خود اس سے واقف نہ تھا اور تم واقف ہو، کہ وہ تم میں اُمی محض تھا۔ اس لئے ایسا علم خود اس کے دماغ کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ اگر خدا تم کو یہ علم عطا نہ کرنا چاہتا، تو اس مدعی نبوت کے ذریعہ تم پر وہ تلاوت نہ کیا جاتا اور نہ تم اس سے واقف ہو سکتے۔ اس سے معلوم ہوا، کہ جب کوئی واقعی صحیح اور نافع علم آتا ہے، تو خدا کی طرف سے آتا ہے۔ اور جب وہ بندہ جو خدا کا فرستادہ نبی ہونے کا دعویدار ہوتا ہے، ایسا علم پیش کرے، تو تم سمجھ لو کہ وہ خدا ہی کی جانب سے ہے، جس کے سوا کوئی ایسا علم ایسے اُمی کو عطا نہیں کر سکتا۔ حضرت مرزا صاحب ان علوم کی نسبت جو اُن سے ظاہر ہوتے ہیں، خصوصاً مسئلہ وفات مسیح کے متعلق اُمی محض تھے۔ بلکہ اس سے بھی کسی قدر زیادہ کہ اُن کا حاصلہ علم، علم الٰہی کے قطعاً مخالف تھا۔ ان کے حاصلہ علم میں کوئی گنجائش اس علم کی نہ تھی، جو جناب الٰہی سے عطا ہوا۔ یہ امر کہ آیا یہ علم صحیح و واقعی ہے یا نہیں؟ ان دلائل سے ظاہر ہوتا ہے، جو حضرت مسیح موعودؑ کی ۸۰ کے قریب تصنیفات اور جماعت احمدیہ کے ضخیم لٹریچر میں مہیا کر دئے گئے ہیں۔ اور جن کا نمونہ ہم باب سوم میں دے چکے ہیں۔ اور یہ امر کہ وہ نافع ہے یا نہیں، صرف اس مختصر سی بات سے سمجھ میں آجائے گا، کہ موجودہ عیسائیت کی بنیاد عقیدہ ابنیت مسیح پر ہے، اور ابنیت کی مدد اُن کے عقیدہ حیات سے ہوتی ہے۔

پس اگر یہ ثابت ہو جائے (جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ثابت کر دیا ہے) کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے وقت پر فوت ہو گئے، نہ اب وہ زندہ ہیں نہ غیر معمولی عمر پائی۔ تو مسلمانوں کی طرف سے جو مدد عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے متعلق غلط عقیدہ رکھنے کی وجہ سے عیسائیت کو پہنچ رہی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح عیسائیت کا وہ ستون جس پر وہ قائم ہے، اپنی بنیاد سمیت غائب ہو جاتا ہے۔ اور ابنیت مسیح کا عقیدہ باطل ہو جانے کی وجہ سے مسیحیت کی موجودہ شاندار عمارت منہدم اور اُس کی دجالیت نمک کی طرح گل کر بہ جاتی ہے۔ اور یہی غرض مسیح موعود کی بعثت اور نزول کی، احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ پس حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مسیح موعود کی حیثیت سے جو علم عقیدہ حیات مسیح کے متعلق دنیا کے روبرو پیش کیا ہے، وہ، وہ صحیح اور نافع علم ہے، جو بارگاہِ الٰہی سے آپ کو بطور نشان صداقت عطا کیا گیا تھا۔ اس طرح حضرت مرزا صاحب کی ابتدائی صادقانہ و عارفانہ و متقیانہ زندگی کے ساتھ اس علم الٰہی کے نور کا اضافہ کر لیا جائے، تو "نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ"[۵۱] ہو جاتا ہے۔ اور صداقت روشن ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد آیات مذکورہ میں سے دوسری آیت یعنی "فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ"[۵۲] اپنے مطلب کے ساتھ واضح ہو کر ذہن میں اُتر جاتی ہے اور یہ صاف ہو جاتا ہے، کہ کوئی شخص خدا پر افتراء باندھ کر یعنی خدا کے علم سے اُس کی مرضی کے خلاف ازراہ کذب و افتراء اس کا نائب و سفیر بن کر دنیا میں پنپ نہیں سکتا۔ اور اس طرح جو شخص خدا کے سچے پیغمبر یا نبی سے برسرِ پرخاش ہوگا، اور اس کو جھوٹا قرار دیگا، وہ بھی فلاح نہیں پا سکتا۔ پس ان آیات میں تین معیار حق و صداقت کے جانچنے کے لئے مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ اور ان معیاروں میں سے آخری معیار کی توثیق ایک دوسرے معیار قطعی سے بھی ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں نبوت کی صداقت کی دلیل کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ کہ "لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ ۝"[۵۳] یعنی اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات ہم پر

---

[۵۱] نور پر نور (پ ۱۸ ع ۱۱) [۵۲] پس اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر افتراء کرے یا اس کی آیات کو جھٹلائے بے شک اللہ مجرموں کو کبھی کامیاب نہیں کرتا (پ ۱۱ ع ۷) [۵۳] (پ ۲۹ ع ۷)

بنا لیتے تو ہم اُن کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اُن کی رگِ جان کاٹ دیتے۔ یہ کلامِ الٰہی صدق و کذب کا ایک قطعی معیار ہے، تاکہ حق و باطل باہم ملتبس نہ ہو سکیں۔ نبوت کا دعویٰ دنیا کے لئے ایک قیامت ہوتا ہے۔ اس کی تکذیب کی وجہ سے کروڑہا آدمی مارے جاتے ہیں، وہ مدعی تن تنہا ساری دُنیا کو پکارتا ہے، اور جو اس کی نہ سُنے اس کو وہ ملزم قرار دیتا ہے، جس پر خدائی احکام جاری ہوتے ہیں۔ اگر ایسا صاحب اقتدار شخص خود جھوٹا اور کذاب ہو، تو دنیا کا کیا حال ہوگا۔ ایک طرف تو خدا حکم دیتا ہے، کہ ہمارے بھیجے ہوئے کو مانو، اور دوسری طرف من ملنے جو چاہے خدا کی طرف سے آنیکا دعویٰ کر دے، تو مخلوقِ الٰہی کا کیا حال ہوگا۔ اس لئے اس کا انتظام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ رکھا ہے اور صاف فرمایا ہے، کہ اگر کوئی ایسا کرے، تو ہم اُس کو مہلت نہ دینگے اور اس کو معہ اُس کے کاروبار کے تباہ و برباد کر دیں گے۔ یہی مضمون توریت میں بھی آیا ہے۔ ملاحظہ ہو استثنار باب ۱۸ آیت ۲۰۔

"لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے۔ تو وہ نبی قتل کیا جائے۔"

یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص اپنے آپ کو دنیاوی حکومت کا نمائندہ یا حاکم ظاہر کرے اور اس پر اصرار کرے، تو اس دنیا کی حکومتیں بھی اُس کو بغیر سزا دئے نہیں چھوڑتی ہیں تاکہ دنیا پر یہ ظاہر ہو جائے، کہ یہ شخص کذاب ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو دُنیا سے امن و حکومت اُٹھ جائے۔ جب دنیاوی حکومتوں کا یہ حال ہے، تو خیال کرو اللہ تعالے کسی شخص کو یہ اجازت کیونکر دے سکتا ہے، کہ کوئی اس کے نام سے اس کی مخلوق کو بہکاتا رہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اپنی مخلوق پر رحم فرما کر یہ قطعی معیار حق و باطل کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اور اس کے لئے مخلوق کو جانچ کی زحمت نہیں دی، بلکہ خود ہی اس کا اہتمام فرما دیا، کہ کوئی جھوٹا نبی اتنی مہلت نہیں پاتا۔ کہ اس کی مخلوق کو مسلسل گمراہ کرتا رہے اور کامیاب ہو۔ یہ ایسا مسلمہ اصول و معیار صداقت ہے، کہ علماء اہل سُنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے، جس کی صراحت آگے کی جائے گی۔ اور یہ ایسا معیار صداقت ہے، جس کو برنی صاحب نے بھی طبع چہارم کی فصل ۲۰ میں بصفحہ ۸۶۰ طبع پنجم صفحہ ۱۰۵۸ پر تحریر فرمایا ہے کہ :۔

"جبکہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین بالمومنین رؤف رحیم جیسے نبی کو یہ تنبیہ ہو کہ جبروت وکبریائی سے دل کانپ اُٹھے اور اس کے سوا کس کا حوصلہ ہے جو اس خطاب کا متحمل ہو۔"

ظاہر ہے کہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی اعلیٰ و برتر شان رکھنے والی ہستی صاحب معراج و صاحب کوثر کو جس پر عرش سے فرش تک صلوٰۃ و سلام جاری ہے، یہ ہمت نہیں ہو سکتی، کہ ایک شعشہ یا ایک نقطہ بھی اپنی طرف سے زائد کر سکے، تو دوسرے کس شمار و قطار میں ہیں جو خدا پر افترا کر کے کئی کئی جزو الہامات کے اُس کی طرف جھوٹ منسوب کر سکیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اس مستحکم و مضبوط معیار صداقت سے بھی جناب برنی صاحب دانستہ یا کور فہمی سے نادانستہ گریز کر کے آگے بڑھ گئے۔ اور اُن آیات پر پہنچ گئے، جو مفتری کی حالت جان کندنی کے متعلق ہیں۔ بلا شبہ ایک مفتری علی اللہ کی آخری حالت مطابق آیۂ مبارکہ وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ...... الخ[1] نہایت ہی ذلت کی ہوگی۔ لیکن یہ تو وہ سزا اس کے افترا کی ہے جو دنیا میں کسی کو نظر نہیں آسکتی، اس لئے اس سزا سے کوئی ایسا معیار ہاتھ نہ لگا جس کی بنیاد پر دنیا میں صداقت جانچی جاسکے۔ جناب برنی صاحب کو جو عادت تحریف کی پڑ گئی ہے، اس عادت کے راسخ فی القلب ہو جانے کا یہ نتیجہ ہُوا، کہ قرآن پاک میں بھی تحریف کی طرف طبیعت مائل ہوگئی۔ اور اپنی طرف سے قرآن پاک کے الفاظ سے قطع نظر کر کے یہ فقرہ بڑھا دیا کہ "جیتے جی ان گمراہوں کو کچھ پتہ نہ چلے، کہ کس حال میں مبتلا ہیں"۔ پوچھئے یہ قرآن پاک کے کن الفاظ کا ترجمہ یا مفہوم ہے؟ قرآن پاک کے اصل الفاظ ہم نے خود برنی صاحب کی کتاب زیر جواب سے لیکر اوپر نقل کر دیئے ہیں۔ قرآن پاک میں کہیں یہ نہیں ہے کہ مفتری علی اللہ کو یہاں دنیا میں آزاد چھوڑ دیا جائے گا، اگر ایسا ہو تو غضب ہو جائے گا۔ امن و امان دنیا سے اُٹھ جائے گا۔ اور

---

[1] کاش تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھو جب وہ موت کی غشیوں میں پڑے ہوئے ہوں۔ اور ملائکہ اُن کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں کہ اپنی جانیں نکالو اب تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی بسبب اس کے کہ تم اللہ پر ناحق جھوٹ بولتے تھے اور تم اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ (پ ۷ ع ۱۷)

دوسری جتنی آیات برنی صاحب نے اس فصل میں لکھی ہیں، اُن سب سے ہمارے بیان کردہ معیار کے خلاف کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی۔

پس یہ مستحکم و مضبوط معیار کہ اللہ پر جھوٹ بولنے والے اسی دنیا میں پکڑے جاتے ہیں اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

ان چار قوی تر و مستحکم معیاروں کے سمجھ لینے کے بعد کسی مزید معیار کے تلاش کرنیکی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے جانچنے کے لئے ایک اور پانچواں معیار بھی کارآمد ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر آنے والا نبی جس کی پہلے سے پیشگوئی کی گئی ہو اپنے متقدم نبی کی تعلیم کا مصدق ہوتا ہے۔ اور جب آنے والا نبی کوئی خاص شریعت لانے والا نبی نہ ہو، بلکہ تابع شریعت سابقہ ہی ہو، تو یہ معیار خاص طور پر اس سے متعلق کیا جا سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا معاملہ تو اس سے بھی کسی قدر زیادہ ہے، کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور امتی بھی ہیں۔ اس لئے یہ معیار حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام سے بدرجہ اولیٰ متعلق ہوتا ہے۔ اس معیار کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مختلف مقامات پر بعض انبیاء کے حالات اور اُن کے دعاوی کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے۔ لیکن زیادہ صاف اور اقرب الی التسلیم آیت اس بارہ میں یہ ہے۔ "وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ۝ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"[1] اگرچہ یہ میثاق انبیاء سے لیا گیا ہے۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں، اور مفسرین نے اس کی صراحت کی ہے، کہ یہ میثاق جملہ انبیاء کی اُمتوں سے بھی متعلق ہے۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ ازل میں سب سے یہ اقرار لیا گیا تھا، کہ جب کوئی نبی دوسرے نبی کے بعد آوے، اور تصدیق کرنیوالا اُن تعلیمات کا ہو جو نبی ماقبل کی اُمت کے پاس ہیں، تو اس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ اس معیار کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کے ساتھ آپ کی تعلیم کو دیکھو، کہ آیا وہ خالص اسلام اور شریعت محمدیہ کی تصدیق ہے یا کچھ اور ؟

---

[1] پ ۳ ع ۱۷۔

اس کے بعد ایک چھٹا معیار صداقت یہ ہے ، کہ جو شخص وحی والہام کا دعویدار ہو ، اس کے وحی والہام میں جو اخبار ماضیہ یا آئندہ ہوں ، وہ صحیح اور مطابق واقعہ ہونی چاہئیں۔ اس لئے ایسے دعویدار کی وہ پیشگوئیاں سچی ہوتی ہیں ، جو وہ اپنے دعوے کی تائید میں ادعائے وحی والہام کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اس طرح پر کل چھ معیار ہوئے ، جن پر کسی دعویدار نبوت کی صداقت جانچی جاسکتی ہے۔

اوّل یہ کہ دعویدار نبوت کے دعوے سے پہلے کی زندگی دیکھی جانی چاہیئے ، کہ آیا وہ پاک و بے عیب ہے یا نہیں۔ کیونکہ ایک متقی اور امین کی نسبت خدا پر جھوٹ بولنے کا تصور معدوم ہو جاتا ہے۔ اس لئے اُس کے دعویٰ کو جانچنا ضروری ہو جاتا ہے۔

دوم یہ کہ جو دعویٰ وہ کرتا ہے ، آیا اُس کے ساتھ وہ کوئی ایسا صحیح و نافع علم لایا ہے یا نہیں ، جو موجب اصلاح ہو۔

سوم یہ کہ خدا پر جھوٹ بولنے والا فلاح نہیں پا سکتا۔

چہارم یہ کہ جھوٹا نبی قتل کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔

پنجم یہ کہ اس کی تعلیمات مذہبی وہی ہوتی ہیں ، جو اس کے ماقبل کے مسلمہ نبی کی تعلیمات ہیں۔

ششم یہ کہ اس کے الہامات میں جو مغیبات ہیں ، وہ صحیح اور مطابق واقعہ ہوں۔

ان چھ معیاروں پر ، جو اور معیار قرآن شریف و حدیث کے مطابق معیار صدق یا حق و باطل قرار پائیں ، انہی کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام مدعی مسیحیت و مہدویت کا دعویٰ جانچا جا سکتا ہے۔

خدا اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے معیار کو پس پشت ڈال کر اپنی اپنی ذاتی کیفیت کے مطابق صدق و کذب جانچنے میں سوائے تمسخر اور مضحکہ کی ضلالت کے اور کیا چیز حاصل ہو سکتی ہے۔ پس یہ وہ معیار ہیں ، جن کے مطابق ہم نے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کو جانچا اور صحت کو قبول کیا ہے۔ اب جو شخص یہ ہمت رکھتا ہے ، کہ ان سے یا دیگر ایسے ہی علمی معیار صدق و کذب کو قرآن و حدیث سے ظاہر کر کے حضرت مرزا صاحب کا کذب ثابت کرے ، تو ہم

اس کے ساتھ ہیں۔ ہم تو حق و باطل کا تصفیہ چاہتے ہیں۔ "هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا"[۵۱]
ہم نے جو معیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے جانچنے کے لیے پیش کئے ہیں، ان میں سے معیار اوّل و دوم یعنی آپ کے دعویٰ کے ماقبل کی زندگی اور اس علم کی نسبت جو آپ لائے مختصر سی صراحت اوپر کی جا چکی ہے۔ جن سے قرآنی معیاروں کی مطابقت ہو جاتی ہے، اور اس مختصر رسالہ میں اسی قدر کافی ہے۔

معیار نمبر ۳ کی نسبت یہ کہہ دینا کافی ہے، کہ مرزا صاحب کے دعویٰ ماموریت وحی و الہام اور اُن کی وفات کے درمیان ۲۶ سال کا فرق ہے۔ اور وفات کے بعد سے جو مئی ۱۹۰۸ء میں واقعہ ہوئی، اب تک ۲۸ سال گذر چکے ہیں۔ آپ کے متبعین اب بھی موجود ہیں، اور اسی رنگ میں موجود ہیں، جو رنگ مرزا صاحب نے اُن پر چڑھایا تھا[۵۲]۔ "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً"[۵۳] یعنی وہی دعویٰ ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کیا تھا، اور ہماری یہ کتاب اسی کی تصدیق ہے۔ بلکہ اس کا اندازہ کر سکتی ہے، کہ اس تمام زمانے میں فلاح یعنی کامیابی و کامرانی حضرت مرزا صاحب اور اُن کے متبعین کے ساتھ ہی رہی یا نہیں۔

جماعت احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سے جو ترقی کی ہے، اس کی نسبت اگر ہم خود کچھ لکھیں، تو شاید قابل اعتبار نہ سمجھا جا سکے۔ اس لئے ایک شدید معاند اخبار زمیندار مورخہ ۹۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء سے دو اقتباس پیش کر دیتے ہیں۔ جن میں اخبار مذکور جماعت احمدیہ کی ترقی سے برافروختہ ہو کر اس کی ترقی کو روکنے کے لئے اپنے ہم خیال لوگوں کو برانگیختہ کرنا چاہتا ہے، اور لکھتا ہے:۔

"آج میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجویٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کونٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ تک کو خاطر میں

---

[۵۱] کیا تمہارے پاس اس کے متعلق کوئی علم (سند علمی) ہے اگر ہے تو ہمیں بتاؤ (پ۸ ع) [۵۲] جناب مُنی صاحب نے اپنے رسالہ طبع اول کے ص۱۱۲ پر ان صریح الفاظ میں کہ "قادیانی جماعت تو واقعی ٹھیٹ قادیانی ہے ان کے اصول و عقائد بالکل ٹکسالی ہیں" قبول فرما لیا ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوری تعلیم پر عامل ہے اور اس پر حضرت علیہ السلام کا اصل رنگ چڑھا ہے (مؤلف) [۵۳] رنگ اللہ کا ہے اور اللہ سے کون بڑھ کر ہے رنگ میں (پ۱ ع ۱۶)

نہ لاتے تھے غلام احمد قادیانی کی (معاذ اللہ) خرافات واہیہ پر اندھا دھند
آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئے ہیں" (زمیندار ۹- اکتوبر ۱۹۳۲ء)

"یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے۔ اس کی شاخیں ایک طرف چین میں
دوسری طرف یورپ میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں" (مفہوماً از زمیندار ۹- اکتوبر ۱۹۳۲ء)

چوتھا معیار بھی نہایت صاف وقطعی ہے۔ اس کی صحت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ تقریباً تمام علماء اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق واجماع ہے۔ شرح عقائد نسفی میں بھی اس مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس شرح عقائد نسفی کی شرح میں جو نبراس کے نام سے لکھی گئی ہے، اس کی وضاحت کی ہے .... تفسیر کشاف و روح البیان وفتح البیان وبیضاوی وتفسیر کبیر میں بھی اس کی صراحت ہے۔ اور زمانہ حال کے مخالف علماء میں سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنی تفسیر ثنائی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

"جہاں اور قوانین الٰہی ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کو سرسبزی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے .... مسیلمہ کذاب اور عبید اسود عنسی نے .... دعویٰ نبوت کئے۔ اور کیسے کیسے جھوٹ خدا پر باندھے لیکن آخر کار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آکر کچلے گئے۔"

پھر حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

"دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہوگا۔"

اس معیار کے مطابق بھی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔

پانچواں معیار تصدیق تعلیمات نبی ماقبل کا ہے۔ اس کے لئے واضح ہونا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی دعویٰ نبوت اس قسم کا نہیں، جس سے شریعت اسلامیہ و اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی جائز ہو[1]۔ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ بھی یہی ہے، کہ مجھے جو مقام نبوت ملا ہے، وہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور آپکی اتباع سے

---

[1] حضرت مسیح موعود کی تعلیم اور عقیدہ کو ہم حضور علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں باب چہارم کے پہلے ہی صفحہ میں بیان کر چکے ہیں۔

ملا ہے۔ گویا اصطلاح صوفیاء کے مطابق فنا فی الرسول کا مقام ہے، جو عطا کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ کا دعویٰ محض وحی و الہام و کثرت مکالمہ الٰہیہ کا ہے، جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبوت محمدیہ کی تصدیق و تائید اور اشاعت اسلام کے لئے ہے۔ اور اس وحی و الہام کے ذریعہ دین کی تجدید منظور ہے۔ تاکہ جو غل وغش تعلیم اسلام میں شامل ہو گیا ہے، اس کو اصل سے علیحدہ کر کے اسلام کا منور چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے، اور صرف اسی لحاظ سے آپ نبی ہیں۔ علماء وقت نے نبوت کا جو منشاء اور مطلب سمجھ رکھا ہے، کہ نبی اپنا کلمہ، اپنا قبلہ، اپنا دین وحی و الہام کے ذریعہ سے علیحدہ بناتا ہے۔ یعنی شریعت لاتا ہے، اور دوسرے ماقبل نبی کا متبع یا اُمتی نہیں ہوتا۔ ان معنوں کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی دعویٰ نبوت کا نہیں۔ آپ نے ہمیشہ اپنے ایسے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اور اس کو صریح کفر بلکہ ارتداد عن الاسلام قرار دیا ہے، اور اس سے بار بار انکار کیا ہے، اور ہمیشہ ایسا نبی ہونے سے انکار ہی کرتے رہے۔ چنانچہ ہمارے موجودہ خلیفہ و امام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" کے صفحہ ۱۸۴ پر فرماتے ہیں کہ:-

"میں ایک دفعہ پھر یہ بات ظاہر کر دینی چاہتا ہوں۔ کہ میرا اور تمام اُن احمدیوں کا جو حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) کے ساتھ صحیح تعلق رکھتے ہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعود کا ہرگز ہرگز بھی یہ مذہب نہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آ سکتا ہے، جو قرآن کریم کو منسوخ کرے یا اس کے بعض احکام پر خط نسخ کھینچ دے۔ یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر ہو کر کچھ حاصل کر سکے۔ بلکہ ہم ایسے شخص کو جو بعد آنحضرت (صلعم) کے بلا واسطہ فیض پانے کا دعویٰ کرتا ہے یا بعد قرآن کریم کے نئی شریعت لانے کا مدعی ہے، لعنتی اور کذاب خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں، سوائے اس کے کہ آپ کے فیض سے فیضیاب ہو۔ اور بعد قرآن کریم کے کوئی اور شریعت نہیں۔ نہ پورے طور پہ اسے منسوخ کرنے والی اور نہ اس کے کسی حصہ کو منسوخ کرنے والی۔ قرآن کریم کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی کوئی شخص بدل نہیں سکتا اور نہ اس کی زیر و زبر میں تغیر کر سکتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کے بعض احکام کو بدل دے۔"

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی صاحب کمال نہیں گزرا۔ پس کمال کے بعد کسی اور شئے کی حاجت نہیں رہتی۔ اب جو آئے گا، آپ کے کمالات کے اظہار اور اس کے اثبات کے لئے آئے گا نہ کہ آپ سے الگ ہو کر اپنی حکومت جمانے۔"

حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی کو جن معنوں میں ہم نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اور جن معنوں میں آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اس کی حقیقت صرف یہی ہے کہ آپ بغیر کسی جدید شریعت کے صرف دین اسلام اور شریعت محمدیہ کی اشاعت کے لئے خدا سے وحی و الہام پاکر مامور کئے گئے ہیں اور ہم اسی کو نبی کہتے ہیں اور ہم قرآن کریم سے اس قسم کی نبوت کا ثبوت پاتے ہیں۔

اُمم سابقہ میں بھی اس قسم کے انبیاء بلا شریعت جدیدہ آتے رہے ہیں۔ جیسے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ اس لئے ہم اُمت محمدیہ کی تجدید و اشاعت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوئے نبوت اُمتی کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس ایسے نبی کے لئے ضروری ہے، کہ اس کی تعلیم بھی وہی ہو جو خالص اسلام اور شریعت محمدیہ کی تعلیم ہے۔ آپ نے جو تعلیم ہمارے سامنے پیش کی ہے، وہ سب کو معلوم ہے۔ "کشتی نوح" میں خاص کر اس تعلیم کو صراحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، مخالف سے مخالف بھی اس تعلیم کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا، کہ اصل اسلام کی تعلیم کے سوائے وہ کچھ اور ہے۔ اگرچہ برنی صاحب نے اپنی کتاب "قادیانی مذہب" کی طبع اوّل میں یہ بے جا کوشش بھی کی تھی، کہ وہ لوگوں کو یہ باور کرائیں، کہ قادیانیوں کا حج قادیان میں ہوتا ہے۔ مگر جب ہم نے اپنی کتاب "تصدیق احمدیت" کی طبع اوّل میں اُن کی اس تحریف و تدلیس کا بھانڈہ پھوڑ دیا۔ اور ان کو لکھا اور چیلنج دیا، کہ وہ اس کو ثابت کریں، تو کان دبا کر خاموش ہو گئے، اور دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تعلیم دی ہے، وہ خالصتہً اسلامی تعلیم ہے جس کا خلاصہ ہم باب چہارم میں دیکھ چکے ہیں۔

چھٹا معیار پیشگوئیوں کی صداقت کے متعلق ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں کی بنیاد رؤیا و کشوف و الہامات و وحی پر ہوا کرتی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی مبنی پیشگوئیوں کا انبیاء علیہم السلام کی جانب منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہر شخص کم از کم رؤیاء کی نسبت

تو یہ جانتا ہے، کہ وہ تعبیر طلب ہوا کرتی ہیں۔ بلاشبہ بعض اوقات رؤیائے صالحہ بعینہٖ اور بجنسہٖ اسی طرح وقوع میں آجاتی ہیں جیسے کہ وہ خواب میں نظر آتی ہیں۔ لیکن اکثر اوقات وہ تعبیر طلب ہوتی ہیں۔ قرآن شریف کی سورۂ یوسف میں خود حضرت یوسفؑ اور شاہ مصر کے رؤیاء کا ذکر آتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے کمسنی میں یہ خواب دیکھا تھا، کہ چاند و سورج اور ستارے اُن کو سجدہ کر رہے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کی جوانی کے بعد جب وہ خود عزیز مصر مقرر ہوئے، ماں باپ کی موجودگی میں پوری ہوئی۔ اور حضرت یوسفؑ تحدیث نعمت کے طور پر پکار اُٹھے "وَقَالَ یٰٓاَبَتِ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَھَا رَبِّیْ حَقًّا"[۵۱]

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تین خوابوں کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے۔ پہلی خواب کا اشارہ سورۂ انفال کی آیت "اِذْ یُرِیْکَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا"[۵۲] اور دوسری کا سورۂ بنی اسرائیل کی آیت "وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ"[۵۳] میں ملتا ہے۔ تیسری خواب صلح حدیبیہ کے متعلق ہے، جس کے بعد سورۂ فتح نازل ہوئی۔ اس خواب میں جو کچھ نظر آیا تھا وہ تعبیر طلب تھا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خواب، خصوصاً نبی کا خواب وحی ہوتا ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس وحی کی جو تعبیر خیال فرمائی تھی، اور جس کے مطابق عمل فرمایا وہ بجنسہٖ اس وقت تو پوری نہ ہوئی، مگر نتیجۃً بالآخر وہ فتح مبین کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اسی طرح احادیث میں بھی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض رؤیاء و کشوف کا ذکر آتا ہے۔ جن کی صداقت تعبیر کے ذریعے سے ظاہر ہوئی۔ لفظی یا ظاہری طور پر اُن کی مطابقت واقعات سے نہیں کی جاسکی۔ غرض یہ کہ رؤیاء و کشوف بعض اوقات تو صاف اور واضح ہوتے ہیں اور بعض اوقات اُن کی تعبیر و تاویل کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ تعبیر و تاویل ان واقعات کی بناء پر کی جاتی ہے، جو بعد میں پیش آتے ہیں۔ پس رؤیاء و کشوف گویا استعارات ہوتے ہیں۔ ٹھیک طریقہ پر ان کا منشاء اور مطلب بعد الوقوع ہی سمجھ میں آتا ہے۔ قبل وقوع ان کے معنی معین کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

---

[۵۱] اے میرے باپ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جس کو اللہ نے سچا کر دیا (پ ۱۳ ع ۵) [۵۲] جبکہ دکھلایا اللہ نے انہیں تجھ کو تیرے خواب میں تھوڑے (پ ۱۰ ع ۱) [۵۳] اور جو خواب ہم نے تمکو دکھائی تھی اس کو لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنایا تھا (پ ۱۵ ع ۶)

اگر اس طرح کے معنی معین کر دئے جائیں، تو اُن پر کوئی استدلال اس غرض کے لئے کہ رؤیا یا کشوف کے وہی معنے تھے، جو قبل از وقوع بیان کئے گئے، صحیح نہیں قرار پا سکتا۔ صلح حدیبیہ کا واقعہ اس توضیح کے لئے قطعی سند ہے۔ اگلے باب میں جہاں محمدی بیگم کی پیشگوئی پر بحث کی جائے گی، ہم اس واقعہ صلح کی بھی تفصیل کریں گے۔ یہاں ہم اپنے بیان کو اس پر ختم کرتے ہیں۔ کہ جہاں تک پیشگوئیوں کا تعلق ہے، اُن کی جانچ ایک مدعی نبوت و صداقت کے معاملہ میں ضرور ایک صحیح معیار صداقت ہے۔ لیکن پیشگوئیوں کی جانچ کے لئے یہ اصُولی اُمور ذہن نشین رہنے چاہئیں، کہ بعض اوقات صاحب پیشینگوئی، پیشینگوئی کے سمجھنے میں اجتہادی غلطی کرتا ہے، اور بعض اوقات منذر پیشگوئیوں میں باوجود صراحت نہ ہونے کے اس شخص کی انابت و توبہ بھی عذاب کو ٹال دیتی ہے جس کی نسبت وہ پیشگوئی کی گئی ہے۔

باب ششم

ماموٗرمن اللہ[1] کی پیشگوئی معیار صداقت ہے۔ ماموٗرمن اللہ[2] کی پیشگوئی کی بناء الہام الٰہی ہوتا ہے۔ الہام[3] الٰہی جو مغیبات پر مشتمل ہو، اُس کی صداقت واقعات پیش آمدہ کے مطابق جانچی جانی چاہیئے۔ الہام[4] اگر اپنے الفاظ و محمل کے لحاظ سے پورا ہو جائے، تو اُس کے دوسرے مفاہیم ناقابل استدلال ہیں۔ محمدی[5] بیگم کے نکاح والی پیشگوئی۔ اس[6] پیشگوئی کے متعلقہ اصلی الہامات۔ الہامات[7] مذکورہ واقعات پیش آمدہ پر بآسانی منطبق ہو جاتے ہیں۔ پیشگوئی[8] مذکورہ کی غرض اور غایت۔ محمدی[9] بیگم کی پیشگوئی الہام الٰہی کے مطابق تھی، اور وہ کامل طور پر پوری ہوئی۔ پیشگوئی[10] مذکورہ کے سمجھنے اور سمجھانے میں مخالفین کی غلط فہمی کی صراحت۔

پچھلے باب میں ہم نے مدعی ماموریت یا دعویدار نبوت کی صداقت کے جانچنے کیلئے قرآن پاک سے منتخب کر کے چند معیار پیش کئے ہیں۔ منجملہ دیگر معیار کے پیشگوئیوں کو بھی ہم نے معیار صداقت قرار دیا ہے۔ چونکہ ایک نبی، ایک ماموٗر من اللہ کے احوال، اعمال، اقوال عموماً علم و ارادہ الٰہی کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے اعمال و اقوال و احوال سب سے علم و ارادہ الٰہی کا ظہور ہونا چاہیئے۔ اور جب وہ ماموٗر من اللہ کسی خاص قول یا عمل و حال کو متحدیانہ طور پر علم و ارادہ الٰہی سے وابستہ بیان کرے تب تو ضروری ہے کہ انوار الٰہی اس سے ذائع و شائع ہوں اس لئے پیشگوئی جو علم و ارادہ الٰہی کا اعلان اور اس کا اظہار ہوتی ہے۔ مدعی ماموریت کی صداقت کے جانچنے کے لئے حسب منطوق آیت وافی ہدایت "فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ"[1] کے ایک نہایت ہی نمایاں اور قریب الفہم معیار قرار پاتی ہے۔ لیکن جس طرح اللہ تعالٰے کی صفات کاملہ کا علم سوائے انبیاء علیہم السلام اور اُن کی فیض یافتہ جماعت کی صحبت کے محض فلسفہ یا دیگر

---

[1] غیب پر غلبہ سوائے برگزیدہ رسولوں کے اور کسی کو نہیں دیا جاتا (سورہ جن رکوع ۲ پ ۲۹)

دنیاوی علوم کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وہ خاص تعلیمات الٰہی جو انبیاء اور ماموران الٰہی کے ساتھ مخصوص ہیں محض قیاس و استقراء و منطق اور دنیاوی زیرکی کی مدد سے سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ ؎

"کار پاکاں بر قیاسِ خود مگیر"

حکمت یونانیاں اس جگہ کام نہیں دیتی۔ یہ مقام حکمت ایمانیاں سے کام لینے کا ہے۔ اور حکمت ایمانیاں کلیتہً قرآن پاک میں منحصر ہے۔ جس میں امم ماضیہ کے حالات اور واقعات کو جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پیش آئے، نہایت ہی دلنشین اور عبرت انگیز طریقہ پر بیان فرمایا گیا ہے اور سلسلہ بیان میں وعدہ و وعید الٰہی اور انذار و تبشیر اور اس کے ظہور و وقوع اور قبل ظہور و وقوع اس کے فہم اور تفہیم کے متعلق اسرار و حکم کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ بھر دیا ہے۔ چنانچہ باب پنجم میں ہم نے اس خزانہ سے لے کر چند جواہر ریزے پیش کر دیئے ہیں۔ جن کی لمعات انوار سے انذاری الہامات اور عذاب اور وعیدی پیشگوئیوں کے ان مخفی و مستتر اور دقیق الفہم شرائط پر کافی روشنی پڑتی ہے، جو اس قسم کے وعید میں مضمر ہوتے ہیں۔ اور یہ روشنی اور بھی زیادہ صاف اور تیز ہو جاتی ہے، جب اُس قوم یا اُس اُمت کی ذہنیت اور نفسیات کو بھی سامنے رکھ لیا جائے، جو ایک مامور من اللہ کے خلاف ضد اور انکار پر اَڑی ہوتی ہے۔ اور جو اپنی ضد اور انکار کی بدولت مستحق عذاب ہوتی ہے۔ ایک نبی برحق، ایک مامور من اللہ پر ایمان نہ لانے والے گروہ یا افراد کا تقریباً ہر زمانہ میں ایک ہی نقشہ رہا ہے۔ حق و صداقت کی مخالفت میں انسانی نفسیات کا ظہور ہر زمانہ میں یکساں اور ایک ہی طرح پر ہوتا رہا ہے۔ اور یہی نکتہ ہے جس کو "تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ"[۱] کے بلیغ ترین جملہ میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ اور اسی لئے اُمم سابقہ کے حالات کو مختلف پہلوؤں سے بار بار قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ علم النفس کے ذریعہ اور وسیلہ سے "قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ"[۲]

---

[۱] ان کے دل مشابہ ہو گئے ہیں بے شک خدا تعالےٰ نے اپنی آیات کو بیان فرما دیا اس قوم کے لئے جو یقین لاتے ہیں (سورۂ بقرہ رکوع ۱۴) [۲] تحقیق ہدایت گمراہی کے مقابلہ میں نمایاں کر دی گئی۔ (سورۂ بقرہ ع ۳)

کی حقیقت واضح ہو جائے۔ اور "اکراہ فی الدّین"[۵۱] کا دنیا سے خاتمہ ہو جائے مسلمانوں سے قریب ترین قوم بنی اسرائیل ہے۔ اور کیا بلحاظ اس کے کہ قرآن پاک کے مخاطب اوّل بنی اسماعیل تھے، جو بنی اسرائیل کے علاتی بھائی ہیں۔ اور کیا بلحاظ اس کے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا"[۵۲] ان دونوں سلسلوں یعنی یہودیت اور اسلام میں باہم ایسا تشابہ ہے کہ حضرت اصدق الصادقین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ ان دونوں قوموں میں ایسی مشابہت ہوگی، کہ اگر پہلوں کا کوئی فرد گوہ کے بل میں گیا ہے، تو دوسرا بھی جائے گا۔ "لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ" (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت دعوت نے جو عمل حضرت موصوف سے کیا ہے، تقریباً وہی حضرت ختمی مآب کے ساتھ اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلیفۂ برحق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بھی ہونا چاہیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انذاری پیشگوئیوں اور وعید کی نسبت باوجود ان کے ظہور اور وقوع کے بھی فرعون و آل فرعون استہزاء ہی کرتی رہی "فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ○ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○"[۵۳] یعنی جب موسیٰ (علیہ السلام) ہماری نشانیاں لیکر اُن کے پاس آئے تو وہ اُن کا مضحکہ اڑانے لگے۔ حالانکہ ہم نے ان کو کوئی ایسی نشانی نہیں دکھائی جو ایک سے ایک بڑھکر نہ ہو، اور ہم نے اُن کو عذاب کے ساتھ پکڑا تاکہ وہ شاید ہماری طرف رجوع ہو جائیں۔

اس طرح جب آل فرعون پر عذاب الٰہی نے گھیرا ڈال لیا تو مجبور ہو کر ان بدبختوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ "قَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ○"[۵۴] یعنی اے جادوگر (موسیٰ علیہ السلام) تو اپنے پروردگار سے عذاب ٹلنے

---

[۵۱] دین میں جبر
[۵۲] بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول کو شاہد کر کے بھیجا جس طرح فرعون کی طرف موسےٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا (سورۂ مزمل ع۱)
[۵۳] و [۵۴] (پ۲۵ ع۱۱)

کے لئے دعا کر اس لئے کہ اُس نے تجھ سے (قبولیت دعا کا) عہد کیا ہے۔ ہم ضرور راہ پر آجائیں گے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں سے جب عذاب الٰہی ٹل گیا، تو پھر وہی حالت ہوگئی۔ اور وہ لوگ اپنے ارادہ اور عہد سے پھر گئے " فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ [۵۱]" یعنی جب ہم نے عذاب ٹال دیا تو انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا۔ یعنی راہ پر آجانے اور ہدایت قبول کرنے کے عہد کو پورا نہ کیا۔

یہ عذاب کیا اور کس قسم کے ہوتے تھے۔ اس کی صراحت سورۃ اعراف میں اس طرح ہے۔
" وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ [۵۲]"
اسی سورۃ میں دوسری جگہ یہ صراحت ہے کہ " فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ [۵۳] ۝"
یعنی قحط۔ فصلوں کی خرابی۔ طوفان۔ ٹڈی دل۔ جوؤں اور مینڈکوں کی کثرت اور خون کے فساد یا کثرت پیدائش خون غیر صالح کے عذابات قوم فرعون پر آتے رہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں سے ٹلتے رہے۔ ان آیات سے پانچ باتیں واضح ہوجاتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعاؤں سے قوم فرعون پر عذاب آتے رہے۔

۲۔ یہ کہ پہلے پہل ان بددعاؤں اور اُن کے اثرات کا مضحکہ اڑایا گیا۔ لیکن جب عذابوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا یعنی بار بار آتے رہے، تو یہ محسوس کیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ہیں۔ یعنے

۳۔ (نعوذ باللہ من ذالک) یہ عذاب نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے جادو یا اُن کی اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست کا اثر ہے۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر اُن سے

---

[۵۱] جب ہم نے اُن پر سے عذاب رفع کر دیا تو لگے اپنا عہد توڑنے۔ (پ ۲۵ ع ۱۱)

[۵۲] اور ہم نے فرعون کے لوگوں کو برسوں کی خشک سالیوں اور کمی پیداوار کے عذاب) میں مبتلا کیا۔ تاکہ وہ لوگ متنبہ ہوں۔ جب اُنکو کوئی فائدہ پہنچتا تو وہ کہتے یہ ہمارا حق ہے۔ اور اگر ان پر کوئی مصیبت آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست سمجھتے۔ پ ۹ ع

[۵۳] پ ۹ ع ۶ سورۂ اعراف

استمداد و استدعاء عذاب ٹلنے کے لئے کی گئی۔

۴۔ یہ عذاب محض معمولی موسمی بے اعتدالی یا تغیرات یا ہوا کی خرابی کی قسم کے تھے۔

۵۔ غرض ان عذابوں کی یہ ہوتی تھی کہ لوگ خدا کی طرف رجوع کریں اور اُسکو یاد کریں۔

ان آیات کے اس خلاصہ سے واضح ہو جاتا ہے، کہ انبیاء کی بعثت کے بعد سرکش اُمتوں پر عذاب الٰہی کی وعید یا اُن کا نزول اکثر اصلاح کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ انتقام کیلئے۔ جو عذاب الٰہی انتقامی ہوتا ہے، اس کی حیثیت علیحدہ ہوتی ہے۔ ایسے عذابات دفعتہً واحدۃً آجاتے ہیں، جن کی پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی جاتی۔ وعیدی عذاب صرف اصلاح حال کے لئے ہوتے ہیں۔ اور اُن کی پہلے سے اجمالی یا تفصیلی اطلاع بھی دیدی جاتی ہے۔ بلاشبہ اس قسم کے عذابات کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے، جیسے کہ کوئی مہربان باپ اپنے بچہ کو دھمکائے کہ اگر تم نہیں مانوگے، تو مار پڑے گی۔ اور جب بچہ اپنی نادانی وحماقت سے باپ کے کہنے کے مطابق باز نہ آئے، تو باپ غصہ کی صورت بنا کر ہاتھ میں بید لیکر یا طمانچہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے، اور اس طرح بچہ کی طرف بڑھتا ہے، کہ اگر بچہ عاجزی کرنے لگے، تو وقتی طور پر مار سے بچ جاتا ہے یا ایک آدھ ہاتھ پڑ جانے کے بعد سخت مار سے محفوظ رہتا ہے۔ اس قسم کے انذاری عذابات کا امم سابقہ کے تعلق سے قرآن پاک میں جابجا ذکر آتا ہے۔ منجملہ اُن کے یہ ایک نمونہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کے انذاری و وعیدی عذابات کا ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً عذاب آتے رہے اور کبھی کبھی عاجزی اور رجوع الی اللہ کی بدولت ٹلتے بھی رہے۔ اور ہر حال میں ان عذابات کے وعید یا انزال و التواء کی غرض وغایت صرف اصلاح حال تھی، جس کو اللہ پاک نے صاف طور پر ان الفاظ میں ظاہر فرما دیا ہے کہ " اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ [۱]" یعنی ہم نے اُن کو عذاب میں اس لئے پکڑا کہ شاید وہ رجوع الی اللہ کر سکیں پس امم سابقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو سلوک رہا، وہی اُمت دعوت محمدیہ کے ساتھ بھی تھا اور اب بھی موجودہ مدعی دعوت و تبلیغ الٰہی کے زمانہ میں ہونا چاہیئے۔ اس لئے یہ بھی ایک طریق ہے، جس کے مطابق حضرت مسیح موعود کی انذاری و وعیدی پیشگوئیوں کو جانچا جا سکتا ہے۔

---

[۱] پ ۲۵ ع ۱۱

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انذاری پیشگوئیوں کے مطابق طوفان آئے، زلزلے آئے، فصول و ثمرات ضائع ہوئے، نئے نئے مہلک امراض اور شدید ترین جنگوں نے نسل انسانی پر نہایت تباہی اور بربادی ڈالی۔ لیکن ان سب کا اثر اور نتیجہ آل فرعون پر آئے ہوئے عذاب کے اثر و نتیجہ سے بھی کم رہا، باوجودیکہ عذابوں کی شدت اور وسعت آل فرعون کے عذابوں سے بدرجہا زیادہ تھی۔ بلکہ بعض سنگدلوں نے "تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ"[1] کا ثبوت دیکر وہی کہا، جو آل فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے کہا تھا کہ "يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ"[2] "يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ"[3]۔ "إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ"[4]۔

آل فرعون پر جو کچھ گذرا وہی تقریباً ابوجہل اور اس کے ہمنواؤں اور متبعین پر بھی گذرا۔ لیکن فرق یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نزول عذاب کے لئے بددعائیں کی تھیں، مگر رحمۃ للعالمین رات دن اٹھتے بیٹھتے جلوت و خلوت میں "رَبِّ اهْدِ قَوْمِي إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ"[5]۔ کی عاجزانہ و دردمندانہ دعاؤں میں مصروف رہے، اس لئے عذاب محسوس و ظاہری رُکا رہا لیکن بار بار "أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا"[6] کی تہدید ہوتی رہی اور جتایا جاتا رہا، کہ گو ظاہری عذاب، رُسواکن عذاب نازل نہیں کیا جاتا ہے، مگر نتیجہ تمہاری تباہی اور اسلام کی ترقی کا ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ چاروں طرف سے تم دبتے چلے جا رہے ہو۔ باوجود اس کے کہ جب ابوجہل نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگ بدر کو جاتے ہوئے کعبہ کے سامنے یہ دعا کی "اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ"[7] تو بارگاہِ الٰہی سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی گئی، کہ خدا کے شایان شان نہیں ہے، کہ آپ ان میں موجود ہوں اور اللہ تعالےٰ ان پر

---

[1] ان کے دلوں کی مشابہت [2] موسیٰ اور اُس کے ساتھیوں کی نحوست ہے (پ۹ ع ۶) [3] افسوس ہے بندوں پر (پ۲۳ ع ۱) [4] ہم صرف اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹیں گے (پ۲ ع ۳) [5] اے میرے رب میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے [6] کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم (مسلمانوں کی تعداد بڑھاتے جانے سے) ملک کو سب طرف سے (اُن کے لئے) تنگ کرتے جا رہے ہیں۔ (پ۱۳ ع ۱۲) [7] اے اللہ اگر یہ (مذہب اسلام) تیری طرف سے سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر یا ہم کو سخت عذاب میں مبتلا کر۔ (پ۹ ع ۱۸)

عذاب نازل کرے یا یہ کہ وہ خدا سے مغفرت طلب کریں، اور خدا اُن کو عذاب دے۔ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ"[۵۱] ان آیات میں نزول عذاب کے رُکے رہنے کا گر بتا دیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی ابوجہل کی عذاب کے بارہ میں دعا بشکل عذاب قتل قبول ہو ہی گئی۔ گو اس پر پتھر نہیں برسائے گئے، لیکن آج تک اس پر لعنت کے جو پتھر برس رہے ہیں، ان سے اُس کی رُوح یقیناً اب خبردار ہو گئی ہوگی۔

ان آیات پاک اور واقعات سے یہ واضح ہو گیا کہ عذاب الٰہی توبہ و استغفار و رجوع الی الحق سے ٹل جایا کرتا ہے۔ لیکن عذاب الٰہی کی جو اصل غرض ہے یعنی اصلاح اور دین کا مقابلہ کرنے اور دین کے لئے روک اور سد بننے سے باز رکھنا۔ وہ اس طرح پوری ہو جاتی ہے کہ یا تو عذاب الٰہی کے اندیشہ سے لوگ اپنی اصلاح کر کے خدا اور خدا کے رسول کی جانب رجوع ہو جاتے ہیں یا وہ راہ کے کانٹے کی طرح ہٹا دئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ابوجہل اور اُس کے ۶۹ سردار بدر کی جنگ میں مسلمانوں کی تلوار کے گھاٹ چڑھے، اور خس کم جہاں پاک کے مصداق ہو گئے۔ اور ستّر سردار گرفتار ہوئے۔ اس طرح کمزور مسلمانوں کے ہاتھوں جن کی تعداد ۳۱۳ سے زیادہ نہ تھی ذلیل و رسوا ہوئے۔ اور جن کی قسمت میں فلاح و بہبودی تھی، وہ بالآخر اس لڑائی کے بعد مسلمان اور ایسے مسلمان ہوئے، کہ تاریخ اسلام میں اپنا نام زندہ چھوڑ گئے۔ جیسے عکرمہ ابن ابوجہل اور ابوسفیان وغیرہم اجمعین۔

اس تمہید سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے، کہ انذاری پیشگوئیوں کی غرض و غایت کیا ہوتی ہے اور وہ کس طرح پوری ہوتی ہیں، یعنی ان کی تکمیل کن شرائط کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور بالآخر اُن کے اثرات و نتائج کیا ہوتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض وہ انذاری پیشگوئیاں نمونۃً ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں، جو صفائی کے ساتھ پوری ہو گئیں۔ اسی سلسلہ میں ہم محمدی بیگم

[۵۱] اور خدا ایسا بے مروت نہیں ہے کہ آپ ان لوگوں میں موجود ہوں۔ اور وہ (آپ کے رہتے) ان کو عذاب دے۔ اور ایسا بے رحم بھی نہیں ہے کہ ان کو عذاب دے ایسی حالت میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔ (پ ۹ ع ۱۸)

کے نکاح والی پیشگوئی کی بھی وضاحت کریں گے، جس پر مخالفین سلسلہ ابھی تک اڑے ہوئے ہیں۔ اور اُسی قسم کے اعتراضات واستہزاء کرتے ہیں، جو امم سابقہ کے بعض سرپھروں نے کئے تھے۔ اُن پیشگوئیوں کا ذکر جو پوری ہو چکی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہر ایک کتاب میں جو اسّی کے قریب ہیں، موجود ہے۔ نیز سلسلہ کے اخبارات واشتہارات میں جو بزمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شائع ہوئے تھے، موجود ہے۔ ان سب کا حصر وشمار تو ناممکن سا ہے، لیکن ان کا یکجائی نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی میں مل سکتا ہے۔ جس میں دو سَو سے زائد پیشگوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہم نمونۃً چند پیشگوئیوں کو یہاں بیان کرتے ہیں۔ لیکن پیشگوئیوں کا نمونہ پیش کرنے سے پہلے یہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ مامور من اللہ کے الہامات عموماً صفت علم وقدرت الٰہی کا پرتوہ ہوتے ہیں۔ صفت علم الٰہی کا پرتوہ " فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ[1] "، کی تصدیق کے لئے اور صفت قدرت کا پرتوہ " كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ[2] "، کے ظہور کے لئے ہوتا ہے، تاکہ ازل کا وہ بھولا ہوا عہد اس قدرت نمائی کی وجہ سے یاد آجائے، جس کا ذکر سورۂ اعراف کی اس آیت میں ہے۔ " اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا[3] "۔ اللہ تعالیٰ اس گواہی کو اس قدرت نمائی کے ذریعہ سے تازہ کرتا رہتا ہے۔ جو مامور من اللہ کے ذریعہ سے ظہور میں آتی ہے۔ تاکہ انسانی ارواح اپنے بھولے ہوئے عہد کو تازہ کر لیں۔ اُس عہد کو جو اُن کے نفوس میں مرتکز ہے۔ یہ عہد جو انسانی ارواح ونفوس میں منقش ہے، دنیاوی گرد وغبار میں دب جاتا ہے۔ لیکن اگر

---

[1] کسی کو غیب پر قدرت نہیں دی جاتی لیکن اُس کو جس کو رسولوں میں سے چُن لیا گیا ہے۔ (پ ۲۹ ع ۱۲) [2] اللہ نے یہ لکھ رکھا ہے کہ ہم اور ہمارے رسول ہی غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نہایت قوی اور حکمت والا ہے (پ ۲۸ ع ۳)

[3] یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم اور اُس کی پشت سے نکالی اس کی ذریت، اور خود اُن کو اُن کے نفوس پر گواہ کیا۔ کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ہے ہم شہادت دیتے ہیں۔ (پ ۹ ع ۱۲)

یہ دنیاوی گرد و غبار اس ازلی نقش الٰہی سے ہٹا دیا جائے، تو اس نورِ الٰہی کو قبول کرنے میں کوئی دقت و دشواری باقی نہیں رہتی۔ جو مامور من اللہ کی شکل میں دنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی کی جانب یہ آیات اشارہ کرتی ہیں۔ "یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا"[1]

کتنی صاف آیات ہیں، اور کیسا واضح ارشاد ہے، کہ بذریعہ مامور من اللہ کے انسانوں کے پاس ہمیشہ وہ بُرہان آتی ہے، جو انسان کے قلب اور نفس و روح میں مرتکز ہے۔ اور اس طرح سے وہ نقش ازلی جو ارواح انسانی میں مرتکز ہے، روشن ہو کر اُبھر آتا ہے۔ یہی نور ہے، جو نور مبین ہے۔ اس نور کو کون قبول کرتا ہے؟ اس کے لئے ارشاد ہوا کہ وہ جو اللہ پر اور صرف اللہ پر قطعی ایمان رکھتے ہیں۔ کہ وہ انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے محض اپنی رحمانیت سے ہمیشہ سامان مہیا کرتا رہتا ہے۔ اور ایمان باللہ ایسا ہونا چاہیئے، کہ صرف اسی پر ایمان اور بھروسہ اور اعتصام ہو، اور کسی بیرونی یا اندرونی اثرات سے اس اعتصام و بھروسہ میں کوئی خلل نہ پڑے۔ جب انسان خدا پر اتنا مضبوط ہو جائے گا، تو اُس کا یقینی اور قطعی نتیجہ یہ ہے، کہ وہ خدا کی رحمت و فضل کے دائرہ میں داخل ہو جائے گا۔ اور اس کی رحمت و فضل یہی ہے، کہ صراط مستقیم کی طرف قطعی ہدایت ہو جائے گی۔ پس اس قطعی ہدایت کے یقینی طور پر حاصل ہونے کے لئے شرط یہی ہے، کہ ازلی نقش ایمان باللہ کا جو ازل میں نفوسِ انسانی پر کیا گیا ہے، صاف اور روشن ہو جائے، اور ماسوی اللہ کا خیال و اثر دل سے محو ہو جائے۔ اس کے بعد جس طرح یہ یقینی ہے، کہ آنکھ کھولنے کے بعد روشنی نظر آ جائے گی، اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ مامور من اللہ کی شناخت کامل ہو کر عرفان حقیقی حاصل ہو جائے گا۔ پس مامور من اللہ کی پیشگوئیاں

---

[1] اے لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حُجت آ چکی۔ اور ہم تمہاری طرف جگمگاتا نور بھیج چکے سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اُسی سے مضبوط تعلق قائم کیا۔ تو اللہ اُن کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کر کے صراط مستقیم کی ہدایت کرے گا۔ (سورۂ نساء آخر)

نہ بھان متی کا تماشا ہوتی ہیں، نہ نجومیوں کی یاوہ گوئیاں۔ بلکہ وہ علم و قدرت الٰہی کے اظہار کیلئے ہوتی ہیں۔ تاکہ بھولے بھٹکے لوگ راستہ پر آسکیں۔ اس لئے اس قسم کی پیشگوئیوں پر نہایت احتیاط اور تقویٰ کے ساتھ ہر ایک پہلو کو ملحوظ رکھ کر امم سابقہ کے حالات کی روشنی میں غور کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ نکتہ چینی نکتہ گیر صاحبِ بطش شدید کی مرضی کے خلاف ہو جائے۔

قرآن پاک صاف صاف بتا رہا ہے، کہ سرکاری اعلان و اعلام سے استہزاء اچھے نتائج نہیں پیدا کرتا۔ ۵ " ایں دمِ شیر است ببازی مگیر"

اب ہم ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں میں سے چند ایسی پیشگوئیوں کا ذکر نمونتہً کرتے ہیں، جن سے علم و قدرت الٰہی پر ایمان لائے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

وَھُوَ ھٰذَا:۔

لارڈ کرزن کی وائسرائلٹی کے زمانہ میں ۱۹۰۵ء میں گورنمنٹ آف انڈیا نے بمنظوری پارلیمنٹ صوبہ بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ مشرقی بنگال قرار پایا، دوسرا مغربی۔ یہ تقسیم بنگالی ہندوؤں کو سخت ناگوارا اور اُن کے لئے سیاسی نقصان کا باعث تھی۔ جس کی وجہ سے اُن کے مفاد کو بڑا سخت دھکہ پہنچتا تھا۔ اس زمانہ میں سر بمفائڈ فلر جیسا آہنی پنجہ و سخت گیر افسر بنگال کا گورنر تھا۔ بنگالیوں نے شور و غل سے سارے ہندوستان کو سر پر اُٹھا لیا، اور پارلیمنٹ تک میں زلزلہ ڈال دیا۔ لیکن ان کی مسلسل چند سالہ ایجی ٹیشن کا کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا، اور بالآخر پارلیمنٹ نے اس کو امر فیصل شدہ تسلیم کر لیا، اور اس طرح معاملہ ختم ہو گیا۔ ایسے وقت میں جبکہ معاملہ قطعی طور پر طے شدہ تصور کیا جاتا تھا، اور جس کی اصلاح و ترمیم کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس علیم و خبیر نے جس کی جانب سے آپ مامور ہونے کے مدعی تھے، ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء کو اطلاع دی کہ:۔

"بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی"۔

یہ الہام کے الفاظ ہیں۔ الہام کے بعد ہی ہوا کا رُخ بدلنے لگا۔ تفصیل اس اجمال کی اس طرح ہے کہ:۔

بعض ناقابل اظہار وجوہ کی بناء پر جن کے متعلق کبھی کوئی سرکاری اطلاع شائع نہیں ہوئی۔ سر بمفائڈ فلر گورنر بنگال کو استعفیٰ دینا پڑا۔ یہ پہلی نیک فال تھی، جو بنگالیوں کی سخت مایوسی

کے بعد پیدا ہوئی۔ چنانچہ بنگالیوں کے مشہور اور مقتدر اخبار "امرتا بازار پتر کا" نے اُسی زمانہ میں سر بمفائیلڈ فلر کے استعفاء پر ایک مضمون شائع کیا، جس کا ایک فقرہ یہ تھا:۔

"یہ اغلب ہے کہ فلر کا جانشین خاص دلجوئی کی پالیسی اختیار کرے گا۔"

(بحوالہ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۰۶ء)

اس کے بعد پھر اُسی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور میں جو لاہور کا نیم سرکاری اخبار سمجھا جاتا ہے، ۲۴۔ اگست ۱۹۰۶ء کی اشاعت میں ایک ممتاز سولین نے چٹھی شائع کرائی۔ جس میں اُس نے بصراحت لکھا کہ:۔

"اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ فلر کے جانشین کو یہ حکم ملا ہے۔ اور اس نے اُسکو قبول کر لیا ہے کہ شر انگیز بابوؤں کے ساتھ دلجوئی کا طریقہ اختیار کیا جائے۔"

اخبارات کے ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے، کہ نزول الہام الٰہی کے بعد اس الہام کی صدائے بازگشت اخباروں سے بھی بلند ہونے لگی۔ گویا اپنے پرائے سب الہام الٰہی کے الفاظ کو دُہرا رہے ہیں۔ یہ تو اس پُر عظمت الہام الٰہی کے الفاظ کا اثر ہے، جو نور بنکر ہندوستان کی سیاسی فضاء پر چھا گئے تھے۔ اصل منشاء اور مفہوم پیشگوئی اس سے بھی بڑھ کر، اس طرح پورا ہوا کہ حیرت ہوتی ہے۔

تقسیم بنگالہ کا حکم ۱۹۰۵ء میں ہوا۔ اور ساری دنیا یہ سمجھنے لگی، کہ اب یہ معاملہ دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا۔ فروری ۱۹۰۶ء میں الہام الٰہی یہ خبر دیتا ہے کہ نہیں اب بنگالیوں کی دلجوئی کی جائے گی۔ الہام سننے والے حیران ہیں، کہ اب بنگالیوں کی دلجوئی کا کیا موقعہ اور محل باقی رہا۔ اور جب اصل معاملہ ختم اور قطعی ہو گیا، تو محض اوپر کی باتوں سے بنگالیوں کی دلجوئی کس طرح اور کیونکر ہو سکیگی؟ لیکن یہ دنیا کا علم تھا، دنیا کے تخمینے اور قیاسات تھے۔ علم الٰہی تک سوائے مامور من اللہ کے کس کی رسائی ہو سکتی تھی۔ اس لئے مامور من اللہ اپنی جگہ مطمئن تھا، کہ زمین و آسمان ٹل جائے، لیکن خدا کی بات ٹل نہیں سکتی۔ دلجوئی ہوگی اور ہو کر رہے گی، جس طرح سے ہو لیکن بہر حال بنگالیوں کی واقعی دل جوئی ہوگی۔

اس پر کئی سال گزر جاتے ہیں، اور الہام الٰہی کے روشن الفاظ اپنی جگہ جگمگ کر رہے ہیں۔

اندھی دنیا کی آنکھیں اس جگمگاہٹ سے خیرہ ہو رہی ہیں۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۱ء کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اس عرصہ میں دنیا میں انقلاب ہوتا ہے۔ شاہ ایڈورڈ کی بجائے جارج پنجم شہنشاہ ہند تخت انگلستان پر قدم رکھتے ہیں، اور اُن کی توجہ ہندوستان کی طرف منعطف ہوتی ہے۔ ۱۹۱۱ء میں دارالسلطنت دہلی جواب بجائے کلکتہ کے دارالسلطنت قرار پائی، شہنشاہ کے جشن تخت نشینی کے لئے آراستہ کی جاتی ہے۔ شہنشاہ معظم سرزمین ہندوستان کو اپنے قدوم سے عزت بخشتے ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں دہلی کا مشہور زمانہ دربار منعقد ہوتا ہے۔ دنیا اب تک بے خبر ہے کہ کیا ہونے والا ہے، کہ دفعتًہ اس دربار میں تقسیم بنگالہ کے حکم کو جس کو دنیا آب رفتہ خیال کر چکی تھی، منسوخ کیا جاتا ہے۔ اور شہنشاہ خود اپنی زبان سے اس تنسیخ کا اعلان کرتا ہے۔ ای جلّ وصلّ۔

یہ ہے آیت مبارکہ "فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ"[۵] کی تفسیر بالواقعات، جو علم وارادہ الٰہی سے اس زمانہ کے مامور من اللہ کی زبان سے ظاہر ہوئی۔ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ[۶]۔

مثال تو ہندوستان کے سیاسی معاملہ کی ہے جو علم الٰہی سے تعلق رکھتی ہے دوسری مثال اس سے بھی زیادہ شاندار اور ایسے علم غیب سے متعلق ہے، جو عام طور پر سیاسی دنیا اور خاص طور پر ہمسایہ ملک افغانستان سے تعلق رکھتی ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوتا ہے:-

"آہ نادر شاہ کہاں گیا!"

یہ الفاظ جن سے دو جملے بنتے ہیں۔ ایک۔ آہ۔ دوسرے نادر شاہ کہاں گیا۔ ایسی عجیب و غریب کیفیات اور آئندہ کی پیشگوئیاں اپنے ساتھ رکھتے ہیں، جن کی تفصیل نزول الہام کے وقت کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ ان الفاظ کو جب پیش آمدہ واقعات کے ساتھ جو اب ساری دنیا کی نظروں کے سامنے ہیں ملا کر دیکھا جائے، تو ان کی بے پناہ گہرائی اور بے انتہا بلندی اور

---

۵ پس اللہ اپنے غیب پر اپنے پیارے رسولوں کے سوا اور کسی کو کثرت سے مطلع نہیں کرتا (پ ۲۹ ع ۱۲) ۶ پس تم کہاں بھٹکے جا رہے ہو۔

عظمت و وسعت کا کسی قدر صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ لیکن جب وہ نازل ہوئے تھے، تو اُس وقت کوئی شخص یہ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا، کہ ان کا کیا منشاء ہے، اور یہ کب اور کس طرح پورے ہوں گے۔ یہی ایک سو باتوں کی ایک بات ہے، جس سے الفاظ مذکورہ بالا خدا کے مُنہ کے الفاظ ثابت ہوتے ہیں۔ ہر ایک انسانی دماغ ایسے الفاظ کی بناوٹ اور استعمال سے جن کے ساتھ آئندہ کے واقعات صحیحہ کا ایک طویل سلسلہ لپٹا ہو، قاصر و عاجز ہے۔ کوئی دنیاوی علم، کوئی نجوم، کوئی مہارت اور انسانی قوت ان چھوٹے چھوٹے الفاظ اور مختصر جملوں میں آئندہ زمانہ کی پوری صحیح تاریخ کو بھر نہیں سکتی۔ اور یہی معجزہ ہے، جو بارگاہ رب العزت سے اپنے پیاروں کو خاص طور پر عطا ہوتا ہے۔

یہ الہام ابتدائً اخبار بدر جلد ا نمبر ۴ ۱۹۰۵ئہ میں شائع ہُوا تھا۔ اس کے بعد سلسلہ احمدیہ کی دوسری کتابوں میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

مکاشفات مطبوعہ ۱۹۱۳ئہ کے صفحہ ۴۔ اور البشریٰ جلد ۲ کے صلا ۹۷ ملاحظہ طلب ہیں۔

یہ الہام جلال و جمال دونوں شانوں اور علم و قدرت دونوں صفات الٰہیہ کا مظہر ہے۔ جو بالآخر واقعات پیش آمدہ پر اپنی پوری وسعت و عمق اور عظمت و بلندی کے ساتھ منطبق ہو گیا۔ اس الہام کے اس طرح پورا ہونے سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے، کہ یہ کلام انسانی تخیلات و توہمات کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس علیم و خبیر و قادر و توانا کا زندہ کلام ہے، جو "غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ"[۱] کا مصداق ہے۔ ایک انسانی تخیل یا وہم ۱۹۰۵ئہ میں ان تاریخی واقعات کو جو ۱۹۲۶ئہ سے ۱۹۳۳ئہ تک وقوع میں آئے، اس معجزانہ ایجاز و اختصار کے ساتھ قلمبند نہیں کر سکتا تھا۔ جس وقت یہ الہام ہُوا۔ اُس وقت اور تو اور خود مہبط الہام بھی اس الہام کے اس اصل منشاء اور ان واقعات کے سمجھنے سے عاجز رہا، جو اپنے وقت پر ظاہر ہوئے۔ واقعات کا سلسلہ ۱۹۲۶ئہ میں شروع اور ۱۹۳۳ئہ میں ختم ہُوا۔ اور صاحب الہام ۱۹۰۸ئہ میں دنیا سے گذر جاتا ہے۔ مگر جو کلام الٰہی اُس پر نازل ہُوا تھا، وہ اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اور قدرت الٰہی اس کو پورا کرنے کے اسباب

---

[۱] غالب ہے اپنے امر پر۔

مہیا کرتی رہی - واقعات جو اس الہام کے بعد پیش آئے، اور افغانستان کی تاریخ میں ایک عظیم الشان انقلاب کا باعث ہوئے، ابھی تازہ اور موجودہ نسل کے ذہن میں موجود ہیں۔ سب جانتے ہیں، کہ نادر خاں جو بالآخر نادر شاہ کے لقب سے تخت افغانستان کا مالک ہوا، افغانستان کے شاہی خاندان سے تھا۔ لیکن تخت شاہی تک پہنچنے کی کوئی امید نہ رکھتا تھا۔ وہ ایک عرصہ دراز تک اپنے آبائی ملک افغانستان سے باہر فرانس میں مقیم رہا۔ حکومتِ افغانستان کا نمائندہ یا سفیر بھی رہا۔ مگر بہرحال اس تعلق کے بعد بھی وہ فرانس سے واپس افغانستان آنے کی ہمت نہ کرسکا۔ عوارض اور ملکی حالات کی وجہ سے اس نے فرانس ہی کو اپنا مامن بنا لیا تھا۔

افغانستان میں امان اللہ خان براج رہے تھے، اور اُن کا طوطی بول رہا تھا۔ ساری دنیا کی نظریں اُن کی طرف تھیں۔ اور معلوم ہوتا تھا، کہ یہ اولوالعزم بادشاہ افغانستان کو زمین سے اُٹھا کر آسمان پر پہنچا دے گا۔ کہ دفعۃً ۱۹۲۹ء میں علم وارادہ الٰہی کی بدولت ایسی انقلابی سیاسی آندھی آئی۔ کہ امان اللہ خان جیسا مقتدر بادشاہ جو نہ صرف ملک میں بلکہ ملک کے باہر بھی ہر دلعزیز ہو رہا تھا تنکے کی طرح تخت شاہی سے اُٹھا کر قعرِ مذلت میں پھینک دیا گیا۔ اور اس طرح "نہ نادر بجا ماند نے نادری" کی پرانی مثل پوری ہوگئی۔ اور ایسے عالم پناہ بادشاہ کی جگہ ایک نہایت خوار و ذلیل شخص جو معمولی شریفانہ حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا، یعنی بچہ سقہ اس ملک پر مسلط کر دیا گیا۔ ادھر افغانستان کے سٹیج پر یہ تماشا دنیا کے سامنے ہو رہا ہے، ادھر ارادہ الٰہی مریض و فریش نادر خان کو جو فرانس میں گمنامی کی خاموش زندگی بسر کر رہا ہے، اُبھار کر افغانستان کی سرحد تک پہنچا دیتا ہے۔ اور یہاں سے وہ ڈرتے ڈرتے افغانستان کی سرحد میں قدم رکھتا ہے، اور وہ بند قفل جو امان اللہ خان کو باہر دھکیل کر تخت سلطنت پر لگا دیا گیا تھا، خود بخود کھل جاتا ہے۔ اور نادر خان وہ نادر خان جو اس وقت ملک سے دُور بے یار و مددگار ایک مسکین کی زندگی بسر کر رہا تھا، عالم الغیب کی زبان سے ۱۹۰۵ء میں نکلے ہوئے الفاظ کا تاج سر پر رکھ کر ۱۹۲۹ء میں "نادر شاہ" بن جاتا ہے۔ اور اس طرح الہام الٰہی کی جمالی شان جو نادر شاہ کے الفاظ میں مضمر ہے، اپنی پوری آب و تاب سے دنیا میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی واقف نہیں ہے، کہ الہام کا جلالی حصہ جو الفاظ "آہ ـــ کہاں گیا؟"

میں پوشیدہ ہے کب اور کس طرح پورا ہوگا، کہ یکا یک ۸ - نومبر ۱۹۳۳ء کی صبح نمودار ہو جاتی ہے اور یہ کلمہ الٰہی اپنی تکوینی صورت اختیار کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے - اور اب وہ نادر شاہ جو تخت افغانستان پر بڑے جاہ و جلال کے ساتھ متمکن تھا، اپنی ساری جبروت و جلال کے باوجود مجمع عام میں قتل کر دیا جاتا ہے - اس طرح "آہ نادر شاہ کہاں گیا" کے الفاظ سارے افغانستان و ہندوستان میں گونج جاتے ہیں - اور اس طرح وہ الفاظ جو مئی ۱۹۰۵ء میں قادیان کے ایک شخص پر نازل ہوئے تھے، جس کو دنیا دجال و کافر و ضال و مضل خیال کرتی تھی، اتنے مہیب تاریخی انقلاب کے بعد نومبر ۱۹۳۳ء میں پورے ہو جاتے ہیں - اور اس طرح پورے ہوتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے، کہ کوئی لفظ زائد و بیکار و بے معنی نہیں رہا اور ہر لفظ کے ساتھ واقعات کا ایک طویل سلسلہ وابستہ ہے - پس یہ ہے خدا کے کلام کی صفت، جس کی آنکھیں ہوں وہ دیکھے، جس کے سینے میں دل ہو وہ سمجھے - اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ[۱]"

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْجَلَالِ وَالْجَمَالِ وَالْکَمَالِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْمَسْجُوْدِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْمَوْجُوْدِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْمَحْبُوْدِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا - سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ -

پھر منجملہ اور پیشگوئیوں کے جو روز روشن کی طرح پوری ہوئیں، ایک پیشگوئی جنگ عظیم کی نسبت تھی - جو ان الفاظ میں کی گئی تھی :-

"اِک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر و مرغزار
آئے گا قہر خدا سے خلق پر اِک انقلاب
اِک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار

---

[۱] کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اہل ایمان کے دل خشوع کرتے ہوئے خدا کے حضور جھک جائیں - اس کی (اس) نصیحت کی جیسے کہ (پ ۲۷ ع ۱۸)

اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی. جیسے آبِ رود بار

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن
صبح کر دے گی انہیں مثلِ درختانِ چنار

ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بے خود راہوار

خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سُرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہو گا تو ہو گا اُس گھڑی باحالِ زار

اک نمونہ قہر کا ہو گا وہ ربّانی نشاں
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار

وحیٔ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا اُدھار"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۲۰)

یہ پیشگوئی ۱۹۰۵ء میں فرمائی گئی۔ اور اس تحدی کے ساتھ فرمائی گئی تھی کہ

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار
وحیٔ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار

۱۹۰۵ء میں پیشگوئی فرمانے کے تین سال بعد حضرت اقدس مرزا صاحب خود بھی دنیا سے رحلت فرما گئے۔ جولائی ۱۹۱۴ء سے پہلے تک عام ظاہری حالات پُرسکون تھے اور اس عالمگیر مصیبت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، جو مذکورہ بالا اشعار میں فرمائی گئی تھی۔ لیکن جولائی ۱۹۱۴ء میں بموجب اعلان "وحی حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا" حالات نے پلٹا کھایا اور پیشگوئی کا ظہور شروع ہو گیا۔

یعنی جولائی ۱۹۱۴ء میں آسٹریا کا شہزادہ جو سرویا کے قریب اپنے ملک کی سرحد میں سیر کے لئے گیا ہوا تھا، پُراسرار طور پر قتل کر دیا گیا۔

آسٹریا نے انتقاماً سرویا پر حملہ کر دیا۔ سرویا نے روس کو مدد کے لئے بلایا۔ روس مع اپنے حلیف فرانس کے میدان جنگ میں آموجود ہوا۔ اِدھر آسٹریا کی طرف سے جرمنی اور ترکی میدان میں آکودے۔ ۴۔ اگست ۱۹۱۴ء کو انگریز بھی سرویا، روس اور فرانس کیساتھ شریک جنگ ہو گئے۔ رفتہ رفتہ دوسری حکومتیں بھی شریک ہوتی گئیں۔ جنگ نے عالمگیر صورت اختیار کر لی۔ کُشتوں کے پُشتے لگتے گئے۔ خون کی نالیاں بہ نکلیں۔ دریاؤں کے پانی سرخ ہو گئے۔ اربوں روپیہ، مال و دولت کے نقصان اور کروڑوں انسانوں کی تباہی پر جا کر جنگ ختم ہوئی لیکن لڑائی ابھی پورے طور پر ختم نہیں ہونے پائی تھی، کہ ۱۹۱۷ء میں روس میں بغاوت ہو گئی۔ زار روس جو اس وقت اپنی جبروت و عظمت میں یکتا تھا، اپنی ہی رعایا کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اُس کو ستانے کے لئے اس کی لڑکیوں کو بے عزت کیا گیا۔ پھر اس کے گھر کے تمام افراد کو ایک ایک کر کے اُس کے سامنے قتل کیا گیا۔ ہر طرح سے ستانے اور دُکھ دینے کے بعد نہایت ہی حالتِ زار میں زار کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ اور اس طرح پیشگوئی کا یہ حصہ بھی پورا ہو گیا کہ:۔

"زآر بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار"

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

جنگ کے خوفناک واقعات اور زآر کی حالتِ زار نے پیشگوئی کی صداقت پر مُہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اب یہ آپ لوگوں کا کام ہے، کہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کر کے صاحب پیشگوئی یعنی اس زمانہ کے مامور کی تصدیق کریں۔ ورنہ اسی پیشگوئی میں شک و بدگمانی کرنے والوں کے لئے بھی وعید موجود ہے ؎

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا اُدھار

یہ تین پیشگوئیاں سیاسی اور تاریخی اور آئندہ پیش آنے والے واقعات پر مشتمل تھیں۔ اب ہم اُن پیشگوئیوں کو نمونتہً پیش کرتے ہیں، جو حوادث عالم یا موسمی تغیرات کے متعلق کی گئی ہیں۔

(۱) ایک الہام ۵ مئی ۱۹۰۶ء کا ہے بایں الفاظ

"پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن"

اس الہام کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حسب ذیل فرمائی تھی

"ثلج کا لفظ عربی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں، کہ وہ برف جو آسمان سے پڑتی ہے، اور شدت سردی کا موجب ہو جاتی ہے، اور بارش اس کے لوازم میں سے ہوتی ہے۔ اس کو عربی میں "ثلج" کہتے ہیں۔ نیز اطمینان قلب کو بھی عربی میں "ثلج" کہتے ہیں۔ جو دلائل اور شواہد سے میسر آجائے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳)

یہ تو "ثلج" کے معنی ہیں۔ پیشگوئی کا جو مفہوم صاحب الہام نے کتاب محولہ بالا میں درج کیا ہے، اُس کی تفصیل یہاں ضروری نہیں ہے۔ مختصر یہ ہے کہ آپ نے لفظ ثلج کے دونوں مذکورہ بالا معنوں کو ملحوظ رکھ کر پیشگوئی کا یہ مفہوم بیان فرمایا ہے کہ:۔

(۱) غیر معمولی آفتیں نازل ہوں گی اور برف اور اس کے لوازم کی شدت سردی اور کثرت بارش ظہور میں آئیں گی۔

(۲) ثلج کے دوسرے معنے اطمینان قلب حاصل کرنے کے ہیں۔ اور یہ لفظ کبھی خوشی اور راحت پر بھی استعمال کیا جاتا ہے، جو اطمینان قلب کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے پیشگوئی اس پر بھی حاوی ہے، کہ جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گئے ہیں، وہ بھی نشانات کی وجہ سے مطمئن ہو جائیں گے۔

الہام اور الہام کی یہ تشریح پیش نظر رکھ کر ان واقعات کو سُنئے، جو آئندہ موسم بہار میں پیش آئے۔ موسم بہار کا آغاز انگریزی مہینہ فروری سے ہوتا ہے۔ اس لئے آئندہ موسم بہار یعنی فروری ۱۹۰۷ء کے بعض اخبارات سے کچھ اقتباسات ذیل میں دئے جاتے ہیں، جن سے پیشگوئی کے پورا ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ موسم کی کیفیات کے متعلق اقتباسات پیش کئے جائیں، یہ ظاہر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ گورنمنٹ کے محکمہ نے جو موسموں کے متعلق ضروری اطلاعات شائع کرتا رہتا ہے، موسم بہار کے متعلق کیا اطلاع شائع کی تھی۔

پنجاب کا اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ جو لاہور سے شائع ہوتا ہے اپنی ۱۶۔ دسمبر ۱۹۰۶ء کی اشاعت میں بحوالہ رپورٹ محکمہ مذکور لکھتا ہے کہ "معمولی بارش سے زیادہ نہ ہوگی" گورنمنٹ کے محکمہ موسم کی اس اطلاع و اعلان کے ساتھ پیشگوئی کے الفاظ ذہن نشین رکھئے۔

"پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن"

اب ایک طرف دنیاوی گورنمنٹ کے اعلان کو اور دوسری طرف آسمانی گورنمنٹ کی اطلاع کو پیش نظر رکھ کر اُس زمانہ کے اخبارات کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:۔

(۱) پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۸۔ فروری ۱۹۰۷ء (ص)

"کئی دن سے بارش ہو رہی تھی۔ کل دوبارہ بڑے زور سے پانی پڑا۔ سردی ہوگئی ہے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ اور سڑکوں کی حالت تباہ ہے"

(۲) پیسہ اخبار لاہور ۱۵۔ فروری ۱۹۰۷ء ص۵ (آرہ کی خبر)

"چار روز سے برابر رحمت کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔ پھر موسم برسات کی کیفیت نظر آتی ہے۔ مخلوق گھبرا رہی ہے اور دھوپ کو ترس رہی ہے"

(۳) اخبار جاسوس آگرہ ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء صہ ۴

"۶۔فروری ۱۹۰۷ء کو شام کے وقت کان پور میں سخت بارش ہوئی طوفان برق آیا اور ایسی ژالہ باری ہوئی کہ ریل بند ہو گئی۔"

(۴) رسالہ حکمت لاہور ۱۵۔فروری ۱۹۰۷ء

"دارجیلنگ میں برابر بارش ہو رہی ہے اور طوفان رعد آیا۔"

(۵) اخبار آزاد انبالہ ۱۶۔فروری ۱۹۰۷ء صہ ۱

"دہلی میں برابر دس دن سے بارش ہو رہی ہے اور اولے بھی پڑے۔"

(۶) اخبار نیر اعظم مراد آباد ۱۹۔فروری ۱۹۰۷ء

"ایک ہفتہ سے بارش ہو رہی ہے اولے بھی پڑے۔"

(۷) پبلک میگزین امرت سر فروری ۱۹۰۷ء

"امرت سر میں سردی کمال پر ہے اور سلسلہ برسنے کا شروع ہے۔"

(۸) اخبار عام لاہور ۲۱۔فروری ۱۹۰۷ء (خلاصہ)

"لاہور میں یہ حال ہے کہ دو ہفتہ سے زیادہ عرصہ سے بادل پیچھے لگ رہے ہیں اور لوگوں کو بجائے خوش کرنے کے پریشان کر رہے ہیں۔ دو روز تک آسمان بارش سے خالی تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ شاید اب بس کرے گا۔ لیکن اتوار اور سوموار کی درمیانی رات کے پچھلے نصف حصہ میں بارش اس زور اور ایسے افراط سے ہوئی، کہ لوگ بستروں پر لیٹے ہوئے توبہ الامان پکار رہے تھے۔ اور حیران تھے کہ کہیں خدانخواستہ بارش کی رحمت مبدل بہ زحمت نہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ بجلی بھی خوب چمکی اور آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ اور اس کے ساتھ بادلوں کی گرج اور رعد کی کڑک دلوں کو دہلاتی تھی۔ اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، کہ خداوند کو کیا منظور ہے۔ یہ موسم اور یہ بارش زراعتی لحاظ سے نہایت مفید اور مبارک ضرور ہے لیکن آخر اس کی کچھ حد ہے۔ مثل مشہور ہے کہ افراط ہر ایک اچھی چیز کو بھی خراب کر دیتی ہے .... اب تو سب لوگ چاہتے ہیں۔ کہ بارش بند ہو اور دھوپ کی صورت نظر آوے .... اب کوئی ضلع نہیں

جہاں زیادہ بارشوں کی ضرورت بیان کی جاتی ہے .... اس قدر بارش سے شہر کے مکانات کے لئے بھی نقصان کا اندیشہ غالب ہے۔ سڑکوں کے پرخچے اُڑ گئے ہیں۔ کنکر کی سڑکیں کیچڑ سے دلدل ہو رہی ہیں۔ بدررؤں میں پانی ہی پانی نظر آتا ہے .... ان ایام میں ایسی بارش سالہائے دراز کے بعد نصیب ہوتی ہے۔

(۹) اخبار عام لاہور ۲۶۔فروری ۱۹۰۷ء (خلاصہ)

"اس ہفتہ میں موسم سرما نے ایسے تعجب انگیز حالات کبھی نہیں دکھائے تھے۔ آخر جنوری سے اس وقت تک یہ حالت ہوئی کہ لوگ پناہ مانگ اُٹھے۔ کبھی بارش اور کبھی برف باری اور کبھی ژالہ زدگی۔ پھر بادلوں کا انبار ہر وقت برقع پوش نظر آتا تھا۔ سورج اور دھوپ دیکھنے کو لوگ ترس گئے ہیں۔ کوئی دن نہیں جاتا کہ برف نہ گرتی ہو۔ اولے نہ پڑتے ہوں۔ اگر یہ نہ ہو تو بارش تو ضرور ہوتی ہے۔

(۱۰) اخبار نورافشاں (عیسائی) مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۰۷ء

"ہانگ کانگ میں اس شدت سے بارش ہوئی کہ دس منٹ کے اندر بندرگاہ کے آس پاس قریب ایک سو چھتیس (۱۳۶) آدمی ہلاک ہوئے۔"

(۱۱) اخبار وکیل امرتسر ۷۔ فروری ۱۹۰۷ء (صہ۲)

"بعض ممالک یورپ میں امسال سردی کی ایسی شدت بیان کی جاتی ہے۔ کہ سنین ماضیہ میں اس کی کوئی نظیر شاید مل جائے۔ چنانچہ بلجیم میں مقیاس الحرارت صفر سے زیادہ نیچے چلا گیا۔ پیرس میں نقطہ انجماد سے تیرہ (۱۳) درجے نیچے بیان کیا جاتا ہے۔ آسٹریا و ہنگری میں ۲۰ درجے نیچے۔ اس شدید سردی سے کئی آدمی بھی مر چکے ہیں۔ برّاعظم یورپ کی بعض ریلوے لائنوں کی آمد و رفت میں خلل پڑ گیا ہے۔ کیونکہ انجنوں کے نل پانی کے جم جانے سے پھٹ گئے۔ ڈینیوب اور اڈریسہ کی بندرگاہیں یخ بستہ ہو رہی ہیں۔ روس و برطانیہ میں مقیاس الحرارت اس قدر گر گیا ہے کہ قبل ازیں کئی سال سے یہ نوبت نہ پہنچی تھی۔ روم اور نیپلز کے درمیان ٹرینوں پر اس قدر برفباری ہوئی

ہے کہ الاماں۔ قسطنطنیہ میں کئی کئی دن تک برف پڑی۔ آبنائے باسفورس میں جہازوں اور سٹیمروں کی آمدورفت ملتوی ہو گئی ہے چینل میں آج کل جو جہاز اِدھر اُدھر پہنچتے ہیں وہ بالکل برف سے مستور ہوتے ہیں۔ پیرس کے بازاروں میں غریب وغربا ٹھٹھر ٹھٹھر کر جاں بحق ہو رہے ہیں۔ اٹلی کی جھیلیں اور نہریں جمی ہوئی ہیں۔"

ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ ۵۔مئی ۱۹۰۶ء کے الہام کے مبارک الفاظ کہ "پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن" کس طرح ساری دنیا پر چھا کر پورے ہو گئے۔ کیا کوئی نجومی۔ رمّال۔ ماہر آثار و حوادث ارضی تغیرات موسمی کی نسبت ایسی پیشگوئیاں کر سکتا ہے، جو اس طرح محکمہ اطلاعات موسمی کے اعلان کے خلاف ساری دنیا میں پوری ہو جائیں؟ اِنَّ فِی ذَالِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ[۵]"

یہ تو موسمی حوادث و واقعات عالم کے متعلق علم و قدرت الٰہی کا بذریعہ مامور من اللہ کے ظہور تھا۔ زلازل وغیرہ کے متعلق بھی بہت سارے الہامات ہیں، جن کی تفصیل موجب طوالت ہوگی مختصر یہ کہ پہلے سے شائع کی ہوئی پیشگوئیوں کے مطابق ملک کے مختلف حصوں میں سخت سے سخت زلازل آئے اور دُنیا نے قیامت کا نمونہ دیکھ لیا۔

کانگڑہ	اپریل ۱۹۰۵ء
بہار	جنوری ۱۹۳۴ء
کوئٹہ	مئی ۱۹۳۶ء

کانگڑہ کے سوا کوئٹہ اور بہار کے زلزلے تو ابھی کل کی بات ہیں۔ اور ناظرین کے ذہن میں وہ تمام المناک واقعات ہوں گے، جو ان زلزلوں کے متعلق اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے اُن کی تفصیل کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

کانگڑہ کے زلزلہ کے متعلق پہلا الہام ۱۹۰۳ء میں، اس کے بعد ۱۹۰۴ء میں ہوا دو مرتبہ۔ یعنی یکم جون و ۸۔جون ۱۹۰۴ء کو۔ الہام کے الفاظ "عفت الدیار محلّها ومقامها" یہ مصرعہ دراصل سبعہ معلقہ کے قصائد میں سے لبید بن ربیعہ کے قصیدہ کا مصرعہ ہے۔

---

[۵] اس میں سمجھنے والوں کے لئے نشانات ہیں (ترجمہ)

جس کا پورا شعر یوں ہے :۔

عفت الدیار محلها ومقامها ٭ بمنی تابد اغولها فرجامها

اس میں کھٹکنے کی بات صرف یہ ہے کہ اس مصرع کے الفاظ "محلها" و "مقامها" قابلِ غور ہیں محل اس مقام کو کہتے ہیں، جو مستقل سکونت کے لئے بنایا جائے۔ اور مقام عارضی سکونت کے مقام کو کہتے ہیں۔ کانگڑہ کے بعض حصوں کے مکانات کی یہی حالت تھی۔

کانگڑہ کے زلزلے کے بعد جو الہامات کا سلسلہ شروع ہوا ہے، وہ بجائے خود نہایت ہی زلزلہ انگیز ہے۔ الہامات پڑھتے ہی دل خوف سے بھر جاتا ہے۔ چنانچہ ایک نظم میں آپ نے ان زلازل اور دنیاوی آفات کے پیش آنے والے واقعات کو اس طرح مرتب فرمایا ہے ؎

"وہ تباہی آئے گی شہروں پہ اور دیہات پر
جس کی دنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار

ایک دم میں غمکدہ ہو جائیں گے عشرت کدہ
شادیاں جو کرتے تھے بیٹھیں گے ہو کر سوگوار

وہ جو تھے اونچے محل اور وہ جو تھے قصرِ بریں
پست ہو جائیں گے جیسے پست ہو اک جائے غار

ایک ہی گردش میں گھر ہو جائیں گے مٹی کا ڈھیر
جس قدر جانیں تلف ہوں گی نہیں اُن کا شمار

تم سے غائب ہے مگر میں دیکھتا ہوں ہر گھڑی
پھرتا ہے آنکھوں کے آگے وہ زماں وہ روزگار"

ایک دوسری نظم میں فرماتے ہیں :۔

"پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن
زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن

تم تو ہو آرام میں پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

غیر کیا جانے کہ غیرت اس کی کیا دکھلائے گی
خود بتائے گا انہیں وہ یار بتلانے کے دن

وہ چمک دکھلائے گا اپنے نشاں کی پنج بار
یہ خدا کا قول ہے سمجھو گے سمجھانے کے دن"

یہ دو نظمیں ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء کی ہیں یعنی کانگڑہ کے زلزلہ کے بعد کی ہیں۔ اس کے بعد ۱۷۔ اگست ۱۹۰۶ء کو سان فرانسسکو اور فارموسا اور جنوبی امریکہ کے صوبہ چلی میں سخت ترین زلزلے آئے۔ جن میں ہزاروں جانیں تباہ ہوئیں، اور لاکھوں آدمی بے خانماں ہو گئے۔ تب آپ نے ایک مضمون میں جو حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء کے صفحات ۲۵۶ و ۲۵۷ پر شائع ہوا ہے، یہ فرمانے کے بعد کہ یہ زلزلے آپ کے سابقہ الہامات کے مطابق آئے تھے، فرمایا کہ:-

"شاید نادان لوگ کہیں گے کہ یہ کیونکر نشان ہو سکتا ہے۔ یہ زلزلے تو پنجاب میں نہیں آئے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ خدا تمام دنیا کا خدا ہے نہ صرف پنجاب کا۔ اس نے تمام دنیا کے لئے یہ خبریں دی ہیں نہ صرف پنجاب کے لئے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کو ناحق ٹال دینا اور خدا کی کلام کو غور سے نہ پڑھنا اور کوشش کرتے رہنا کہ کسی طرح حق چھپ جائے۔ مگر ایسی تکذیب سے سچائی چھپ نہیں سکتی۔"

"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے، ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہونگے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی، کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا، ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں

پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی۔ اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں اُن کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائینگے اور بہتیرے ہلاک ہو جائینگے وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں، کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی۔ اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی، کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا، تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی، پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔ جیساکہ خدا نے فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا[۱]۔ اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے۔ اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہوگے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں، کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا مُنہ دیکھوگے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں، اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے، نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر

---

[۱] اور نہیں ہم عذاب دینے والے یہاں تک کہ (پہلے) رسول کو بھیجیں۔

خدا غضب میں دھیما ہے، توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶ و ۲۵۷)

ان تحریرات واعلانات والہامات کے بعد ۱۹۳۴ء میں بہار کا اور ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ کا زلزلہ آیا اور ان دونوں زلزلوں کی جو تفاصیل اخبارات میں شائع ہوئی ہیں، ان کو ایک دفعہ پڑھ لینے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے مقتبسہ بالا مضمون کے حسب ذیل الفاظ بھی پڑھیئے اور پھر پڑھیئے تاکہ گرجتی ہوئی صدائے حق کو منمناتی ہوئی شیطانی آواز سے آپ تمیز کر سکیں۔

"پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئینگے۔ اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے۔ اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی اس موت سے چرند پرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی، کہ اُس روز سے کہ انسان پیدا ہوا، ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی۔ اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملیگا۔ . . . . وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی۔ اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے . . . . تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہوگے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا مُنہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا

تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں"

ان حوادث کی پیشگوئیوں کے بعد ہم بعض اقتداری پیشگوئیوں کا بھی نمونہ پیش کئے دیتے ہیں۔ اس قسم کی اقتداری پیشگوئیوں میں سے سب سے زیادہ اہم اور واضح پیشگوئی وہ ہے، جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات خاص کے متعلق ہے۔ الہام یہ ہے:۔

"یَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ وَلَوْ لَمْ یَعْصِمْكَ النَّاسُ"

یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم تجھ کو خود محفوظ رکھیں گے اگر انسان تجھ کو محفوظ رکھنا نہ چاہیں :

یہ پیشگوئی ۱۸۸۲ء کی مطبوعہ کتاب براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد حضرت کا وصال ۱۹۰۸ء میں یعنی اس الہام کے ۲۶ سال کے بعد ہوا۔ ساری دنیا نے آپ کی مخالفت کی، مقدمات بھی قائم کئے، مارنے کی بھی فکریں کی گئیں، گالیاں بھی دی گئیں اور پتھر بھی پھینکے گئے، مگر اس قادر ذوالجلال کے حکم حفاظت کے سامنے کسی کی کچھ پیش نہ گئی۔ اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ ساری دنیا کی نظروں میں خار کی طرح کھٹکتے رہے، لیکن بال بیکا نہ ہوا۔ اسی طرح دوسرا الہام یہ ہے:۔

"اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ"

یعنی تم پر اپنی محبت کا پرتوہ ڈالوں گا اور اپنی نظروں میں تجھے بناؤں گا یا تربیت کروں گا۔

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ سے بحیثیت مسیح موعود ایک بڑی جماعت نے کس طرح اور کس والہانہ اور خادمانہ رنگ میں محبت کی اور اپنے جان و مال اور عزت و آبرو کو ان کے قدموں پر نثار کر دیا۔ اس کے بعد قبولیت دعا کا بھی نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

ہمارے حیدر آباد ہی کا ایک طالب علم عبد الکریم ولد عبد الرحمٰن نامی قادیان میں زیر تعلیم تھا۔ اس کو دیوانے کتے نے کاٹ کھایا، وہ علاج کے لئے کسولی بھیجا گیا۔ وہاں سے جب واپس آیا، تو پھر زہر عود کر آیا، اور خوفناک حرکات مریض سے وقوع میں آنے لگیں کسولی کو لکھا گیا، تار کیا گیا، کہ اس کو علاج کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ جواب آیا کہ اب مرض لاعلاج ہے، افسوس ہے کہ کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ اس کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کی گئی۔ آپ کو اس غریب الوطن بچے کی حالت پر رحم آیا، جو اپنے وطن سے دور غیر جگہ طلب علم میں

گیا تھا، اور اپنے والدین سے مہجور تھا۔ آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ آخر یہ دعا قبول ہوئی، عبدالکریم کو صحت کاملہ حاصل ہو گئی۔ اس خارق عادت واقعہ پر کسولی کے ایک ڈاکٹر نے حضرت مسیح موعودؑ کو لکھا کہ:—

"اُن آثار کے ظہور کے بعد جو عبدالکریم پر ظاہر ہوئے کبھی کوئی مریض جانبر نہیں ہوا یہ نہایت عجیب واقعہ ہے"

قبولیت دعا کے بے تعداد نمونے پیش کئے جا سکتے ہیں، جو وقتاً فوقتاً اخبارات و رسائل و کتب سلسلہ میں تفصیل سے شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن اس مختصر رسالہ میں قبولیت دعا کے واقعات کی مزید تفصیل ضروری نہیں ہے۔ جو تفصیل دیکھنا چاہتا ہے، وہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب حقیقۃ الوحی میں دیکھ سکتا ہے۔

اس کے بعد مخالفین اسلام اور معاندین سلسلہ کے ساتھ جو مباہلے پیش آئے ہیں یا بددعاؤں کے جو اثرات ظاہر ہوئے، اُن کی طویل تفصیل بھی حقیقۃ الوحی اور حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف کردہ دیگر کتب میں موجود ہے۔ صرف ایک نہایت ہی عجیب واقعہ آپ کی بددعا کے اثر کا جو ایک شدید ترین و اخبث الناس معاند اسلام کے ساتھ پیش آیا تھا اس موقعہ پر بیان کر دینا کافی ہوگا۔

اُنیسویں صدی کے آخر و بیسویں صدی کے آغاز میں ایک شخص ڈاکٹر جان الگزنڈر ڈوئی نے جو عقیدۂ تثلیث کا پابند تھا، امریکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ جس کا ادعا یہ تھا کہ وہ عیسائیت کو دنیا میں پھیلانے اور اسلام کو دُنیا سے نابود کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے اُس کی جماعت کی جانب سے ایک اخبار 'لیوز آف ہیلنگ' کے نام سے امریکہ سے شائع ہوتا تھا۔ چنانچہ اس اخبار کے ۱۹۔ دسمبر ۱۹۰۳ء اور ۱۴۔ فروری ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں یہ فقرے موجود ہیں:

"میں خدا سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ دن آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جائے۔

اے خدا تو ایسا ہی کر، اے خدا اسلام کو ہلاک کر دے"

حضرت مسیح موعودؑ ڈوئی کے ان حالات سے مطلع تھے۔ اس لئے آپ نے ۱۹۰۲ء اور پھر ۱۹۰۳ء میں دو مرتبہ اس کو مباہلہ کے لئے چیلنج دیا، اور یہ چیلنج امریکہ کے اخبارات میں شائع

ہوا ہے۔ مباہلہ مذکور کا خلاصہ مضمون یہ تھا :۔

" اسلام سچا ہے اور عیسائی مذہب کا عقیدہ جھوٹا ہے۔ اور میں خدا تعالےٰ کی طرف سے وہی مسیح موعود ہوں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا، اور نبیوں کے نوشتوں میں اس کا وعدہ تھا۔ ڈاکٹر ڈوئی اپنے دعویٰ رسالت اور تثلیث کے عقیدہ میں جھوٹا ہے اگر وہ مجھ سے مباہلہ کر لے تو میری زندگی میں بہت ہی حسرت اور دُکھ کے ساتھ مریگا "

اس کے بعد تحریر فرمایا کہ :۔

" اگر مباہلہ نہ بھی کرے تب بھی وہ خدا کے عذابوں سے بچ نہیں سکتا ہے "

اس چیلنج کا کوئی جواب ڈوئی نے نہیں دیا۔ لیکن چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ چیلنج امریکہ کے اخبارات میں شائع ہو چکا تھا، اس لئے وہاں اس کا چرچا اخبارات میں برابر ہوتا رہا۔ اور بالآخر ڈوئی نے مجبور ہو کر اپنے اخبار مذکور مورخہ ۲۶۔ ستمبر ۱۹۰۳ء میں یہ شائع کرایا :۔

" ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔ اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا۔ اور کہ تو کیوں اس شخص کا جواب نہیں دیتا ہے۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کو جواب دوں گا۔ اگر میں ان پر اپنا پیر رکھ دوں، تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا "

اس کے بعد ۱۹۔ دسمبر ۱۹۰۳ء میں لکھتا ہے :۔

" میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر[1] اور دوسرے شہر میں آباد کروں۔ یہاں تک کہ وہ دن آجائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹا یا جائے۔ اے خدا ہمیں وہ وقت دکھلا "

ایسے بدترین معاند اسلام کی نسبت بددعا کی گئی اور یہ لکھ دیا گیا کہ :۔

" مباہلہ کرے یا نہ کرے ہر حال میں وہ خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔ اور خدا جھوٹے اور سچے میں فیصلہ کر کے دکھلا دے گا "

---

[1] ڈوئی کا آباد کردہ صیہون نامی شہر۔

ان دعاؤں کا سلسلہ ۱۹۰۷ء تک جاری رہا۔ اور بالآخر ۹۔ فروری ۱۹۰۷ء کی دُعا کے جواب میں بارگاہ الٰہی سے یہ الہام ہوا کہ

"اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی"[۱]

۲۰۔ فروری ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان کیا کہ :۔

"عنقریب ایک تازہ نشان خدا کی طرف سے ایسا ظاہر ہوگا کہ جس میں فتح عظیم ہوگی۔"

اور اعلان میں صراحت فرمائی کہ :۔

"اس نشان کا ظہور صرف ہندوستان تک محدود نہ ہوگا۔ اور خدا کے ہاتھوں اور آسمان سے ہوگا۔ چاہیئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا تا کہ وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں۔ اس کی طرف سے ہے۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھائے۔"

اس اعلان کے چند روز بعد یعنی مارچ ۱۹۰۷ء کے پہلے ہفتہ میں ڈاکٹر جان الگزنڈر ڈوئی جو اسلام کی بربادی کی فکر میں تھا، اس جہان سے ساری حسرتیں لے کر نامرادی اور ناکامی کے ساتھ دارالبوار جہنم میں پہنچ گیا۔ یہ آخری اور خاتمہ کی تاریخ تھی لیکن واقعات کی تفصیلات سے ظاہر ہوا کہ اس آخری مرحلہ سے پہلے ڈوئی اپنی قوم میں خائن اور شراب خوار ثابت ہو چکا تھا۔ حالانکہ اپنی تعلیم میں وہ شراب کو حرام ظاہر کر کے اپنے متبعین کو پینے کی ممانعت کرتا تھا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ ولدالزنا اور نہایت ہی بدمعاش آدمی تھا۔ اور جو خاص شہر صیحون اس نے آباد کرایا تھا، اس سے خارج کیا گیا۔ اور اس کی ساری دولت اس سے چھین لی گئی۔

ان تمام ذلتوں اور ناکامیوں کے بعد اس پر فالج گرا، اور کچھ عرصہ فالج میں نیم جان رہ کر اوّل ہفتہ مارچ ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلان کے مطابق حق و باطل کو اپنی ناکامیوں کے ذریعہ سے دنیا پر ظاہر کر گیا۔

یہ اور اس قسم کی ہزاروں پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں بھری پڑی

---

[۱] بے شک تو ہی غالب رہے گا۔ (تذکرہ صفحہ ۶۹۲)

ہیں۔ صرف نمونتہً چند کا ذکر کر دیا ہے۔ تاکہ ناظرین یہ سمجھ سکیں، کہ اس معیار کے مطابق جس کا ذکر ہم نے باب پنجم میں کیا ہے، حضرت مرزا صاحب صادق ہی قرار پاتے ہیں لیکن جناب برنی صاحب نے اپنے رسالہ "قادیانی مذہب" میں ایک خاص پیشگوئی کو مستہزیانہ انداز میں اس قدر طوالت کے ساتھ بیان کیا ہے، کہ کتاب کی پوری آٹھویں فصل کو اس کیلئے وقف کر دیا ہے۔ فصل مذکور کا آغاز "اراکین خاندان" کے عنوان سے کر کے اراکین خاندان کے نام نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحب اور محمدی بیگم کے بعض اعزہ یا متعلقین کے نام ایک ڈرامہ نویس کی طرح اس انداز میں لکھے ہیں، کہ گویا ایک ڈرامہ لکھا جا رہا ہے۔ جس میں آنے والے ناموں کی شخصیت سے ناظرین کو روشناس کرایا جاتا ہے۔ اور پھر اس نہایت ہی غیر شریفانہ طریقہ تالیف کو زیادہ شر انگیز کرنے کے لئے فصل کو ایسے رکیک عنوانات سے مزین کیا گیا ہے، جن سے ہماری دلآزاری کے ساتھ جناب برنی صاحب کی شریفانہ حیثیت کی بھی پردہ دری ہو جاتی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ برنی صاحب کا طرز گفتگو خواہ بازاری ہو یا غیر شریفانہ، لیکن بہرحال جس مضمون سے متعلق ہے، اُس کا جواب دینا ہمارے لئے ضروری ہے۔ اِس لئے برنی صاحب کے جمع کئے ہوئے مزبلہ کا لحاظ کئے بغیر ہم کو راستہ طے کرنا ہی پڑیگا۔

ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے، کہ ایک مدعی نبوت و ماموریت کے دعاوی و دلائل کو ہر پہلو سے جانچے اور اس کی تردید و تغلیط کرے، اس لئے کہ پیشگوئیاں ہر حال میں بطور ایک معیار صداقت کے مستوجب تنقید ہوتی ہیں۔ لیکن احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے کسی مدعی نبوت و ماموریت کو مقررہ اور مسلّمہ معیار پر پرکھنا ایک چیز ہے، اور شرارت نفس و خُبث باطن کو تسکین دینے کے لئے بے جا زبان درازی دوسری چیز ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی برادری کی ایک لڑکی محمدی بیگم بنت احمد بیگ کی نسبت ایک پیشگوئی کی تھی، کہ اگر بعض حالات پیش آئیں، تو اُن کے باعث وہ میرے نکاح میں آئے گی۔ اور بالآخر اُن حالات کے پیش نہ آنے کے باعث وہ حضرت مسیح موعودؑ کے نکاح میں نہیں آئی۔ ہر شخص اس پیشگوئی کی صداقت پر بحث کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ چونکہ بظاہر پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، اس لئے مسلّمہ معیار کے مطابق حضرت مرزا صاحب

کا دعویٰ ماموریت صحیح نہیں ہے۔ اور اس کا جواب ہم احمدیوں کے ذمہ ہے۔ لیکن جب غرض احقاق حق یا ابطال باطل نہ ہو تو اس صاف اور سیدھے طریقہ کو چھوڑ کر ہر ایک کوشش کیجاتی ہے، کہ پہلے اس پیشگوئی کا مضحکہ اُڑایا جائے، اور اس کے بعد پیشگوئی کے ناتمام و نامکمل اجزاء پیش کر کے ان واقعات سے قطع نظر کر لی جائے، جو پیشگوئی کی صداقت کو واضح کر دیتے ہیں، اور جن سے پیشگوئی کی صداقت کو تسلیم کر لینا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ہم اپنے جواب میں اس پیشگوئی اور اُس کے مالہٗ وماعلیہ کو بالصراحت بیان کر کے اُس کی اصل حقیقت کو واضح کریں گے۔ " انشاء اللہ تعالیٰ "

پیشگوئی پر کوئی بحث بطور ایک معیار صداقت کے اُسی صورت میں ہو سکتی ہے، جب وہ بادعائے الہام الٰہی کی جائے۔ اگر بغیر ادعائے الہام الٰہی کوئی پیشگوئی کی جائے یا حکم دیا جائے تو وہ بطور ایک معیار صداقت کے قابل استناد نہیں ہے۔ اصل چیز الہام الٰہی ہے اور قابل بحث ادعاء الہام الٰہی ہی ہوا کرتا ہے۔ جس کو ہم بالتفصیل باب پنجم میں بیان کر چکے ہیں۔

کیونکہ دعویٰ ماموریت کے معنی ہی یہ ہیں، کہ وہ مدعی اپنے ادعاء کے بموجب خدا کی جانب سے اصلاح دنیا کیلئے مامور ہوا ہے۔ اور اس کو حکم دیا گیا ہے، کہ دنیا میں اس کا اعلان کرے، اس لئے اس دعویٰ کی صداقت اس کے پیش کردہ الہامات کی صداقت پر منحصر ہے۔ پس جب ہم کہتے ہیں کہ پیشگوئیاں بھی مامور من اللہ کی صداقت کا معیار ہو سکتی ہیں، جیسا کہ باب پنجم میں اس کی صراحت کی گئی ہے، تو اس کا منشا یہی ہوتا ہے، کہ وہ الہامات جو مغیبات کی نسبت مامور من اللہ کی زبان پر جاری ہوئے، وہ اُس کی صداقت کا ثبوت ہیں۔ پس جب کبھی پیشگوئی پر بحث مطلوب ہو، تو اصل الہامات ہی جن پر پیشگوئی مبنی ہے، محل نقد و نظر ہو سکتے ہیں، نہ کہ وہ مفہوم جو اُس الہام کا سمجھا گیا، خواہ اس مفہوم کا بیان کرنے والا خود صاحب الہام ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری اس تقریر سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے، کہ مامور من اللہ کا بیان کردہ مفہوم الہام کسی صورت میں بھی قابل لحاظ نہیں ہوتا۔ کیونکہ احکامات اور تعلیم دینی کی نسبت تو وہ قطعی ہوتا ہے، لیکن مغیبات کی نسبت اس کا بیان سب سے اعلیٰ وارفع واولیٰ بالتسلیم ہونے کے باوجود ضروری نہیں ہے، کہ ہمیشہ صحیح اور مطابق منشاء الہام کے ہی ہو۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ قرآن پاک میں آچکا ہے۔ جس سے ظاہر ہے، کہ حضرت نوح علیہ السلام جیسا اولو العزم اور مقرب ترین نبی۔ الہام الٰہی "قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ[۱]" کا یہی مفہوم اور مقصود سمجھتا رہا، کہ وہ خود اور اُس کے جملہ متعلقین اہل بیت اور اولاد عذاب الٰہی یعنی طوفان سے محفوظ رہے گی۔ اس لئے جب کنعان آپ کا لڑکا آپ کے ساتھ کشتی پر سوار نہ ہوا، اور غرق ہونے لگا، تو آپ شفقتِ پدری سے بیتاب ہو کر پکار اُٹھے "وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ" یعنی اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے اہل سے ہے، اور تیرا وعدہ کہ (اہل بچائے جائیں گے ان کو کشتی میں بٹھالے) سچا ہے، اور تو سب حاکموں سے بڑا اچھا حکم دینے والا ہے۔ اس چیخ و پکار اور دعا پر فوراً حکم ہوا "قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ"۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے فرمایا، کہ اے نوح وہ (کنعان) تیرے گھر والوں سے نہیں ہے، اس کا عمل صالح نہیں ہے۔ پس جو چیز تجھ کو معلوم نہیں ہے، اس کے متعلق ہم سے سوال مت کر۔ الہام الٰہی کی اس وضاحت پر حضرت نوح علیہ السلام کو معلوم ہوا، کہ وہ غلطی سے یہ خیال کرتے رہے، کہ اُن کے سب گھر والے عذاب سے بچائے جائیں گے۔ الہام الٰہی کے الفاظ تو اس بارہ خاص میں یہ تھے کہ "وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ[۲]"۔ لیکن نوح علیہ السلام سبق علیہ القول کے الفاظ کا خیال کئے بغیر اپنے لڑکے کو گھر والوں میں سمجھتے رہے۔ اور معمولی طور پر ہر شخص یہی سمجھے گا۔ کیونکہ ما سبق علیہ القول میں کوئی صراحت نہ تھی۔ اور محض اجمال کی وجہ سے یہ خیال نہیں کیا جا سکتا، کہ منجملہ اولاد یا گھر والوں کے بعض افراد پہلے ہی سے مستحق عذاب قرار پا چکے ہیں۔ پس اگر حضرت نوح علیہ السلام کے سمجھے ہوئے مفہوم الہام پر بحث کی جائے، تو نعوذ باللہ یہ ماننا پڑے گا، کہ آپ کی پیشگوئی غلط تھی۔ حالانکہ الہام الٰہی

---

[۱] ہم نے کہا اس پر (یعنی کشتی پر) ہر ایک چیز کے جوڑے کو چڑھالے اور اپنے گھر والوں کو سوائے اس کے جس پر پہلے حکم (عذاب) لگ چکا ہے اور مومنوں کو ؛ [۲] اور اپنے اہل کو مگر جس پر پہلے حکم (عذاب کا) لگ چکا ہے (پ۱۲ ع۴)

میں الفاظ " إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ " کے موجود ہیں ، جن کے معنی الہام الٰہی کے واقع ہو جانے اور کنعان پسر نوح علیہ السلام کے غرق ہو جانے کے بعد کھل گئے ۔ اس سے پہلے ان الفاظ کی وجہ سے خود صاحب الہام مہبط وحی حضرت نوح علیہ السلام وہ نہ سمجھ سکے جو واقعہ ہوا ۔ پس پیشگوئی کا وہ مفہوم جو صاحب الہام کی طرف سے بیان کیا جائے ، بعض اوقات صحیح نہیں ہوتا ۔ مگر یہ ذہن نشین رہنا چاہیئے ، کہ یہ اصول ہم صرف پیشگوئی کے مفہوم کے متعلق بیان کر رہے ہیں ۔ ورنہ اعمال و عقائد سے متعلقہ احکام کی یہ صورت نہیں ہے کیونکہ وہ اصل دین ہیں اور وہ محکمات ہوتے ہیں ۔ نیز دین عملی حیثیت سے بھی انبیاء کو سکھایا جاتا ہے ، اس لئے احکام متعلقہ اعمال و عقائد میں کسی تعبیر و تاویل کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔ یہ احکام متشابہات نہیں ہوتے ۔ متشابہات یا الہامات جو مغیبات آئندہ کے متعلق ہوتے ہیں ، وہ بعض اوقات ذوالوجوہ ہوتے ہیں ، جن کے کئی معانی و مفاہیم ہو سکتے ہیں بعض وقت وہ صاحب الہام کی رسائی و فہم سے بھی بالاتر ہوتے ہیں ، اور اُن کا مفہوم اسی وقت کھلتا ہے ، جب وہ واقعہ ہو جاتے ہیں ۔ اور یہی تو غیب الغیب ہے ، جس پر اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی دوسرا حاوی نہیں ہو سکتا ۔ خواہ وہ نبی ہو یا ولی ۔ ہاں اللہ تعالےٰ کے خاص ارادے سے صرف اس حد تک جس حد تک انبیاء علیہم السلام کو بنا دیا جاتا ہے ، وہ علم غیب کا اظہار کر سکتے ہیں ۔ اسی طرح حضرت نوحؑ کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ گذرا ہے ، جس کا اشارہ قرآن پاک کی سورۂ یونس رکوع ۱۰ کی آیت " فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا " ہیں اور سورۂ صافات رکوع ۵ کی آیت " وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَبِثَ فِي

---

۱ پس قوم یونس (کی بستی) کے سوا کوئی اور بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ (نزول عذاب سے پہلے) ایمان لے آتی ۔ اور اُس کو ایمان لانا فائدہ دیتا کہ (یونس کی قوم کے لوگ) جب (عذاب آتا دیکھا) ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کی (اس) زندگی میں اُن سے رسوائی کے عذاب کو دفع کر دیا ۔

بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝[1]" میں ملتا ہے۔ اور مفسرین نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے

حضرت یونس علیہ السلام زمانہ قدیم میں نینوہ میں مبعوث فرمائے گئے تھے۔ واقعہ حضرت کا یوں ہے، کہ جب قوم نے اُن کی دعوت کو قبول نہ کیا اور اُن سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا، تو حضرت یونسؑ نے عذاب سے ڈرایا، اور چالیس دن عذاب آنے کیلئے مقرر کر دئے۔ لیکن جب آثار و علامات عذاب کے نظر نہ آئے، تو اس کو فت میں کہ قوم دلیر ہو کر الزام دیگی، کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی اور ہم محفوظ رہے، شہر سے جنگل کو بھاگ گئے۔ اور یہ معلوم کر کے کہ عذاب حسب وعدہ نہیں آیا جہاز پر سوار ہو گئے، تاکہ وہاں سے کہیں اور جگہ چلے جائیں۔ لیکن راستہ میں اُن کو دریا میں ڈال دیا گیا، جہاں اُنہیں مچھلی نگل گئی۔ اور بالآخر مچھلی کے پیٹ سے اُن کو نجات دی گئی۔ قرآن کریم کی سورۂ انبیاء۔ صافات و یونس میں اس واقعہ کا مختصر سا ذکر آتا ہے۔ مفسرین نے یہ پورا واقعہ لکھا ہے۔ اس قصہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ حضرت یونس علیہ السلام نے عذاب کی پیشگوئی قوم کے لئے مقررہ تاریخ اور دن کی کی تھی، مگر عذاب نہیں آیا۔ وجہ عذاب نہ آنے کی یہ تھی، کہ قوم نے توبہ استغفار کر لیا تھا، اور اپنی کرتوتوں سے باز آ گئی تھی۔ لیکن نہ تو حضرت یونس علیہ السلام کو اس کی اطلاع تھی، نہ پیشگوئی میں اس کی کوئی شرط تھی۔ اس لئے محض اس وجہ سے کہ عذاب وحی الٰہی کی بنیاد پر کی ہوئی پیشگوئی کے مطابق نہیں آیا، حضرت یونسؑ یہ محسوس کرنے لگے، کہ اب یہ قوم پیشگوئی کو غلط اور مجھے جھوٹا

---

[1] بے شک یونس (بھی) پیغمبروں میں سے ہیں۔ کہ جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے۔ اور وہاں (اہل کشتی کے ساتھ) قرعہ ڈالا (تو) نکھرعہ میں ان کا نام نکلا) اس لئے (دریا) میں پھینک دئے گئے۔ پس مچھلی نے انکو نگل لیا اس وقت وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ پس اگر وہ اسوقت خدا کی تسبیح کرنیوالوں میں سے نہ ہوتے، تو اُس دن تک جبکہ لوگ اُٹھا کھڑے کئے جائینگے (قیامت تک) اسی مچھلی ہی کے پیٹ میں رہتے۔ ہم نے اُنکو (مچھلی کے پیٹ سے نکالکر) کھلے میدان میں ڈالدیا۔ اسوقت وہ (مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے) نڈھال ہو گئے تھے۔ اور پھر ہم نے ان پر ایک بیلدار (کدو کا) پودا اُگایا۔ اور ہم نے رسول بنا کر بھیجا اُنکو ایک لاکھ بلکہ اس سے زیادہ کیطرف۔ (ب) وہ ایمان لے آئے (تو) ہم نے اُنکو ایک خاص وقت تک فائدہ پہنچایا ؎

قرار دے گی۔ اس لئے قوم سے علیحدہ ہو گئے۔ یہ واقعہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے، کہ عذاب کی پیشگوئی یا وعید بعض اوقات ٹل جایا کرتی ہیں۔ خصوصاً جب وہ قوم جس پر وعید کی گئی ہے نادم و متنبہ ہو کر جناب الٰہی کی طرف رجوع کر لیتی ہے۔ اور گو پیشگوئی میں ایسی کوئی شرط نہ ہو۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ صاحب پیشگوئی کو اس کی اطلاع دی جائے۔

ان دو مثالوں کے بعد تیسری مثال خود حضرت ختمی مآب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس خواب سے ملتی ہے، جو صلح حدیبیہ کا باعث ہوئی۔ صلح بھی ایسی صلح جس سے اگر ایک طرف ظواہر بین اشخاص کے ایمان متزلزل ہو گئے، تو دوسری طرف اللہ تعالےٰ نے اُس صلح کو جو مسلمانوں کی کمزوری کا مرقع و مظہر سمجھی جاتی تھی، فتح مبین کے نام سے پرشوکت الفاظ میں اس طرح یاد فرمایا ہے۔ "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا [۵]" واقعات جو شان نزول اس سورۃ مبارکہ کے ہیں مختصراً یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ مبارک میں یہ خواب دیکھا، کہ ہم مکہ میں امن امان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلق و قصر کیا۔ چونکہ نبی کی خواب بھی وحی ہوتی ہے اس لئے آپ معہ چودہ پندرہ سو مومنوں کے بغرض عمرہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور قربانیوں کے لئے جانور بھی ساتھ لے لئے۔ ادھر مسلمان بربنائے رُویائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو در اصل وحی تھی، مدینہ منورہ سے برآمد ہوئے، اُدھر کفار قریش کو خبر لگی، تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ اپنے جاں نثاروں کے موضع حدیبیہ تک پہنچ گئے۔ جو مکہ سے تین میل ہے، جس کو آج کل شمیسیہ کہتے ہیں۔ اور وہیں قیام فرمایا اور باہمی نامہ و پیام اور گفت و شنید کے بعد حسب ذیل شرائط پر کفار قریش سے صلح فرمائی۔

---

[۵] تحقیق ہم نے تمکو کھلی کھلی فتح دی تاکہ اللہ ڈھانپ دے تمہاری پہلی اور پچھلی کمزوریوں کو۔ اور تم پر اتمام نعمت کرے اور تجھے صحیح صحیح طریقہ کی رہنمائی (یعنی فتح مکہ کے طریقہ کی) کرے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری بہت غالب مدد کرے گا (پ ۲۶ ع ۸۔ شروع سورۂ فتح)

۱۔ مسلمان اس سال بغیر عمرہ کے واپس جائیں۔ ہاں اگلے سال آئیں مگر تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں۔

۲۔ مکہ میں جو مسلمان ہیں، اُن کو ساتھ نہ لے جائیں اور آپ کے ساتھی مسلمانوں میں سے جو مکہ میں رہنا چاہیں۔ اُن کو نہ روکا جائے۔

۳۔ مکہ والوں سے جو شخص مدینہ جائے تو مسلمان اس کو واپس کر دیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا جائے تو واپس نہ کیا جائے گا۔

۴۔ یہ صلحنامہ دس سال تک نافذ رہے گا۔

ان شرائط سے صاف ظاہر ہوتا ہے، کہ مسلمان صلح دب کر کر رہے ہیں، اور اس وقت سے اب تک برابر اس صلح کا ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں پر یہ امر شاق تھا لیکن پاس ادب نبویؐ سے دم نہ مار سکتے تھے۔ منافقین بغلیں بجاتے تھے، اور مسلمانوں میں بُرے خیالات پھیلاتے تھے۔ خواب کی ظاہری صورت جس کے بھروسہ پر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چودہ پندرہ سو متبعین مدینہ سے بقصد عمرہ روانہ ہوگئے، ایسی ہی تھی، کہ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مسلمانوں نے عمل کیا، لیکن بالآخر ثابت یہ ہوا، کہ اس سال مسلمانوں کی قسمت میں عمرہ نہ تھا۔ اس لئے بظاہر بے نیل مرام واپس آنا پڑا۔ اور یہ صورت کیوں واقع ہوئی؟ صرف اس لئے کہ خواب میں زمانہ کا تعین نہ تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہؓ نے یہی سمجھا، کہ شاید یہ نعمت اس سال حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے شوق میں بھر کر سفر کی زحمت گوارا فرمائی۔ لیکن آخری منزل پر پہنچ کر معلوم ہوا، کہ ابھی اس خواب کی تعبیر پورا ہونے کا وقت نہیں آیا۔ اس لئے صلح کر کے واپس تشریف لائے۔ اور گو صلح بظاہر دب کر کی، لیکن بہرحال خواب کی تعبیر کے پورا ہونے کے لئے ایک راستہ صاف ہوگیا۔ یعنی یہ کہ کفار قریش کی رضامندی کے ساتھ اگلے برس عمرہ کیا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ کی یہ بظاہر دب کر کی ہوئی صلح بھی فتح مبین ہی تھی، جو آئندہ کے پیش آمدہ واقعات کی وجہ سے واقعی فتح مبین ہی ثابت ہوئی۔ وہ اس طرح کہ یہ صلح اگرچہ دس برس کے لئے کی گئی تھی، اس لئے آئندہ دس برس تک بظاہر

مسلمانوں کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے یا اس کے فتح کرنے کی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا کرنا ایسا ہوا، کہ اس صلح نامہ سے دو برس کے اندر ہی اندر مسلمانوں کو ایسا موقع ہاتھ آگیا، جس کی وجہ سے وہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے شہر مکہ میں فاتحانہ داخل ہو گئے۔ اور اس طرح مکہ دو برس کے اندر اندر واقعی طور پر فتح ہو گیا۔ اور حضرت ختمی مآب صلعم کی وہ وحی رُؤیا جو صلح حدیبیہ سے پہلے نازل ہوئی تھی، کامل طور پر پوری ہو گئی۔

انبیاء علیہم السلام کے ان واقعات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے، کہ بعض اوقات وحی الٰہی متعلقہ مغیبات و واقعات آئندہ کی تفہیم میں انبیاء اولوالعزم بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ اور وحی کے مبیّنہ مغیبات ان کے بتلائے ہوئے طریقہ یا تفصیل کئے ہوئے واقعات کی بجائے دوسرے طریقہ پر یا ایسے واقعات کے ذریعہ ظہور میں آتے ہیں جو صاحب الہام و وحی کے مبیّنہ یا مفہومہ واقعات کے مطابق نہیں ہوتے۔ اور جب اس طرح کوئی وحی یا الہام امکانی یا واقعی طور پر تا حد مغیبات پورا ہو جائے، تو پھر صاحب وحی و الہام کے بیان کردہ مفاہیم پر استدلال کر کے اس وحی یا الہام الٰہی کے الفاظ سے قطع نظر کر کے کوئی ایسا اعتراض یا اعراض صحیح نہ ہوگا، جو وحی یا الہام کی صداقت کے خلاف ہو۔ یہی ایک مستحکم اور قابل عمل اصول کسی مامور الٰہی کی پیشگوئی کے جانچنے کا ہو سکتا ہے، جو قرآن پاک، احادیث نبوی اور ہر ایک علمی و عملی معیار کے مطابق ہے، اور تمثیلات بالا سے اس کی کامل تائید ہوتی ہے۔

پس ان مشکلات کو پیش نظر رکھ کر پیشگوئی کی صداقت و صحت پر بحث ہمیشہ اس الہام الٰہی کے الفاظ اور منشاء کلی کے مطابق ہونی چاہیئے، جس پر پیشگوئی مبنی ہے۔ تفصیلات مذکور سے ہم کو مسئلہ تاویل الاحادیث یا تعبیرات پیشگوئی میں ایسی کافی ہدایت ملتی ہے، جو صراط مستقیم تک پہنچا دیتی ہے۔ اور جس سے واضح ہو جاتا ہے، کہ ایمان کی حفاظت اسی میں ہے، کہ الہام کے اجمال و تفصیل۔ اعلان و اخفا۔ تبیین و سکوت، ہر ایک پہلو پر کافی غور و احتیاط سے توجہ کی جائے۔ اس لئے وہی فریق احق بالامن ہو سکتا ہے جو الہام الٰہی کو اس کے امکانی حدود تاویل و تعبیر تک واقعات پیش آمدہ پر منطبق کر سکتا ہے۔

اور اگر کسی تاویل یا تعبیر سے شرح صدر حاصل نہیں ہوتا، تو کم از کم اس وقت تک اسکی تکذیب و انکار پر مبادرت نہیں کرنا چاہیئے، جب تک قطعیت کے ساتھ یہ یقین نہ ہو جائے، کہ یہ الہام الٰہی نہیں بلکہ افترا علی اللہ ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم محمدی بیگم کی پیشگوئی کے متعلق ان جملہ الہامات کو اور اُن کے متعلقہ واقعات یعنی شیُونِ نزول کو اس جگہ جمع کر دیتے ہیں، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس بارہ میں ہوئے تھے، اور جن پر یہ پیشگوئی مبنی ہے۔ تاکہ ہمارے دلائل جو ہم اس پیشگوئی کی صداقت اور صحت کے متعلق بیان کریں گے بآسانی سمجھ میں آسکیں۔

(۱) سب سے پہلی بات جو اس سلسلہ میں ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ محمدی بیگم کے نکاح کے لئے الٰہی تحریک کب اور کیونکر شروع ہوئی؟ اس سلسلہ کی ابتداء جس طریقہ پر ہوئی ہے، اس کا تذکرہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" میں ملتا ہے اس تفصیلی بیان کو ہم اپنی زبان میں اصل عربی سے لے کر خلاصۃً ذیل میں درج کرتے ہیں:—

"اللہ تعالےٰ نے میرے جدی و ننہالی بھائیوں اور قریبیوں کو دیکھا، کہ وہ مہلک امور میں منہمک ہیں (احمد بیگ ننہالی قرابت داروں میں تھا) **اور اللہ تعالیٰ کے وجود سے منکر اور مفسد لوگ ہیں** اور لوگوں کو بدیوں اور شرارتوں کی طرف بُلاتے اور نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں۔ اپنے جذبات نفس کے تابعدار اور رسومات قبیحہ میں گرفتار ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور استخفاف پر دلیر اور آزاد ہیں۔

اسی اثناء میں اللہ تعالےٰ نے مجھے خلعت تجدید دین سے سرفراز اور مکالمات والہامات سے ممتاز فرمایا۔ اس کی اطلاع ان اشخاص (یعنی احمد بیگ وغیرہ قرابت داروں) کو بھی ہوئی۔ تو انہوں نے حسد و غضب سے مغلوب ہو کر سرکشی و تمسخر اختیار کیا اور کہا کہ ایسے معبود کا کوئی وجود نہیں، جو کسی سے کلام کرتا ہو اور وہ اسی قسم کے خیالات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی نسبت بھی رکھتے تھے۔ اور اُن کی قوم اُن کے ساتھ تھی۔ اور ان کو اس معاملہ میں منع نہیں کرتی تھی۔ بالآخر دن بدن اُنکی سرکشی

بڑھتی گئی یہاں تک کہ وہ علانیہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے۔ اور قرآن کی نسبت بدزبانی کرتے اور خدا کے وجود سے منکر تھے، اور ان خیالات کی اشاعت کرتے تھے۔ اور انہوں نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جب مجھے یہ اشتہار ملا، تو میں نے دیکھا کہ اس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے الفاظ لکھے تھے، کہ اس سے مومنوں کے دل پھٹ جائیں، اور مسلمانوں کے جگر کٹ جائیں۔ اسلئے میں بیتاب ہو کر آستانۂ الوہیت پر گر گیا۔ اور میں نے اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر کے دعا کی کہ:۔

"یَا رَبِّ انْصُرْ عَبْدَكَ وَاخْذُلْ اَعْدَاءَكَ۔ اِسْتَجِبْنِیْ یَا رَبِّ اسْتَجِبْنِیْ۔ اِلَامَ یُسْتَھْزَءُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ۔ وَحَتَّامَ یُكَذِّبُوْنَ كِتَابَكَ وَیَسُبُّوْنَ نَبِیَّكَ۔ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا مُعِیْنُ"[1]

تب میرے رب نے میری گریہ وزاری و میری آہوں کو سنکر رحم فرمایا اور مجھے ندا دی کہ۔

"اِنِّیْ رَاَیْتُ عِصْیَانَھُمْ وَطُغْیَانَھُمْ فَسَوْفَ اَضْرِبُھُمْ بِاَنْوَاعِ الْاٰفَاتِ اُبِیْدُھُمْ مِنْ تَحْتِ السَّمٰوٰتِ وَسَتَنْظُرُ مَا اَفْعَلُ بِھِمْ وَكُنَّا عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَادِرِیْنَ۔ اِنِّیْ اَجْعَلُ نِسَاءَھُمْ اَرَامِلَ وَاَبْنَاءَھُمْ یَتَامٰی وَبُیُوْتَھُمْ خَرِبَةً لِیَذُوْقُوْا طَعْمَ مَا قَالُوْا وَمَا كَسَبُوْا۔ وَلٰكِنْ لَا اُھْلِكُھُمْ دَفْعَةً وَاحِدَةً بَلْ قَلِیْلًا قَلِیْلًا لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ وَیَكُوْنُوْنَ مِنَ التَّوَّابِیْنَ۔ اِنَّ لَعْنَتِیْ نَازِلَةٌ عَلَیْھِمْ وَعَلٰی جُدْرَانِ بُیُوْتِھِمْ وَعَلٰی صَغِیْرِھِمْ وَكَبِیْرِھِمْ

---

[1] اے میرے رب اپنے بندہ کی نصرت فرما اور اپنے دشمنوں کو ذلیل اور رسوا کر۔ اے میرے رب میری دعا سن اور اسے قبول فرما۔ کب تک تجھ سے اور تیرے رسول سے تمسخر کیا جاتا رہیگا اور کس وقت تک یہ لوگ تیری کتاب کو جھٹلاتے اور تیرے نبی کے حق میں بدکلامی کرتے رہیں گے۔ اے ازلی ابدی خدا میں تیری رحمت کا واسطہ دے کر تیرے حضور فریاد کرتا ہوں۔ (تذکرہ صفحہ ۱۵۵ و ۱۵۶)

وَنِسَآءِ هِمْ وَرِجَالِهِمْ وَنَزِيْلِهِمُ الَّذِيْ دَخَلَ اَبْوَابَهُمْ - وَكُلُّهُمْ كَانُوْا مَلْعُوْنِيْنَ - اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَطَعُوْا تَعَلُّقَهُمْ مِنْهُمْ وَبَعُدُوْا مِنْ مَجَالِسِهِمْ فَاُولٰئِكَ مِنَ الْمَرْحُوْمِيْنَ"[1]

اس الہام کے دو فقرے ذہن نشین رکھنے کے قابل ہیں، جن سے آئندہ کے الہامات اور واقعات پیش آمدہ کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ ان میں سے پہلا فقرہ "وَلٰكِنْ لَا اُهْلِكُهُمْ دَفْعَةً وَّاحِدَةً بَلْ قَلِيْلًا قَلِيْلًا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ وَيَكُوْنُوْنَ مِنَ التَّوَّابِيْنَ" دوسرا فقرہ یہ ہے "اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَطَعُوْا تَعَلُّقَهُمْ مِنْهُمْ وَبَعُدُوْا مِنْ مَجَالِسِهِمْ"۔ پہلے فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ غرض اس تنبیہ کی اصلاح حال ہے۔ یہی وہ الفاظ ہیں، جو آل فرعون کے انذاری عذابات کے نزول کے ذکر میں قرآن پاک نے استعمال فرمائے ہیں، جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ پس مسیح موعودؑ کے ان الہامی الفاظ کا صاف منشاء یہ ہے، کہ اگر یہ لوگ اپنی حرکات سے باز نہ آئے، تو یکے بعد دیگرے رفتہ رفتہ ہلاک کئے جائیں گے۔ تاکہ ایک واقعہ کے بعد دوسروں کو توبہ اور رجوع کا موقعہ مل سکے۔ کہ وہ توبہ اور رجوع کے ذریعہ سے اس ہلاکت سے بچ کر اصلاح حال کر سکیں۔ دوسرے فقرے کا مطلب یہ ہے، کہ جو لوگ ایمان لے آئیں گے، اور نیک اعمال کریں گے، اور ان مغضوب علیہم سے

---

[1] میں نے اُن کی نافرمانی اور سرکشی کو دیکھا ہے میں ان پر طرح طرح کی آفات ڈال کر انہیں آسمان کے نیچے سے نابود کر دوں گا اور تم جلد دیکھو گے کہ میں اُن کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں۔ اور ہم ہر ایک بات پر قادر ہیں۔ میں ان کی عورتوں کو بیوہ اور اُن کے بچوں کو یتیم اور اُن کے گھروں کو ویران کر دوں گا۔ اور اس طرح سے وہ اپنی باتوں کا اور اپنی کارروائیوں کا مزہ چکھیں گے۔ لیکن میں انہیں یکدم ہلاک نہیں کروں گا بلکہ تدریجاً۔ تاکہ انہیں رجوع اور توبہ کا موقعہ ملے۔ میری لعنت ان پر، ان کے گھروں پر، ان کے چھوٹوں اور اُن کے بڑوں پر، ان کی عورتوں اور مردوں پر، اور اُن کے اُس مہمان پر جو اُن کے گھر میں داخل ہوگا، پڑے گی اور ان تمام پر لعنت برسے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔ اور ان سے اپنے تعلقات کو منقطع کر لیا۔ اور ان کی مجالس سے دوری اختیار کر لی۔ پس وہی لوگ ہیں جن پر رحم کیا جائے گا۔ (تذکرہ صفحہ ۱۵۶ و ۱۵۷)

قطع تعلق کر لیں گے، وہ بھی محفوظ رہیں گے۔ گویا اس طرح قطع تعلق اور علیحدگی کی ہدایت ہے (اس الہام کو ہم آئندہ الہام اوّل کہیں گے۔ اپنے استدلال میں جہاں کہیں الہام اول کا لفظ ہم نے آئندہ استعمال کیا ہے، اس سے یہی الہام مراد ہے۔ مؤلف) اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"میں نے اللہ تعالیٰ کے اس الہام سے ان لوگوں کو مطلع کر دیا، مگر ان کو اس سے کچھ خوف نہ ہوا۔ اور نہ اس کی انہوں نے تصدیق کی۔ بلکہ انکار و سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ اور دشمنان دین کی طرح تحقیر و استہزاء کا طریقہ اختیار کر لیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ "اِنَّا سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتٍ مُّبْکِیَۃً وَّنُنَزِّلُ عَلَیْھِمْ ھُمُوْمًا عَجِیْبَۃً۔ وَّاَمْرَاضًا غَرِیْبَۃً۔ وَّنَجْعَلُ لَھُمْ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا۔ وَّنُصِبُّ عَلَیْھِمْ مَصَائِبَ فَلَا یَکُوْنُ لَھُمْ اَحَدٌ مِّنَ النّٰصِرِیْنَ" [۱]

پس اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ سلوک کیا۔ غموں اور قرضوں اور حاجات کے بوجھ سے اُن کی پیٹھیں توڑ دیں۔ اور اُن پر قسم قسم کے مصائب اور آفات نازل ہوئے اور موت فوت کے دروازے اُن پر کھول دئے۔ تاکہ وہ اپنی حرکات سے باز آئیں اور خدا کی طرف رجوع ہوں۔ لیکن اُن کے قلوب سخت ہو گئے۔ پس وہ نہ سمجھے، نہ بیدار ہوئے اور نہ ہی اُنہیں خوف لاحق ہوا۔"

انہیں ایام میں احمد بیگ والد محمدی بیگم نے ارادہ کیا کہ اپنی ہمشیرہ کی زمین کو جس کا خاوند کئی سال سے مفقود الخبر تھا، اپنے بیٹے کے نام ہبہ کرائے۔ لیکن بغیر ہماری مرضی وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ وہ ہمارے چچا زاد بھائی کی بیوہ تھی۔ اس لئے احمد بیگ نے ہماری جانب بعجز و انکسار رجوع کیا۔ قریب تھا کہ ہم اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیتے لیکن حسب عادت استخارہ کیا، تو حسب ذیل الہام ہوا:-

---

[۱] ہم انہیں رُلانے والے نشان دکھلائیں گے۔ اور ان پر طرح طرح کے ہموم و امراض نازل کریں گے۔ اور انکی معیشت تنگ کر دیں گے۔ اور ان پر مصائب (کا انبار) ڈالیں گے۔ پس کوئی انہیں بچانے والا نہیں ہوگا (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۸ تا ۵۷۲)

یہ امر قابل توجہ ہے کہ الہام ماقبل میں ان لوگوں سے علیحدہ رہنے اور قطع تعلق کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میں احمد بیگ کے ساتھ اس سلوک پر کچھ مائل بھی ہوا تھا، کہ اپنی عادت کے مطابق معاملہ کی اہمیت کے مدنظر استخارہ مسنونہ کیا تو الہام ہوا۔ جس کو آپ نے اس طرح ذکر فرمایا ہے :۔

"فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيَّ اَنِ اخْطُبْ صَبِيَّتَهُ الْكَبِيْرَةَ لِنَفْسِكَ وَقُلْ لَهٗ لِيُصَاهِرَكَ اَوَّلًا ثُمَّ لِيَقْتَبِسْ مِنْ قَبَسِكَ۔ وَقُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ لِاَهَبَكَ مَا طَلَبْتَ مِنَ الْاَرْضِ وَاَرْضًا اُخْرٰى مَعَهَا وَاُحْسِنَ اِلَيْكَ بِاِحْسَانَاتٍ اُخْرٰى عَلٰى اَنْ تُنْكِحَنِيْ اِحْدٰى بَنَاتِكَ الَّتِيْ هِيَ كَبِيْرَتُهَا۔ وَذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ۔ فَاِنْ قَبِلْتَ فَسَتَجِدُنِيْ مِنَ الْمُتَقَبِّلِيْنَ۔ وَاِنْ لَّمْ تَقْبَلْ فَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَخْبَرَنِيْ اِنَّ اِنْكَاحَهَا رَجُلًا اٰخَرَ لَا يُبَارَكُ لَهَا وَلَا لَكَ فَاِنْ لَّمْ تَزْدَجِرْ فَيُصَبُّ عَلَيْكَ مَصَائِبُ وَاٰخِرُ الْمَصَائِبِ مَوْتُكَ فَتَمُوْتُ بَعْدَ النِّكَاحِ اِلٰى ثَلَاثِ سِنِيْنَ۔ بَلْ مَوْتُكَ قَرِيْبٌ وَيَرِدُ عَلَيْكَ وَاَنْتَ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔ وَكَذٰلِكَ يَمُوْتُ بَعْلُهَا الَّذِيْ يَصِيْرُ زَوْجَهَا اِلٰى حَوْلَيْنِ وَسِتَّةِ اَشْهُرٍ۔ قَضَاءً مِّنَ اللّٰهِ فَاصْنَعْ مَا اَنْتَ صَانِعُهٗ وَاِنِّيْ لَكَ لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۔ فَعَبَسَ وَتَوَلّٰى وَكَانَ مِنَ الْمُعْرِضِيْنَ"[1] (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۲)

اس الہام کے ذریعہ سے احمد بیگ کے ساتھ سلوک کی اجازت حضرت مسیح موعودؑ کو اس شرط پر دی گئی، کہ وہ اپنی بڑی لڑکی کو آپ کے حبالہ عقد میں دیدے۔ یہی ابتدائی الہام محمدی بیگم کی

---

[1] ترجمہ:۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اس شخص کی بڑی لڑکی کے رشتہ کے لئے تحریک کر اور اسے کہہ کہ پہلے وہ تم سے دامادی کا تعلق قائم کرلے۔ اور اس کے بعد تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے۔ نیز اس سے کہہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ زمین جو تُو نے مانگی ہے وہ میں تجھے دے دونگا اور اس کے علاوہ کچھ اور زمین بھی۔ نیز تم پر کئی اور رنگ میں بھی احسانات کروں گا۔ بشرطیکہ تم اپنی بڑی لڑکی کا رشتہ مجھ سے کر دو۔ اور یہ تمہارے اور میرے درمیان ایک عہد و پیمان ہے۔

خواستگاری کے بارہ میں ہے۔ ان پورے واقعات سے ظاہر ہو گیا کہ محمدی بیگم کی خواستگاری کا الہام حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی کسی ذاتی غرض اور خواہش اور آرزو کے مطابق نہ تھا۔ بلکہ مرزا احمد بیگ اور اُن کے حامیوں کی بے دینی اور طغیان کی وجہ سے جو عذابات اُن پر آنے والے تھے، اُن سے بچنے کے لئے علاج کے طور پر بارگاہ الٰہی سے بہ رعایت احمد بیگ کے حق میں کی گئی تھی، تاکہ اگر وہ اس رعایت سے فائدہ اُٹھائے، تو آفات سے محفوظ رہے۔ ورنہ جو امور اس کے متعلق لاحق حال ہو چکے ہیں جن کا ذکر پہلے الہامات میں ہے، اُن کا آماجگاہ بن جائے پس محمدی بیگم کی خواستگاری یا نکاح کے معاملہ کی ابتداء اس الہام سے ہوتی ہے (اس الہام کو ہم آئندہ الہام ثانی کہیں گے) اور اس الہام کے بموجب بصورت قبولیت خواستگاری اس کے ساتھ مراعات کی اجازت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہے، نہ صرف اس رعایت کیلئے جو احمد بیگ طلب کرتا، بلکہ اس کے علاوہ بھی رعایت کا اس کو امیدوار کیا گیا۔ اور بصورت عدم قبولیت خواستگاری ارشاد ہوا کہ :-

"وَاِنْ لَمْ تَقْبَلْ فَاعْلَمْ اَنَّ اللهَ قَدْ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ اِنْکَاحَهَا رَجُلًا اٰخَرَ لَایُبَارَكُ لَهَا وَلَا لَكَ فَاِنْ لَمْ تَزْدَجِرْ فَیُصَبُّ عَلَیْكَ مَصَائِبُ وَاٰخِرُ الْمَصَائِبِ مَوْتُكَ فَتَمُوْتُ بَعْدَ النِّكَاحِ اِلٰی ثَلَاثِ سِنِیْنَ۔ بَلْ مَوْتُكَ قَرِیْبٌ وَیَرِدُ عَلَیْكَ وَاَنْتَ مِنَ الْغَافِلِیْنَ۔ وَكَذٰلِكَ یَمُوْتُ بَعْلُهَا الَّذِیْ یَصِیْرُ زَوْجَهَا اِلٰی حَوْلَیْنِ وَسِتَّةِ اَشْهُرٍ۔ قَضَاءٌ مِّنَ اللهِ فَاصْنَعْ مَا اَنْتَ صَانِعُهٗ وَاِنِّیْ لَكَ لَمِنَ النَّاصِحِیْنَ" (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۳ - تذکرہ ص۱۵۹)

بقیہ حاشیہ:- جسے اگر تم قبول کرو گے تو مجھے بہترین طور پر اسے قبول کرنیوالا پاؤ گے۔ اور اگر تم نے قبول نہ کیا تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اس لڑکی کا کسی اور شخص سے نکاح نہ اس لڑکی کے حق میں مبارک ہو گا نہ تمہارے حق میں۔ اور اگر تم اس ارادے سے باز نہ آئے تو تم پر مصائب نازل ہونگے اور آخر میں تمہاری موت ہو گی۔ پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے۔ جو تم پر غفلت کی حالت میں وارد ہو گی۔ اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائیگا۔ یہ قضاء الٰہی ہے۔ پس جو تم چاہو اختیار کرو۔ میں نے تمکو نصیحت کر دی ہے۔ پس اُس نے عبث جانا اور مُنہ پھیرا، اور وہ مُنہ پھیرنے والوں سے تھا۔

یعنی اگر منگنی کو قبول نہ کیا، تو یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے، کہ دوسرے شخص سے اس لڑکی کا نکاح نہ لڑکی کے لئے مبارک ہو گا نہ تیرے لئے۔ اگر اس پر بھی تم باز نہ آئے، تو تم پر مصائب نازل ہوں گے اور ان مصائب کے آخر تیری موت ہو گی۔ اور تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے۔ اور وہ تم پر اس حالت میں وارد ہو گی کہ تم اس سے بالکل غافل رہو گے۔ اور اسی طرح اس لڑکی کا ہونے والا شوہر بھی اڑھائی سال میں مر جائے گا۔ یہ خدائی حکم ہے، تم جو چاہو کرو، میں تو صرف تم کو نصیحت کرنے والا ہوں۔

یہ اصل الہام ہے جو محمدی بیگم کے معاملہ نکاح سے متعلق اور نکاح والی پیشگوئی کی بنیاد ہے۔ اب اس کو جانچئے کہ اس الہام کے مطابق واقعات کیا پیش آئے۔ ہم ذیل میں الہام کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ لے کر اس کے متعلقہ واقعات بیان کر دیتے ہیں:۔

(۱) الہام تھا کہ احمد بیگ کی لڑکی کا پیغام دو۔

(۱) واقعہ ۔ پیغام دیا گیا۔

(۲) اس کو کہو کہ اگر پیغام کو قبول کرو گے تو تمہارے ساتھ رعایت اور سلوک کیا جائیگا۔

(۲) واقعہ ۔ نہیں قبول کیا۔

(۳) اگر پیغام کو قبول نہ کرو گے اور دوسرے سے نکاح کرو گے تو یہ نکاح نہ تمہارے لئے بابرکت ہو گا نہ لڑکی کے لئے۔

(۳) واقعہ ۔ احمد بیگ نے پیغام نکاح قبول نہ کیا اور سلطان محمد سے نکاح کر دیا۔ نکاح کے چار مہینہ کے بعد احمد بیگ مر گیا۔ اس لئے اس کے حق میں یہ نکاح مبارک نہ ہوا۔ اور پیشگوئی کا یہ اہم ابتدائی حصہ پورا ہو گیا (الہام کے الفاظ آخرالمصائب موتک ذہن نشین رکھئے۔

خود سلطان محمد محمدی بیگم کا شوہر دسمبر ۱۹۱۴ء میں جنگ فرانس کو چلا گیا۔ مئی ۱۹۱۵ء تک وہاں رہا۔ اس عرصہ میں زخمی ہو گیا جو ابھی تک بیساکھیوں پر چلتا ہے اور فالج سے بھی متاثر ہے۔ پس یہ

نکاح نہ احمد بیگ کے لئے مبارک ہؤا نہ محمدی بیگم کے لئے۔

(۴) تم تین سال کے اندر بلکہ قریب زمانہ میں فوت ہو جاؤ گے کہ موت کا کوئی گمان بھی نہ ہوگا۔ اور تمہاری موت ہی آخری مصیبت ہوگی۔

(۴) واقعہ دُنیا نے دیکھ لیا کہ تین سال کے اندر بلکہ بہت جلدی یعنی چھ ماہ کے اندر ایسی حالت میں کہ کوئی شدید علالت نہ تھی احمد بیگ پیشگوئی کی میعاد ہی میں فوت ہوگیا۔ اور وہی اُس کی آخری مصیبت تھی۔ پھر اس خاندان میں کوئی اور شخص بلحاظ احمد بیگ کی آخری مصیبت کے نہ مر سکتا تھا نہ مرا۔

(۵) اسی طرح لڑکی کا ہونے والا شوہر بھی ۲½ سال کے عرصہ کے اندر فوت ہو جائیگا یہ حکم خدا ہے۔

(۵) واقعہ۔ شوہر فوت نہیں ہؤا۔ اب بھی زندہ ہے۔ لیکن جس طرح زندہ ہے، اُس کا اشارہ اوپر کیا جا چکا ہے اور مزید صراحت بعد میں کی جائیگی[۱] اور اس کے ساتھ ہی الہام اوّل کا یہ فقرہ پڑھ لیجئے کہ لَا اُھْلِکُھُمْ دَفْعَۃً وَّاحِدَۃً بَلْ قَلِیْلًا قَلِیْلًا لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ وَیَکُوْنُوْنَ مِنَ التَّوَّابِیْنَ۔ (مؤلف)

اس الہام کے ساتھ اس کے بہت پہلے کا ایک الہام جو جنوری ۱۸۸۶ء میں ہؤا، حسب ذیل ہے :-

"رَئَیْتُ ھٰذِہِ الْمَرْاَۃَ وَاَثَرُ الْبُکَاءِ عَلٰی وَجْھِھَا فَقُلْتُ اَیَّتُھَا الْمَرْاَۃُ تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِكِ وَالْمُصِیْبَۃُ نَازِلَۃٌ عَلَیْكِ یَمُوْتُ وَیَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُّتَعَدِّدَۃٌ" (تذکرہ ص۱۳۷)

---

[۱] میں انکو یکدم ہلاک نہیں کرونگا بلکہ آہستہ آہستہ کرونگا۔ تاکہ وہ رجوع لائیں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہوں ؎

جس کا پورا ترجمہ یہ ہے کہ :۔

میں نے اس عورت (احمد بیگ کی ساس اور محمدی بیگم کی نانی) کو دیکھا اور اس کے منہ پر گریہ و بکا کے آثار کو دیکھ کر اُسے کہا، کہ اے عورت توبہ کر توبہ کر کیونکہ موعودہ بلا تیری نسل کے سر پر کھڑی ہے۔ اور یہ مصیبت تجھ پر نازل ہونے والی ہے۔ وہ ایک شخص (احمد بیگ) ہوگا اور کئی اس کے ہم رنگ جو سگ سیرت ہونگے پیچھے رہیں گے۔

الہام اور واقعات کی اس تجزی سے یہ واضح ہوگیا، کہ الہام الٰہی کے مطابق محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کر دینے کے چند ماہ کے اندر ہی احمد بیگ اس کا والد تو فوت ہوگیا، البتہ اُس کا شوہر سلطان محمد زندہ رہا۔ مگر کیا سلطان محمد کا بعد وفات احمد بیگ کے اس طرح زندہ رہنا الہام الٰہی کے منشاء کے خلاف ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ الہام مذکور کے الفاظ کی تجزی اور تتبع سے تو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ مرزا احمد بیگ کی موت آخری مصیبت ہوگی۔ اور اس کے چند ہم رنگ سگ سیرت لوگ اس کے بعد باقی رہ جائیں گے۔ اور الہام اوّل کے مطابق احمد بیگ کے خاندان کے اکثر ممبروں کو رجوع اور توبہ کا موقعہ ملے گا۔ پس الہام اوّل کے منشاء کو پیش نظر رکھ کر اس الہام ثانی کے الفاظ " وَكَذٰلِكَ يَمُوْتُ بَعْلُهَا الَّذِيْ يَصِيْرُ زَوْجُهَا اِلٰى حَوْلَيْنِ وَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ " پر غور کرنا چاہیئے۔ اوّل تو الہام اوّل کے الفاظ صاف ہیں۔ نیز جیسا کہ ہم اس باب کے ابتداء میں صراحت کر چکے ہیں، وعید کی پیشگوئی یا عذاب الٰہی، استغفار اور رجوع الی اللہ سے ملتوی یا منسوخ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کے وقت میں ہوا تھا۔ اور غرض اس انذار الٰہی کی یہ نہیں تھی، کہ خواہ مخواہ محمدی بیگم یا اس کے شوہر کا کوئی تعاقب کیا جائے، اور شوہر محمدی بیگم کی موت پر کوئی حتم وجزم یا اصرار کیا جائے۔ بلکہ صرف یہ غرض تھی کہ وہ لوگ جو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کی کتاب و تعلیم سے پھر چکے ہیں، پھر اس کی طرف رجوع ہو جائیں۔ ورنہ اس عذاب الٰہی کے مستوجب ہوں گے، جس سے ڈرایا گیا ہے۔ پس اگر محمدی بیگم اور اس کے شوہر نے اس عام شرط معافی و اعلان رحمت الٰہی سے فائدہ اٹھا کر خدا کی جانب رجوع کر لیا ہو، تو کیا وہ اس نجات و غفران کے مستحق نہ ہوں گے، جو قوم یونسؑ کو عطا فرمائی گئی۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ احمد بیگ یا اس کے ممبران خاندان سے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے ردّ و قبول کی نسبت کوئی تنازعہ نہ تھا۔ اصل امر مابہ النزاع اُن لوگوں کا اسلام اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزاری کا اظہار تھا۔ اس لئے احمد بیگ یا اُس کے ممبران خاندان کا رجوع و توبہ صرف اسی حیثیت سے مطلوب تھا۔ کہ وہ خدا کی جانب رجوع ہو جائیں، اور دین کے ساتھ استہزاء کرنے سے باز آجائیں۔

اور اس امر کے متعلق کہ مرزا سلطان محمدؐ شوہر محمدیؐ بیگم اور خود محمدیؐ بیگم اس پیشگوئی سے کس درجہ متاثر ہوئے، اور کس طرح انہوں نے رجوع الی اللہ کیا، ہمارے سلسلہ کے اشتہارات و اخبارات و رسائل میں مضامین لکھے گئے ہیں۔ ان سبکو اس جگہ جمع کر دینا ناممکن ہے، اس لئے صرف مرزا سلطان محمدؐ صاحب کے دو بیانات کا حوالہ دے دینا کافی ہوگا۔ پہلا بیان اُن کے ایک خط سے نقل کیا جاتا ہے، جس کا عکس ہمارے سلسلہ کے اخبارات و کتابوں میں متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اس میں جناب مرزا سلطان محمدؐ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک، بزرگ، اسلام کا خدمتگزار شریف النفس، خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔"

رسالہ چھاؤنی
20/3/13

بسم اللہ

السلام علیکم۔ نوازش نامہ آپکا پہنچا یاد دہی کا مشکور و ممنون ہوں میں جناب
مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک۔ بزرگ اسلام کا خدمتگزار
شریف النفس خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں
مجھے اونکے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ افسوس
کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے اونکی زندگی میں
اون کی شرف حاصل نہ کر سکا

نیازمند سلطان محمد از انبالہ
رسالہ ۹

کیا یہ الفاظ اس شخص کی عظمت کو ظاہر نہیں کرتے ہیں، جس نے مرزا سلطان محمد اور اُن کی بیوی کی نسبت یہ پیشگوئی شائع کی، اور اس کے پورا ہونے پر اصرار کیا۔ اور کیا ان الفاظ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا، کہ مرزا سلطان محمد صاحب کا دل حضرت مرزا صاحب کی جانب رجوع ہو چکا تھا۔ یہ الفاظ حضرت مرزا صاحب کی وفات کے پانچ سال بعد شائع ہوئے۔ حضرت مرزا صاحب اپنی زندگی میں مرزا سلطان محمد صاحب کی وفات حسب پیشگوئی ۲½ سال کے اندر نہ ہونے کی نسبت مخالفین کو یہ چیلنج کر چکے ہیں کہ:۔

> "فیصلہ تو آسان ہے۔ احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے پھر اُس کے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں۔ . . . . اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اُس سے تھمی رہے جب تک کہ وہ گھڑی آجائے جو اُس کو بیباک کر دے۔ سو اگر جلدی کرنا ہے تو اُٹھو اور اُس کو بیباک اور مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۳۲)

اب انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے۔ ایک شخص مامور من اللہ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا اور خدا کی طرف سے الہام پا کر پیشگوئیوں کا دعویٰ کرتا ہے۔ ایک خاص شخص اور اُس کی بیوی کے متعلق پیشگوئی کرتا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ وہ شیر مرد لکھتا ہے کہ جس کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی، اس سے پوچھ لو کہ آیا اُس نے رجوع الی اللہ کر لیا یا نہیں۔ اگر نہیں کیا تو اس سے اشتہار دلاؤ کہ میرے مقابلہ میں پیشگوئی غلط نکلی، تو پھر خدا کی قدرت کا تماشا نظر آجائے گا۔ ان حالات میں اس تحدی کے بعد علماء کے پورا زور لگا لینے پر بھی مرزا سلطان محمد حضرت مسیح موعودؑ یا آپ کے الہامات کے خلاف ایک لفظ نہیں لکھتا۔ اگر لکھتا ہے تو یہ لکھتا ہے، کہ حضرت مرزا صاحب مرحوم کو نیک، بزرگ، اسلام کا خدمتگذار، شریف النفس، خدا یاد سمجھتا ہوں اور سمجھتا تھا۔

اب یہ تصفیہ ناظرین کی رائے پر منحصر ہے۔ کہ آیا یہ الفاظ مخالفانہ ہیں یا مطیعانہ؟ اگر یہ الفاظ مطیعانہ ہیں تو کیا اس سے رجوع الی اللہ کی کیفیت کا ثبوت نہیں ملتا؟

مرزا سلطان محمد صاحب کی یہ تحریر مورخہ ۲۱- مارچ ۱۹۱۳ء کی ہے۔

دوسرا بیان اخبار الفضل مورخہ ۹ و ۱۳ جون ۱۹۲۱ء یعنی ۹- جون اور ۱۳- جون کے مشترکہ پرچہ میں بصفحہ ۱۱ شائع ہوا ہے۔ یہ بیان ہمارے ایک مبلغ نے شائع کرایا ہے جس نے جناب مرزا سلطان محمد صاحب سے مل کر یہ گفتگو کی تھی۔ اس بیان کے چند اقتباسات ناظرین کی توجہ کے قابل ہیں۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے۔ کہ عند الملاقات میں نے (مرزا سلطان محمد صاحب سے) سوال کیا کہ:۔

"اگر آپ برا نہ منائیں تو میں حضرت مرزا صاحب کی نکاح والی پیشگوئی کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں جس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ آپ بخوشی بڑی آزادی سے دریافت کریں"

اس کے بعد نامہ نگار مذکور نے سوالات کئے۔ اور جناب مرزا سلطان محمد صاحب نے جوابات دئے جنکا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

"میرے خسر مرزا احمد بیگ صاحب واقعہ میں عین پیشگوئی کے مطابق فوت ہوئے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ غفور الرحیم بھی ہے اپنے دوسرے بندوں کی بھی سنتا اور رحم کرتا ہے۔ (یعنی ہماری دعاؤں کو بھی سنکر عذاب ٹال دیتا ہے)

نامہ نگار موصوف لکھتے ہیں کہ۔ پھر میں نے سوال کیا:۔

"آپ کو حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی پر کوئی اعتراض ہے یا یہ پیشگوئی آپ کے لئے کسی شک و شبہ کا باعث ہوئی؟

جس کے جواب میں مرزا سلطان محمد صاحب نے کہا کہ:۔

"یہ پیشگوئی میرے لئے کسی قسم کے بھی شک و شبہ کا باعث نہیں ہوئی"

پھر میں نے سوال کیا کہ:۔

"اگر پیشگوئی کی وجہ سے آپ کو حضرت مرزا صاحب پر کوئی اعتراض یا شک و شبہ نہیں ہے تو کیا کوئی اور اُن کے دعویٰ کے متعلق آپ کو اعتراض ہے، جس کی وجہ سے آپ ابھی تک بیعت کرنے سے رُکے ہوئے ہیں؟

اس پر اُنہوں نے خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر کر کے یہی جواب دیا کہ :۔
"مجھے کسی قسم کا بھی اُن پر اعتراض نہیں ہے"
اس کے بعد میں نے اُن سے پوچھا کہ جب آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے، تو پھر آپ بیعت کیوں نہیں کرتے ؟ جس کے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ :۔
"اس کے وجوہات کچھ اور ہی ہیں۔ جن کا اس وقت بیان کرنا میں مصلحت کے خلاف سمجھتا ہوں۔ بہت چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ قادیان جاؤں۔ کیونکہ مجھے حضرت میاں صاحب (موجودہ امام جماعت احمدیہ) کی ملاقات کا بہت شوق ہے۔ اور میرا ارادہ ہے کہ اُنکی خدمت میں حاضر ہو کر تمام کیفیت بیان کروں۔ پھر چاہے وہ شائع بھی کر دیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ مگر گولی لگنے کی وجہ سے مجھے لاٹھیوں (بیساکھیوں) پر چلنے کی دقت ہے یہ وہاں جانے میں روک ہو جاتی ہے۔ خیال آتا ہے کہ اس ہیئت کیساتھ میں کہاں جاؤں۔ باقی رہی بیعت کی بات۔ میں قسمیہ کہتا ہوں کہ جو ایمان اور اعتقاد مجھے حضرت مرزا صاحب پر ہے میرا خیال ہے کہ آپ کو بھی جو بیعت کر چکے ہیں، اتنا نہیں ہوگا"
مرزا سلطان محمد صاحب کے اس بیان سے اُنکے رجوع الی اللہ ہونے کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ یہ امر کہ انہوں نے بیعت نہیں کی امر دیگر ہے جس کا پیشگوئی سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں آگے چل کر مرزا صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ :۔
"میرے دل کی حالت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے وقت آریوں نے لیکھرام کی وجہ سے اور عیسائیوں نے آتھم کی وجہ سے مجھے لاکھ لاکھ روپیہ دینا چاہا، تا میں کسی طرح مرزا صاحب پر نالش کروں۔ اگر وہ روپیہ میں لے لیتا، تو امیر کبیر بن سکتا تھا مگر وہی ایمان اور اعتقاد تھا۔ جس نے مجھے اس فعل سے روکا"
یہ حصہ بیان مرزا سلطان محمد صاحب کا بہت وزنی اور تصفیہ کن ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس چیلنج کے بعد ہوا کہ :۔
"اگر جلدی کرنا ہے تو اُٹھو اور اس کو (سلطان محمد کو) بیباک اور مکذب بناؤ۔ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو" (انجام آتھم صفحہ ۳۲)

اسی سلسلہ میں نامہ نگار مذکور محمدی بیگم سے بہ اجازت مرزا سلطان محمد صاحب ملا۔ تو محمدی بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ :۔

"جس وقت فرانس سے ان کو (سلطان محمد صاحب کو) گولی لگنے کی اطلاع مجھے ملی۔ تو میں سخت پریشان ہوئی۔ اور میرا دل گھبرا گیا۔ اس تشویش میں مجھے رات کے وقت مرزا صاحب (مسیح موعود) رؤیا میں نظر آئے۔ ہاتھ میں دودھ کا پیالہ ہے اور مجھے کہتے ہیں۔ کہ اے محمدی بیگم یہ دودھ پی لے اور تیرے سر کی چادر سلامت ہے تو فکر نہ کر۔ اس سے مجھے ان کی خیریت کے متعلق اطمینان ہو گیا"

یہ مرزا سلطان محمد صاحب کی کہانی ہے جو خود ان کی زبانی ناظرین کے غور و فکر کے لئے پیش ہے۔

دنیا کے سارے مخالفین احمدیت یعنی نہ صرف آریہ اور عیسائی جو اسلام کے خلاف ہیں، اس راہ سے ایک سخت حملہ کا موقع پا سکتے تھے، بلکہ خود مسلمان بھی جو احمدیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں، ان دونوں میاں بیوی کو ہاتھ میں لیکر احمدیت کے خلاف کتنا بڑا اور سخت حملہ کر سکتے تھے لیکن باوجود اس کے یہ دونوں اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ایک اُنگلی بھی نہیں اُٹھا سکتے۔ کیا یہ خدائی تصرف نہیں ہے؟ کیا یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل نہیں ہے؟ کیا اس سے اُن تمام الہامات کی صداقت واضح نہیں ہو جاتی، جو محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں شائع ہو چکے ہیں؟

ناظرین نے اصل الہام اول و ثانی کے الفاظ ملاحظہ فرما لئے۔ محمدی بیگم کی خواستگاری کا حکم الٰہی ملاحظہ فرمایا، اور خواستگاری کی منظوری یا نامنظوری کی جزا سزا کی صراحت بھی ملاحظہ فرمائی، اور سزاؤں کی تعمیل و التواء کا منظر بھی پیش نظر رکھا۔ کہ احمد بیگ اپنی میعاد کے اندر مطابق الہام الٰہی فوت ہو گیا۔ اور احمد بیگ کا داماد محمدی بیگم کا شوہر معہ محمدی بیگم جس حالت عجز و انکسار و معذوری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عقیدت کے ساتھ زندہ ہے، کیا وہ مطابق احکام سزا مندرجہ الہام ثانی کے الفاظ "قَضَاءً مِّنَ اللّٰہِ"[1] کے مطابق نہیں ہے؟

---

[1] قضاء الٰہی

ہے اور یقینی ہے۔ قضاء الٰہی کے سمجھ میں آجانے کے بعد آپ کو اس الہام کی صحت اور اور اس کے مطابق واقعات کے پیش آنے کی نسبت کوئی شک نہیں رہے گا۔ قضاء الٰہی قرآن کی سورۃ انفال میں اس طرح بیان کی گئی ہے " مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ "[1] پس ان حالات میں کوئی شخص دل میں انصاف اور دماغ میں عقل رکھنے کے بعد اتنا بے خوف اور بے حیا نہیں ہو سکتا ہے کہ الہام مذکور کے پورا ہونے اور واقعات پیش آمدہ کو مطابق الہام تسلیم کرنے سے انکار کرنے کی جرأت کر سکے۔ فَهُوَا لْمُرَادْ۔

اس طرح اصل الہام در بارہ پیشگوئی نکاح محمدی بیگم کی وضاحت کے بعد جملہ واقعات پیش آمدہ کا سلسلہ الہامات سے چسپاں ہو جاتا ہے۔ اور واقعات پیش آمدہ اور الہامات میں کوئی تباین و تضاد باقی نہیں رہتا لیکن دو الہامات مابعد کی غلط توجیہات نے اصل الہام اور اس کی ضرورت کو اس طرح پس پشت ڈال دیا ہے کہ ہمارے مخالفین محمدی بیگم کی پیشگوئی پر اعتراض کرتے وقت اس کا مطلقاً کوئی لحاظ نہیں رکھتے۔ وہ دو الہامات مابعد یہ ہیں :۔

۱۔ " كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَيَرُدُّهَا اِلَيْكَ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ۔ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔ اَنْتَ مَعِيْ وَاَنَا مَعَكَ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا۔ اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا۔ جس میں تیری تعریف ہوگی (تذکرہ صفحہ ۱۶۱)

۲۔ " وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ۔ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَا اَنْتُمْ

---

[1] اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اُن کو عذاب دے ایسے حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔ (سورۃ انفال ع ۴)

بِمُعْجِزِیْنَ۔ زَوَّجْنَاکَھَا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِیْ۔ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ (ترجمہ) اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے۔ کہ یہ سچ ہے۔ اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھکر مُنہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کوئی پکا فریب یا پکا جادو ہے (تذکرہ ص۱۹۹)

ان الہامات مابعد کے الفاظ (۱) یَرُدُّھَا اِلَیْکَ ۔لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ (۲) وَزَوَّجْنٰکَھَا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِیْ" زیادہ تر معترضین کیلئے باعث ضد و شقاق بن گئے ہیں۔ لیکن اس امر پر مطلقاً کوئی غور نہیں کیا جاتا۔ کہ یہ الہامات مابعد اصل الہامات مذکورہ بالا کے سلسلہ میں ہیں۔ اور پورے سلسلہ الہامات کو پیش نظر رکھ کر ہی کوئی صحیح نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ ایک الہام کو دوسرے سے علیحدہ کر کے مستقل طور پر ایک ہی الہام سے کوئی نتیجہ اخذ کیا جانا موصل الی الحقؔ نہ ہوگا۔

یہ جملہ چھ الہامات ہیں۔ جو محمدی بیگم کی نکاح کی پیشگوئی کی ابتدا و انتہا دونوں پر حاوی ہیں۔ خواستگاری نکاح والے الہام ثانی سے پہلے جو الہامات ہوئے اُن سے ظاہر ہوتا ہے، کہ احمد بیگ اور اس کے ہم رنگ اشخاص اللہ تعالیٰ کی نظر میں مغضوب تھے۔ اُن کی اصلاح حال کے لئے ان کو تنبیہات ہوئیں مگر اثر نہ ہوا۔ بلکہ وہ اُلٹے ایک دنیاوی معاملہ میں حضرت مسیح موعود سے طالب امداد ہوئے۔ اس لئے مشیت الٰہی نے یہ پسند فرمایا کہ ایسے بد دماغ اور مغرور اشخاص کا جو خدا اور خدا کے رسول کو بھی خاطر میں نہیں لاتے، غرور اس طرح توڑ دیا جائے، کہ اُن کی لڑکی کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر لڑکی دے دیں تو ناک نیچی ہو کر ظاہری کفر بھی ٹوٹے گا، اور اصلاح حال کی امید بھی ہو جائے گی۔ ورنہ ان پر مصائب توڑ کر اُن کو دوسروں کے لئے باعث عبرت و موجب اصلاح بنا دیں گے۔ اور یہی اصل جواب حضرت مسیح موعودؑ کی دُعا کا ہو سکتا تھا۔ جو آپ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت سے بیتاب ہو کر

ؔ حق تک پہنچانے والا۔

داعیہ نشان طلبی کے متعلق فرمائی تھی جس کا ذکر صفحہ ۱۹۰ باب ہذا میں کیا گیا ہے۔

ان الہامات ماقبل الہام خطبہ نکاح سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے، کہ فی نفسہٖ مسیح موعودؑ کو کوئی حاجت اس رشتہ کی نہ تھی۔ نہ بلحاظ صاحب اولاد ہونے کے اور نہ بلحاظ اپنے سن و سال اور مشاغل دینیہ کے۔ چنانچہ اس زمانہ میں جب اس رشتہ کے متعلق الہامات الٰہی کا نزول ہو رہا تھا، حسب منشاء الٰہی خطبہ کے لئے خط لکھے جا چکے تھے، تو آپ نے اشتہار مورخہ ۱۵۔جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع کیا کہ :۔

”ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی اور ان میں وہ لڑکا بھی ہے جو دین کا چراغ ہو گا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہو گا - اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔“

اس طرح خطبہ نکاح والے الہام ثانی کے ساتھ ماقبل کے تینوں الہامات کو بیک نظر دیکھنے سے جملہ الہامات اور خواستگاری محمدی بیگم کی غرض و غایت ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس سے صرف احمد بیگ اور اس کے حمائتیوں کی اصلاح مد نظر تھی، کہ وہ کم از کم ایک مسلم کی حیثیت معروف کے مطابق ہو جائیں لیکن ان جملہ الہامات میں احمد بیگ اور اس کے داماد کی نسبت تصریحات و ارشادات موجود ہونے کے باوجود خود محمدی بیگم کے متعلق کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ملتا کہ اُس کا کیا حشر ہو گا۔ سوائے اس کے کہ پیغام والے الہام میں یہ کہا گیا ہے، کہ یہ نکاح اس کے حق میں باعث برکت نہ ہو گا۔ پس مابعد کے دونوں الہامات میں جن پر مخالفین کے سارے اعتراضات کی بنیاد ہے، محمدی بیگم کی آئندہ حالت کا ذکر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی دو حالتیں ہو سکتی تھیں :۔

(۱) اوّل یہ کہ وہ بیوہ ہو جائے اور اس کا شوہر مر جائے۔

(۲) دوم یہ کہ وہ بیوہ نہ ہو اور اس کا شوہر زندہ رہے۔ اگر اس کا شوہر زندہ رہے تو اس کی آئندہ حالت کے متعلق اور کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی، اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن یہ بتایا جانا ضروری تھا، کہ اگر اس کا شوہر مر جائے تو پھر محمدی بیگم کا کیا حال و نتیجہ ہو گا

اس لئے اس نتیجہ کو الہام مابعد نمبر (۱) میں بایں الفاظ بیان کر دیا گیا کہ "یردھا الیک" یعنی شوہر کے مر جانے پر وہ آپ کی جانب واپس کی جائے گی۔ اور اس کی اس طرح کی واپسی میں جس طرح کہ ایک منکوحہ بیوہ عورت کی شرعاً واپسی ہو سکتی ہے، کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ "لا تبدیل لکلمات اللہ" یعنی اے مخاطب آپ بالکل مطمئن رہیئے کہ محمدی بیگم بیوہ ہو جانے کے بعد یقیناً یقیناً آپ کی جانب واپس کی جائے گی۔ یعنی آپ کے سوا کسی اور طرف نہیں جا سکتی، اس میں کچھ شبہ نہیں۔ پھر محمدی بیگم کی نسبت اس بیانی حالت آئندہ کی توثیق آخری الہام مطبوعہ مورخہ ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء میں بایں الفاظ فرمائی گئی۔ "زوجناکھا لا مبدل لکلماتی" اور یہ تاکید اور توثیق صیغہ ماضی کے استعمال کے ساتھ فرمائی گئی ہے یعنی یہ کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے، اس کے اب انتظار کی ضرورت نہیں۔ وہ آپ کے نکاح میں پہلے ہی آ چکی ہے، آپ کے سوا کسی دوسری جگہ بعد بیوگی اس کا نکاح نہ ہو گا۔

پس ان دونوں آخری الہامات میں محمدی بیگم کی حالت بھی واضح کر دی گئی، کہ اگر اس کا شوہر زندہ رہا، تب تو اس کی حالت کی نسبت کوئی سوال ہی نہیں، البتہ اس کے شوہر کی وفات پر وہ حضرت مسیح موعودؑ کی جانب واپس کی جائے گی۔ یہی دو آخری الہامات معرض بحث میں آ گئے اور محمدی بیگم کے متعلق جملہ پیشگوئیوں کا مبنیٰ ومعاد یہی دو الہامات قرار پا گئے۔

الہامات کی اس صراحت سے بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے، کہ جملہ چھ الہامات میں سے دو الہامات مرزا احمد بیگ اور ان کے شرکاء کی تنبیہ وتادیب وتذکیر کے لئے ہیں۔ اور ایک الہام ۱۸۸۶ء کا احمد بیگ کی ساس کی اس حالت کے متعلق ہے، جو اس کو بزمانہ آئندہ بوجہ اپنے داماد احمد بیگ کی وفات کے پیش آنے والی تھی۔ اور اس میں اس کو توبہ اور رجوع کرنے کی ہدایت ہے۔ اس کے بعد وہ الہام ثانی ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو احمد بیگ کی لڑکی کا پیغام دینے کے متعلق ارشاد ہوا۔ اس الہام کے ورود ونزول تک محمدی بیگم سے نکاح کرنے یا ہونے یا ہو جانے کی نسبت مطلقاً کوئی ذکر نہیں۔ احمد بیگ کو محمدی بیگم کے لئے پیغام دینے اور اس کی قبولیت وعدم قبولیت

کے نتائج کے سوا کوئی ذکر محمدی بیگم کے آئندہ نکاح ہونے یا نہ ہونے کے متعلق نہیں ہے۔ اور یہی اصلی الہامات ہیں، جن سے اُن الہامات کی ضرورت و غرض و غایت سب واضح ہو جاتی ہیں۔ لیکن ان الہامات اور اُن کی ضرورت اور غرض و غایت سب کو لوگوں نے بُھلا دیا ہے۔ صرف دو آخری الہامات جن میں محمدی بیگم کی آئندہ حالت کی اطلاع دی گئی ہے، پکڑ لئے گئے ہیں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ اصل الہامات پر کبھی غور و فکر نہیں کی جاتی۔ صرف اُن تشریحات اور تفہیمات پر زور دیا جاتا ہے، جو خود مرزا صاحب یا آپ کی جماعت کی جانب سے کبھی بیان کئے گئے تھے۔ الہامات موجود ہیں، اور اُن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ واقعات جو الہامات کے سلسلہ میں پیش آئے وہ بھی محفوظ اور دنیا کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ الہامات کو واقعات کے سامنے رکھ کر دیکھو کہ آیا الہامات اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ پورے ہوئے یا نہیں۔ اور آیا وہ غرض جو الہامات سے تھی، کاملاً حاصل ہو گئی یا نہیں۔ اصلی الہامات اور اُن کے الفاظ اور اُن کی غرض و غایت کو ملحوظ رکھ کر واقعات پیش آمدہ کو جانچ لو، اور پھر خدا لگتی کہو، کہ آیا الہامات میں آئندہ کے ان پیش آمدہ واقعات کا علم مندرج ہے یا نہیں؟ اور آیا پیش آمدہ واقعات پر الہامات کے الفاظ احاطہ کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر الہامات کے الفاظ معمولی و مسلّمہ طریقہ تاویل و تعبیر کے مطابق واقعات پیش آمدہ پر منطبق ہو جائیں تو اُن کی صداقت و صحت میں شک و شبہ کا کیا محل ہے؟ اور یہ امر کہ واقعات کے پیش آنے سے پہلے ان الہامات کی نسبت خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا آپ کی جماعت نے کیا سمجھا تھا، قابل استدلال اور لائق تمسک نہیں ہے۔

کیونکہ ہم اس سے پہلے حضرت نوح اور حضرت یونس علیہما السلام کے واقعات بیان کر کے اور صلح حدیبیہ کی تمثیل دے کر بتلا چکے ہیں، کہ بعض اوقات الہامات کے محمل یا معنی کا تعیین کرنا قبل از وقوع الہامات غلط ہو جاتا ہے۔ اس لئے الہامات کی صداقت اور صحت کا تصفیہ بعد از وقوع پیش آمدہ واقعات کو ملحوظ رکھ کر صحیح طور پر کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت یونس علیہما السلام کے زمانہ میں اور خود ہمارے آقا سردارِ دو عالم

کے زمانہ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر عمل میں آیا۔

محمدی بیگم کے متعلقہ الہامات کی تقریباً یہی کیفیت ہے، کہ قبل از وقوع ان الہامات کے مفاہیم و حدود و ظہور و شرائط تکمیل کے سمجھنے اور معیّن و مقرر کرنے میں نہ صرف دشواری پیش آئی، بلکہ پیچیدگی سی پیدا ہوگئی۔

پیغام نکاح والے الہام ثانی اور اس الہام سے پہلے کے نہ صرف الہامات کو نظرانداز کردیا جاتا ہے، بلکہ ان واقعات اور حالات کو ذہن نشین نہیں رکھا جاتا، جن حالات میں یہ الہامات نازل ہوئے۔ تاکہ ان الہامات کی غرض و غایت معلوم ہو سکے، کہ ہر کلام کی غرض و غایت معلوم ہونے کے بعد ہی اس کے اطلاق کی وسعت اور مفاہیم کے پہلو معلوم ہو سکتے ہیں۔ بغیر غرض و غایت اور ضرورت کلام معلوم کرنے کے محض الفاظ بلحاظ لغت و محاورہ و اختلاف استعمال قائل و متکلم کے منشاء کے خلاف تصور پیدا کر سکتے ہیں مخالفین جماعت احمدیہ اس معاملہ خاص میں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے منازعت کرنے کے معاملہ میں اور پھر اس منازعت کے ذیل میں خاص کر تاویل احادیث و تفسیر کلام کے متعلق اور تاویل احادیث اور تعبیر کلام کے ضمن میں خاص کر حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں اور الہامات کی تعبیر و اطلاق کی نسبت اتنی زیادتی کرتے ہیں، کہ جملہ مسلّمہ اور معمولی اصول تعبیر و تاویل کو ہمارے مقابلہ میں فراموش کر جاتے ہیں۔ ہماری بات کو ہمیشہ کاٹ کر اور اپنے پیچ سے بیان کرتے ہیں۔ اصلی، صاف اور سیدھی بات کو ٹیڑھا اور کج کرکے کچھ کا کچھ کر دکھاتے ہیں۔ اور جو معاندین معمولی سی بات میں رنگ آمیزی کرکے پر کا کوا بنا دیتے ہیں، وہ اس محمدی بیگم کی پیشگوئی کے بارہ میں جو کچھ کریں تھوڑا ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر تصریح کر چکے ہیں، کہ یہ پیشگوئی مختلف الاوقات الہامات اور واقعات سے تعلق رکھتی ہے، جن کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ جب تک ان جملہ واقعات کو سلسلہ وار متعلقہ الہامات کے ساتھ یکجائی طور پر نہ سمجھ لیا جائے، اس پیشگوئی اور اس کے ان اثرات و نتائج و صحت و صداقت کا سمجھنا دشوار ہے، جو ان الہامات اور ان کے متعلق واقعات پر مبنی ہیں۔ اس وقت تک باوجود اس کے کہ مرکزی جماعت قادیان کی جانب سے

اس خاص پیشگوئی کے متعلق کثیر الحجم لٹریچر مختلف اوقات میں شائع ہو چکا ہے۔ ابھی تک معاندین اور معاندین کی تحریرات کی بناء پر سادہ دل عوام صرف یہی سمجھے ہوئے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے نفس کی خواہش پر ایک نوجوان لڑکی کے اپنے نکاح میں آنے کی پیشگوئی کر دی تھی، جس پر مرتے دم تک قدغن رہا۔ مگر مرزا صاحب فوت ہو گئے، لیکن وہ لڑکی نکاح میں نہ آنا تھا نہ آئی۔ اور یہ ایسی پیشگوئی تھی، جس کو خود مرزا صاحب نے اپنی صداقت کا معیار قرار دیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ من الغفوات۔ اور چونکہ یہ پیشگوئی مزعومہ طور پر پوری نہیں ہوئی، لہذا مرزا صاحب کے تمام دعاوی باطل اور کذب کا طوفان ہیں۔

یہی وہ نتیجہ ہے جو جناب برنی صاحب نے اپنی پوری فصل نمبر ۸ کے عنوانات اور اقتباسات وحوالہ جات سے اخذ کیا ہے۔ جیسا کہ وہ عنوان نمبر ۲۳ کے ذیل میں طبع چہارم کے صفحہ ۳۸۱۔ اور طبع پنجم کے صفحہ ۴۸۸ و ۴۸۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

> " مگر قابل لحاظ یہ امر ہے کہ سب پیشگوئیاں اپنی قوت، اہمیت اور صراحت میں یکساں نہیں ہوتیں۔ یہ شادی کی پیشگوئی بہرصورت پوری ہو جاتی کہ اس کی تکمیل آسمان پر اور تشہیر زمین پر بخوبی ہو چکی تھی۔ اور خود مرزا صاحب نے اس کو اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دیا تھا۔"

یہی نتیجہ انہوں نے کسی قدر اختصار سے عنوان نمبر ۲۹ کے تحت طبع چہارم ص ۳۸۵، و طبع پنجم صفحہ ۴۹۶ میں بھی ظاہر فرمایا ہے۔

پیشگوئیوں کی جانچ کے لئے جو اصول ہم نے اوپر بیان کئے ہیں، اور جو حضرت نوح، حضرت یونس علیہما السلام اور خود ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالوں سے واضح کئے گئے ہیں، اُن کے مطابق رسالہ " قادیانی مذہب " کی فصل ۸ کے جملہ عنوانات اور ان کے حوالہ جات اور جناب برنی صاحب کے اخذ کردہ نتیجہ کو جب پرکھتے ہیں، تو ظاہر ہوتا ہے کہ عنوان نمبر ۲ - ۶ - ۷ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ میں حضرت مسیح موعودؑ کے بیانات کے جو اقتباسات دیئے گئے ہیں، اُن سے صرف وہ منشاء اور مفہوم معلوم ہوتا ہے، جو حضرت علیہ السلام الہامات الٰہی کے نزول کے وقت لیکن قبل وقوع واقعات سمجھتے تھے۔ ممکن ہے،

کہ آپ کے خیال کئے ہوئے مفہوم کے مطابق جو آپ کے حوالجات مندرجہ عنوانات مذکور سے ظاہر ہوتا ہے، الہامات پورے نہ ہوئے ہوں۔ لیکن اس میں کیا شک ہے کہ الہامات اپنے محمل کے لحاظ سے قطعی طور پر پورے ہو چکے ہیں۔

چنانچہ عنوانات نمبر ۴ و ۵ کے حوالجات سے ظاہر ہے، کہ حضرت مسیح موعود نے بھی الہامات کا وہی صحیح مفہوم بیان فرمایا ہے، جس کی صراحت ہم اوپر کر چکے ہیں، اور اسی مفہوم کے مطابق وہ اپنے وقت پر پورے ہو گئے۔

اور عنوان نمبر ۱۲ "قادیانی مذہب" طبع چہارم صفحہ ۳۷۹ و ۳۸۰ طبع پنجم صفحہ ۷۸ میں تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲ سے جو حوالہ درج ہے، اس سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے، کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے الہامات کو بعض شرائط سے مشروط سمجھتے تھے۔ اور واقعات مابعد نے اس وضاحت کی صحت کو ثابت کر دیا جس کے مطابق واقعات وقوع میں آئے۔ اس لئے ان مفاہیم پر کسی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

عنوان نمبر ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۲۴ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس سعی و کوشش کا ذکر ہے، جو وہ الہامات الٰہی کے مطابق الہامات کی تکمیل کے لئے کر رہے تھے۔ یہ ویسی ہی کوشش ہے، جیسا کہ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے الہامات کی تکمیل اور ظاہری مطابقت کے لئے کی تھی۔

اس قسم کی کوشش نہ شرعاً ممنوع و ناجائز و قابل اعتراض ہے نہ اخلاقاً۔ اگر اس قسم کی کوشش و سعی کو ناجائز و قابل اعتراض سمجھا جائے، تو شاید معترضین بنی اسرائیل کے اس جواب کو قابل تعریف قرار دیں گے، جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا۔ "فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ[1]" جس کا ذکر سورۂ مائدہ میں آتا ہے۔ پوری آیات اس واقعہ کے متعلق یہ ہیں:۔

"يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ[2]
وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۝ قَالُوا يَا مُوسَىٰ

---

[1] پس تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور لڑائی کرو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ (پ ۶ ع ۸)
[2] پ ۶ ع ۸۔

إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ۝ وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ ۝ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ ۝ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۝

واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بطور انعام کے اطلاع دی تھی کہ ارض مقدسہ تمہارے لئے لکھدی گئی ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے لئے ارض مقدسہ کا بطور انعام کے وعدہ کیا ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو کہا :-

"کہ اے قوم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ۔ جو تمہاری تقدیر میں لکھدی گئی ہے۔ اور دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ مت پھیرنا ورنہ تم اُلٹے گھاٹے میں آجاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا، کہ اے موسیٰ اس ملک میں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں، جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں، ہم تو اس ملک میں قدم رکھتے نہیں۔ ہاں وہ نکل جائیں، تو ہم ضرور داخل ہوں گے۔ ان میں سے خدا کا ڈر ماننے والے دو آدمیوں نے جن پر خدا کا کرم تھا کہا، کہ ہاں، ہاں چلو دروازوں میں گھس جاؤ، پھر تم ہی غالب رہو گے۔ اگر تم کو خدا پر ایمان ہے، تو اس پر بھروسہ کرو۔ انہوں نے جواب دیا، کہ اے موسیٰ ہم اس ملک میں ہرگز بھی داخل نہونگے۔ تو اور تیرا رب جس نے وعدہ دیا ہے (اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُم) دونوں جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہینگے (نتیجہ کے منتظر)

اس واقعہ سے جس کو قرآن پاک بیان کرتا ہے، مفہوماً ظاہر ہوتا ہے، کہ جب خدا کے مرسلین و فرستادوں کو کوئی الہام کسی انعام کا ہوتا ہے، تو وہ اس انعام کے حاصل کرنے کے لئے خود کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے متبعین کو حکم دیتے ہیں، کہ اس وعدۂ الٰہی کے پورا کرنے کے لئے کوشش کرو، ایسی کوشش کہ جانوں سے بھی دریغ نہ کرو۔ لیکن

یہ مولانا لوگ، جیسے ہمارے برقی صاحب ہیں، اس کو بہت ہی بُرا اور خلاف اخلاق سمجھ کر نہایت ہی سنجیدگی سے غور و فکر کے بعد مذہبی پیشوائی کے جامہ کے اندر سے بول اُٹھتے ہیں، کہ یہ شریفانہ و سنجیدہ طریق نہیں ہے۔ جس کو کوئی معقول شریف تعلیم یافتہ کبھی گوارا نہ کرے گا چہ جائیکہ پیغمبر و نبی مرسل و مامور الٰہی ایسی حرکات کرے۔

مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی، قرآن مترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی کے حاشیہ پر ان آیات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو جواب دیا، گویا اس کا مطلب یہ تھا کہ :-

"مقابلہ کی ہمت ہم میں نہیں ہے۔ ہاں بدوں ہاتھ پاؤں ہلائے پکی پکائی کھالیں گے۔ آپ معجزہ کے زور سے انہیں نکال دیں" (قرآن مذکور صفحہ ۱۷۷ حاشیہ نمبر ۱۰)

اس کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ :-

"اسباب مشروعہ کو ترک کرنا توکل نہیں۔" توکل" یہ ہے کہ کسی نیک مقصد کے لئے انتہائی کوشش اور جہاد کرے۔ پھر اس کے مثمر و منتج ہونے کے لئے خدا پر بھروسہ رکھے۔ اپنی کوشش پر نازاں اور مغرور نہ ہو۔ باقی اسباب مشروعہ کو چھوڑ کر خالی امیدیں باندھتے رہنا توکل نہیں تعطل ہے" (قرآن مذکور ص۱۷۷ زیر عنوان فوائد صفحہ نمبر ۲)

پس اگر مرزا صاحب نے کسی کو انعام کا وعدہ دیا (قادیانی مذہب عنوان نمبر ۱ طبع چہارم ص۲۷ و طبع پنجم ص۲۷۷) یا کسی کو اس معاملہ میں مدد کے لئے لکھا یا اپنے اعزہ و قرابت داروں بیٹوں، بہوؤں اور بیوی کو اس معاملہ میں امداد کے لئے لکھا۔ یا امداد نہ دینے کی صورت میں قطع تعلق کا ڈر دکھایا یا بالآخر قطع تعلق کر لیا (عنوان نمبر ۴ طبع چہارم صفحہ ۲۷۳ و ۲۷۴ و طبع پنجم صفحہ ۴۸۰ و ۴۸۱ - و عنوان نمبر ۵ طبع چہارم صفحہ ۲۷۵ و طبع پنجم صفحہ ۴۸۲ - و عنوان نمبر ۲۴ طبع چہارم صفحہ ۲۸۲ و طبع پنجم صفحہ ۴۸۹) تو اس میں کونسا فعل اُس کوشش و جہاد سے متجاوز ہے، جو بقول مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی محشی قرآن اصل منشاء توکل کے مطابق جائز و روا و ناقابل گرفت ہے۔ اور کیا ان اعمال و افعال سے اصل الہام کی صحت میں کوئی شبہ پیدا ہو سکتا ہے، جس کی تعمیل و تکمیل کے لئے کوشش کی گئی تھی۔ اے کاش لوگ اس پر

غور کر کے قرآن کے نور سے روشنی حاصل کرتے، اور اپنی تیرہ درونی کا علاج کرتے۔ یہ اُس شخص کی کوشش ہے، جو نہ محمدی بیگم کا عاشق تھا، نہ اس کے لئے کوئی دنیوی اور نفسانی خواہش رکھتا تھا۔ جیسے کہ خود بزیصاحب کے مقتبسہ حوالہ از آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۲، ۵۷۳ و ۵۷۴ کی آخری عبارت سے ظاہر ہوتا ہے، جو عنوان نمبر ۶ کے ذیل میں کتاب "قادیانی مذہب" میں دیا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ حضورؑ کی عمر کہولت کو پہنچ گئی تھی، بیوی اور بچے موجود تھے۔ اور آپ دل سے یہ چاہتے تھے، کہ یہ امر الٰہی کسی طرح ملتوی ہو جائے چنانچہ اس زمانہ میں جبکہ یہ الہامات ہو رہے تھے، اور ابھی تک قطعی طور پر الہامات سے منشاء الٰہی یہ نہیں سمجھا گیا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو جو سب سے زیادہ مسیح موعود علیہ السلام کے راز دان تھے، اپنے خط مورخہ ۲ جولائی ۱۸۸۶ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۲ صٓ) میں حسب ذیل تحریر فرمایا ہے:۔

"مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا۔ وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا۔ کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے، کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ بتا دیتا ہے۔ اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لئے اشارہ غیبی ہوا ہے، تب سے خود طبیعت متفکر و متردد ہے۔ اور حکم الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں۔ مگر بالطبع کارہ ہے اور ہر چند اوّل اوّل یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے۔ لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ بہرحال عاجز نے یہ عہد کر لیا ہے۔ کہ کیسا ہی یہ موقع پیش آوے، جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم سے اس کے لئے مجبور نہ کیا جاؤں، تب تک کنارہ کش رہوں۔ کیونکہ تعدد ازدواج کے بوجھ اور مکروہات از حد زیادہ ہیں، اور اس میں خرابیاں بہت ہیں اور وہی لوگ ان خرابیوں سے بچے رہتے ہیں، جن کو اللہ جلشانہٗ اپنے ارادہ خاص سے اور اپنی کسی خاص مصلحت سے اور اپنے خاص اعلام و الہام سے اس بار گراں کے اٹھانے کے لئے مامور کرتا ہے تب اس میں بجائے مکروہات کے سراسر برکات ہوتے ہیں۔ ... والسلام"

اس خط کے ایک حصّہ کو خود جناب برنی صاحب نے عنوان نمبر ۸/۴ کے ذیل میں طبع چہارم صفحہ ۳۸۵ و طبع پنجم صفحہ ۴۹۳ میں نقل کیا ہے۔ جو ایک رازدار کو بصیغہ راز لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی اشتہار مورخہ ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۱۸ میں جس کا حوالہ برنی صاحب نے فصل ۸ عنوان نمبر ۴ طبع چہارم صفحہ ۳۶۲ و ۳۶۳ و طبع پنجم صفحہ ۴۶۸ و ۴۶۹ پر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :۔

"پہلی پیشگوئی اس زمانہ کی ہے کہ جبکہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جبکہ یہ پیشگوئی بھی اس شخص کی نسبت ہے، جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی۔ یعنی اس زمانہ میں جبکہ اُس کی یہ لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی۔ تو اس پر نفسانی افترار کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔"

پس نہ تو حضرت مسیح موعودؑ کے بیان کردہ مفاہیم کی بنا پر اصلی الہامات متعلقہ پیشگوئی نکاح محمدی بیگم پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے نہ اس وجہ سے کہ آپ نے الہامات الٰہی کے پورا ہونے کے لئے کامل ترکوشش اور بلیغ ترین سعی فرمائی تھی، الہامات کی صحت میں کوئی شک و شُبہ کیا جا سکتا ہے۔ یہی منشا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر مندرجہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۱ کا ہے۔ جس کا حوالہ جناب برنی صاحب نے عنوان نمبر ۳ طبع چہارم صفحہ ۲۷۳ و طبع پنجم صفحہ ۴۷۹ میں دیا ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بالکل وہی بیان فرمایا ہے، جو آیات مذکورہ اور مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کے حاشیہ محولہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس طرح سے رسالہ "قادیانی مذہب" کی فصل ۸ کے عنوانات ۲ و ۴ تا ۱۱۔ اور ۱۳ و ۱۴ تا ۱۸ و ۲۱ تا ۲۴ کا مختصر سا مگر معقول جواب ہو جاتا ہے ؎

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

باقی رہے عنوانات ۱ و ۳ ۔ ۱۲ ۔ ۱۹ ۔ ۲۰ ۔ ۲۲ ۔ ۲۳ و ۲۵ تا ۳۱ ۔ انکی کیفیت یہ ہے کہ عنوان نمبر ۱ میں محض ڈرامہ کی تقلید میں کل خاندان کی فہرست دی گئی ہے۔ نمبر ۳ میں ایک حدیث نبوی کی تعبیر ہے، جو حضرت مسیح موعودؑ کے نکاح کے متعلق ہے۔ اور جسکو حضرت مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق خیال فرمایا ہے۔ اس لئے یہ عنوان بھی

گویا حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے اخذ کردہ مفہوم کے مطابق ہے۔ جس کا کوئی اثر اصلی الہامات پر باقی نہیں رہتا۔

عنوان نمبر ۱۲ کا حوالہ ایک اعتراض کے جواب میں ہے۔ اعتراض یہ تھا۔ کہ مرزا سلطان محمد بیگ کو محمدی بیگم سے نکاح ہو جانے کے بعد طلاق کیلئے فہمائش کی گئی تھی۔

جواب حضرت مرزا صاحب کا یہ ہے کہ یہ محض افترا ہے۔ اس موقع پر ایک لطیف بات قابل غور ہے، کہ معترضین ایسی حالت میں کہ مرزا سلطان محمدؐ و محمدی بیگم نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی، یہ وساوس پیدا کرتے رہے، کہ حضرت مرزا صاحب نے سلطان محمد کو یہ فہمائش کی اور ڈرایا، کہ وہ محمدی بیگم کو طلاق دے دے۔ اگر فی الحقیقت مرزا سلطان محمد و محمدی بیگم دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لیتے، اور از راہ عقیدت الہامات الٰہی کے اس مفہوم کو پورا کرنے کے لئے جو حضرت مسیح موعودؑ کے بیانات سے معترضین اخذ کرتے ہیں، وہ دونوں آپس میں بذریعہ طلاق جدا ہو جاتے، تو ناظرین خیال فرمائیں، کہ کتنا شدید فتنہ مخالفین کے لئے پیدا ہو جاتا، جو شاید کسی طرح کسی تاویل و معذرت سے رفع نہ ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ الٰہی مصالح کے مطابق ان دونوں نے بیعت نہیں کی، گو کافی اعتقاد حضرت مسیح موعودؑ، اُن کے خلفاء، اور جماعت کی نسبت رکھتے ہیں یہاں تک کہ اپنی اولاد و والدہ اور دیگر اقرباء و اعزہ کو حضرت مسیح موعودؑ اور اُن کے بعد خلفاء کی بیعت کی اجازت دی اور بلا مزاحمت بیعت ہو جانے دیا۔

عنوان نمبر ۱۹ کو جناب برنی صاحب نے "ناکامی کی تلخی" سے قائم فرمایا ہے۔ اور اس میں دو حوالے حاشیہ وضمیمہ انجام آتھم کے دئے ہیں، اور ایک حوالہ تبلیغ رسالت حصہ سوم صفحہ ۱۸۶ کے اشتہار کا دیا ہے۔ ان حوالوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے، وہ اعتماد و اطمینان ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے الہامات پر خدا کی جانب سے عطا ہُوا تھا۔ کیا کسی مامور و مرسل کا اپنے الہامات پر حتم و جزم کے ساتھ اعتماد کوئی قابل اعتراض چیز ہے؟

یہ امر کہ آپ اپنے الہامات کا کیا منشاء سمجھتے تھے، اس اعتماد کے مخالف نہیں ہے۔
یہ اعتماد ہی صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلیل ہے۔ کسی وقت اور کسی حالت

تھا بھی اس اعتماد میں تزلزل پیدا نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ حسب عنوان نمبر ۲۰ جب علالت میں آخری وقت سمجھ کر اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی، تو پھر "اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ" کہہ کر جناب الٰہی نے اس اعتماد کو مضبوط کر دیا۔ آپ کو اپنے الہامات پر جو اعتماد تھا، اُس کے مطابق واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے۔ یہ امر کہ جو مفہوم آپ ان الہامات کا سمجھتے رہے، وہ بظاہر واقعات پیش آمدہ پر حاوی نہیں ہے، یہ بالکل ہی ایک علیحدہ بات ہے۔ جس کے متعلق ہم بڑی وضاحت سے اوپر بیان کر چکے ہیں۔

عنوان نمبر ۲۲ و ۲۳ میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل مولانا نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے بیانات اس پیشگوئی کے متعلق ہیں۔ اگر کسی کی آنکھوں میں معرفت کا نُور ہو تو وہ جان سکتا ہے، کہ یہ تاویلات و بیانات اُس عرفان کو ظاہر کرتے ہیں، جو ایک مومن کو خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ "اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ" کے مطابق اگر متقیانہ بصیرت ہو، تو اُن ہزارہا پیشگوئیوں کو دیکھ کر جو پوری ہو چکی ہیں، خدا کے خوف سے حصہ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں خدا کا ڈر نہ ہو، وہاں ابلیسانہ زیرکی ہر عاشقانہ و والہانہ کلام کو خرد کی ترازو میں تولنا چاہتی ہے ؎

داند آنکو نیک بخت و محرم است ٭ زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است

محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کی نسبت اس اصرار کے جوابات کہ:۔

"یہ شادی کی پیشگوئی بہرصورت پوری ہو جاتی کہ اس کی تکمیل آسمان پر اور تشہیر زمین پر بخوبی ہو چکی تھی"

اُوپر کافی طور پر دئے جا چکے ہیں۔ کہ کسی امر کے آسمان پر لکھے جانے اور تقدیر میں نوشت ہو جانے اور زمین پر اس کی تشہیر ہو جانے کے کیا معنے ہوتے ہیں۔ نیز حدیث شریف میں آتا ہے

"زوجنی مریم بنت عمران و کلثوم اخت موسیٰ وامراۃ فرعون"[1] (فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۱۷۸)

---

[1] (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح مریم بنت عمران موسیٰ کی بہن کلثوم اور فرعون کی بیوی سے پڑھ دیا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے، کہ آسمان پر نکاح کردئیے جانے کے کیا معنی ہوتے ہیں ضروری نہیں ہے، کہ جب آسمان پر نکاح ہو جائے، تو اُسی وقت زمین پر بھی اس کے مطابق وقوع میں آ جائے۔

عنوانات نمبر ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ بظاہر کچھ قابل جواب معلوم نہیں ہوتے۔ یہ امر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بیوی یا بہوؤں کے لئے کیا کیا مہر مقرر کیا، اور اپنی لڑکیوں کے لئے کیا اہتمام کیا، یا آپؑ کی کتنی اولاد ہوئی۔ ہماری موجودہ بحث یا محمدی بیگم کے معاملہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

اٹھارواں عنوان "تیسری شادی کی آرزو" ہے۔ اس کے مندرجہ حوالجات سے ہماری اس بات کی صاف تائید ہوتی ہے، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بالطبع محمدی بیگم یا کسی دوسری عورت کے آرزومند نہ تھے۔ بلکہ بخلاف اس کے وہ چاہتے تھے، کہ اس بوجھ سے سبکدوش رہیں، لیکن امر الٰہی کی تعمیل سے مجبوری تھی۔

عنوان نمبر ۲۹ میں "خواتین مبارکہ" کی پیشگوئی کا ذکر ہے۔ اور جناب برنی صاحب کا اعتراض یہ ہے، کہ کوئی خواتین مبارکہ سوائے موجودہ بیوی کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نکاح میں نہ آئیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اصل الہام وہی ہے، جو تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۶ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے۔ یعنی "خواتین مبارکہ سے جنہیں تو بعض کو اس کے بعد پائیگا، تیری نسل بہت بڑھے گی۔" اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے، کہ یہ خواتین خود آپ ہی کے نکاح میں آئیں گی۔ اور اگر کوئی مفہوم ایسا سمجھا بھی گیا ہے جیسا کہ بعد کے حوالہ میں درج ہے، تو وہ بھی اصل الہام اور اُس کے منشاء کے تابع ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وہ توضیح جو عنوان نمبر ۲ کے ذیل میں درج ہے، اس الہام پر بدرجہ اولیٰ منطبق ہو جاتی ہے۔ بہر حال یہ عنوانات کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔ اس لئے ان پر تفصیل سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تیسواں نمبر ۳۰ عنوان "محک امتحان" ہے۔ ہم اس باب کے آغاز اور محمدی بیگم کی

پیشگوئی کی صراحت کرنے کے قبل ہی اس محک امتحان کے متعلق تفصیل سے لکھ چکے ہیں، کہ پیشگوئی کیوں اور کس طرح محک امتحان ہوسکتی ہے۔ اور پیشگوئی کے محک امتحان ہونے کا کیا مطلب و منشاء ہے۔ اس لئے زیادہ لکھنے کی اب ضرورت نہیں ہے مختصر یہ ہی کہ پیشگوئی کے متعلق اس الہام الٰہی کو جانچا جائے جس پر پیشگوئی مبنی کی جاتی ہے۔ اگر الہام الٰہی اپنے الفاظ و محمل کے مطابق واقعات پیش آمدہ پر منطبق ہو جائے، تو اس کی صحت میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔ گو خود مہبط وحی و الہام کی بیان کردہ تفصیلات، واقعات پیش آمدہ پر منطبق نہ کی جاسکیں۔ پس پیشگوئی اس حیثیت سے محک امتحان ہوسکتی ہے۔ اور یہی منشاء حوالہ زیر بحث کا بھی ہے۔ پس اس متنازعہ پیشگوئی کو قرآن پاک کے معیار کے مطابق محک امتحان پر رکھنے کے بعد جو نتیجہ پیدا ہوسکتا ہے، اُس کو ہم بالصراحت اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اور اس کے جو رُوحانی اثرات سلطان محمد و محمدی بیگم کے خاندان پر پڑے ہیں، اُن کی صراحت حسب ذیل ہے۔ محمدی بیگم کے آبائی اور شوہری حسب ذیل رشتہ دار ہیں اور تھے:۔

۱۔ احمد بیگ	والد محمدی بیگم
۲۔	والدہ محمدی بیگم
۳۔ مرزا محمد بیگ	محمدی بیگم کا بھائی
۴۔ مرزا محمود بیگ	محمدی بیگم کا بھتیجا
۵۔ محمودہ بیگم	ہمشیرہ محمدی بیگم
۶۔ عنایت بیگم	ہمشیرہ محمدی بیگم
۷۔ مرزا محمد احسن بیگ	محمدی بیگم کا بہنوئی
۸۔ مرزا سلطان محمد	شوہر محمدی بیگم
۹۔ محمد اسحاق بیگ	پسر محمدی بیگم

نمبر (۱) یعنی والد حسب پیشگوئی فوت ہوگیا۔ ۲ تا ۷، و ۹ نے احمدیت قبول کر لی۔ یہاں تک کہ والدہ محمدی بیگم نے اپنی جائداد کی وصیت بھی بحق صدر انجمن احمدیہ حسب طریقہ مروجہ

جماعت احمدیہ کردی ہے۔ خود محمدی بیگم اور اُس کے شوہر کی نسبت ہم صفحات ۱۹۴ تا ۲۰۲ پر بیان کر چکے ہیں۔ محمدی بیگم کے پسر محمد اسحٰق بیگ نے اخبار الفضل مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۳۳ئہ میں ایک تفصیلی خط اپنے اعلان احمدیت کے متعلق شائع کرایا ہے۔ جس میں اس پیشگوئی کی صداقت اور اُس کے اثرات و نتائج کو بوضاحت بیان کر کے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی نسبت اس طرح بحلف اعلان کیا ہے :۔

" میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ یہ وہی مسیح موعود ہیں جن کی نسبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ اور ان کا انکار . . . . نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ہے۔
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہی درست فرمایا ہے :۔

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

خاکسار مرزا محمد اسحاق بیگ پٹی۔ ضلع لاہور۔ حال وارد چک نمبر ۱۶۵-۲ بی"
(منقول از "الفضل" ۲۶- فروری ۱۹۳۳ئہ صہ ۹)

اس کیفیت اور حالات کو مدنظر رکھ کر خود ناظرین اس کا تصفیہ کر سکتے ہیں۔ کہ جن اغراض اور مقاصد کے مدنظر یہ الہامات ہوئے تھے، آیا وہ بدرجہ اتم پورے ہوئے یا نہیں۔

جب خود محمدی بیگم، اُس کی والدہ، اُس کا شوہر مرزا سلطان محمد، اس کی اولاد و ہمشیرگان اس کے بھائی اور بھتیجے سب کے سب ان پیشگویوں اور اُن کے نتائج کو قبول کرتے ہیں۔ تو سوائے سخت ترین معاند کے جس کو حق و انصاف سے کوئی واسطہ نہ ہو، اور کون اس پیشگوئی کی صحت سے انکار کر سکتا ہے ؟

خاتمہ

دنیا کے تمام مشہور مذاہب اس آخری زمانہ میں ایک مصلح مامور من اللہ کے منتظر ہیں اور ان میں سے ہر ایک اہل مذہب اس امر کا مدعی ہے کہ وہ مصلح مامور من اللہ اُسی کے مذہب کی حمایت اور تائید کے لئے آئے گا۔ جو دیگر جملہ مذاہب کو صفحۂ عالم سے مٹا کر ایک اُسی کے مذہب کو ساری دنیا میں پھیلا دے گا۔ مذاہب عالم کے اس رُجحان کی جانب ہم باب چہارم میں اشارہ کر چکے ہیں۔

اسلام میں اس اعتقاد کی بنیاد چند احادیث پر ہے۔ جن کے اشارے قرآن پاک میں بھی ملتے ہیں۔ وہ احادیث اتنی مشہور ہیں کہ اُن کے تفصیلی تذکرہ کی ضرورت نہیں۔ مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ مہدی اور مسیح اور ہر صدی پر اصلاح اُمت کے لئے مجددین کی آمد کا منتظر ہے۔ گذشتہ تیرہ صدیوں میں ہر صدی میں مجددین آتے رہے ہیں۔ جو اہل سنت والجماعت کے کثیر حصہ کے نزدیک مقبول اور مسلّم ہیں۔

اسی طرح حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی نے الہام الٰہی کی بناء پر اس زمانہ کی مذہبی اصلاح کے لئے مامور و مُرسل من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور وہ اپنے اس دعویٰ کی تائید میں اہل اسلام کے لئے ان احادیث کو پیش کرتے ہیں جو ہر صدی میں مجدّد کی آمد اور مہدیٔ منتظر اور مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے متعلق مسلّمہ اور مقبولہ اہل سُنت والجماعت ہیں چونکہ اس دعویٰ کو اُنہوں نے تمام مذاہب کے "مصلح" ہونے کی حیثیت سے پیش کیا ہے اس لئے تمام مذاہب کی متعلقہ پیشگوئیوں سے بھی استدلال کرتے ہیں لیکن سب سے زیادہ مخالفت اس دعویٰ کی مسلمانوں کی جانب سے کی گئی ہے اور کی جاتی ہے گویا وہ نہیں چاہتے کہ تمام مذاہب عالم کا "مصلح" اُنکے درمیان سے اُٹھے۔ بلکہ وہ بڑی سختی اور اصرار کے ساتھ خود اپنی اور اُمت کی اصلاح کے لئے بنی اسرائیل کے آخری نبی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد کے منتظر اور اس معنے میں عیسائیوں کے ہم خیال ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جو اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ نہ صرف اسلام بلکہ دیگر تمام مذاہب کی اصلاح کیلئے خلیفۃ اللہ ہو کر اس دنیا میں

تشریف لائیں گے۔ اُمتِ محمدیہ اب اس قابل نہیں رہی، نہ رسول کریم سردار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانیت میں (نعوذ باللہ) یہ قوت باقی رہی ہے کہ آپؐ کا کوئی متبع جو آپ کی محبت میں درجہ فنائیت حاصل کر چکا ہے اس مقام اصلاح پر کھڑا ہو سکے۔ یہی عقیدہ ہے جو احمدی اور غیر احمدی میں وجہ اختلاف بن گیا ہے۔ اور اس نے اتنی شدت اختیار کر لی ہے کہ اصل عقائد اور علمی وجوہ اختلاف پر لوگوں کے لئے غور کرنا دشوار ہو گیا ہے۔ اس اختلافی شور و شغب کا ایک نمونہ رسالہ "**قادیانی مذہب**" ہے۔ جس کے جواب میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ ہم نے اپنے جواب میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے مخالفین اصل امور تنقیح طلب کو نظر انداز کر کے ایسے جزئیات پر زور دینا چاہتے ہیں جو فیصلہ کُن نہیں ہیں۔ اور پھر ان جزئیات کو کسی اصول کے تحت جانچنے کی بھی زحمت گوارا نہیں فرماتے۔ صرف من ملنے اعتراضات پر ساری بحث کی بنیاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن و حدیث اور اُمم سابقہ کے حالات انبیاء گذشتہ کے سوانح ہی کسی اسلامی "مذہبی" تحریک کے تصفیہ کیلئے صحیح معیار ہو سکتے ہیں ان سے قطع نظر کر کے کوئی بحث ایسے مذہبی مسائل و عقائد کی نسبت جو تحریک احمدیت کے لئے پیش آتے ہیں فیصلہ کُن اور قابل اطمینان نہیں ہو سکتی۔

احمدیت اور بانیٔ احمدیت کی "تردید و تکذیب" کے موضوع پر اس وقت تک جتنے مضامین یا رسائل لکھے گئے یا آئندہ لکھے جائیں گے۔ اُن میں بہر حال مرکز "ایراد و تعریض" حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ قادیانی کا دعویٰ مسیحیت و مہدویت ہی ہو گا۔ اس سے الگ ہو کر نہ کسی کو اعتراض کی ضرورت ہے نہ ہم کو جواب کی۔ احمدیت کی تردید ہو یا تصدیق ہر حال میں ان کی غرض یہی ہوتی ہے۔ اور ہونی بھی چاہیئے کہ "پبلک" پر یہ مذہبی تحریک اپنے پورے مالہٗ و ما علیہ کے ساتھ واضح ہو جائے۔ اور وہ اپنی اُخروی ذمہ واری کو محسوس کر کے اس کے ردّ و قبول پر اقدام کرے۔

اس غرض کے لئے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی و دلائل کے ساتھ ضرورت ہے کہ عام اسلامی عقائد و مسلّمات بھی پبلک پر واضح کئے جائیں۔ لیکن مخالفین خصوصاً مولانا صلاح الدین برنی صاحب جیسے مشہور و بہادر ذی علم حضرات اسلامی مسلّمہ عقائد کو اپنے خاص مصالح کی بنا پر پبلک پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ اس لئے ہم نے گذشتہ ابواب میں اِنہی امور کو ملحوظ

رکھ کر حضرت مرزا صاحب کے دعاوی و دلائل کو بیان کرتے وقت عام اسلامی عقائد و مسائل (امر متنازعہ فیہ کے متعلق) جابجا بیان کر دئے ہیں۔ اور احمدیت کے عقائد کو سامنے رکھ کر پبلک کو صحیح رائے قائم کرنے کے لئے کافی مواد جمع کر دیا ہے۔ تاکہ فروعات و جزئیات سے قطع نظر کر کے اصلی تنقیح طلب امور کے تصفیہ کے لئے ضروری اور کافی معلومات ناظرین کے سامنے آجائیں۔ اور جب اصلی تنقیح طلب امور کی نسبت کوئی آخری رائے قائم ہو جائیگی تو جزئیات و فروعات کی نسبت خود بخود بآسانی فیصلہ کیا جاسکے گا۔ دراصل احمدیت خالص اسلامی تحریک ہے۔ جس کا اس سے زیادہ کچھ منشا نہیں ہے کہ اسلام کا وہ اصلی چہرہ اور اُس کا وہ آب و رنگ جس نے اپنی ابتدائی صدیوں میں دُنیا کے قلوب کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ علمی و عملی دونوں حیثیتوں سے دنیا کے سامنے آجائے۔ اس لئے ہم نے پچھلے ابواب میں صرف یہی کوشش کی ہے۔ کہ "احمدیت" کا اصل ڈھانچہ ناواقف پبلک کے سامنے آجائے۔ جس کو ہمارے مخالفین پبلک کی نظر سے پوشیدہ رکھکر یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ احمدیت کو اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ بلکہ احمدیت محض الحاد و زندقہ کی ایک مذہبی نمائش کا نام ہے۔ لیکن الحاد و زندقہ و کفر و بدعت کے غیر موزون خطابات کو خود عطا کنندگان کے لئے محفوظ رکھکر جماعت احمدیہ اپنے پیش نظر مقصد کو لیکر دیوانہ وار ساری دنیا میں اس لئے متفرق و منتشر ہوگئی ہے کہ کسی طرح دنیا کو پھر اس راستہ پر لاکر متحد کر سکے۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر قرآن پاک کی روشنی میں دکھایا گیا تھا۔ اور جس پر چل کر دنیائے اسلام نے وہ عروج حاصل کیا جو آج بھی ضرب المثل ہے۔

یہ جماعت نسبتاً تھوڑی اور کمزور ہی سہی۔ لیکن وہ اپنی کمزوری اور قلت کو خیال میں لائے بغیر اس حیّ و قیوم و قادر و توانا کے آستانہ پر پڑ گئی ہے۔ جس نے بنی اسرائیل جیسی ذلیل ترین قوم کے نوزائیدہ کمزور بچہ کو نیل جیسے قہار دریا سے نکال کر اور اپنی حفاظت میں لے کر موسٰی علیہ السلام بنا دیا۔ اور فرعون جیسے جبّار و قہّار صاحب شان و شوکت و خدائی کے دعویدار بادشاہ کو اُسی دریا میں غرق کر دیا۔ اور جس نے آمنہ کے جائے عبد اللہ کے یتیم (صلے اللہ علیہ وسلم) بے کس و بے بس کمزور بچہ کو یتیمی کے گرد و غبار سے پاک و صاف کر کے اوران زندگان عرب سے محفوظ

رکھ کر جن کے نزدیک انسانی خون بھیڑ بکری کے خون سے بھی زیادہ سستا تھا اتنا نوازا کہ ۲۳ برس کی قلیل مدت میں سارے سرکشان عرب کو اس یتیم کے قدموں پر لا ڈالا۔

اب ہماری (احمدیوں کی) لاج بھی اُسی کے ہاتھ ہے جس کا نام لیکر ہم دنیا کے مختلف ممالک میں پھیل گئے ہیں۔ تاکہ اُس کے اور اُس کے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اپنے آپ کو قربان کر کے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اُس کا نام بلند کر دیں ؎

جان و دلم فدا برہِ دینِ مصطفٰےؐ
این است کام دل اگر آید میسرم (وَمَا توفیقنا الا باللہ)

کھانے کو روٹی پہننے کو کپڑا اور سفر کے لئے زاد بھی پورا نہیں ہے مگر دل اس لگن سے مست ہے کہ ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم ⁂ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اگر مخالفین کو ہماری یہ خدمت یہ دیوانگی ناپسند ہے تو ؎

گر تو نمے پسندی تغییر کن قضا را

اس جماعت کی تعداد اور مالی کمزوری کو دیکھئے۔ اور اس کے حوصلہ کا اندازہ لگائیے تو بے اختیار مُنہ سے نکل جائے گا ؎

اگر ہو عشق تو ہے کُفر بھی مسلمانی[1]
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

اگر درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اگر انسان کے اندرونہ کا حال اس کے اعمال و حرکات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تو ہماری ان کوششوں کو دیکھکر ہمارے اندرونہ کا حال معلوم کیجئے اور اس سے ہمارے عقائد کا استنباط کیجئے۔ خالی یہ کہہ دینے سے کہ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور" (رسالہ قادیانی مذہب طبع چہارم ص۲۹ و طبع پنجم ص۱۲۳) واقعات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ خود جناب برنی صاحب نے رسالہ زیر جواب طبع چہارم ص۱۴ و طبع پنجم ص۸۲ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک تقریر مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۵ء

---

[1] یہ ہے سر ڈاکٹر محمد اقبال کا فلسفہ۔ اُن کے مدّاح اس فلسفہ پر غور کریں!

سے ایک جملہ نقل کیا ہے جو حسب ذیل ہے :-

"تم سے (احمدیوں سے) اگر کوئی پوچھے کہ اسلام کی زندگی کی کیا صورت ہے۔
تو تمہاری طرف سے اس کا ایک ہی جواب ہونا چاہیئے۔ کہ ہماری موت! موت!! موت!!!
پس تم اس کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

کیا اسلام کے لئے موت قبول کرنا کسی کافر مرتد اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو جانیوالے کا کام ہے؟ کیا یہ حوصلہ ایمان کے بغیر برنی صاحب اور اُن کے حامی ظاہر کر سکتے ہیں؟

اس وقت پانچ براعظموں کے حسب ذیل ممالک میں ہمارے مستقل تبلیغی مشن قائم ہیں :-

(۱) **ایشیاء** ہندوستان کے مشنوں کا سب کو علم ہے۔ اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے بقیہ ممالک ایشیاء کی جہاں ہمارے مشن قائم ہیں یا مبلغ بھیجے جا چکے ہیں تفصیل حسب ذیل ہے :-

کولمبو (سیلون) بٹاویہ (جاوا) پیڈانگ۔ میدان (سماٹرا) کیبے (جاپان) سنگاپور (ملایا) ہانگ کانگ۔ کینٹن (چین) حیفا (فلسطین)

(۲) **افریقہ** - قاہرہ (مصر) نیروبی (کینیا) لیگوس (نائیجیریا) سالٹ پانڈ (گولڈ کوسٹ) دارالسلام (ٹانگانیکا) کمپالہ (یوگنڈا) روز ہل پورٹ لوئی (ماریشس)

(۳) **یورپ** - لنڈن (انگلستان) روما (اٹلی) بوڈاپسٹ (ہنگری) بلگریڈ (یوگوسلیویا) وارسا (پولینڈ)

(۴) **شمالی امریکہ** نیویارک شکاگو فلیڈلفیا۔ ڈیٹرائٹ۔ انڈیاناپولس (پٹس برگ، پنسلونیا۔

جنوبی امریکہ - بیونس آئرس (ارجنٹائن)

۵ **آسٹریلیا** - پرتھ۔ ملبارن۔

اس طرح دنیا کے لاکھوں انسانوں کو اسلام کا پیغام پہنچایا جا رہا ہے اور سینکڑوں آدمی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اور ہزاروں قبول کر چکے ہیں۔ اور جنہوں نے ہمارے مبلغوں کے ذریعے سے اسلام قبول کیا ہے اُن میں سے ایک یہودی کی چٹھی کا اقتباس درج کرتا ہوں جو اس نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو لکھی تھی۔ تاکہ آپ اندازہ کر سکیں کہ کس قسم کی روح ان نومسلموں میں پیدا ہو رہی ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

یں وہ شخص تھا کہ شاید ہی کسی کے دل میں میرے دل سے بڑھکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دشمنی ہو۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے ہی مجھے اشتعال پیدا ہو جاتا تھا لیکن آپکے مبلغین سے اسلام کی خوبیاں سُن کر اب میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ کہ میں رات کو نہیں سوتا جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیج لوں "اَللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ و آلہٖ) (اخبار الفضل ۱۱ مئی ۱۹۳۶ء)

اور کچھ بھی نہ ہو تو صرف اس ایک شخص کی اس طرح قلب ماہیت ہی ہماری ساری تبلیغی محنت و سعی کا بہترین صلہ ہو سکتی ہے۔ ایک شدید ترین معاند ایک دشمن کے مُنہ و قلب و روح کو کلمہ طیبہ سے پاک کر کے اپنے آقا پر درود کا سُن لینا ہی ہماری مراد کا پورا ہونا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ۔

ہمارے اِن مشغلوں کے کام کی رپورٹ بھی وقتاً فوقتاً اخبار الفضل قادیان میں شائع ہوتی رہتی ہے۔ اور دوسرے اخبارات تو ان رپورٹوں کو شائع نہیں کرتے جو شائع بھی کرنا چاہتے ہوں گے وہ اس ڈر کے مارے شائع نہ کرتے ہونگے کہ پبلک ان کو بھی "قادیانی نواز" سمجھ لیگی۔ ان رپورٹوں میں سے صرف ایک رپورٹ کا نمونہ ذیل میں دیا جانا کافی ہوگا۔

مثلاً اخبار الفضل مورخہ ۲۶۔ مارچ ۱۹۳۷ء صہ پر بعنوان "تحریک جدید کے ماتحت تبلیغ اسلام" ایک مختصر رپورٹ بابت ماہ فروری ۱۹۳۷ء شائع ہوئی ہے۔ بقدر ضرورت اس کا اقتباس درج ذیل ہے:۔

"تبلیغ بیرون ہند۔ مولوی محمد الدین صاحب ہمارے ان مجاہدین میں سے ہیں۔ جن کو تبلیغی میدان تلاش کرنے کے لئے سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ احباب یہ سُن کر خوش ہونگے۔ کہ ان کے ذریعہ **یوگوسلیویا** میں اللہ تعالیٰ نے ایک نئی جماعت کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس وقت تک متعدد اشخاص احمدیت قبول کر چکے ہیں۔ ان میں سے ایک دوست ہوٹل کے مالک ہیں جنہوں نے ایک رویاء کی بناء پر بیعت کی ہے"

"بوڈاپسٹ:۔ اس وقت تک بوڈاپسٹ میں جماعت احمدیہ کی تعداد مرد اور عورتیں شامل کر کے ۱۲۰ تک پہنچ چکی ہے۔ نو مبائعین .... نہایت جوش اور اخلاص کے ساتھ اسلامی تعلیم پر کاربند ہو چکے ہیں"

"ارجنٹائن:۔ مولوی رمضان علی صاحب مولوی فاضل لٹریچر اور ملاقاتوں کے ذریعہ تبلیغ

کر رہے ہیں۔ . . . . اس عرصہ میں مولوی صاحب نے سپینش زبان کا مطالعہ بھی شروع کر رکھا ہے۔ جس میں بہت حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے۔"

سنگاپور :۔ مجاہدین سنگاپور بدستور ٹریکٹ اور اشتہارات اور ملاقاتوں کے ذریعہ تبلیغ کر رہے ہیں۔ عرصہ زیر رپورٹ میں سات اشخاص داخل سلسلہ عالیہ احمدیہ ہوئے۔"

ہماری ان خدمات کو ہندوستان کے جملہ فرقے جانتے ہیں۔ اور ان میں کے شریف خیال لوگ گو عقائد میں ہماری کتنی ہی مخالفت کریں۔ لیکن ہمارے خلوص و سعی کو سراہتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ اخبار "سرفراز" جو لکھنؤ سے نکلتا ہے اپنی یکم جون ۱۹۳۴ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ :۔

"مذہبی حیثیت سے ہمیں قادیانیوں سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ لیکن ہم اُن کے اس جوش قومی و مذہبی کی قدر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جو اُن کی طرف سے اپنے جماعتی مفاد کو تقویت دینے کے لئے آئے دن ظہور پذیر ہوتا رہتا ہے۔"

چوہدری افضل حق صاحب احراری نے جو احرار کے ڈکٹیٹر ہیں ملکانوں کے ارتداد پر ایک کتاب "فتنہ ارتداد اور پولٹیکل قلابازیاں" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کے ص۲۶ پر جماعت احمدیہ کی نسبت لکھتے ہیں کہ :۔

"آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بیجان تھا۔ جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا۔ مگر حسب معمول جلد خواب گراں طاری ہو گئی۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کیلئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اُٹھا ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا، تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا۔ جو نہ صرف مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔" (بحوالہ الفضل ۱۸۔ اگست ۱۹۳۶ء)

معزز اخبار "مشرق" گورکھپور نے اپنی اشاعت مورخہ ۸۔ جولائی ۱۹۲۷ء میں زیر عنوان "حضرت امام جماعت احمدیہ" لکھا تھا کہ :۔

"یہ ہم لکھ چکے ہیں۔ اور اس کا ہم کو بے خوفِ تردید دعویٰ ہے۔ کہ اس وقت اسلام کی سچی خدمت احمدی حضرات سے بہتر کوئی فرقہ نہیں کر رہا ہے۔ سب میں کچھ نہ کچھ کمی نظر آتی ہے۔ اعلاءِ کلمۃ اللہ کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور جماعت احمدیہ اس کی عامل ہے۔ اور اسی خصوصیت کی وجہ سے وہ میدانِ عمل میں ترقی کر رہی ہے۔"

مصر کا سخت ترین معاند اخبار "الفتح" اپنی ۲۰۔ جمادی الآخر کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:

"والذی یری اعمالہم المدھشۃ ویقدر الامور حتی قدرھا لا یملک نفسہ من الدھشۃ والاعجاب بجھاد ھذا الفرقۃ القلیلۃ التی عملت مالم تستطعہ مائۃ الملایین من المسلمین وقد جعلوا اجھادھم ھذا ونجاحھم اکبر معجزۃ تدل علی صدق ما یزعمون وساعدھم علی ذالک موت غیرھم ممن ینتسب الی الاسلام۔" (الفتح نمبر ۵۱۳ مورخہ ۲۰۔ جمادی الآخر ۱۳۵۱ھ بحوالہ الفضل ۷۔ مئی ۱۹۳۷ء)

یعنی ہر وہ شخص جو احمدیوں کے حیرت انگیز کارناموں کو دیکھکر ان کا صحیح اندازہ کرے گا۔ وہ اس چھوٹی سی جماعت کے جہاد سے ضرور متعجب ہوگا۔ اس جماعت نے وہ کام کئے ہیں جو کروڑوں مسلمانوں سے نہ ہو سکے۔ ان لوگوں نے اپنے اس جہاد اور اس کامیابی کو اپنے دعاوی کی صداقت پر معجزہ گردانا ہے۔ دیگر اسلامی فرقوں کی مُردنی نے ان کے بیان کو بہت تقویت پہنچائی ہے۔"

یہ چند اقتباسات صرف نمونتہً اس غرض سے درج کئے گئے ہیں کہ ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو جائے کہ ہماری اسلامی تبلیغی خدمات ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک میں مسلّمہ ہیں۔ اور وہ ایسی نمایاں ہیں۔ کہ معاندین بھی اس کے اعتراف پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اس طرح سے ہمارے عقائد و اعمال پبلک کے سامنے آجاتے ہیں جن سے صحیح نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ یہی اعمال و عقائد ہیں جن پر پردہ ڈالنے کی مخالفین کی جانب سے بڑی شدومد سے کوشش کیجاتی ہے۔ تاکہ پبلک حقیقت حال اور احمدیوں کی ان قربانیوں اور حوصلے سے واقف نہونے پائے۔ جو وہ اسلام اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کیلئے کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس طرح حقیقت حال ظاہر ہو جانے سے وہ تار و پود جو مخالفین نے جال کی طرح پھیلایا ہے بکھر جائیگا۔ اور خدا کا خوف و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اسلام کا درد رکھنے والے

قلوب بے اختیار احمدیت کی جانب رجوع ہو جائیں گے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ وہ اصل "متنازعہ فیہ مسائل" پر کوئی معقول و مستند بات کہیں یا لکھیں۔ اور ہم سے اس کا جواب لیں۔ صرف اس میں اپنا مفر دیکھتے ہیں کہ ہمارے عقائد کو اپنے طور پر توڑ مروڑ کر بیان کر دیں۔ اور مرزا صاحب یا اُن کے متبعین کی کتابوں سے کتر و بیونت کرکے اِدھر اُدھر کے حوالے پبلک کے سامنے پیش کر دیں۔ اور ہم کو کوئی موقعہ اُس کے جواب کا نہ دیں۔ اس طرح پبلک بلا کسی تحقیق کے دھوکہ میں مبتلا رہ کر اُن کے جال میں غلطاں و پیچاں رہے۔

ہم نے اس کتاب میں مختصر طور پر احمدیت اور بانیٔ احمدیت علیہ السلام کے عقائد اور اُن کے دعاوی و دلائل واضح کر دئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ قرآن پاک و احادیث سے چند ضروری و اہم معیار صداقت کے جانچنے کے لئے بیان کر دئے ہیں۔ اور پچھلے انبیاء کے حالات پر توجہ دلا کر حضرت مرزا صاحبؑ کے دعاوی کی جانچ کے لئے راستہ صاف و آسان کر دیا ہے۔ اب یہ کام آپ لوگوں کا ہے کہ اس امر کا قطعی تصفیہ کریں۔ کہ آیا مہدی و مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے ساتھ لاپرواہی و استہزاء و مضحکہ کیا جائے یا اس کو بامعان نظر خدا کا خوف دل میں رکھ کر اُخروی ذمہ واری کے احساس کے ساتھ قرآن و حدیث کے مقررہ معیار کے مطابق جانچا جائے۔

ہم سے تو جہاں تک ممکن تھا ہم نے اس دعویٰ کو دیکھا۔ بھالا۔ پرکھا۔ جانچا اور غور و تامل کے ساتھ جانچا۔ دعاؤں کے بعد جانچا۔ اللہ تعالےٰ سے التجاء اور استمداد کرکے جانچا۔ صادقین کے طور و طریق سے باخبر ہو کر جانچا۔ انبیاءؑ و مرسلین کے واقعات کو قرآن و حدیث میں پڑھ کر جانچا۔ دُور سے جانچا۔ نزدیک سے جانچا۔ اندر سے جانچا۔ باہر سے جانچا۔ اور ہر طرح جانچنے کے بعد دل کو اس کی صداقت پر مطمئن پایا۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا[1]

اپنی اُخروی ذمہ واری کو محسوس کرکے اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ[2] کی ہدایت قرآنی پر مطمئن ہو کر ہر ایک مخالف اثر سے علیحدہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے استعانت کرکے تحقیقات بھی کی۔ اور آج ہم بحمد اللہ مقام تشویر و تشویش سے نکل کر اس مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ جہاں دُنیا کے

---

[1] اور اپنے (مرسل کیلئے) خدا کی شہادت کافی ہے (پ۵ ع۸) [2] اللہ پر ایمان لائے اور اس کا سہارا لیا (پ۶ ع۴)

سارے شور و شغب کے باوجود ہمارے دل مطمئن بلکہ مسرور ہیں۔ اور اپنی روح میں "فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ"[1] کی شہادت کا نور و اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ گویا گوش ایمان بلکہ یقین سے خدا کے فرشتوں کی یہ نوید سن رہے ہیں۔ "وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ"[2] پس یہ ہے ہماری شہادت اگر کسی کے دل پر اثر کر سکے۔

اس کتاب کے گذشتہ ابواب میں ہم نے جماعت احمدیہ کے عقائد و تعلیم و اعمال کی کیفیت واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ خاتمہ میں اپنے دلی اطمینان و ایمان کی حقیقت کو بیان کر دیا۔ اب اس کے بعد ہمارے پاس کوئی چیز باقی نہیں ہے جو خدا کی مخلوق کو پہنچائی جانی چاہیئے تھی اور ہم نے نہ پہنچائی ہو۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ[3] ۔ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ[4]۔

اے رب تو ہماری نیتوں اور ارادوں کا جاننے والا ہے۔ تو ہی ہماری نیتوں اور ارادوں اور اُن اعمال میں برکت دے جو تیرے کلمہ کے بلند کرنے کے لئے یہ چھوٹی سی جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔ اور اپنی رحمت و رحمانیت سے لوگوں کے دلوں کو اس نعمت حق و صداقت کے قبول کرنے کے لئے کھول دے۔ آمین ثم آمین۔

دنیا میں سب سے پاک و صاف و خالص مذہب اسلام ہے، اور سب سے زیادہ خوش نصیب وہ قوم ہے جس کے دل میں اسلام رچ جائے۔ اسلام کے دل میں رچ جانے کے یہ معنے ہیں۔ کہ سوائے خدا کے خوف اور اس کے رسول کی محبت کے دل میں کسی دوسرے کی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ اور قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ[5] کی ردا اوڑھ کر لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ[6] کے گروہ میں شامل ہو جائے جب اس طرح اسلام

---

[1] پس جو ایمان لائے اور اپنی اصلاح کی ایسے لوگوں پر کوئی خوف طاری نہ ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے (پ ۷ ع ۱۱)

[2] اور اُن لوگوں سے پکار کر کہدیا جائیگا کہ یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے عملوں کی بدولت وارث قرار دئے گئے جو عمل کہ تم نے کئے تھے (پ ۸ ع ۱۲)، [3] ہم پر صرف پہنچانا فرض ہے (پ ۲۲ ع ۱۹) [4] پس چاہیئے کہ جو موجود ہے وہ غیر موجود کو یہ شہادت پہنچا دے۔ (حدیث)

[5] تو کہدے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے (پ ۸ ع ۷)
[6] ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے

دل میں رچ جائے گا تو وہ وقت ہو گا جب شیطان کا تسلط قلب مومن سے اُٹھ جائیگا۔ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ[۱] ۔ خود شیطان بھی اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر چکا ہے کہ وہ مخلصین کا اغوا نہیں کرے گا۔ چنانچہ ہمارے رب نے اس عہد شیطانی کی ہم کو اس طرح اطلاع دی ہے کہ جب شیطان راندہ درگاہ الٰہی کیا گیا تو اُس نے نہایت متمردانہ الفاظ میں کہا۔ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ[۵۲] ۔ کہ کر مخلصین سے علیحدہ رہنے کا عہد کیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے یہ ارشاد فرما کر اس کی توثیق فرمائی۔ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ[۵۳] ۔

اللہ خوب جانتا ہے اور ہم اس کو گواہ کر کے کہتے ہیں۔ کہ ہمارے دلوں میں اسلام اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن پاک کی نسبت سوائے خلوص اور خالص نیت ارادہ فرمانبرداری وخدمت کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور ہم نے ایک ایسے شخص کو جو نہ کوئی ہم سے ذاتی تعلق رکھتا تھا اور نہ دنیوی حیثیت سے ہمارے لئے درخور اعتناء تھا۔ صرف خدا اور اس کے رسول اور دین اسلام سے محبت اور خلوص رکھنے کی وجہ سے قبول کیا ہے وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ شَهِيدٌ[۵۴] ۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود تسلیم کرنے میں غلطی کی۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ غلطی عمداً جان بوجھ کر اور بدنیتی کے ساتھ کی گئی ہے۔ اگر ہم نے مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننے میں بفرض محال کوئی غلطی بھی کی ہے تو محض اخلاص سے، تقویٰ کی راہ سے آپ کے دعویٰ و دلائل کی اپنے فہم کے مطابق تحقیقات کر کے تصدیق کی ہے۔ اب اگر آپ میں کوئی خدا کا ایسا مخلص بندہ ہے جو واقعی اور تحقیقی طور پر ہم کو غلطی خوردہ باور کرتا ہے

---

[۱] بیشک اس کا (شیطان کا) تسلط ان لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں (پ۱۴ ع ۱۹)

[۵۲] اے میرے رب تیرے گمراہ قرار دینے کے بدلے میں میں لوگوں کو زمینی زینتوں کی طرف لگا دونگا۔ اور ان سب کو گمراہ کر دونگا سوائے اُن کے جو تیرے مخلص بندے ہیں (پ۱۴ ع ۳) [۵۳] یہ راستہ سیدھا ہے بیشک جو میرے مخلص بندے ہیں اُن پر تو ہرگز تسلط نہ پا سکیگا سوائے اُنکے جو تیری اتباع کر کے گمراہ ہو چکے ہوں (پ۱۴ ع ۳) [۵۴] ہمارے اس قول پر اللہ گواہ ہے۔

تو کیوں اپنی ہمت ہمارے اصلاح حال کے لئے صرف نہیں کرتا۔ علماء و مشائخین کے سب و شتم گالی گلوچ اور حقارت آمیز برتاؤ یا بائیکاٹ اور بیزاری کے اعلان سے ہم کو اپنی اصلاح کے لئے کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ معلوم نہیں یہ علماء قیامت کے دن حضور سردار دو عالم رحمۃ للعالمین کو جن کی غلامی کے دعویٰ کی وجہ سے ہم نے ایک مغل قوم کے دعویدار کو مسیح موعود تسلیم کر لیا ہے کیا جواب دیں گے ؟ ہمارا جواب تو صاف ہے کہ اے آقا ہم نے اپنے فہم و فراست علم و قوت کے مطابق پوری تحقیقات و چھان بین کرنے کے بعد آپ کے غلام کو جو آپ کے دامن کا سایہ اپنے سر پر رکھتا تھا اپنے سر آنکھوں پر رکھا۔ اور اس کو قبول کر کے اپنی بساط بھر ساری اُمت محمدیہ کو اس نعمت سے حصہ لینے کی دعوت دیتے رہے لیکن عوام کا تو کیا ذکر ہے زعماء قوم اور علماء امت بھی تبلیغ و تلقین امر بالمعروف کے نام ہی سے چڑتے ہیں۔ ان میں سے اکثر صرف اس بنیاد پر ہم سے نفرت کرنے لگے کہ اُن کے گمان میں ہم مسلمانوں کے درمیان تبلیغ کر کے باہمی افتراق و انشقاق کا باعث ہو رہے ہیں۔ پس اس طرح سے ہمارا معاملہ تو صاف ہے۔ لیکن آپ کو قیامت کے دن جواب دینے کے لئے کوئی عذر تلاش کر رکھنا چاہیئے۔

مسیح موعود پر ایمان لانے میں ہمارے خلوص کی دو علامتیں نمایاں ہیں :-

اوّل یہ کہ بغیر کسی ذاتی غرض و تعلق یا دنیاوی امید کے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے قبول کرنے میں اعزّہ و اقربا، اور دوستوں کی مخالفت کی وجہ سے دنیاوی نقصان کا اندیشہ ہے ہم نے اس دعویٰ کو قبول کیا ہے۔

دُوسری علامت یہ ہے کہ مسیح موعودؑ کی غلامی میں داخل ہو کر بحیثیت مجموعی اسلام کے لئے اپنا تن من دھن قربان کر رہے ہیں۔

کیا یہ قربانیاں اور یہ اطاعت کسی ایسے شخص کی جانب سے عمل میں آسکتی ہیں۔ جس کو مرزا صاحب کی صداقت میں ہنوز کوئی شبہ باقی ہو ؟ پس جہاں تک خلوص اور نیک نیّتی کا تعلق ہے۔ ہم بلا خوف تردید اس کے دعویدار ہیں۔ باقی رہی غلطی جس کا ہم ابھی تک احساس نہیں کر سکے۔ اس کا ثابت کرنا آپ لوگوں کا کام ہے محض خلوص سے خدا سے ڈر کر کامل تحقیقات کے بعد آپ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ آپ اس کا تصفیہ کر سکیں کہ آیا غلطی ہماری ہے یا آپ کی

آپ کے بعض علماء و زعماء خود ہمارے عقائد اور ایمان کو اور اس تعلیم کو جس پر ہم عمل کر رہے ہیں ہمارے مُنہ پر اس طرح توڑ موڑ کر کچھ کا کچھ بیان کر دیتے ہیں کہ حیرت ہی ہو جاتی ہے۔ اور باوجودیکہ ہم صریح طور پر اُن کو یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ ہمارے یہ عقائد نہیں ہیں وہ اسی پر باصرار قائم رہ کر ہمارے عقائد ہمارے بیان کے مطابق نہیں بلکہ اپنی منطق کے مطابق کچھ کے کچھ بیان کر دیتے ہیں۔ اور اُسی پر اپنی مخالفانہ روش کو مبنی کرتے ہیں۔ کیا یہ طریق عمل خلوص اور مخلصانہ تحقیقات کی علامت ہے؟ اور اس طریق عمل کی موجودگی میں ہم کیوں کر آپ کے علماء کے خلوص و نیک نیتی پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ اور جب علماء اپنے خلوص و نیک نیتی کو ابتداء کلام ہی میں اس طرح مشتبہ کر دیں۔ تو تا بہ پایاں کار چہ رسد! جب آپ کے علماء اتنی قوت بھی نہیں رکھتے۔ کہ ہمارے اعتقادات کو اُس طرح سے تسلیم کر کے جس طرح ہم بیان کرتے ہیں ان کی تردید یا تکذیب اور ہماری اصلاح کر سکیں۔ تو کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ اور اُنکی طفیل میں آپ خود اپنی جگہ پر اپنے اُن اعتقادات کی نسبت علیٰ وجہ البصیرت مطمئن ہیں۔ جن میں ہماری مخالفت کی جاتی ہے۔

کتنے تعجب، حیرت اور حسرت کی بات ہو گی، اگر مسلمان ہی صراط مستقیم سے بھٹک جائیں اور وہی اس ولیُّ حمید کی ربوبیت عامہ سے دور اور رحمت خاصہ سے محروم ہو جائیں۔ جو اپنی صفت "یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ"[1] کے مطابق انتشار رحمت کرتا رہتا ہے۔ یہ محرومی صرف اپنی ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ ورنہ اسکی ربوبیت عامہ اور رحمت خاصہ کا فیضان تو اس اُمت مرحومہ کے لئے اس طرح مختص ہے جس طرح ایک ماں کی محبت اپنے سب سے چھوٹے بچّہ پر سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ کیا ٹھکانہ ہے اُسکی اس رحمت خاص کا جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا خاتم الانبیاء ہادی اور قرآن جیسی مکمّل و محفوظ شریعت عطا فرما کر اُمت مرحومہ کو اس بوجھ سے ہلکا کر دیا جو اُمم سابقہ کے

---

[1] وہ (اللہ) ناامیدی کے بعد بارش برساتا اور انتشار رحمت کرتا ہے۔ یہ اشارہ ہے سورۂ شوریٰ کی ان آیات کی طرف جن میں ہمارے ربنے ربوبیت عامہ کے بیان کے ساتھ نزول انبیاء کی ضرورت ظاہر فرمائی ہے۔ (پ۲۵ ع ۴)

لئے ناقابل برداشت ہوگیا تھا جو بار بار انبیاء اور شرائع کی آمد سے تکذیب کے نکال وعذاب اور تکفیر کی لعنت میں گرفتار ہوتے رہتے تھے۔ اب سردار دو عالمؐ کی بعثت ونزول قرآن پاک کے بعد نہ کسی جدید شریعت کی ضرورت رہی نہ اُس کے لانیوالے نبی کی گنجائش۔ اُمت مرحومہ اس بارگراں سے سبکدوش ہوگئی۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا[۱]۔

لیکن اگر ایک طرف سردار دو عالمؐ کی اُمت پر یہ خاص فضل الٰہی ہے جو اس کیلئے حصن حصین کا کام دیتا ہے۔ تو دوسری طرف اسلام کے اس گلشن بے خار میں شیاطین الانس وقتاً فوقتاً فتنہ وفساد، تشتت و تفرقہ پیدا کرتے رہتے ہیں، اور جس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے گھر کے چوہے یا گھونسیں مکان کو جابجا برباد کر دیتے ہیں۔ اس لئے اُسکی اصلاح اور ترمیم کا حافظ حقیقی نے یہ انتظام کیا ہے کہ جس طرح مکان کی سالانہ صفائی اور مرمت کی جاتی ہے۔ اسی طرح ہر صدی پر مجدّدین اصلاح اُمت کے لئے آتے رہتے ہیں اور جس طرح عرصہ دراز کے بعد زمانہ کے اثر سے باغ اپنی معمولی بہار وثمرات دینے میں کمی کرنے لگتا ہے تو بالآخر ماہرین فن اس کی کانٹ چھانٹ وکھاد ومصالحہ کے ذریعہ سے اُس کو اسی سابقہ حالت پر لے آتے ہیں۔ اسی طرح کامل الفن ہدایت یافتہ مصلح (مہدی) کی خوشخبری دے کر مسلمانوں کو امیدوار کر دیا ہے۔ کہ بالآخر اس باغ سدابہار کی اس طرح اندرونی اصلاح کر دی جائے گی۔ کہ وہ پھر پہلے کی طرح عمدہ پھل دینے لگ جائیگا۔ اور یہ فرستادہ الٰہی اتنا کامل الفن ہوگا کہ گویا خود محمدؐ بن عبداللہ آمنہ کے جائے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لگائے ہوئے باغ (اُمت مرحومہ) کی اصلاح کیلئے تشریف لے آئے ہیں۔ اور اس قوت وجلال کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ کہ باغ پر چوری چھپے سے حملہ کرنے والے لٹیروں کا بھی اپنے دم قدم ونظر سے قلع وقمع کر دیں گے۔ یعنی مسیحی آپ سے اس طرح مغلوب ہو جائیں گے گویا آپ سچ مچ مسیح ابن مریم علیہما السلام ہیں۔ جن کی خیالی پرستش اس وقت تک مسیحی کر رہے ہیں۔

---

[۱] اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ مت لاد جو کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر لادا۔ (پ ۳-ع ۸)

ان حفاظتوں کے ساتھ واقعی محافظین و مصلحین کی شناخت کے لئے اگر ایک طرف کھلے کھلے معیار صداقت ہمارے ہاتھ میں دیدئے ہیں جن کا اشارہ ہم باب پنجم میں کر چکے ہیں۔ تو دوسری طرف ان کیلئے ایسے چوکی پہرے بھی لگا دئے ہیں کہ جھوٹے سچوں کی بجائے قائم نہ ہو سکیں اگرچہ گذشتہ تیرہ سو برس میں جھوٹوں نے سچوں کے لباس میں آنے کی بہت کوششیں کیں۔ لیکن آخری نتیجہ نے صدق کو کذب سے علیحدہ کر کے نمایاں کر دیا ہے۔ اس طرح مہدی اور مسیح کی بعثت اور اُن کی شناخت کا مسئلہ اگرچہ نہایت اہم اور ضروری مسئلہ ہے اور اس کے ماننے اور نہ ماننے کا اثر کفر و ایمان کے لئے فیصلہ کُن ہے لیکن اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کا یہ خاص فضل ہے۔ کہ اُس نے حق و باطل کے جانچنے اور رُشد و ہدایت کے حاصل کرنے کے لئے راستہ اتنا صاف اور آسان کر دیا ہے کہ کسی قسم کے عذر کی گنجائش بھی باقی نہیں چھوڑی۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[۱]۔

جیسا کہ ہم باب پنجم میں اشارہ کر چکے ہیں۔ قرآن پاک ہدایات و معیار صدق و کذب سے لبریز ہے۔ سُنت نبوی صلعم اور عمل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صراط مستقیم کو واضح کر دیا ہے اور علماء امّتي کانبياء بني اسرائيل[۲] نے جو کچھ اپنی رائے واقعات و اجتہاد سے اُس پر اضافہ کیا ہے وہ مزید برآں ہے۔ اگرچہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سب کا سب صحیح ہی ہو۔ کیونکہ قد يخطی و یصیب[۳] کا مصداق ہے۔ گویا وہ ایسا پانی ہے جو آسمان سے برس کر زمین میں مل گیا ہے۔ اور ارضی ردات کا اس میں کچھ نہ کچھ اثر آگیا ہے۔ اس لئے اس میں سے احتیاط کے ساتھ اصل و مصفا پانی لے کر فائدہ اُٹھاؤ۔ باقی کو چھوڑ دو۔ خذ ما صفا ودع ما كدر[۴]۔

بعض سادہ دل پاک نیت مسلمان یہ کہہ دیتے ہیں کہ بھائی ہم کیا کریں ہم کو تو علم نہیں ہے اور علماء ہم کو جو کچھ سمجھاتے ہیں وہ تمہارے بیان سے بالکل ہی مختلف ہے۔ اُن کا

---

[۱] بے شک ہدایت گمراہی کے مقابلہ میں نمایاں ہو چکی ہے (پ۳ ع ۱) [۲] میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں (حدیث) [۳] تمام فرقوں کے علماء کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ اجتہاد کرنے والا خطا بھی کرتا ہے اور صحیح اجتہاد بھی۔ [۴] جو صاف ہے وہ لے لو اور جو گدلا ہے وہ چھوڑ دو۔

یہ عذر حالات کے تو مطابق ہے۔ لیکن بارگاہ الٰہی میں قابل منظوری نہیں ہے۔ اس لئے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[1] کے مطابق ہر ایک ذمہ واری خود اُسی پر ہے۔ حشر کے دن یہ عذر نہ سُنا جائیگا کہ رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا[2]۔

پس ہر شخص جس کو یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ آنے والا منتظر آچکا ہے۔ وہ اس بات کا ذمہ وار ہے کہ اُس کی تصدیق کرے یا تحقیقات کرکے اپنی اُخروی ذمہ واری کو محسوس کرکے اس کا انکار کرے دوسروں کی تحقیقات پر اُس کا تکیہ و بھروسہ کارآمد نہ ہوگا۔ تحقیقات کی آسان ترکیب یہ ہے کہ خود مدعی پیغام الٰہی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اپنی کتابیں یا اُن کے خلفاء کی تصنیفات دیکھو اور اس طرح دیکھو کہ مخالفین نے جو کچھ اُن کتابوں سے لیکر بیان کیا ہے اُس کی اصلی حقیقت واضح ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ مخالفین کی مقتبسہ عبارت کس سلسلہ بیان میں واقع ہوئی ہے۔ اور کل بیان کا کیا منشاء و مفاد ہے۔ اور مدعی کے پورے بیان کے لحاظ سے اُس کے کیا عقاید ظاہر ہوتے ہیں آیا وہ عقائد اسلامی ہیں یا غیر اسلامی۔ اگر عقائد صحیحہ مطابق اسلام ثابت ہوں۔ تو اُس کے بعد اس کی کتابوں سے اُس کی تعلیم کو دیکھو اور یہ معلوم کرو کہ آیا یہ تعلیم صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر اس کی نسبت اطمینان ہو جائے تو پھر اس کی صحبت یافتہ جماعت کو دیکھو کہ وہ اُس کی تعلیم پر کس طرح عمل کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ خود بخود ایسے نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔ جو آپ کو مطمئن کر دے گا۔ اور اس طرح تحقیقات کرنے کے بعد آپ اپنی ذمہ واری سے جو خدا کی جانب سے آپ پر عائد کی گئی ہے عہدہ برآ ہو سکیں گے۔ ورنہ یاد رکھو کہ کلام الٰہی وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا ۝ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَہَا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی[3] تم پر پورا ہو جائے گا۔

---

[1] کوئی کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا (پ۱۵ ع ۲) [2] اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی بات مان کر ایسا کیا ہے۔ پس اُنہوں نے ہم کو سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا ہے (پ۲۲ ع ۵)

[3] اور جس نے ہماری یاد سے مُنہ پھیرا تو اس کے لئے تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے دن ہم اُسکو اندھا کرکے اُٹھائیں گے۔ وہ کہیگا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کرکے کیوں اُٹھایا میں تو سُوجاکھا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیگا اسی طرح (ہونا چاہیئے تھا دنیا میں) ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں تُو نے اُن کو بُھلا دیا اور اسی طرح آج ہم بھی تجھ کو بُھلا دیتے ہیں (پ۱۶ ع ۱۶)

ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی و دلائل عقائد و تعلیم کو گذشتہ ابواب خصوصاً باب چہارم میں اختصار کے ساتھ لیکن بوضاحت بیان کر دیا ہے۔ تفصیل کیلئے آپ ہمارے سلسلہ کی مبسوط کتابیں دیکھ سکتے ہیں۔ مثلاً حقیقۃ الوحی۔ کشتی نوح۔ ازالہ اوہام۔ اربعین۔ تحفہ گولڑویہ۔ تریاق القلوب۔ نزول المسیح۔ شہادۃ القرآن۔ انجام آتھم۔ الوصیت وغیرہ تصنیفات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد و تعلیم کو آپ مختصر الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ اُن کے عقائد تعلیمات وہی ہیں جو اہل سُنت والجماعت کی ہیں۔ آپ کا اپنا عمل قرآن، سُنت و حدیث پر تھا۔ اور اگر کوئی بات جو احادیث و سُنت میں نہ مل سکے تو اس کے لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر عمل کرنے کی ہدایت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کی نسبت آپ جو چاہیں بعد تحقیقات کے نتیجہ اخذ کریں لیکن مسیح موعودؑ کے دعاوی کے سوائے بقیہ عقائد و تعلیم میں اہل سُنت والجماعت سے آپ مطلقاً کوئی فرق نہ پائیں گے۔ آپ کے دعاوی مسیحیت و مہدویت کو صاف اور صحیح طریقہ پر جانچنے کی بہت ہی کم کوشش کی جاتی ہے خصوصاً زیر جواب رسالہ "قادیانی مذہب" میں اس جانب رُخ ہی نہیں کیا گیا اور زیادہ تر زور اس پروپیگنڈے پر صرف کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اور چونکہ ختم نبوت کا مسئلہ زبان زد عام ہے، اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کا غلغلہ ہی احمدیت سے نفرت کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ ہم نے اس جواب میں اس مسئلہ پر باب دوم میں بحث کر کے واضح کر دیا ہے کہ ہم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جس طرح دوسرے فرق اسلامیہ اس لفظ کی تفسیر و ترجمہ یا تاویل کرتے ہیں اُسی طرح بلکہ اس سے کمتر ہم بھی اس کی تاویل کے قائل ہیں اور ہماری تاویل بہ نسبت دوسرے فرقوں کی تاویل کے زیادہ قرین عقل و ادب ہے۔ باقی رہا ختم نبوت کا خیال۔ وہ ایک ایسا خیال ہے جو بظاہر بنی اسرائیل سے منتقل ہوا ہے۔

بنی اسرائیل جس قسم کی متمرد قوم تھی وہ ظاہر ہی ہے چنانچہ قرآن پاک سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے پہل اسی قوم نے "نبوت" کو ختم کر دینے کا

اعلان کر دیا تھا۔ گویا وہ پہلے ہی قدم پر رحمت خاصہ و ربوبیت عامہ کے فیضان سے آپنے آپ کو مستغنی خیال کرنے لگی تھی۔ چنانچہ سورۂ مومن میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرد مومن کی زبان سے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۝ ۙ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝[۵۱]

ان آیات کو بار بار پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ یہود کو ان کی اس حماقت پر کس طرح شرمندہ کیا گیا ہے۔ کہ تم تو نبوت سے اس قدر بیزار ہو کہ جب نبی (یوسف علیہ السلام) آیا تو اس کے نشانات وصداقت میں شک ہی کرتے رہے۔ آکر چلا گیا تو آئندہ کے لئے یہ اصول بنالیا کہ چلو اب چھٹی ہوگئی۔ آئندہ کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اس طرح شک میں پڑے رہتے اور زیادتی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو گمراہی میں رہنے دیتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو خدا تعالےٰ کی آیات میں بغیر کسی معقول و قطعی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں جو اللہ اور ایمان والوں کے نزدیک سخت ناپسندیدہ چیز ہے۔ اس کے بعد عام اصول بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح متکبر اور جبار قلوب پر مُہر لگا دیتا ہے (استغفر اللہ) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا[۵۲]۔

پس یہ خیال کہ نبوت ختم ہوگئی کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ یہودیوں نے ابتداء ہی سے اس خیال کو رائج کیا ہے یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی انہوں نے یہ عقیدہ بنا لیا تھا کہ ”اَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَ مُوْسٰى“[۵۳]۔ (مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۱۷)

---

[۵۱] بے شک اس سے پہلے (یوسف علیہ السلام) تمہارے پاس کھلے نشانات کے ساتھ آئے تو تم اس کی باتوں میں شک ہی کرتے رہے یہاں تک کہ جب وہ وفات پاگئے تو تم نے کہا کہ اب اللہ اور کوئی نبی نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ گمراہی میں رہنے دیتا ہے اُن کو جو زیادتی اور شک کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی آیتوں کے بارے میں بغیر کسی قطعی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں یہ بہت ناراضگی کی چیز ہے۔ اللہ اور مومنین کے نزدیک۔ اسی طرح (ان جرموں کی پاداش میں) مُہر کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک متکبر اور جبار قلب پر (پ ۲۴ ع ۹) [۵۲] اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت پانیکے بعد ٹیڑھے نہ ہونے دیجیو (پ ۳ ع ۹) [۵۳] موسیٰ کے بعد نبی نہیں ہوگا (مسلم الثبوت صفحہ ۱۷)

سورۂ جن و احقاف دونوں میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل اُمت بنی اسرائیل میں یہ خیال تھا کہ اب کوئی نبی یا کتاب نہیں آئیگی۔ چنانچہ سورۂ جن کے الفاظ یہ ہیں:۔ "وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا"[۵۱]۔

اور سورۂ احقاف کے الفاظ اسی قوم جن کی زبان سے حکایتاً اس طرح ادا کئے گئے ہیں:۔
قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ[۵۲]۔ اسی طرح مسلمان بھی حدیث لَا نبی بعدی کی غلط طور پر آڑ لیکر یہودیوں کے ہم عقیدہ ہو گئے کہ اب نبوت ختم ہو گئی۔ اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اگر آئیگا بھی تو اُمت محمدیہ سے نہیں اُمت اسرائیلیہ سے آئیگا۔ حالانکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے معنے سمجھانے کے لئے حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا کہ:۔ قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ[۵۳]"۔ (تکملہ مجمع البحار طاہر گجراتی ص۸۵)
اس لئے علمائے ربانیین نے اس حدیث کی توضیح میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث صرف نبی تشریعی کی آمد کو مانع ہے جس کا ذکر ہم باب دوم میں کر آئے ہیں۔

پس اس طرح سے یہ خیال کہ اسلام میں نبوت ختم ہو گئی اسرائیلیت کا اثر ہے۔ کیونکہ کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں ملتی جس سے ظاہر ہو کہ نبوت فی نفسہٖ من کل الوجوہ اُمت مرحومہ میں بند کر دی گئی ہے۔ قرآن پاک میں آپ کو صرف خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ سو اس پر ہمارا ایمان ہے اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔ چنانچہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونیوالے ہر شخص کو حضرت امام جماعت احمدیہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ "میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرونگا" ہاں خاتم النبیین کے مفہوم کے متعلق ہم یہ

---

۵۱ اور انہوں نے گمان کیا جیسا کہ تم گمان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اب کوئی رسول نہیں بھیجے گا (سورۂ جن)

۵۲ انہوں نے کہا اے ہماری قوم ہم وہ کتاب سُن کے آئے ہیں جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے اور پہلے کی سب باتوں کی تصدیق کرتی ہے۔ حق کی طرف اور سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ (پ۲۶ ع ۴)

۵۳ کہو کہ نبی کریم خاتم الانبیاء ہیں اور نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (حدیث)

کہتے ہیں کہ دوسری تمام نبوتیں ختم ہوگئیں۔ اُمت محمدیہ میں صرف محمدی نبوت باقی رکھی گئی ہے۔
یعنی رسول مقبول صلعم کی اپنی نبوت ہی باقی ہے۔ اور آپ کے تبع آپ کے ورثہ کے طور پر اس مقام کو
حاصل کرسکتے ہیں۔ اس لئے وہ اُمتی نبی ہوسکتے ہیں۔ البتہ کوئی صاحب شرع جدید نبی نہیں آسکتا۔
جو شریعت محمدیہ و نبوت محمدیہ کو منسوخ کرکے اپنی نبوت چلائے۔ اور ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔
کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان نبوت اب باقی نہیں رہا۔ اور آپ کی اتباع کی
بدولت آپ کی اُمت میں مقام نبوت اب کسی کو نہیں مل سکتا۔ یہ غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالٰی
تو ہم کو روزانہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ
وہ نماز ہی نہیں جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ اور سورۃ فاتحہ میں ہم کو اِھْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ[1] کی دعا سکھلائی گئی۔ کونسی صراط مستقیم۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ
عَلَيْهِمْ[2] وہ صراط جس پر چلنے والوں پر تُو نے انعام فرمایا ہے۔ کیا انعام وہ انعام جس کا
ذکر سورۂ نساء کی آیات میں ہے :۔

"اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ"[3] پ ۵ ع ۶۔
یعنی اللہ تعالٰے نے انبیاء، صدیق، شہداء، صالحین پر انعام کیا ہے۔ پس سورۃ فاتحہ کے روزانہ
پڑھنے کے یہ معنے ہوئے کہ ہر مومن اللہ تعالٰے سے روزانہ کئی کئی بار ان مقدس گروہوں میں داخل
ہونے کی استدعا کرے۔ اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ اگر دعائے مذکور کے تمام شرائط پورے
اور مکمل ہوجائیں تو اللہ تعالٰی اُس کو قبول کرتا ہے اور اُمت محمدیہ میں سے لاکھوں کی دعائیں قبول کی
گئی ہیں۔ کوئی شہداء میں داخل ہوا ہے کوئی صدیقین میں تو کوئی صالحین میں۔ اسی طرح کوئی نہ
کوئی شخص مقام قرب (نبوت) پر پہنچ سکتا ہے۔ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ)[4]
اور یہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اُمتِ محمدیہ کی عزت و عظمت ہے کہ وہ اپنے
نبی کے فیضان سے الٰی یوم القیامت فیضیاب ہوتی رہیگی۔ اور اس میں کسی کا کیا نقصان ہے۔
کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت ہی مقام نبوت تک پہنچ جائے۔ اور آپ

---

[1] ہم کو سیدھے راستہ کی رہنمائی کر۔ [2] ان لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام کیا [3] جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی
نبی، صدیق، اور شہید اور صالحین لوگ۔ [4] یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے وہ دیتا ہے (سورۂ جمعہ)

کی ساری روحانی آل و اولاد اس عزّت کو حاصل کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے ہی لوگوں کو جو نبوت جیسی نعمت کو عام نہیں کرنا چاہتے تھے فرماتے ہیں کہ :۔

"اے کاش یہوواہ کے سارے بندے نبی ہوتے اور یہوواہ اپنی رُوح ان سب میں ڈالتا" (گنتی باب ۱۱ آیت ۲۹)

یہ تو بڑی خوشی اور فخر کا مقام ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام، غلام ہو کر آپ کے تابعدار و خادم رہ کر، آپ کے نام لیوا رہ کر اس عزّت کو حاصل کریں۔ البتہ بے عزّتی اس میں ہے کہ آپ کی اُمّت کے کسی فرد کے سوا کوئی غیر قوم کا نبی آپؐ کے بعد آئے اور آپؐ کے غلاموں پر حکومت کرے۔ ہم تو اس بے عزّتی اور بے غیرتی سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ اسی لئے خود حضرت مسیحؑ ابن مریم اسرائیلی نبی کی آمد سے قطعاً منکر ہیں۔ ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمّرم + گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

پس ہماری نسبت یہ مشہور کرنا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے منکر ہیں۔ ایک صریح افتراء اور اتہام ہے اور ہم کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ وہ ایسے مفترین کو بھی بغیر رُسوا کئے نہ چھوڑے گا۔ اس اتہام اور الزام سے برأت کے بعد حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی کا دعویٰ مسیحیت و مہدویت براہ راست قابل تحقیق و تنقید ہو جاتا ہے۔ اور ہم نے گذشتہ ابواب میں ان دعاوی و دلائل کو واضح کیا ہے۔ ان دعاوی و دلائل کو پیش نظر رکھ کر یہ امر ناظرین کے لئے قابل غور ہے۔ کہ آج کل مسلمانوں کی عام و اغلب حالت مذہبی اور سیاسی دونوں پہلوؤں سے کیا سے کیا ہو گئی ہے۔ اور آیا زمانہ اس بات کا مقتضی ہے یا نہیں کہ مسلمانوں کی اندرونی و بیرونی اصلاح کے لئے خدا کی جانب سے کوئی انتظام کیا جائے؟ اگر زمانہ کسی مصلح کو پکار رہا ہے تو آپ کا کام ہے کہ اُٹھیں اور اُس کو تلاش کریں۔ زمانہ کی پکار کے سننے اور سمجھنے کے کئی طریقے ہیں۔ آسمان بھی ندا دیتا ہے اور زمین بھی پکار رہی ہے۔ آسمانی ندا اجرام فلکی سے۔ اور زمینی ندا نجوم الارض (علماء شعراء مفکرین) سے آ رہی ہے۔ اجرام فلکی کی ندا میں سب سے زیادہ قابل سماعت وہ صدا اجرام فلکی ہے۔ جس کی نسبت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ بعثت مہدی و مسیح کے متعلق بایں الفاظ پیشگوئی فرمائی تھی "اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَ

تَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ۔" (دارقطنی ص۱۸۸) کہ ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں اور یہ صداقت کے نشان کسی کے لئے جب سے دُنیا بنی ہے ظاہر نہیں ہوتے۔ رمضان میں چاند کو (چاند گرہن کی راتوں میں سے) پہلی رات کو اور (سورج گرہن کے دنوں میں سے) درمیانے دن کو سورج گرہن لگے گا۔ چنانچہ یہ گرہن رمضان ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں لگا۔ اور یہ پیشگوئی لفظ بلفظ پُوری ہو گئی ؎

اس کے بعد اب زمانہ حال میں دوسرے اجرام فلکی کی ندا کے متعلق لاہور کے انگریزی اخبار "ٹربیون" کی ۸۔جولائی ۱۸۹۹ء کی اشاعت کو دیکھئے جس میں ایک نجومی نے ایک مضمون شائع کرایا تھا جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔ اخبار مذکور کے مضمون کی مصدقہ نقل بھی ہم نے حاصل کر لی ہے جو ہمارے پاس محفوظ ہے۔ انگریزی عبارت لکھنے میں لیتھو کی طباعت میں کچھ دشواری بھی ہے اس لئے ہم اُردو ترجمہ درج کرتے ہیں:۔

"سنہ ۱۹۰۰ء سے ایک نئے دور کی ابتداء ہوتی ہے۔ سنہ ۱۸۹۰ء سے سنہ ۱۹۰۰ء تک ایک بڑے دَور کا خاتمہ ہوتا ہے جس کے ختم پر آفتاب ایک نئے بُرج میں داخل ہوتا ہے۔ یہ واقعہ قریباً ۲۱۶۰ سال میں ایک دفعہ ہوتا ہے۔ اور اس کا نظام شمسی پر ہمیشہ گہرا اثر پڑتا ہے ایسے موقعہ پر ستارے ایک جا جمع ہوتے ہیں اور اس طرح اُن کا جمع ہونا زمین پر بڑا اثر ڈالتا ہے۔ صحیح علم تاریخ کی رُو سے جب پچھلی دفعہ زمین ایک نئے بُرج میں داخل ہوئی تھی تو مسیح پیدا ہوئے تھے۔ حقیقت میں سنہ عیسوی ہمارے موجودہ حساب سے ۱۶۰ سال بعد شروع ہوا۔ یعنی جس کو ہم ۱۶۰ عیسوی کہتے ہیں وہ اصل میں سنہ عیسوی کا پہلا سال تھا۔ ہندوؤں کے فن تاریخ کے لحاظ سے جب آفتاب مسیح کی پیدائش سے پہلے نئے بُرج میں داخل ہوا تھا۔ تو اُس وقت کرشن پیدا ہوئے تھے۔

علم دقائق کے کچھ محققین کا اس پر اصرار ہے کہ ۱۹۰۰ء میں کلمۃ اللہ کا ایک نیا ظہور اور زمین پر خدا کا ایک نیا اوتار ہو گا جو انسانیت کیلئے وہ کچھ کریگا جو مسیح نے اپنے زمانہ میں کیا۔ محققین بتلاتے ہیں کہ ہر ۲۱۶۰ سال بعد ایک نیا بُدھ یا مسیح پیدا ہوتا ہے جو دنیا کو ایک اعلیٰ زندگی کے لئے بیدار کرتا ہے اور لوگوں کو وہ اعلیٰ علم دیتا ہے۔ جو صدیوں تک صرف چند لوگوں میں

محدود ہوتا ہے۔"

پس اسی طرح آسمانی ندائیں تو آچکیں۔ حضرت ختمی مآب کی لسان نبوت سے اسکی تصدیق ہو چکی۔ زمانہ موجودہ کے نجومی اس کی تصدیق کر چکے۔ اس کے بعد زمینی صداؤں کو سُنیئے! مگر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سچ مچ انسانی صدا کے سوا اور کوئی غیر معمولی صدائیں زمین سے بلند ہوں گی؟ اگر ایسا ہو گا تو آپ اس کو سمجھیں گے کیسے؟ زمانہ کی پکار کے یہی معنی ہیں کہ زمانہ کے لوگ بے اختیار ہو کر پکار اُٹھیں کہ اب وہ زمانہ آگیا جس کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ چنانچہ اب ایسا ہی ہو رہا ہے ہر شخص کا دل نہ صرف اس پکار کو سنتا ہے بلکہ خود پکار رہا ہے کہ اب مسیح و مہدی کو آجانا چاہیئے چنانچہ علماء و مشائخ صدیوں سے مسیح و مہدی کا شدید انتظار کرتے آئے ہیں۔ اور اپنے انتظار کو چودھویں صدی ہجری نبوی صلعم تک محدود کر دیا ہے۔ نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم نے اپنی کتاب حجج الکرامہ کے صفحات ۳۹۲ تا ۳۹۵ پر اس کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ "بخاطر میرسد کہ شاید بر سر صد چہار دہم ظہور وے اتفاق افتد" اور اس کے قبل ۳۹۴ کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ:۔

"پس تواں گفت کہ دہ سال از مائتہ ثالث عشر کہ باقی است ظہور کند یا بر سر صد چہار دہم"

اس کے بعد صفحہ ۳۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"بالاجمال ایں قدرے تواں گفت کہ زمانہ فاطمی منتظر قریب الحصول و مرجو القرب است زیرا کہ ہر آئندہ نزدیک و ہر فائت بعید مے باشد و وقوع امارات صغریٰ بجمیعہا و تغیر عظیم عالم و اہل عالم و ضعف تام اسلام و رفع علم و شیوع جہل و کثرت فسق و فجور و بغض و حسد و حُبّ شدید مال و قصر ہمت در تحصیل اسباب معاش و ذہول کلّی از دار آخرت و ایثار کامل دنیا بر اخری امارت جلیہ و علامات بیّنہ قرب زمان ظہور اوست"

نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۶۵ پر حضرت امام مہدی کے شوق انتظار میں روایت ابن عباسؓ کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"من اولیٰ ترم بایں تمنّا از طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ زیرا کہ زمان وے از زمان ظہور فاطمی موعود بعد تمام داشت و زمانہ من انشاء اللہ ہمعنان زمانہ اوست اگرچہ تعین وقت صحیح نشدہ اما لابد اقرب است از زمان وے و کل ما ہو آت قریب"

یہ وہ پکار ہے جو علماء اور مشائخین کی زبان سے بلند ہوئی ہے۔ اس کے بعد شعراء کی پکار بھی سن لو۔

مسلمانوں کے مشہور قومی شاعر مولانا حالی نے اب سے بہت عرصہ پہلے قومی جذبات و تشنگی وطلب کا اظہار اس طرح کیا ہے:۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقراء ہے

وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اُس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

وہ دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اُس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے

جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکماء کے
وہ عرضۂ تیغ جہلا و سفہاء ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

جس قصر کا تھا سر بفلک گنبدِ اقبال
ادبار کی اب گونج رہی اس میں صدا ہے

روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج
بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے

فریاد ہے اے کشتیٔ اُمت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

کر حق سے دُعا اُمتِ مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دُعا تیری کہ مقبولِ خُدا ہے

(مسدس حالی)

آپ اپنے موجودہ مسلمہ فلاسفر و قومی شاعر ڈاکٹر سر اقبال کی پکار بھی سنئے۔ وہ اپنی حالیہ تصنیف "ضربِ کلیم"

میں کہتے ہیں کہ :۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے + صنم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ

یعنی مسلمانوں سے ایک خلیل اللہ پیدا ہوگا جس کی تلاش اور جس کا انتظار موجودہ زمانہ کر رہا ہے۔

یہ تو مسلّمہ قومی شعراء تھے۔ غیر مسلّمہ قومی شعراء میں سے بھی بعض کے چیخ و پکار کے نمونے ملاحظہ ہوں :۔

اخبار "وطن" لاہور مئی ۱۹۱۲ء کی اشاعت میں ایک نہایت اضطراب انگیز نظم شائع ہوئی تھی۔ جس کا مطلع تھا :۔

یا صاحب الزمان بظہورت شتاب کُن

عالم زدست رفت تو پا در رکاب کُن

اخبار "زمیندار" مورخہ ۹۔ مارچ ۱۹۲۵ء میں "ایک مصلح کی آمد" کے عنوان سے ایک نظم شائع ہوئی تھی جس کے خاتمہ کا شعر یہ تھا :۔

آنے والے آ۔ زمانے کی امامت کے لئے

مضطرب ہیں تیرے شیدائی زیارت کے لئے

حال کے دو اور شعراء کی قومی پکار کو سُن لیجئے۔ جو اخبار "الفضل" مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئے ہیں :۔

ہم خدا سے دُعا کریں کیونکر — مُنہ کہاں ہائے مُنہ دکھانے کا

اب غرض یہ ہے اس کہانی سے — اور یہ مطلب ہے اس فسانے کا

کیجئے اب دعا کہ اے مالک — آچکا جو غضب تھا آنے کا

ہو چکا امتحان صبر و رضا — اب نہیں وقت آزمانے کا

بھیج اب امام مہدی کو — یا طریقہ بتا بُلانے کا

اے امام الزمان! کہاں ہیں آپ — کچھ پتہ دیجئے ٹھکانے کا

اب نہ آئیں گے آپ تو کوئی — اس کی بگڑی نہیں بنانے کا

جلد آ جائیے جو آنا ہے — اب کب آئیگا وقت آنے کا

دیکھئے اک جہان ہے مشتاق آپ کو آنکھوں پر بٹھانے کا
یہ تمنا جو کر رہا ہے عرض ہے غلام آپ کے گھرانے کا

(تمنا عمادپوری)

آنیوالے عجب انداز عجب شان سے آ نئے اعجاز دکھلانے نئے سامان سے آ
تیرا اجلال جو تکلیف نہ فرمائے گا پیکر مہدی موعود میں کون آئے گا

(سیماب)

نجومی و علماء و شعراء کے افکار آپ نے ملاحظہ فرمالئے۔ اب مسلمانوں کی موجودہ حالت کے متعلق اخبار نویسوں کے خیالات بھی دیکھ لیجئے :۔

"زمیندار" مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مسلمانان ہند کو مخاطب کرکے تحریر فرمایا گیا ہے کہ :۔

"تم کہلاتے تو میری اُمت ہو مگر کام یہودیوں اور بُت پرستوں کے کرتے ہو تمہارا شیوہ وہی ہو رہا ہے جو عاد اور ثمود کا تھا۔ کہ رب العالمین کو چھوڑ کر بعل، یغوث، نسر اور یعوق کی پرستش کر رہے ہو۔ تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو میری توہین کرتے ہیں۔"

اخبار "البشیر" اٹاوہ دسمبر ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ :۔

"بعثت پیغمبر آخر زمان کے قبل عیسائیوں اور یہودیوں میں جو فرقہ بندی تھی۔ اُس کی تاریخ اُٹھا کر پڑھو۔ اور پھر آج کے علماءِ اسلام کا اُن سے مقابلہ کرو۔ تو صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ آج بہت سے علماءِ اسلام کی جو حالت ہے ۔ وہ فوٹو ہے اُس زمانہ کے علماءِ یہود اور نصاریٰ کا۔"

اخبار "الجمعیۃ" ۱۴۔ اپریل ۱۹۲۶ء لکھتا ہے کہ :۔

"دفعتہً پردہ اُٹھ گیا، دنیا کو صاف نظر آگیا کہ اُمت مسلمہ اگر کسی مجتمع شیرازہ اور کسی بندھی ہوئی تسبیح کا نام ہے تو آج صحیح معنوں میں اُمت مسلمہ ہی موجود نہیں ہے مگر منتشر اوراق ہیں۔ چند بکھرے ہوئے دانے ہیں۔ چند بھٹکی ہوئی بھیڑیں ہیں جن کا نہ کوئی ریوڑ ہے نہ گلہ بان۔"

اخبار "وطن" مورخہ ۱۳۔ جون ۱۹۳۰ء کا یہ جملہ قابل ملاحظہ ہے کہ :۔

"مسلمانوں کی موجودپستی وتباہ حالی اور درماندگی کا سبب یہ ہے۔کہ وہ اپنے مذہب سے روز بروز بیگانے ہوتے جاتے ہیں۔اُن کے اعمال بے حد خراب ہوگئے ہیں۔اُن کے اخلاق پست ہیں۔اور صحیح اسلامی تعلیم سے مطلقاً بے خبر ہیں"

اخبار "مدینہ" بجنور ۲۱۔ دسمبر ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ :۔

"آج کل مسلمانوں کی حالت کیا ہے۔اس کا سطحی خاکہ مختصر یہ ہے۔کہ وہ اُمور جن کا مذہب سے دُور کا تعلق نہیں۔ان پر جان دینا شہادت سمجھتے ہیں۔مگر جہاں اسلام کی حقیقت مٹی جارہی ہو۔اس کے متعلق کوئی زبان تک نہیں ہلاتا۔اس وقت مسلمان جس قدر تعلیم نبویؐ اور اخلاق حمیدہ اور اُسوہ حسنہ سے بے بہرہ ہیں اور بدعت اور شرک وکفر اور نفاق ومظالم ومعاصی میں گرفتار ہیں۔اس کا بیان کرنا ضروری نہیں۔شر وفساد، جھوٹ وفریب، دغابازی، مکاری، حرامکاری غرضیکہ کونسی بُرائی ہے جو ہم میں نہیں ہے۔پھر طرفہ یہ کہ ہم اپنے آپ کو ایسی ذات سے وابستہ کریں جس کے ہم پیرو نہیں ہیں۔ہم کو دعوٰی ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔لیکن ہمارے کام مسلمانوں کے نہیں"

یہی اخبار یکم دسمبر ۱۹۲۱ء کی اشاعت میں لکھ چکا ہے۔کہ شاہ نعمت اللہ ولی کی نظم کے ایک شعر کے مطابق الفاظ "کُنۡتُ کَنۡزاً" سے بقاعدہ جمل ظہور مہدی کا زمانہ ۱۳۴۰ء ظاہر ہوتا ہے۔اور حالت موجودہ میں اس بات کی سختی سے ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ امداد غیبی کا بہت جلد ظہور ہو ؂

یہ تو ہندوستان کے علماء واخبارات کی پکار ہے۔ہندوستان کے باہر کے علماء مصروشام کے خیالات سماعت فرمائیے۔دہلی کے مشہور "صوفی" اخبار نویس خواجہ حسن نظامی صاحب نے ممالک اسلامیہ کے علماء مشائخین کی توقعات نسبت ظہور مہدی علیہ السلام کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ:۔

"ممالک اسلامیہ کے سفر میں جتنے مشائخ اور علماء سے ملاقات ہوئی میں نے اُنکو

امام مہدی کا بڑی بیتابی سے منتظر پایا۔ شیخ سنوسی کے ایک خلیفہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اسی سنہ ۱۳۳۰ھ میں امام ممدوح ظاہر ہو جائیں گے۔"

(اہلحدیث ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء بحوالہ اخبار "فاروق" مورخہ ۷۔ جون ۱۹۳۶ء)

علامہ رشید رضا اپنی کتاب "الوحی المحمدی" کے صفحہ ۱۹۴ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ان الاسلام لیس له زعامة والاجماعات تبث دعوته ولا دولت تقیم احکامه وتنفذ حضارته بل صار المسلمون فی جملتهم حجة علی الاسلام وحجابا دون نوره۔"

"یعنی اسلام کے لئے آج نہ قائد ہے نہ ایسی جماعتیں ہیں جو اس کی اشاعت کر رہی ہوں۔ اور نہ ہی کوئی حکومت اس کے احکام کو قائم اور اس کے تمدن کو نافذ کر رہی ہے بلکہ مسلمان فی الجملہ اپنے حالات کی بناء پر اسلام کے خلاف دلیل بن رہے ہیں۔ اور اس کے نور سے روکنے کا ذریعہ۔"

اسی طرح علامہ امیر شکیب ارسلان اس سوال کا جواب دیتے ہوئے۔ کہ مسلمان کیوں دوسری قوموں سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس کی ذمہ واری علماء پر ڈالتے ہوئے علماء وقت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اتخذوا العلم مهنة للتعیش وجعلوا الدین مصیدة للدنیا فسوغوا للفاسقین۔ من الامراء اشنع موبقاتهم واباحولهم باسم الدین خرق حدود الدین هذا والعامة المساکین مخدوعون بعظمة عمائم هؤلاء العلماء وعلو مناصبهم یظنون فتیاهم صحیحة وآراهم موافقة للشریعة والفساد بذلك یعظم ومصالح الامت تذهب والاسلام یتقهقر والعدو یعلو ویتنمر کل هذا اثمه فی رقاب هؤلاء العلماء۔"

یعنی انہوں نے علم کو معشیت کا ذریعہ اور دین کو دنیا کمانے کا آلہ بنا لیا ہے۔ اسی سے بدکار امراء کے لئے دین کے نام پر ان بدکاریوں کو جائز قرار دیا۔ اور دین کی حدود کو

توڑا۔ درآنحالیکہ عام لوگ ان علماء کی پگڑیوں کی بڑائی۔ اوران کے بلند مقامات
سے دھوکہ خوردہ ہیں۔ وہ ان کے فتوے کو صحیح اور ان کی آراء کو اسلامی
شریعت کے مطابق سمجھتے ہیں۔ اس طرح سے روز بروز فساد بڑھ رہا ہے
ور مسلمانوں کے فائدہ بخش امور ضائع ہو رہے ہیں۔ اسلام کا قدم تنزل
کی طرف جا رہا ہے۔ اور دشمن غالب ہو کر دلیر بن رہا ہے۔ اس تمام
حالت کا گناہ ان علماء کی گردن پر ہے۔"

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل ایڈیٹر اخبار "السیاستہ" قاہرہ اپنی کتاب "حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے دیباچہ کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ :۔

"لقد تراکم ھذا الجھل علی مر القرون وقامت لہ فی نفوس الاجیال تماثیل واوثان یحتاج تحطیمھا الی قوت روحیۃ کبریٰ کقوۃ الاسلام اول ظھورہ"

کہ جہالت صدہا سال سے انسانی دماغوں پر مسلط ہو چکی ہے اور اس کے مجسمے اور
بت انسانی قلوب میں اس مضبوطی سے گڑ چکے ہیں۔ کہ ان کے پاش
پاش کرنے کے لئے بہت بڑی روحانی قوت کی جیساکہ ابتدائے اسلام میں
ظاہر ہوئی تھی ضرورت ہے۔"

علامہ طنطاوی جوہری سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کے صہ ۳۹ میں لکھتے ہیں کہ :۔

"واعلم ان ھذا الزمان ھو الصالح لظھور المقصود من القرآن فی بلاد الاسلام"
کہ یہی زمانہ دنیائے اسلام میں قرآن کے حقیقی مقصود کے ظہور کیلئے مناسب زمانہ ہے۔"

زمانہ کی اس حالت وضرورت اور مصلح کی طلبی کیلئے عام پکار کو پیش نظر رکھکر حضرت عیسٰی ابن مریم علیہما السلام کی اس زجرو توبیخ کو ملاحظہ فرمائیے جو آپ نے اپنی بعثت کے وقت علماء یہود کو فرمائی تھی :۔

"شام کو تم کہتے ہو کھلا رہے گا کیونکہ آسمان لال ہے۔ اور صبح کو یہ کہ آج
آندھی چلے گی۔ کیونکہ آسمان لال اور دھندلا ہے۔ تم آسمان کی صورت میں تو تمیز
کرنی جانتے ہو مگر زمانوں کی علامتوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔"

(متی باب ۶ آیت ۲ و ۳)

"جب بادل پچھم سے اُٹھتے دیکھتے ہو۔ تو فوراً کہتے ہو کہ مینہ برسے گا۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور جب تم معلوم کرتے ہو کہ دکھنا چل رہی ہے۔ تو کہتے ہو کہ لو چلے گی۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ اے ریاکارو! زمین اور آسمان کی صورت میں تو امتیاز کرنا تمہیں آتا ہے۔ لیکن اس زمانے کی بابت امتیاز کرنا کیوں نہیں آتا۔ اور تم اپنے آپ ہی کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے کہ واجب کیا ہے۔" (لوقا $\frac{12}{53 \text{ تا } 58}$)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان اقوال کے مطابق زمانہ کی موجودہ حالت دیکھ کر آپ خود کوئی حکم لگائیے کہ زمانہ کیا چاہتا ہے۔ آیا یہ چاہتا ہے کہ بارگاہ الٰہی سے مسلمانوں کیلئے کوئی مدد آئے یا یہ چاہتا ہے کہ بمصداق "کوڑھ میں کھاج" کوئی مزید فتنہ پیدا کیا جائے؟

اب سے نہیں صدیوں سے مسیح و مہدی کا انتظار رہا ہے ایسا انتظار کہ بزرگان دین نے اُنکی خدمت کیلئے دعائیں اور آرزوئیں کی ہیں۔ خصوصاً اس زمانہ میں منتظرین کا یہ انتظار اشد من الموت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اور اُنکی آمد کے شوق میں مسلمان مفکرین اور علماء پکار اُٹھے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی اصلاح اب اسی میں ہے کہ کوئی دینی مرکز و عمارت ایسی قائم ہو جس پر جملہ مسلمان متحد ہو سکیں۔ اس شوق میں مختلف صوبوں میں امارتیں قائم ہوئیں اور ٹوٹیں جس طرح پنجاب میں پیر جماعت علی شاہ صاحب اور دوسرے بزرگوں کا حشر ہُوا۔ بہار میں اگرچہ ابھی تک برائے نام امیر شریعت کا عہدہ باقی ہے۔ مگر وہ اپنا سارا اثر و جذب کھو چکا ہے۔ ان امارتوں کا قیام امام مہدی و مسیح موعود کے انتظار میں اس دیوانگیٔ عشق کو ظاہر کرتا ہے۔ جو مجنوں سے لیلیٰ کے فراق میں ظاہر ہوئی تھی کہ اپنے تسکین قلب کے لئے وہ زمین پر بار بار لیلیٰ کا نام لکھ کر مٹاتا رہتا تھا۔

دید مجنوں را یکے صحرا نورد[1]	در بیابان غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود و انگشت آں قلم	مے نویسد بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنوں تو شیدا کیستی	مے نویسی نامہ بہر کیستی
گفت مشق نام لیلیٰ میکنم	خاطر خود را تسلی مے دہم

[1] جنگل میں چلنے والے ایک شخص نے مجنوں کو دیکھا کہ وہ اکیلا جنگل میں غمگین بیٹھا تھا۔ ریت کو کاغذ اور انگلی کو قلم بنا کر کسی کے نام تحریر لکھ رہا تھا۔ اس شخص نے کہا اے مجنوں تو کس پر فریفتہ ہے کس کو خط لکھ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں۔ اور اپنے دل کو اس طرح تسلی دے رہا ہوں ۔

یہی حال مسلمانوں کا آج کل مہدی و مسیح موعود کے شوق کے انتظار میں ہو رہا ہے۔ کہ اُن کے شان و عہدہ کی نقل کر کے ہر صوبہ میں امارت شریعت قائم کرتے ہیں اور خود ہی مٹا دیتے ہیں اور اپنے جنون عشق میں اتنے مست ہیں کہ جس امامت کو وہ خود قائم کرنا چاہتے ہیں جب وہ امامت خدا کی جانب سے قائم ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ تو اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی یہ حالت اس سگ گزیدہ کی طرح ہے جو پانی کے لئے العطش العطش کرتا ہے۔ لیکن جب پانی سامنے آتا ہے تو اس سے جھجک جاتا ہے۔ اور یہ جھجک اس کو مایۂ حیات سے محروم رکھتی ہے۔ جس کا وہ بصد شوق طالب تھا۔

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ [۵۱]

ایک طرف زمانہ کی اس تشنگی اور طلب و پکار کو دیکھو، اور دوسری طرف علماء کی باہمی منافست اور عوام کی شدت جہالت کو دیکھو تو بے اختیار دل پکار اُٹھے گا کہ کوئی مصلح کوئی امام آنا چاہیئے جو ان نزاعات باہمی کا خاتمہ کر سکے۔ مولانا روم نے ہر زمانہ کے لئے ایسے دستگیر، ہادی اور مہدی کی ضرورت کو بڑی وضاحت سے اپنی مشہور مثنوی کے دفتر دوم میں بعنوان "بیان منازعت کردن چہار کس جہت انگور با ہمدگر بعلت آنکہ زبان یکدگر را نمی دانستند" بیان فرمایا ہے۔ جس کا حوالہ ہم باب چہارم میں دے چکے ہیں۔ اور اس کے چند مزید اشعار جو اس موقعہ کیلئے ضروری ہیں معہ ترجمہ یہ ہیں: [۵۲]

چوں سلیماں گر سوئے حضرت بتاخت	او زبان جملہ مرغان را شناخت
جوں سلیماں جو سوئے حضرت گیا	بولی سے مرغوں کی وہ واقف ہوا

---

[۵۱] بندوں کے حال پر بڑا ہی افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آیا جسکی انہوں نے تضحیک نہ کی ہو۔ پ ۲۳ ع ۲)

[۵۲] کیا ڈاکٹر سر اقبال جو مولانا روم کے روحانی شاگرد ہونے کے دعویدار ہیں۔ مولانا کی نئے عرفان کی اس سُریلی آواز کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے؟ کیا مولانا کا یہ روحانی اور ایمانی فلسفہ ڈاکٹر سر اقبال کے خیالات پر کوئی اثر ڈال سکے گا؟ اے کاش! وہ اپنے مخالفانہ خشک مضامین کا مقابلہ (جو ہمارے خلاف لکھے گئے ہیں) مولانا کے اس رُوحانی راگ سے کر سکتے جس کی ہر تان آسمان پر جاتی اور ایک نُور اپنے ساتھ لا کر دل پر پڑتی ہے ‌◆

در زمان عدلش آہو با پلنگ
عہد میں ان کے ہرن ہوں یا پلنگ

شد کبوتر ایمن از چنگال باز
ہے کبوتر ایمن چنگال باز

او میانجی شد میان دشمناں
ایلچی وہ دشمنوں میں ہوگیا

تو چو مورے بہر دانہ مے دوی
بہر دانہ کیوں رواں ہے مثل مور

دانہ جو را دانہ اش دامے شود
دانہ جو کو دانہ ہو جاتا ہے دام

مرغ جانہا را دریں آخر زماں
اس زمانے آخری میں مرغ جاں

ہم سلیماں ہست اندر دور ما
وہ سلیماں ہیں ہمارے عہد میں

قول اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ را یاد گیر
قول اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ پڑھ اے خبیر

گفت خود خالی نبود است امتے
دیکھ خالی کوئی امت ہے کہاں

مرغ جانہا را چناں یکدل کنند
جان کے مرغوں کو یوں یکدل کریں

مشفقاں گردند ہم چوں والدہ
مہرباں وہ ہو گئے جوں والدہ

از نزاع ترک و رومی و عرب
لڑ رہے تھے ترک رومی اور عرب

الس بگرفت و بروں آمد ز جنگ
متفق ہیں اور نہیں کرتے وہ جنگ

گوسفند از گرگ ناورد احتراز
بھیڑ کو کب بھیڑیئے سے احتراز

اتحادی شد میان پر زناں
اتحادی وہ پرندوں میں بنا

ہاں سلیماں جو چہ مے باشی غوی
کر سلیماں کی تلاش اے مرد کور

واں سلیماں جوئے را ہر دو بود
جو سلیماں ڈھونڈے پس دونوں ہوں کام

نیست شاں از ہم دگر یکدم اماں
پا نہیں سکتے ہیں آپس میں اماں

کہ دہد صلح و نماید جورہا
جو ڈرا کر متفق رکھیں ہمیں

تا بہ اِلَّا و خَلَا فِیْہَا نَذِیْر
تا بہ اِلَّا وَخَلَا فِیْہَا نَذِیْر

از خلیفہ حق و صاحب ہمتے
حق کے نائب سے جو با ہمت ہیں ہاں

کہ صفاشاں بے غش و بے غل کنند
صاف ان کو بے غش و بے غل کریں

مسلموں را گفت نفس واحد
مسلموں کو بولے نفس واحد

حل نہ شد اشکال انگور و عنب
رہ گیا وہ ذکر انگور و عنب

تا سلیمانِ امین معنوی
وہ سلیمانِ امین معنوی
جملہ مرغانِ منازع باز وار
مرغ مثل باز جو ہیں جنگ میں
ز اختلاف خویش سوئے اتحاد
چھوڑیں جھگڑے آئیں سوئے اتحاد
حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْہَکُمْ
جس جگہ تم ہو ادھر منہ پھیر لو
کور مرغانیم و بس ناساختیم
ہم ہیں مرغ کور اور ناسازگار
ہم چو چغداں دشمن بازاں شدیم
باز کے دشمن ہیں الّو کی طرح
می کنیم از غایت جہل و عمیٰ
اندھے پن سے اور جہالت سے کیا
جمع مرغاں کز سلیماں روشن اند
جو سلیماں سے ہوئے ہوں دیدہ ور
بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند
عاجزوں کو دانہ دیتے ہیں زیاد
ہُد ہُد ایشاں پئے تقدیس را
ہُد ہُد ان کا ہوتا ہے عزت فزا
زاغ ایشاں گر بصورت زاغ بود
زاغ ان کا گو بظاہر زاغ تھا
لک لکِ ایشاں کہ لک لک می زند
لک لک ان کے تھے جو لک لک کر رہے

در نیاید بر نخیزد ایں دوئی
گر نہ آئے، کیونکر اٹھے یہ دوئی
بشنوید ایں طبل بازِ شہریار
طبلِ بازِ شہریار اب سب سنیں
ہیں ز ہر جانب رواں گردید شاد
تاکہ روحیں سب کی پھر ہو جائیں شاد
نَحْوَہٗ ہٰذَا الَّذِیْ لَمْ یَنْہَکُمْ
منع کب حق نے اس حکم کو
کا سلیماں را دمے نشناختیم
ہم نے پہچانا سلیماں کو نہ یار
لاجرم وا ماندہ و ویراں شدیم
ہو گئے ویران ہم بُو کی طرح
قصدِ آزارِ عزیزانِ خدا
قصد اہل اللہ کے آزار کا
پر و بال بے گنہ کے بر کنند
مرغ وہ بے جرم کب نوچیں گے پر
بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوشند
بے خلاف و کینہ ہیں وہ مرغ شاد
مے کشاید راہِ صد بلقیس را
راستہ کھولے وہ سو بلقیس کا
باز ہمت آمد و مازاغ بود
جبکہ باہمت ہوا مازاغ تھا
آتش توحید در شک می زند
شک کو وہ توحید سے تھے پھونکتے

وان کبوتر شاں زبازاں نشکہد　　باز سر پیش کبوتر شاں نہد

باز سے اُن کے کبوتر کب ڈرے　　باز سجدے میں ہے اُن کے سامنے

بلبل ایشاں کہ حالت آرد او　　در درونِ خویش گلشن دارد او

بلبل ان کے وجد میں اکثر رہیں　　رکھتے ہیں گلزار اپنے قلب میں

طوطی ایشاں زقند آزاد بود　　کز درون شاں قند نوشاں می نمود

اُن کے طوطی قند سے آزاد ہیں　　اپنے دل سے قند پا کر شاد ہیں

پائے طاؤسان ایشاں در نظر　　بہتر از طاؤس پرّانِ دگر

پاؤں موروں کے ذرا تم دیکھنا　　دوسرے موروں سے اُڑتے ہیں سوا

کبک ایشاں خند بر شاہیں زند　　در معلق راہِ علیین زند

کبک بے باک اُن کے شاہیں پر ہنسیں　　اور علیین کی وہ راہ لیں

منطق الطیران خاقانی صداست　　منطق الطیر سلیمانی کجاست

منطق الطیران خاقانی ہے قال　　منطق الطیر سلیمانی ہے حال

تو چہ دانی بانگ مرغاں را ہمے　　چوں نہ دیدی کہ سلیماں را دمے

تو صدا مرغوں کی ہے کیا جاننا　　ہم نشیں تو کب سلیماں کا رہا

پر آں مرغے کہ بانگش مطرب است　　از برونِ مشرق است و مغرب است

کی طرب افزائی جس کی بانگ نے　　اس کے پر باہر ہیں شرق و غرب سے

ہر یک آہنگش ز کرسی تا ثریست　　وز ثری تا عرش در کرّ و فریست

کرسی سے ہر اک صدا ہے تا ثری　　اور ثری سے عرش تک نامِ خدا

مرغ کو بے ایں سلیماں می رود　　عاشقِ ظلمت چو خفاشے بود

بے سلیماں مرغ جو تنہا اُڑے　　ظلمتوں میں بن کے چمگادڑ رہے

باسلیماں خو کن اے خفاش رو

رُخ سلیماں کی طرف خفاش کر

تا کہ در ظلمت نمانی تا ابد

تا نہ ٹھہرے ظلمتوں میں عمر بھر

مولانا کا یہ پورا کلام فی نفسہ حدیث بعثت مجددین کی ایک واضح اور کامل تشریح ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایک قوم کے بقاء و قیام و ترقی کیلئے ایک قائد و سائق و امام کا وجود لازمی ہے۔ جس کے بغیر کوئی قوم من حیث القوم ترقی کرنا تو کجا اپنی حاصلہ عزت اور مقام عزت بھی بساط زمانہ پر قائم نہیں رکھ سکتی۔ اسی لئے اسلام نے امامت کے مسئلہ کو اپنے وجود کے لئے ریڑھ کی ہڈی قرار دیا ہے۔ علماء جانتے ہیں اور بخوبی واقف ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا التزام فرمایا تھا اور مسلمانوں کو تاکید کی تھی کہ جب دو یا دو سے زیادہ مسلمان سفر کریں۔ تو سفر میں بھی تم میں سے ایک امام ہونا چاہیئے۔ چہ جائیکہ حالت حضر میں عین مسلمانوں کی آبادی میں، اور اطاعت کی ایسی ترغیبات اور اس سے انحراف کیلئے سخت ترین ترہیبات احادیث میں آتی ہیں۔ صوفی تو

" مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ وَمَاتَ۔ فَمَاتَ مِیْتَۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ "[۵]

تک کے قائل ہیں شیعوں کے تو عقائد ہی میں امامت کا مسئلہ داخل ہے۔ لیکن کیسی افسوسناک بات ہے کہ جس مذہب کے کل و جزء کا دار و مدار امام کے وجود پر ہو، وہ مذہب مسئلہ امامت سے اس طرح غافل ہو جائے۔ شیعوں نے باوجود مسئلہ امامت پر دار و مدار رکھنے کے بارہ امامو ں کو معصوم تسلیم کر کے آخری امام کو غائب کر دیا۔ اور تا رجعت و ظہور ثانی اُس کے خیالی نقباء و نائبین کے وجود پر تسکین حاصل کر کے اپنا کام چلاتے ہیں۔ اہل سُنت والجماعت نے اپنا نام تو اہل سُنت والجماعت رکھ لیا، لیکن امامت سے اس طرح بے نیاز ہو گئے گویا صرف چار اماموں تک مذہب ختم ہو گیا۔ پوچھئے کہ جماعت بغیر امام کے بھی کوئی وجود رکھتی ہے یا نہیں ؟ یقیناً کہیں گے کہ نہیں! لیکن باوجود اس کے وہ کسی امام کے وجود کے فی زمانہ قائل ہی نہیں ہیں۔ یہ حالت تو مسلمانوں کے اندرونہ کی ہے۔

بیرونی حالت یہ ہے کہ اُن کے علماء امام زمانہ بنام " امیر شریعت " قائم کرنے کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں۔ مگر مشکل یہ آپڑی ہے کہ اپنے وجود کے سوا دوسروں کے

---

[۵] جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جہالت کی موت مرا۔ (حدیث)

وجہ دیں ان کو امارت یا امامت کے شرائط پورے ہوتے نظر نہیں آتے۔ اس لئے نہ تو کوئی ان کو امام یا امیر بناتا ہے، اور نہ وہ کسی دوسرے کو بننے دیتے ہیں۔ بات دراصل یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ بُعد زمانہ خیر القرون کی وجہ سے مسلمانوں میں اطاعت و انقیاد کا مادہ ہی باقی نہیں رہا۔ موجودہ زمانہ کی ہوا نے ان کو آزادی کے غلط راستہ پر ڈال دیا ہے وہ صرف ہوائے نفس کو ہی آزادی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بدترین غلامی ہے۔ رحیم و کریم آقا کو چھوڑ کر نفس کی غلامی میں سوائے رسوائی و ذلت کے کیا دھرا ہے؟ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی تھوڑے سے دھوئیں سے بھاگ کر آگ میں گرنے کو پسند کرے۔

اے ز دُود ے جستہ در نار ے شدہ

لقمۂ غار ے شدہ مار ے شدہ

اور صرف یہی نہیں کہ اطاعت و انقیاد کا مادہ سلب ہو گیا ہے، بلکہ بجائے اس کے تکبر اور غرور اُن کے دلوں میں اس طرح رچ گیا ہے، کہ اس کو محسوس ہی نہیں کر سکتے۔ اس تکبر اور غرور کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب اُن کو واقعی کوئی وعظ و نصیحت کی جائے۔ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کا فرض ادا کیا جائے۔ وعظ و میلاد و سیرت نبوی کے جلسے تو بڑی شان و شوکت اور نمائش کے ساتھ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں اور اُنکے مضحکات و مبکیات سے لُطف اُٹھاتے ہیں۔ لیکن اگر واقعی طور پر ان کے عیوب و مفاسد کی اصلاح کی کوشش کی جائے، تو بے لُطف ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ تو اس قسم کے سابقے بہت کچھ پڑ چکے ہیں۔ جہاں ہماری جماعت نے تبلیغ بین المسلمین کا نام لیا، تو ان کے مزاج کا پارہ چڑھ گیا۔ وہ یہ گوارا ہی نہیں کرتے، کہ اُن کو کسی طرح تبلیغ کی جائے۔ "تبلیغ" کا لفظ ہی ان کے لئے چڑ ہو گیا ہے۔ بڑے بڑے مہذب و شائستہ و تعلیم یافتہ اور ایک طرح سے مذہبی معلومات رکھنے والے بزرگ بھی اس لفظ سے چڑتے ہیں۔ اور چونکہ جماعت ہماری کمزور بھی ہے، اور نرمی و لینت کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ اس لئے بعض مقامات پر ہمارے مبلغین کی ہڈیاں بھی اچھی طرح نرم کی جاتی ہیں۔ خود میرے بعض احباب و شناساؤں نے ہماری جدوجہد تبلیغ بین المسلمین کو بڑی ہی ناگواری اور ناپسندی کے لہجہ میں میرے سامنے ذکر کیا ہے۔ یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں، کہ تبلیغ صرف

کافروں یا غیر مسلموں کو کی جانی چاہیئے۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اسلامی حق کو قطعاً بھول گئے ہیں۔ اور تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ پر عمل اُن کی رائے میں بین المسلمین قطعاً بے محل اور بے موقع ہوگیا ہے۔ یہ بڑے بڑے ذی علم اور ذی اثر لوگوں کا حال ہے، تو چھوٹوں اور عوام کا کیا ذکر۔ شاید اسی لئے قرآن پاک نے شہروں کے بڑے بڑے لوگوں کے فسق کو شہر کی تباہی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے کہ:۔

"وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا" [۵۱]

فسق کے معنی امر الٰہی سے اعراض کرنے کے بھی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ:۔

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ [۵۲]

یعنی امر الٰہی سے ہٹ گیا۔ پس "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کو ناگوار سمجھنا اور اس سے اعراض کرنا بھی فسق ہی کے معنوں میں آسکتا ہے۔ اُمّت محمدیہ کی تعریف قرآن پاک میں کی گئی ہے:۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ" [۵۳]

جس قوم کا خیر اُمّت ہونا ہی منحصر ہو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر، وہی اُمّت آج اس سے متنفر ہوگئی۔ یا للعجب۔

احادیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب دی گئی ہے اور جتایا گیا ہے کہ جس دن یہ کام مسلمان چھوڑ دیں گے اُسی دن سے انکی حکومتیں بھی دُنیا سے اُٹھ جائیں گی۔ آج دنیا میں دیکھ لو کہ کیا مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم پر عمل کرتے ہیں؟ اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے دُنیا میں کس درجہ تک معزز ہیں۔ جس قوم کے لئے تواصی بالحق اور امر بالمعروف کو اُسکی بنیاد و قیام و قوت قرار دیا گیا ہے۔ وہ قوم اگر اس ہدایت سے منحرف ہو کر اپنی قوت و

---

[۵۱] اور جب ہم کو کسی گاؤں کا ہلاک کرنا منظور ہوتا ہے تو ہم اس گاؤں کے خوشحال لوگوں کو ایک حکم دیتے ہیں۔ پس وہ اس میں فسق کرتے ہیں (پ۱۵ ع۲) [۵۲] (پ۱۵ ع۱۹) [۵۳] تم سب اُمتوں سے بہتر اُمت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو (پ۴ ع۲)

شوکت کو کھودے تو اس میں قصور کس کا ہے؟

یہ بے راہ روی اس وقت تک زائل نہیں ہو سکتی جب تک کہ خدا کی قائم کی ہوئی امامت اور امام مامور من اللہ کو قبول نہ کیا جائے۔ اور اس وقت اور صرف اُسی وقت مسلمان اس زمانہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ جس کے دیکھنے کے لئے وہ صدیوں سے مشتاق چلے آتے ہیں۔ دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی وجاہت کا مالک ہو وہ مسلمانوں کو ایک نقطہ اور مرکز اتحاد پر جمع نہیں کر سکتا۔

جماعت احمدیہ کی حالت کو دیکھ لو، کہ وہ کس طرح اپنے امام اور اُن کے خلفاء کی بدل و جان اطاعت کرتی ہے۔ ہمارا یہ منشاء نہیں ہے کہ اس جماعت کے جملہ افراد ایک ہی طرح کی حالت اطاعت میں ہیں لیکن غالب حصہ جماعت بحیثیت مجموعی اُسی قسم کی اطاعت کر رہا ہے۔ جس کی توقع ہو سکتی ہے۔ زمانہ کی حالت کو دیکھو اور یہ اندازہ کرو، کہ یہ چھوٹی سی جماعت کس طرح چاروں طرف سے ایسے ماحول میں گھری ہوئی ہے، جو جماعت کے مطمح نظر سے ہر طرح مختلف ہے۔ اس لئے جماعت کے بعض افراد اپنے ماحول سے ضرور متاثر ہوتے ہوں گے۔ اس لئے کہ جب ساری دنیا میں وباء پھیلی ہوئی ہو۔ اور ہوا میں سمیت پیدا ہو گئی ہو۔ تو وہ لوگ جو وباء کے اثر سے محفوظ سمجھے جاتے ہیں، پھر بھی کسی نہ کسی طرح مضمحل سے ضرور رہتے ہیں۔ یہی حالت اس مختصر سی جماعت کی ہے۔ کہ ماحول کے اثرات سے کچھ نہ کچھ اس جماعت کے افراد بھی متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی اس جماعت نے جو اطاعت کا نمونہ دکھایا ہے، وہ مسلمانوں کے لئے خاص طور پر اور ہر ایک منظم جماعت کیلئے عام طور پر قابل توجہ ہے۔ اگر مسلمان جوق در جوق اس جماعت میں شریک ہو جائیں، اور کثرت انہی کی ہو جائے، تو زمانہ خود بخود رنگ بدل دیگا۔ لیکن مشکل یہ ہے، کہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ مرتکز کر دیا گیا ہے، کہ مہدی اور مسیح موعود علیہما السلام اس طرح سے آئیں گے، کہ خود بخود ساری دنیا ان کی مطیع و منقاد ہو جائے گی۔ مسلمانوں کو کچھ بھی کرنا نہیں پڑیگا۔ اس لئے مسلمان اپنی جگہ پر بے فکر و بے غم اس طرح بیٹھے ہیں، جیسے کوئی تماشہ دیکھنے والا بیٹھ جاتا ہے۔ اور سمجھتے ہیں، کہ آسمان سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے مسجد دمشق کے منارہ یا خانہ کعبہ

کی چھت پر اُتریں گے۔ اور مہدی علیہ السلام کی نسبت آسمان سے ندا آجائیگی۔ اور بغیر اس کے کہ وہ کوئی دعویٰ کریں خود بخود مسلمان کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اُن کو پہچان لیں گے اور بیعت کر لیں گے۔ وہ ساری دنیا کو فتح کر کے اور مسلمان بنا کر مسلمانوں کے سپرد کر دیں گے۔ لیکن کوئی ان بھولے بھالے اور دھوکہ خوردہ مسلمانوں سے پوچھے، کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام یا مہدی علیہ السلام دمشق یا کعبے میں تمہارے ذہنی نقشوں کے مطابق آ بھی گئے، تو تم کس طرح شناخت کر لو گے؟ کیا یہاں بیٹھے بیٹھے ٹیلیویژن کے ذریعہ سے دیکھ لوگے، اور دُور ہی سے ایمان لے آؤ گے، اور پھر تم کو کچھ کام کرنا نہ پڑے گا، پکی پکائی مل جائیگی اور تم گھر بیٹھے کھا لو گے؟ نہ تم فرشتوں کو پہچانتے ہو، نہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو۔ اس لئے اگر وقتِ نزول تم وہاں بھی ہوئے تو کیونکر سمجھ لو گے کہ جو شخص اُتر رہا ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں؟ اور جس ذریعہ سے اُتر رہا ہے وہ فرشتگان الٰہی ہیں؟ یہ زمانہ تو آسمان پر اُڑنے کا ہے۔ ہوا میں طیران کچھ مشکل نہیں رہا۔ اس لئے بہرحال دھوکہ اور فریب کا احتمال باقی ہے۔ مسلمانوں کو قابو میں لانے کے لئے سیاسی چالیں نہایت ہی فریب دہ ہوتی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی سیاسی فریب میں لا کر بھولے بھالے مسلمان پھانس لئے جائیں۔

اس خیال نے کہ مہدی و مسیح موعود آ کر خود بخود ساری دُنیا کو فتح اور اقوام عالم کو مسلمان بنا کر دنیا کی ساری سلطنتیں اور خزانے مسلمانوں کے سپرد کر دیں گے۔ مسلمانوں کو لوری دے کر ایسی نیند سُلا دیا ہے کہ "جاگنا حشر تک قسم ہے"۔ ان کی تمام قوتیں سلب ہو گئی ہیں۔ اور اسی تحت الشعور خیال نے مستقیم ہو کر ساری قوتوں کو جو انسان کو اپنی ترقی کے لئے جدوجہد کرنے کی غرض سے دی گئی تھیں بیکار کر دیا ہے۔ اور اب مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مسلمان رہ کر کس طرح ترقی کر سکتے ہیں۔ انجمنیں بناتے ہیں، کانفرنسیں کرتے ہیں، تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں۔ خود دین کے ظاہری اعمال و شعائر سے بے نیاز ہو کر اپنے کو ترقی یافتہ اور قومی رہبر و لیڈر سمجھنے لگتے ہیں۔ لیکن کسی طرف سے امید کی شعاع نظر نہیں آتی اور نہ نکلنے کا راستہ ملتا ہے۔ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا۔ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ[۵]۔

---

[۵] اے جن و انسان کے گروہ اگر تم سے بھاگنا ہو سکے تو نکل بھاگو زمین و آسمان کی نالوں سے ہو کر۔ نہیں نکل سکو گے مگر کوئی زور ہو تو۔ پ ۲۷ ع ۱۲

وائے آں قافلہ کز و دنی ہمت می خواست
رہگذارے کہ درو ہیچ وخطر پیدا نیست

بے شک امت محمدیہ کو مسیح و مہدی کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اوران کو اس زمانہ آخر میں افضال خداوندی کا امیدوار کیا گیا ہے۔ اوراس کے لئے آثار و علامات سب بتا دئے گئے ہیں لیکن اخبار آئندہ کی نسبت تم باب پنجم میں پڑھ چکے ہو، کہ وہ ہمیشہ لفظی طور پر پورے نہیں ہوتے اکثر استعارے ہوتے ہیں، جن کے معنی اپنے وقت پر کھلتے ہیں۔ اسی قسم کے وعدے یہود کو بھی دئے گئے تھے۔ اور جب پورے ہونے کا وقت آیا، تو وہ منجملہ اور باتوں کے اپنی ضدی طبیعت کے ساتھ ظاہری الفاظ پر اڑے رہ گئے۔ اور وقت گذر گیا۔ اور وہ یہ بھی محسوس نہ کر سکے، کہ یہ وعدہ الٰہی اُن کی شامت اعمال کی وجہ سے اُن کو فائدہ نہ پہنچا سکا۔

قرآن شریف کی آیات :- "یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ....."[۵۱] اور اُن کی وہ توضیح پڑھو جو باب ششم میں ہم نے کی ہے۔ تو اندازہ ہو سکے گا، کہ قومیں کس طرح الٰہی وعدوں سے فیضیاب ہونے سے محروم رہتی ہیں۔ یہودیوں کی حالت دیکھ لو کہ وہ کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بحیثیت اپنے منجی کے منتظر تھے۔ اور امید لگائے بیٹھے تھے کہ وہ منتظر موعود آئے گا اور آکر ان کو بغیر ہاتھ پیر ہلائے حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت دوبارہ دلا کر ایک مرتبہ دنیا میں سربلند کر دے گا۔ آنے والا آیا اور اس کو دنیا سے جا کر دو ہزار برس کے قریب زمانہ گذرتا ہے۔ لیکن اب تک یہود اس کی آمد کے منتظر ہیں اور بیت المقدس کی دیوار گریہ[۵۲] کا سے سر لگا کر رو رو کر اس کی آمد کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔ جب وہ مصلح موعود آیا، تو اس کے ساتھ یہود نے جو سلوک کیا ہے۔ اس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ باب چہارم میں ہم نے اس کا حوالہ بھی دیا ہے۔ یہود اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ سے مسلمان عبرت حاصل کر سکتے ہیں، مگر نہیں حاصل کرنا چاہتے۔

جس طرح یہودی حضرت ایلیا اور عیسیٰ علیہما السلام کی آمد کے منتظر اور اپنی کامیابی اور دنیا میں

---

[۵۱] اے قوم ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ جو خدا نے تمہاری تقدیر میں لکھ دی ہے ...... (پ۶ ع ۸)

[۵۲] یہ عبادت بیت المقدس کے ایک جانب کی دیوار ہے جہاں یہودی دعائیں مانگتے ہیں۔

دوبارہ غلبہ وسلطنت حاصل کرنے کے امیدوار تھے۔ یہی حالت اب مسلمانوں کی بھی ہے۔ کہ وہ حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر اور امیدوار ہیں کہ وہ آئیں، اور آکر مسلمانوں کو ماں کی گود میں دودھ پیتا ہوا یا گھر میں بیٹھا رہنے دیں۔ اور ساری دنیا کو فتح کرکے اور غیر مسلموں کو مسلمان کرکے مسلمانوں کو ساری دنیا پر غالب کر دیں۔ تب وہ ان کو مہدی اور مسیح مانیں گے۔ لیکن جس طرح یہودی اس حسرت میں مر گئے۔ مسلمانوں کا بھی یہی انجام معلوم ہوتا ہے۔ آنیوالے آتے ہیں اور بیج بوکر چلے جاتے ہیں۔ پیچھے رہ جانے والے اس بوئے ہوئے بیج کیلئے تردّد و سعی و کوشش کرتے ہیں۔ تب وہ وقت پر ایک لہلہاتا ہوا کھیت ہو جاتا ہے۔ لیکن نفس و شیطان کے وہ بندے جو چاہتے ہیں کہ ان کو فوراً تمام موعودہ نتائج اور فوائد مل جائیں۔ جو موجودہ و آئندہ آنیوالی ساری قوم سے وعدہ کئے جاتے ہیں۔ اپنے مزعومات کے مطابق اُن نتائج کو سامنے نہ دیکھ کر یُوں ہی سوتے ہوئے یا آنکھیں بند کئے ہوئے پڑے رہتے ہیں۔ اور اُن کو اس کھیت کی پیداوار میں کوئی حصہ نہیں ملتا۔ جس کیلئے مدت سے یہ آرزوئیں باندھا کرتے تھے۔ یہی حالت یہودیوں کی ہوئی۔ اس لئے اُن کو یہ نظر ہی نہ آیا کہ اُن کا آنیوالا مُنجی اور اُن کا موعود فاتح آیا۔ اور ان میں بظاہر ذلیل ہوکر لیکن فی الحقیقت دنیا میں وہ بیج بوکر چلا گیا۔ جو اس کے تین سو سال بعد دنیا میں ایسا لہلہاتا ہوا کھیت ثابت ہوا۔ کہ یہودی حسرت سے اُس کو دیکھ دیکھ کر مر گئے اور ابھی تک وہ کھیت لہلہا رہا ہے۔

یہی حالت مسلمانوں کی بھی ہونیوالی ہے۔ کہ اُن کا موعود آیا بھی اور چلا بھی گیا۔ اور یہ ابھی اسی انتظار میں ہیں کہ کوئی آسمان سے اُترے اور اُن کے آرام میں خلل ڈالے بغیر سب کچھ اُن کے لئے مہیا کرکے چلا جائے۔ اگر مسلمان اسی خیال میں رہینگے۔ تو جو یہودیوں کیساتھ ہُوا وہی مسلمانوں کے ساتھ بھی ہوگا۔ کہ جو بیج اس زمانہ میں ڈالا گیا ہے وہ بھی اپنے وقت پر (ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت میں تین صدی تک) لہلہاتا ہوا سرسبز و شاداب کھیت ہو جائیگا۔ اور زبان حال سے کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ[1] پڑھتا ہوا لہریں لیتا ہوگا۔ اور

---

[1] مانند اس کھیتی کے جس نے کونپل نکالی پھر اُس نے قوی کیا اُس کونپل کو، اور مضبوط ہو گئی اور وہ کسانوں کو خوش کرے تاکہ اس سے کافروں کو جلائے (پ ۲۶ ع ۱۲)

اس کی پیداوار میں صرف اُنہیں کا حصہ ہوگا جنہوں نے اُس کے سینچنے میں حصہ لیا تھا۔

خلاصہ اس گفتگو کا یہ ہے کہ زمانہ اپنی اصلاح کے لئے ایک مصلح کا منتظر ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ زمانہ کی پکار کو سنیں اور غور کریں کہ کہیں اُس حدیث کا جس میں حضرت مہدی کے لئے آسمان سے نداء آنے کا ذکر ہے یہی مطلب تو نہیں ہے؟ پچھلے زمانہ میں ایسی ندائیں آسمان نے دی ہیں مگر یا تو اُن کو کسی نے سُنا نہیں، یا سُنا تو سمجھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ[۱]۔ پس یاد رکھو کہ اس قسم کی ندائیں سُنی نہیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ اس قسم کی نداؤں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے لَا تَفْقَهُوْنَ فرمایا ہے لَا تَسْمَعُوْنَ نہیں فرمایا۔ جس کا منشاء یہ ہے کہ ایسی ندائیں کانوں سے ان جسمانی کانوں سے سُنی نہیں جا سکتیں۔ بلکہ صرف فہم و فراست سے سمجھی جا سکتی ہیں۔ پس یہ ہیں آسمانی اور زمینی ندائیں۔ جس کے سُننے کے کان ہوں وہ سُنے اور جس کے پاس دل و دماغ ہو وہ سمجھے۔

"لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا"[۲]

یہ وہ آسمانی اور زمینی ندائیں تھیں۔ جو کتابوں یا اخبارات کی شکل میں ہو کر اب تک محفوظ ہیں اور جن میں سے بعض کو ہم بعد تلاش اور جستجو کے آپ کے سامنے پیش کر سکے۔ ایسی اور بہت سی ندائیں ہیں جو شب و روز آسمان و زمین سے آتی رہتی ہیں۔ اور جن کو خدا کے بندے سُنتے اور سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم بذریعہ اس تحریر کے آپ تک نہیں پہنچا سکتے۔ آپ میں سے ہر وہ شخص جو پچاس برس سے متجاوز عمر کا ہے یہ جانتا ہے کہ گھر کی بے پڑھی لکھی بوڑھی عورتیں تک پکار اُٹھی تھیں کہ اب حضرت مہدی کے ظہور کا زمانہ آگیا ہے اس چودھویں صدی کے فتن سے تو چرند و پرند نے بھی پناہ مانگی ہے۔ پس زمانہ نے اپنی ضرورت کو ہر طرح ظاہر کر دیا۔ اور اس طرح ظاہر کر دیا کہ علماء و مشائخین کا کیا ذکر ہے۔ عوام و جہال و گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں تک پکار اُٹھیں۔ کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ جس کیلئے

---

[۱] کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کی تسبیح نہ بیان کرتی ہو لیکن تم اسکی تسبیح نہیں سمجھتے (پ ۱۵ ع ۵) [۲] ان کے دل تو ہیں لیکن اس سے سمجھتے نہیں اور انکی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ ان سے نہیں دیکھتے اور اسی طرح انکے کان تو ہیں لیکن وہ ان سے سنتے نہیں ہیں۔

صدیوں سے انتظار تھا میں اس طلب و پکار اور انتظار کے وقت ایک دعویدار کھڑا ہوا ہے اور وہ آسمان و زمین اور قلوب المومنین کی صداؤں کے جواب میں بڑے زور سے پکار کر کہتا ہے کہ :- ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند	مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
می درخشم چوں قمر تابم چوں قرص آفتاب	کور چشم آنانکہ در انکار ہا افتادہ اند
بشنوید اے طالباں کز غیب بکشند این ندا	مصلح باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند
صادقم از طرف مولیٰ با نشاں ہا آمدم	صدر علم و ہُدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

پس ایک طرف ضرورت ہے، طلب ہے، موقعہ و محل ہے - اور دوسری طرف ایک اور صرف ایک دعویدار موجود ہے - اب یہ آپ کا کام ہے کہ اُٹھیں اور اپنے مطلوب کی تلاش کریں اگر کوئی دوسرا دعویدار مطلوبہ نہ ملے اور موجودہ دعویدار آپ کے گمان بد کے مطابق دجّال و کذّاب ہے تو آپ خود انصاف کیجئے کہ آیا اس کا یہ مطلب ہوا یا نہیں کہ وقت تو صادق و مصدّق مصلح کے آنے کا ہی - ضرورت و طلب زمانہ کی ایک سچے مُنجی اور ہادی کیلئے ہے - لیکن اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا ایسے شخص کو جو ضال و مضل اور دجّال تھا جس نے ہدایت کی بجائے اور بھی گمراہی پھیلا دی - غور تو کیجئے کہ اس زمانہ کے مسلمانوں کی یہ قسمت کہ بجائے ہادی اور منجی کے ان میں دجّال و ضال و مضل کا ظہور ہوا - کہیں یہودیوں کی اُس قسمت کے مشابہ تو نہیں جس کا اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فرمودہ اُس تمثیل میں ملتا ہے - جو آپ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمائی تھی کہ :-

"تم میں ایسا کون آدمی ہے کہ اگر اُس کا بیٹا اس سے روٹی مانگے تو وہ اُسے پتھر دے یا اگر مچھلی مانگے تو اُسے سانپ دے - پس جبکہ تم بُرے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینی جانتے ہو - تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے - اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دے گا" (متی باب ۷ آیات ۱۰ و ۱۱ و ۱۲)

کیا یہ ڈر کا مقام نہیں ہے کہ زمانہ کی ضرورت اور طلب و پکار اُس سے زیادہ نمایاں اور واضح ہے جیسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھی - دعویدار اُس سے زیادہ واضح اور قوی دلائل و علامات اور نشانات کے ساتھ آیا ہے - جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے - اور جس کا اشارہ ہم باب چہارم کتاب ہذا میں کر چکے ہیں لیکن مسلمان پھر بھی یہودیوں کے مشابہ

اس کی پیداوار میں صرف اُنہیں کا حصّہ ہوگا جنہوں نے اُس کے سینچنے میں حصّہ لیا تھا۔

خلاصہ اس گفتگو کا یہ ہے کہ زمانہ اپنی اصلاح کے لئے ایک مصلح کا منتظر ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ زمانہ کی پکار کو سُنیں اور غور کریں کہ کہیں اُس حدیث کا جس میں حضرت مہدی کے لئے آسمان سے نداء آنے کا ذکر ہے یہی مطلب تو نہیں ہے؟ پچھلے زمانہ میں ایسی ندائیں آسمان نے دی ہیں مگر یا تو اُن کو کسی نے سُنا نہیں، یا سُنا تو سمجھا نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ[۵۱]۔ پس یاد رکھو کہ اس قسم کی ندائیں سُنی نہیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ اس قسم کی نداؤں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے لَا تَفْقَهُوْنَ فرمایا ہے لَا تَسْمَعُوْنَ نہیں فرمایا۔ جس کا منشاء یہ ہے کہ ایسی ندائیں کانوں سے ان جسمانی کانوں سے سُنی نہیں جا سکتیں۔ بلکہ صرف فہم و فراست ہی سمجھی جا سکتی ہیں۔ پس یہ ہیں آسمانی اور زمینی ندائیں۔ جس کے سُننے کے کان ہوں وہ سُنے اور جس کے پاس دل و دماغ ہو وہ سمجھے۔

"لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا[۵۲]"

یہ وہ آسمانی اور زمینی ندائیں تھیں جو کتابوں یا اخبارات کی شکل میں ہو کر اب تک محفوظ ہیں اور جن میں سے بعض کو ہم بعد تلاش اور جستجو کے آپ کے سامنے پیش کر سکے۔ ایسی اور بہت سی ندائیں ہیں، جو شب و روز آسمان و زمین سے آتی رہتی ہیں۔ اور جن کو خدا کے بندے سُنتے اور سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم بذریعہ اس تحریر کے آپ تک نہیں پہنچا سکتے۔ آپ میں سے ہر وہ شخص جو پچاس[۵۰] برس سے متجاوز عمر کا ہے یہ جانتا ہے کہ گھر کی بے پڑھی لکھی بوڑھی عورتیں تک پکار اُٹھی تھیں کہ اب حضرت مہدی کے ظہور کا زمانہ آ گیا ہے اس چودھویں صدی کے فتن سے تو چرند و پرند نے بھی پناہ مانگی ہے پس زمانہ نے اپنی ضرورت کو ہر طرح ظاہر کر دیا۔ اور اس طرح ظاہر کر دیا کہ علماء و مشائخین کا کیا ذکر ہے۔ عوام و جہال و گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں تک پکار اُٹھیں۔ کہ اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ جس کیلئے

---

[۵۱] کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کی تسبیح نہ بیان کرتی ہو لیکن تم اسکی تسبیح نہیں سمجھتے (پ۱۵ ع)۔ [۵۲] ان کے دل تو ہیں لیکن اس سے سمجھتے نہیں اور اُنکی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ ان سے نہیں دیکھتے اور اسی طرح [illegible] سے سنتے نہیں ہیں۔

صدیوں سے انتظار تھا میں اس طلب و پکار اور انتظار کے وقت ایک دعویدار کھڑا ہوا ہے اور وہ آسمان و زمین اور قلوب المومنین کی صداؤں کے جواب میں بڑے زور سے پکار کر کہتا ہے کہ :- ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند | مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
می درخشم چوں قمر تابم چوں قرص آفتاب | کور چشم آنانکہ در انکار ہا افتادہ اند
بشنوید اے طالباں کز غیب بکنند ایں ندا | مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند
صادقم از طرف مولیٰ با نشاں ہا آمدم | صد در علم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

پس ایک طرف ضرورت ہے، طلب ہے، موقعہ و محل ہے۔ اور دوسری طرف ایک اور صرف ایک دعویدار موجود ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اُٹھیں اور اپنے مطلوب کی تلاش کریں اگر کوئی دوسرا دعویدار مطلوبہ نہ ملے اور موجودہ دعویدار آپ کے گمان بد کے مطابق دجّال و کذّاب ہے تو آپ خود انصاف کیجئے کہ آیا اس کا یہ مطلب ہوا یا نہیں کہ وقت تو صادق و مصدّق مصلح کے آنے کا ہے۔ ضرورت و طلب زمانہ کی ایک سچے منجی اور ہادی کیلئے ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا ایسے شخص کو جو ضال و مضل اور دجّال تھا جس نے ہدایت کی بجائے اور بھی گمراہی پھیلا دی۔ غور تو کیجئے کہ اس زمانہ کے مسلمانوں کی یہ قسمت کہ بجائے ہادی اور منجی کے ان میں دجّال و ضال و مضلّ کا ظہور ہوا۔ کہیں یہودیوں کی اُس قسمت کے مشابہ تو نہیں جس کا اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فرمودہ اُس تمثیل میں ملتا ہے۔ جو آپ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمائی تھی کہ :-

"تم میں ایسا کون آدمی ہے کہ اگر اُس کا بیٹا اس سے روٹی مانگے تو وہ اُسے پتھر دے یا اگر مچھلی مانگے تو اُسے سانپ دے۔ پس جبکہ تم بُرے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینی چاہتے ہو۔ تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے۔ اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دے گا" (متی باب ۷ آیات ۱۰ و ۱۱ و ۱۲)

کیا یہ ڈر کا مقام نہیں ہے کہ زمانہ کی ضرورت اور طلب و پکار اُس سے زیادہ نمایاں اور واضح ہے جیسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھی سو دعویدار اُس سے زیادہ واضح اور قوی دلائل و علامات اور نشانات کے ساتھ آیا ہے۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اور جس کا اشارہ ہم باب چہارم کتاب ہذا میں کر چکے ہیں لیکن مسلمان پھر بھی یہودیوں کے مشابہ

بلکہ اُن سے بڑھ کر نڈر و بخوف ہو کر دعویدار پیغام الٰہی کو مرتد مضل و ضال بلکہ دجّال کہنے کے لئے جوش میں مضطرب و بیتاب ہو رہے ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو خدا کا سچا نبی مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فرمودہ مثال ہی اس غلط خیال کی تردید کے لئے کافی ہے کہ زمانہ کی ضرورت و طلب اور مسلمانوں کی تیرہ سو سال کی دعاؤں کا کس طرح یہ نتیجہ ہو سکتا ہے۔ کہ اُن کو بجائے مہدی کے دجّال دیا جائے؟ اور اس کو ایسی قوت و شوکت عطا کر دی جائے کہ باوجود ساری مخالفانہ و معاندانہ جدوجہد کے وہ روز بروز ترقی ہی کرتا جاتا ہے۔ پس اس نہایت ہی مضحکہ انگیز بیہودیانہ خیال کو دل سے نکال کر موجودہ مدعی کی صداقت اور ان دعاوی و دلائل کو جن کو ہم گذشتہ ابواب میں بوضاحت بیان کر چکے ہیں۔ اور جو ایک طالب حق کی رہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ ٹھنڈے دل اور اپنی اُخروی ذمہ واری کے احساس کے ساتھ جانچو۔ "فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ"[1] اگر اس طرح تحقیق و تدقیق کے بعد بھی آپ کا دل قطعی طور پر مطمئن نہ ہو سکے، تو کم از کم آپ یہ تو سمجھ سکیں گے کہ ہماری نیتیں خالص اور ارادے اسلام کی خدمت کی نسبت پاک و مخلصانہ ہیں۔ اور ہم وہی عام اسلامی عقائد رکھتے ہیں جو محققین کے ہو سکتے ہیں۔ اور جس کی صحت پر ہم پُر زور علمی دلائل کی بدولت مطمئن ہیں۔ اور جب ایک مرتبہ آپ احمدیت کو اس طرح سمجھ لیں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا۔ کہ ہمارے مخالفین اُس عناد کے پھیلانے میں کہاں تک حق بجانب ہیں جو وہ ہماری جماعت کے متعلق عام مسلمانوں میں پھیلا رہے ہیں! اس طرح اگر آپ ہمارے حامی و مددگار نہ بن سکیں گے۔ تو رکاوٹ و مزاحمت کا باعث بھی نہ بنیں گے۔ تاکہ جو مذہبی اختلاف رائے ہمارے اور آپ کے درمیان پیدا ہو گیا ہے، وہ حد سے متجاوز ہو کر سیاسی اور معاشی حیثیت سے ایک عام اسلامی متحدانہ محاذ کو برباد نہ کر سکے۔

آپ اپنی ہمسایہ قوم اہل ہنود کو دیکھیں کہ اُن میں ایک خدا کو ماننے والا بھی ہندو ہے۔ اور تینتیس ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کا پجاری بھی ہندو ہے۔ وید کو ماننے والا بھی ہندو ہے۔ اور اس سے انکار کرنیوالا بھی ہندو ہے۔ آریہ سماجی، سناتن دھرمی بھی ہندو ہے۔ اور سکھ، بدھ،

---

[1] پس اس کے بعد وہ اور کس بات کو مانیں گے۔ (پ ۱۹ ع ۲۲)

جینی بھی، یہاں تک کہ برہمو سماج بھی ہندو ہیں۔ حالانکہ ان میں عقیدہ کے لحاظ سے باہم کوئی ایک وجہ بھی اتحاد کی نہیں ہے۔ پس جو شخص اپنے آپ کو ہندو کہے وہ سب اس کو سیاسی حیثیت سے ہندو ہی سمجھتے ہیں۔ مذہبی حیثیت سے خواہ ایک دوسرے کو کچھ سمجھتا ہو۔ اور اس وسعتِ قلب سے وہ سیاسی فائدہ اُٹھاتے ہیں تمثیل کے لئے سر گوکل چند سابق وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ پنجاب کا وہ بیان پڑھ لیجئے جو اخبار "ہندو" مورخہ ۵۔ مئی ۱۹۳۷ء میں چھپا ہے، سر موصوف فرماتے ہیں کہ:۔ "ہندو سبھا ہی ایسی جماعت ہے جس میں بُدھ، جین، سکھ، آریہ سماجی، سناتن دھرمی، لیبر کیپٹل۔ غرضیکہ ہر قسم کے فرقے شامل ہو سکتے ہیں۔ ہندو سبھا کی پالسی یہ ہے کہ وہ ایسا کام کرے گی۔ جس سے تمام ہندوؤں کے مفاد کی نگہداشت ہوتی رہے۔ اس میں سوشل، پولٹیکل، مذہبی، تعلیمی، زراعتی، انڈسٹریل دلچسپیاں موجود ہیں۔ ہندو سبھا کا بڑا مقصد ہندوؤں کی مجلسی، پولٹیکل اور مالی حالت کو فروغ دینا ہے۔"

لیکن عام مسلمانوں کا عمل اس سے مختلف ہے۔ حدیث میں تو فاسق و فاجر سے بھی اسلام کی مدد کا ذکر آتا ہے۔ کیا مسلمان جن کا ہر ایک فرقہ اسلام کو اپنی ذاتی ملک سمجھتا ہے۔ اسلام کے نام لیواؤں کو جو اپنے طریق پر اسلام کی خدمت میں کوشاں ہیں۔ اسلام کی خاطر بھی اپنا نہیں سکتے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ سب آپس میں کٹ مر کر اسلام کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں، کہ وہ رہی سہی عزت و وقار بھی جو دنیاوی حیثیت سے اسلام کے ساتھ وابستہ ہے مٹ جائے۔ اگر ہم سے اختلاف رائے رکھنے والے مسلمان چاہیں تو اپنے دل کو اس طرح بھی تسکین دے سکتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ گو فسّاق و فجّار کی جماعت ہی سہی لیکن اسلام کی خدمت تو کرتی ہے۔ اس لئے اس کی راہ میں روڑے نہ اٹکانا چاہیئے۔ کیا مسلمانوں کو قرآن پاک کا یہ حکم بھی یاد نہیں رہا کہ:۔

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔"[1]

---

[1] اور تم کو مجرم نہ بنائے اس قوم کی دشمنی اس پر کہ انہوں نے تم کو کعبہ سے روکا اس چیز کے لئے کہ تم زیادتی کرو اور تم نیکی و پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ سخت عذاب والا ہے (پ۶ ع ۵)

جو قوم ایک صریح دشمن قوم سے جس نے ان کو خانہ کعبہ سے بے دخل کر دیا تھا۔ اور جو خانہ کعبہ میں اُن کے داخلہ و داخلی عبادت و احترام کی مانع ہوئی تعاون کر سکتی ہے۔ کیا وہی قوم اب ایسی ہو جائیگی کہ اپنے اندرونی اختلافات کو (خواہ وہ اصولی ہوں یا فروعی لیکن ایمان باللہ و ایمان بالقرآن و ایمان بالنبوت صلی اللہ علیہ وسلم تک سب متفق ہیں) بڑھا کر ایسا مؤثر کر دیگی کہ سیاسی و معاشی اتحاد و اعتماد بھی مفقود ہو جائے؟ اے رب تو مسلمانوں کو من حیث المجموع اس شدید آفت و ذلت سے محفوظ رکھ۔ آمین بحق صاحب طٰہٰ و یٰس۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سیاسی و معاشی اتحاد و اتفاق پیدا کرنے اور قائم رکھنے کے لئے ہماری جماعت کی جانب سے جو اقدام ہوا ہے وہ ہر آئینہ مسلمانوں کے ہر فرقہ کے لئے قابل توجہ ہے۔ ہمارے مرکز قادیان میں ایک عرصہ سے انجمن ترقی اسلام قائم ہے۔ جس کی شاخیں تمام ہندوستان کے ہر مقام پر موجود ہیں۔ اس بلدہ حیدرآباد و سکندرآباد میں بھی یہ انجمن قائم ہے۔ غرض اس کی یہ ہے کہ اشاعت تبلیغ احمدیت سے علیحدہ رہ کر عام اسلامی مفاد کے لئے کام کیا جائے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے اپنے اخبار "ہمدرد" مورخہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۲۷ء میں بعنوان "قادیانی حضرات کی مساعی جمیلہ" تحریر فرمایا تھا کہ:۔

"ناشکر گذاری ہوگی اگر ہم جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور اُن کی منظم جماعت کا شکر ان سطور میں ادا نہ کریں۔ جنھوں نے اپنی تمامتر توجہات بلا اختلاف عقیدہ ہم مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی سے حصہ لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم۔ تبلیغ۔ تعلیم و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص

ؔ اے اللہ تو اس کی مدد کر جو محمد صلعم کے دین کی مدد کرتا ہے اور ذلیل کر اس کو جو محمد صلعم کے دین کو ذلیل کیا چاہتا ہے۔

جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمات اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔ جن اصحاب کو جماعت قادیان کے اس جلسہ عام میں جس میں مرزا صاحب موصوف نے اپنے عزائم اور طریق کار پر اظہار خیالات فرمایا۔ شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ ہمارے خیال کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

اخبار "انقلاب" لاہور مورخہ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں بعنوان "انگلستان میں قانون حرمت رسول" ہمارے مبلغ مولوی عبدالرحیم صاحب درد کی اس کوشش کا ذکر ہے۔ جو انہوں نے ایک نہایت اہم اور ضروری اسلامی مسئلہ کی نسبت کی تھی۔ اخبار مذکور کا اقتباس حسب ذیل ہے:۔

"پچھلے دنوں مولوی عبدالرحیم صاحب درد احمدی ایم۔ اے امام مسجد لنڈن نے ہوم سکرٹری حکومت برطانیہ اور سفرائے دول اسلامی کے نام ایک مکتوب بھیجا تھا۔ اس مکتوب میں ایک بدزبان مصنف مسٹر ڈبل کی ایک کتاب کی طرف توجہ دلائی تھی۔ جس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہایت سفیہانہ ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔ اس مکتوب کا یہ اثر ہوا کہ پارلیمنٹ کے ایک ممبر کرنل ہاوز ڈبری نے پارلیمنٹ میں ایک تحریک پیش کی۔ کہ عیسائی مذہب کی کتابوں پر حملہ کرنے والی مطبوعات کے خلاف جو قانون نافذ ہے، اُس کا اطلاق ان مطبوعات پر بھی ہونا چاہیئے جو اسلام کے خلاف شائع ہوتی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ مولوی عبدالرحیم صاحب درد اپنی مبارک مساعی کو برابر جاری رکھیں گے۔ ہندوستان کے تمام مسلمان اس کوشش میں اُن کے مؤید اور اُن کی کامیابی کے لئے دعاگو ہیں۔"

ان اقتباسات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جماعت احمدیہ عام اسلامی معاملات میں تعاون کے لئے ہمیشہ تیار رہتی ہے اور اس خاص کام کے لئے جماعت کے خاص معاملات سے علیحدہ کر کے ایک انجمن بنام انجمن ترقی اسلام قائم کی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کے ہر فرقے کے لوگ جو اسلامی مفاد کیلئے کام کرنا چاہتے ہیں، اس انجمن کے ممبر ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس انجمن کے کام

کے ساتھ اپنے فرقوں کے عقائد کی تبلیغ نہیں کر سکتے۔ ہر فرقے کے لوگ اپنے فرقہ واری عقائد پر قائم رہ کر اور دوسروں کے عقائد میں دخیل ہونے کے بغیر عام اسلامی مسائل و معاملات میں جمہور اسلام کی خدمت یا اُن سے تعاون کر سکتے ہیں۔ بہر حال اسلام کے لئے جو خدمت جس طرح سے ممکن ہے ہم اُس کے انجام دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ مسلمان بجائے اس کے کہ ہماری مدد کریں اس میں معاندانہ مزاحمت کرتے ہیں اور اپنے خیال میں ایسے معاندانہ اور مخالفانہ جذبات ہی کو وہ اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں۔ اے کاش وہ سمجھتے! وقت و زمانہ کی شناخت کرتے۔ اور اپنے مفاد دینی و دنیاوی اور آئندہ کی قومی بہبودی و فلاح پر قادر ہوتے۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شہر یروشلم کو مخاطب کر کے بڑی حسرت سے فرمایا تھا کہ :-

"کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں مگر تُو نے نہ چاہا۔" (متی باب ۲۳ آیت ۳۷)

یہ شکایت اور حسرت و آرزو ہماری جانب سے بھی تمام کلمہ گوؤں کے لئے ہے۔ لیکن ہم اپنی شکایت کو اللہ تعالیٰ کے لئے معاف کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی قدرت سے ہماری اس آرزو کو پورا کر کے اس حسرت کو بھی دل سے نکالنے کے اسباب مہیا کر دے جو مسلمانوں کے موجودہ تشتّت و افتراق سے ہر بہی خواہ اسلام کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

من آنچہ شرط بلاغست با تو مے گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

سید بشارت احمدؐ
امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن

(ضمیمہ)

بجواب "قادیانی مذہب" مؤلفہ پروفیسر الیاس برنی صاحب

حیدرآباد دکن

معذرت

حیدر آباد کے قومی مفاد کا لحاظ - حالات کے خود بخود درست ہو جانے کی توقع - نیک طبیعت ہمدرد دوستوں کا مشورہ (کہ خاموشی بہتر ہے) اور برنی صاحب کے "تیز مواد" نیز جدید ترتیب اور مزید مضامین کے ساتھ جلد شائع ہونے والے دوسرے ایڈیشن، "کسی بڑی کتاب" کا انتظار اور بعض دیگر مصالح کی بنا پر پروفیسر برنی صاحب کے "قادیانی مذہب" کا جواب شائع ہونے میں تاخیر ہو گئی - اس لئے اپنے احباب سے اظہار معذرت کرتے ہیں :

ضروری التماس

سلسلہ عالیہ احمدیہ کو حیدر آباد فرخندہ بنیاد میں قائم ہوئے چالیس سال سے اوپر کا عرصہ ہوا ہے - اور اس زمانہ میں ہماری جماعت کو بہت سی دقتوں اور مشکلات میں سے گذرنا پڑا ہے - مگر جماعت احمدیہ نے بفضلہ تعالیٰ ہر وقت کامل استقلال سے کام لیا - ہر حملہ کا فوری جواب دیا - مخالفین نے ہم کو جس قدر زور سے مٹانا چاہا - اللہ تعالیٰ نے اسی قدر عروج بخشا -

گذشتہ سال شاہی عاشور خانہ میں پروفیسر الیاس برنی صاحب کی تقریر سے جو غلط فہمیاں پیدا ہوئیں - اُن کا پہلے تو نہایت متانت سے ازالہ کیا گیا - پھر درجن بھر رسائل (جن میں بعض آریوں کی ضبط شدہ کتابوں کے نمونہ تھے) اور اخباری مضامین (جن میں الاعظم نے بعینہٖ زمیندار لاہور کا رنگ اختیار کر لیا) شائع ہوئے - ان سب کو ہم نے تحمل اور بردباری سے پڑھا - گندہ حصہ نظر انداز کر کے نفس مضمون پر "ختم نبوت کی حقیقت" نامی کتاب ذمہ وار حکام کو دکھا کر شائع کر دی - اس طرح امن پسندی اور مفاد ملک و مالک کے مد نظر کل معاملہ خوش اسلوبی سے ختم کر دیا -

لیکن ایک "خاص گروہ" ہے جو احمدی طاقت سے واقف ہے۔ اور سات سال سے کوشاں تھا، کہ احمدیوں کے راستہ میں رُکاوٹ ڈالے، تا وہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کامیابی سے نہ کر سکیں۔ اُس کا داؤ چل گیا۔ اور جناب پروفیسر الیاس برنی صاحب کے ذریعہ یہ لوگ اپنے مقصد میں جہاں تک ہمارے لئے مشکلات پیدا کرنے اور قومی نقصان پہنچانے کا سوال تھا، کامیاب ہو گئے۔ پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب "قادیانی مذہب" لکھکر اس فتنہ کو جسے ہمارے تحمل و بُردباری نے سُلا دیا تھا، پھر سے جگا دیا۔ اور حیدر آباد کی تاریخ میں ایک نیا باب کھولا۔ ہم نے اس پر بھی صبر سے کام لیا۔ مگر جب دیکھا، کہ ایک شخص نے محض غلط بیانیوں اور مغالطہ دہی سے نیک دل لوگوں کے قلوب میں وساوس پیدا کئے ہیں، تو ہم اظہار حقیقت کے لئے بغرض اصلاح اپنی جوابی کتاب الموسوم بہ "تصدیق احمدیت" پیش کرتے ہیں۔ اور حق پسند ناظرین سے ملتمس ہیں کہ وہ:-

(۱) اصل کتب دیکھکر ہمارے جواب کی تصدیق فرماویں۔ اس غرض کے لئے ہمارا دار المطالعہ واقع جوبلی ہال افضل گنج ۳ سے ۸ بجے شام تک کھلا رہتا ہے۔ نیز ہم ہر طالب حق کے دروازے پر اس خدمت کے لئے حاضر ہونے کو تیار ہیں۔

(۲) برنی صاحب کو دیانت۔ امانت۔ صداقت۔ علم اور عثمانیہ یونیورسٹی کی عزت کے نام پر مجبور کریں۔ کہ وہ یا تو ہمارے چیلنج کو قبول کریں، اور اپنی علمی تحقیقات اور محاسبہ کو اصل کتب سے حوالہ جات دکھا کر ثابت کریں۔ یا پھر مسلمان قوم کی مایۂ ناز درسگاہ علی گڑھ کی روایات۔ علی گڑھ کی تربیت پر دھبہ لگانے کے جُرم کا ازالہ اپنے رجوع اور اعتراف غلطی کے اعلان سے کر دیں۔

بالآخر ہم یقین دلاتے ہیں۔ کہ باوجود ایسی تکلیف محسوس کرنے کے جو مسلمانوں کو "رنگیلا رسول" جیسی کتابیں شائع کئے جانے سے پہنچی تھی، ہم مفاد قومی اور ملی کے مدنظر ملک و مالک، اسلام اور مسلمانوں کی خدمت حسب سابق کرتے رہیں گے۔ اور حیدر آباد کے دشمنوں کو انشاء اللہ خوشی کا موقعہ نہ دیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

خادم:- سید بشارت احمد

فہرست مضامین تصدیق احمدیت

نوٹ:۔ اس کتاب کے حاشیہ پر اسکے سابقہ ایڈیشن کے صفحات بھی لگا دیئے گئے ہیں۔

خدا کیلئے برنی صاحب کے دیئے ہوئے حوالجات اصل کتابوں سے ضرور ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پروفیسر الیاس برنی کی علمی تحقیقات کی حقیقت

اُن کی اخلاقی و علمی کمزوریاں

اُن کو چیلنج

حال میں جناب پروفیسر الیاس برنی صاحب نے ایک رسالہ "قادیانی مذہب" کے نام سے شائع کیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے یہ غلط خیال پیدا کرنے کی بیجا کوشش کی ہے کہ تحریک "احمدیت" کو جسے وہ "قادیانی مذہب" کہتے ہیں۔ اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ اس رسالہ میں جناب برنی صاحب نے اس حسن ظن سے بیجا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے جو خصوصاً تعلیم یافتہ پبلک کو ان سے ہو سکتا ہے۔

انکی پوری کتاب وساوس انگیزی اور دسیسہ کاریوں کا مجموعہ ہے۔ اور اپنے اس کمال کو انہوں نے نظر فریب عنوانات دیکر ہمارے سلسلہ کی کتابوں کے حوالے اور نامکمل و

ناقص اقتباسات دیئے ہیں پوشیدہ کر دیا ہے۔ کوئی معقول پسند تعلیم یافتہ آدمی کیا ایسے شخص سے جو پروفیسر جیسی علمی حیثیت اور شہرت رکھتا ہو یہ توقع نہیں کر سکتا ہے کہ وہ اس اخلاقی کمزوری اور علمی خیانت کا مرتکب ہو سکتا ہے کہ اپنے علمی مخالف کے بیان کو توڑ مروڑ کر غلط طور پر بیان کرے یا اُس کے مشتہرہ اور مطبوعہ مضامین سے ادہر ادہر کے کچھ الفاظ یا عبارت اس طرح اقتباس کرے کہ اس سے قائل کا اصل منشا رفوت ہو جائے۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برنی صاحب نے اس اخلاقی کمزوری اور علمی خیانت کا ارتکاب کیا اور بظاہر صرف اس لئے کیا کہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آزاد خیال۔ تعلیم یافتہ اشخاص جو مذہبی جھگڑوں سے علٰحدہ رہنا چاہتے ہیں خود تو تحقیقات کرینگے نہیں اس لئے انکی شستہ اور صاف تحریر دلچسپ عنوانات اور عمدہ ترتیب سے متاثر ہو کر اور جا بجا حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کے اقتباسات بقید حوالۂ صفحہ موجود دیکھ کر یہ خیال کرنے لگیں گے کہ واقعی احمدی جماعت کا اسلام اور اسلامی خدمات کا ادعا محض ڈھکوسلہ ہے۔

اے کاش! یہ علمی خیانت کی عزت بجائے ایک پروفیسر یونیورسٹی کے کسی ملّاں یا کسی ظاہر پرست مولوی کے حصہ میں آتی جو خود اپنی حیثیت ہی سے تعلیم یافتہ پبلک کے نزدیک درخور اعتناء نہیں ہے۔ تاکہ یہ صاف دل گروہ اس بدظنی سے محفوظ رہتا جو اس کے اعتماد سے فائدہ اٹھا کر ایک تعلیم یافتہ شخص نے پیدا کی ہے۔

جہانتک کتاب کے حوالجات کی صحت کا تعلق ہے وہ اکثر غلط ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب برنی صاحب نے صرف اپنی گرمی بازار کے شوق میں یہ جنس کاسد پرانا سامان بیچنے والے کباڑیوں کی دوکان سے ہی لے لی ہے۔ لیکن اسوقت پبلک کے نزدیک تو ذمہ وار وہی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری تنقید سے برنی صاحب کی علمی اور اخلاقی حیثیت سے پردہ اٹھ جائیگا اور اسوقت پبلک حقیقت سے واقف ہو جائے گی۔ اس لئے ہم برنی صاحب کو اپنی اس تنقید کے سلسلہ میں یہ چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ثابت کریں۔

اوّل یہ کہ قادیانی جماعت کے عقاید دوسروں کو دکھلانے اور رجھانے کے تو اَور ہیں اور فی نفسہٖ اصل عقاید اور۔ جیسا کہ اپنی کتاب کے مقدمہ صفحہ ۹ [۱] میں لکھا ہے کہ تحقیق کیجئے

---

[۱] طبع دوم صفحہ ۵ طبع سوم صفحہ ۸ طبع چہارم صفحہ ۱۹ طبع پنجم صفحہ ۲۳ منہ

تو پتہ چلتا ہے کہ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور"۔
دوم۔ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی عقیدہ ختم نبوت کو ترک اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع شریعت سے انحراف کر کے بالمقابل نبوت مستقلہ کا دعویٰ کیا؟ اور احمدی جماعت کا یہی اعتقاد ہے؟
سوم یہ کہ کبھی حضرت مسیح موعودؑ نے فضیلت کجا حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی برابری کا بھی دعویٰ کیا؟ درآنحالیکہ ہم نے اپنی تنقید میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر ہی فخر تھا اور جماعت احمدیہ بھی یہی اعتقاد رکھتی ہے۔
چہارم یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے بجائے حج کعبۃ اللہ کے جو از روئے شریعت اسلامی مسلمانوں پر فرض ہے احمدیوں کے لئے قادیان کا حج مقرر فرمایا ہے[1]؟
اگر ان چار امور محولہ بالا میں سے کوئی ایک بھی جناب برنی صاحب ثابت کر دیں تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم ایسے عقاید سے توبہ کر لیں گے۔ اور مزید برآں ہر ایک ثبوت پر سَو روپیہ نذرانہ بھی دیں گے۔
آپ یاد رکھئے کہ ہم نے حضرت مرزا صاحبؑ کو مانا ہی اس لئے ہے کہ ان کے ماننے سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ سے وابستگی بڑھ جاتی ہے اور ہم اب تجربہ کے بعد اسکے شاہد ہو گئے ہیں۔ لیکن اگر برنی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مرزا صاحب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کر کے مستقل نبی بن گئے جن کو اسلام اور اسلامی فرائض و تعلیم سے کوئی واسطہ نہیں۔ تو ہم کو ان سے واسطہ ہی کیا؟ ہم تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ رہیں گے ؎

مرا عہدیست باجاناں کہ تاجاں در بدن دارم!
ہوا خواہی کو یت را چو جان خویشتن دارم!

---

[1] اب اس الزام کو جدید ایڈیشن رسالہ قادیانی مذہب میں نہیں رکھا گیا۔ تفصیل کیلئے ہمارے جوابی رسالہ "بشارت احمدؐ" کا حاشیہ ملاحظہ فرمایا جاوے۔ منہ

کیا ہم امید کریں کہ برنی صاحب خود یا تعلیم یافتہ پبلک کے زور دینے سے اس میدان میں آئیں گے ؟ اس سے بڑھ کر ہم خرما وہم ثواب اور کیا ہو سکتا ہے ؟

برنی صاحب کی اس کتاب کے جواب میں ایک مختصر سا ٹریکٹ جماعت احمدیہ بنگلور نے اس کتاب کے اغلاط اور مغالطات ظاہر کرنے کے لئے شائع کیا تھا لیکن جناب برنی صاحب نے اس پر اعتنا نہیں فرمائی۔ بلکہ اور بھی چراغ پا ہو گئے۔ اور بذریعہ ایک دوسرے رسالہ موسومہ "قادیانی جماعت" کے اپنے موجودہ رسالہ قادیانی مذہب سے زیادہ تیز مواد باقی رہنے کی دھمکی دی ہے۔ گویا بنگلوری ٹریکٹ نے حضرت کے لئے منضج کا کام کیا۔ بہتر ہے ہم بھی منتظر رہیں گے کہ برنی صاحب اپنا یہ موادِ فاسد خارج کر لیں۔ تا کہ معقول تبرید کا انتظام کیا جائے۔ فی الحال پیوستہ اوراق میں ان کے اس موجودہ رسالہ "قادیانی مذہب" پر نظر کیجاتی ہے۔

برنی صاحب کے نام نہاد "علمی محاسبہ" سے اور کچھ نہیں تو کم از کم اسقدر فائدہ تو ہوا ہے کہ بعض طبائع میں اس ذریعہ سے تحقیق حق کی خواہش پیدا ہو گئی ہے۔ اور ہم خدا سے یہی چاہتے تھے کہ لوگوں میں احمدیت کے متعلق تحقیق کا شوق پیدا ہو۔ برنی صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

عدو شرّے بر انگیزد کہ خیر ما دراں باشد

مقدمہ کتاب میں جناب برنی صاحب نے اس تحقیقات کی تکلیف گوارا فرمانے کے وجوہ بھی بیان فرمائے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب موصوف نے کسی جلسہ میلاد النبیؐ مبارک پر کوئی تقریر ختم نبوت کے موضوع پر فرمائی تھی۔ احمدی نوجوانوں نے اس بحث پر تبادلہ خیالات کی خواہش ظاہر کی تو ٹالدی گئی۔ اس لئے انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار ایک رسالہ کی شکل میں کیا جس میں اس تقریر پر کچھ ایراد و تعریض تھی۔ یہ جسارت احمدی نوجوانوں کی جناب کو ناگوار گذری۔ اس لئے اپنی قوت کے اظہار کے لئے پہلا حملہ اس رسالہ سے کیا گیا۔

یہ کتاب مقدمہ کے علاوہ ایک تمہید اور پانچ فصول پر منقسم ہے لیکن اصل مضمون

پر نظر کرنے سے قبل مؤلف کی التماس قابل ملاحظہ ہے جو آخر کتاب میں صفحہ ۱۱۳ پر درج ہے خلاصہ تو اس التماس کا صرف یہ ہے کہ انکو احمدی جماعت کی کتابیں نہیں مل سکیں اس لئے انکو کوئی دوسرا خاص اہتمام اس تالیف کے لئے کرنا پڑا لیکن پوری عبارت التماس کی پڑھنے کے قابل ہے جس سے پروفیسر صاحب کی ذہنیت کا پتہ چل جاتا ہے جو اس کتاب کی اشاعت میں مخفی ہے۔

التماس کا سلسلہ بیان اس طرح شروع ہوتا ہے کہ "قادیانی مذہب" کی تحقیق میں کچھ عرصہ سے مسلمانوں کو عجیب دقت پیش آرہی ہے۔ اور اس دقت کا اظہار جو مسلمانوں کو "قادیانی مذہب" کی تحقیق میں پیش آرہی ہے اسطرح فرمایا گیا ہے۔ کہ "انکو کام کی کتابیں نہیں ملتیں۔" اور پھر اس اجمال کی تفصیل اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ

"جن خاص کتابوں سے مذہب کے حقیقی رجحانات و اعتقادات کا پتہ چلتا ہے انمیں سے اکثر نایاب ہیں۔"

اگر بات یہیں ختم ہوجاتی تو یہ ظاہر ہوجاتا کہ ذی علم مؤلف کو کتاب کی تالیف میں دشواری پیش آئی لیکن منشاء چونکہ صرف یہ نہیں کہ تالیف کی دشواریوں کو ظاہر کیا جائے بلکہ اس سلسلہ میں یہ وسوسہ بھی پیدا کرنا منظور ہے کہ قادیانی اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں۔ اس لئے ضروری کتابوں کی نایابی کا ذکر کرکے اس وسوسہ کی پٹڑی جماتے ہیں کہ

"بعض کا خیال ہے۔ (گویا آپ خود اس سے بری ہیں) کہ بنظر مصلحت انکی اشاعت مسدود کر دی گئی۔"

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟ اسکا جواب دوسرے اشخاص کی زبان سے اسطرح دیتے ہیں۔

"بعض کو توقع ہے کہ ترمیم و اصلاح کے بعد کسی موقعہ پر شائع ہونگی۔"

اس طور سے نہایت سادگی اور اپنی شان معصومیت کو قائم رکھ کر برنی صاحب نے بغیر اس کے کہ ان پر کوئی الزام عائد ہو اپنے پڑھنے والوں کے دلوں میں چپکے سے یہ وسوسہ ڈال دیا۔ کہ احمدی اپنی کتابیں چھپاتے ہیں اور ضروری کتب کی اشاعت بہ مصلحت مسدود کردی گئی ہے اور اس طرح کتب کو نایاب کر دیا گیا ہے۔

لیکن آپ چونکہ خود ناواقف محض ہیں اس لئے ڈرتے ڈرتے مثالاً "انجام آتھم" کا نام لیتے ہیں اور اس میں یہ بھی قید لگا دیتے ہیں کہ "اس کے مکمل نسخے بہت کم یاب ہیں"۔ گویا اس طرح وہ پبلک کو یہ یاد کرانا چاہتے ہیں کہ "انجام آتھم" مرزا صاحب کی ایسی تصنیف ہے جس میں خاص طور پر احمدی جماعت کے عقائد اور مذہبی رجحانات درج ہیں۔ جس کی اشاعت مسدود کر دی گئی ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ ہی سرے سے غلط ہے۔ انجام آتھم فی نفسہٖ عقائد کی کوئی کتاب نہیں۔ نہ یہ کتاب کمیاب ہے، اور نہ تھی۔ وہ پادری آتھم کی پیشگوئی کے متعلق اعتراضات کا جواب ہے۔ ہاں اس میں علماء اور مخالفین کو مخاطب کیا گیا ہے۔ جس میں اپنے دعاوی کا بھی ذکر ہے اور بس۔

غرض فی نفسہٖ کتاب مذکور عقائد کی کتاب نہیں ہے۔ یوں تو حضرت مرزا صاحبؑ کی ہر ایک کتاب میں ان کے دعاوی و دلائل کا ذکر ہے۔ انجام آتھم اس معاملہ میں مخصوص نہیں لیکن عقائد جن کتابوں میں ہیں وہ خاص کر کشتی نوح۔ مواہب الرحمٰن۔ حمامۃ البشریٰ۔ آئینہ کمالات اسلام ازالہ اوہام تحفہ گولڑویہ وغیرہ ہیں انہیں سے کسی کتاب کی نسبت جناب پروفیسر صاحب نے یہ نہیں کہا کہ وہ نایاب یا کم یاب ہے یا اسکی اشاعت بہ مصلحت مسدود کر دی گئی ہے۔ پھر یہ کہنا کہ انجام آتھم کے اصل نسخے کمیاب ہیں یہ ظاہر کرتا ہے کہ کچھ غیر اصلی اور غیر مکمل نسخے ملجاتے ہیں۔

پھر اسکے بعد یہ امر بھی ناظرین کتاب کی توجہ کے قابل ہے کہ ابتدائی سطور میں تو عقائد کی کتابوں کو "نایاب" کہا اور آخر تک پہنچکر انجام آتھم کا نام ظاہر کر کے "کمیاب" کہدیا گیا۔ یہ توقع نہیں کیجا سکتی کہ پروفیسر صاحب "نایاب" اور "کم یاب" میں کوئی فرق نہیں کر سکتے تھے۔

یہ التماس کی ابتدائی چار سطروں کی حقیقت ہے۔ ان چار سطروں میں مؤلف نے اپنے اسی کمال فن کا اظہار کیا ہے جس سے ساری کتاب بھری ہوئی ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس فن کو سوائے وساوس انگیزی و دسیسہ کاری کے اور کیا نام دیا جائے۔ اگر اس سے زیادہ کوئی اور موزوں نام اس کے لئے تجویز کیا جا سکتا ہے تو ہم کو اس کے قبول کرنے میں عذر نہ ہوگا۔

ان ابتدائی چار پانچ سطروں کے بعد یہ الزام لگایا گیا ہے کہ احمدیہ کتاب گھر قادیان سے ان کے ایک عزیز نے ایک بڑی لمبی فہرست بھیج کر کتابیں طلب کی تھیں جس کی تعمیل نہیں

کی گئی۔ نہ جواب دیا گیا۔

ہم نے اس خاص واقعہ کی نسبت "کتاب گھر قادیان" سے دریافت کیا تو واقعہ غلط معلوم ہوا۔ احمدیہ کتاب گھر والوں کا جواب یہ ہے کہ

"دھرم بھکشو جیسے آریہ معاند اسلام اور مولوی ثناء اللہ و علمائے دیوبند جیسے مخالفین احمدیت کو بھی کبھی کتابیں بھیجنے سے انکار نہیں کیا گیا۔ تو ایک ایسے شخص کو جسکی کوئی معروف مخالفانہ حیثیت نہ تھی۔ بعض کتابیں دینے سے انکار کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ یہ ناممکن ہے کہ خط وصول کر کے کتابیں بھیجنے سے انکار کیا جائے۔ اس لئے کہ کتاب گھر اسی خاص کاروبار کو انجام دیتا ہے وہ انکار کیونکر کرسکتا ہے؟"

پس اگر یہ الزام محض بے بنیاد نہیں تو یقیناً غلط فہمی پر ضرور مبنی ہے اور جناب پروفیسر صاحب جانتے ہیں۔ کہ سکندرآباد اور حیدرآباد میں ایک منظم جماعت موجود ہے۔ جس کا ایک کتب خانہ عام بھی وسط شہر احمدیہ جوبلی ہال میں موجود ہے اور دوسرے چند احمدی افراد کے خانگی کتب خانے بھی ہیں۔ اگر کوئی کتاب ان کتب خانوں میں نہ مل سکتی تو جماعت کے سکرٹری سے طلب کرسکتے تھے۔ یہ بات خود جناب برنی صاحب کے اپنے دل میں کھٹکتی تھی۔ اسی لئے اس سے دامن بچایا ہے کہ

"یہ صحیح ہے کہ حیدرآباد میں ایک قادیانی کتب خانہ کھلا ہوا ہے۔ لیکن وہاں جو کتابیں ملتیں اور اپنی جو حیثیت ہوتی ظاہر ہے۔"

مگر یہ نہیں ظاہر فرماتے کہ خدانخواستہ اپکی وہاں کیا حیثیت ہوتی؟ اور اگر یہ وسوسہ انگیزی اور محض بدگمانی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

خاتمہ التماس پر "قادیانی اکابر" کو مخاطب کر کے پروفیسر صاحب نے لکھا تھا کہ "ازراہ علم پروری" سلسلہ کی کتابیں انکو دیجائیں۔ انکی یہ استدعا منظور کرلی گئی۔ اور کتابیں جو انہوں نے طلب کیں انکو دی گئیں۔ اور انہوں نے قیمت بھی باصرار ادا فرمائی۔ دیکھئے اس واقعہ کو بھی جناب پروفیسر صاحب تسلیم فرماتے ہیں یا نہیں۔ اور اگر تسلیم فرماتے ہیں تو کس توجیہہ و تمہید و تشریح کے ساتھ؟

آیندہ کے لئے بھی یہ صاف اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ جب چاہیں نہ صرف قیمتاً بلکہ مفت یا استعاریبھی کتابیں ہمارے پاس سے طلب کر سکتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے جناب برنی صاحب کے عنوانات بلکہ توہمات کی۔ پس جس تحقیق کی ابتداء ہی بدگمانی اتہام و جذبہ انتقام کے ساتھ ہوئی ہو اس کی جو حیثیت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے ؎

الدّاعی الی الخیر

سیّد بشارت احمدؐ

بشارت منزل حیدرآباد دکن

ربیع الاوّل مبارک ۱۳۵۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ھو الناصر

جناب پروفیسر الیاس برنی صاحب کے

رسالہ

قادیانی مذہب پر

تنقید

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ (سورۃ الصف ع۱)

مقدمہ پر تنقید

سبحان اللہ کیا تحقیق ہے! جناب مولوی الیاس برنی صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ نے اپنے رسالہ موسومہ "قادیانی مذہب" کے مقدمہ میں اپنی اس علمی تحقیق کو "قادیانی مذہب" کے دوسرے رُخ کو جو بالعموم نظروں سے مخفی رہتا ہے نمایاں کر دینے" کی کوشش پر مبنی فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"قادیانی مذہب کا ایک بڑا اصول ہے جس سے عام تو کیا خاص لوگ بھی بیخبر ہیں وہ یہ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مذہبی زندگی کے دو دور ہیں۔ پہلے دور میں تو وہ خوب خوش اعتقاد اور عقیدتمند نظر آتے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء سب کو اپنا بڑا مانتے ہیں۔ سب کی عظمت کرتے ہیں۔ اتباع کا دم بھرتے ہیں" مقدمہ[1]

"لیکن دوسرے دور میں حالت بالکل برعکس ہے۔ اول تو علانیہ نبی بنجاتے ہیں۔ پھر بڑھتے بڑھتے تقریباً سب اولیاء و انبیاء سے صراحتاً یا کنایۃً بڑھجاتے ہیں۔ بڑے سے بڑے دعوے زبان پر لاتے ہیں۔ اچھے اچھوں کو نظروں سے گراتے ہیں۔ اور اپنے واسطے انتہائی عقیدت کے طالب نظر آتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔" (مقدمہ[2])

سبحان اللہ! کیا تحقیق ہے۔ اور پھر تحقیق بھی ایسی جس سے عوام تو کیا خواص بھی محروم و بیخبر رہے اور اخص الخواص جناب پروفیسر صاحب کے سر اس تحقیق کا سہرا رہا۔ ہم اس تحقیق کی داد دیتے ہیں ؎

زندان تو جملہ درد ہا نند ؞ چشمان تو زیر ابرو انند

لایعنی باتوں سے تسکین

تعجب ہے کہ پروفیسر جیسی علمی حیثیت رکھنے والے انسان بھی ایسی لایعنی باتوں سے تسکین پا سکتے ہیں۔ کیا کوئی ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ کسی نبی یا مامور من اللہ نے اپنے روز پیدائش ہی سے اپنا دعویٰ نبوت پیش فرما دیا ہو؟ اور دعویٰ نبوت کے قبل و بعد ایک ہی قسم کا علم اور ایک ہی قسم کے خیالات ظاہر کئے ہوں۔ معلوم نہیں حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت آپ کیا کہیں گے وہ تو فرماتے ہیں کہ ؎

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع ؞ عارف کامل شود یا فاضل صاحب سخن

---

[1] طبع دوم ص۸ و طبع سوم ص۸ و طبع چہارم ص۱۳۶ و طبع پنجم ص۱۴۲۔

[2] طبع دوم ص۹ و طبع سوم ص۹ و طبع چہارم ص۱۳۹ و طبع پنجم ص۱۴۴۔

آپکی رائے میں کسی چیز کی ابتداء و انتہاء۔ آغاز و کمال دونوں یکساں ہی ہونے چاہیئے تھے۔ کیا جناب برنی صاحب سے کوئی یہ پوچھ سکتا ہے کہ کیا جناب یہ ایم اے ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگریاں۔ یہ قادری چشتی ہونے کے تمغے اور اپنی موجودہ علمی تحقیق "قادیانی مذہب" کا مسودہ آپ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے ؎

بر ایں عقل و دانش بباید گریست!

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے دو دور

حیرت ہے کہ مخالفت میں آدمی عقل و علم سے بھی دست بردار ہو جاتا ہے۔ کوئی پوچھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا آپکی جماعت نے کب کہا تھا کہ حضرت اقدس کی زندگی یا مذہبی زندگی ان ادوار سے خالی و مستثنیٰ تھی۔ جو ہر ایک عامی۔ عالم۔ فاضل۔ ولی نبی کے لئے لازمی ہیں۔

سُنیئے! حضرت اقدس نے اعلان کیا ہے اور آپکی جماعت اس اعلان کو آپ تک پہنچاتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب۔ جو ایک گوشہ نشین اور خاموش زندگی بسر کرنے والے خادمِ اسلام تھے۔ انکا عقیدہ مثل دوسرے مسلمانوں کے ابتداء میں یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں تشریف لائیں گے۔ لیکن بالآخر خدا کے متواتر الہام و احکام نے حضرت مرزا صاحب پر یہ ظاہر کیا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور وہ مسیح جس کے لئے اس امتِ مرحومہ میں آنے کا وعدہ کیا گیا ہے تُو ہی ہے۔

یہ وہ اعلان ہے جسکو سوائے پروفیسر برنی صاحب کے تمام دنیا جانتی ہے۔ خصوصاً وہ جن کو حضرت اقدس کے دعاوی سے بحیثیت انکے **متبعین یا مخالفین** ہونے کے واسطہ رہا ہے۔ تعجب ہے کہ اس عالم آشکار حقیقت کو جناب پروفیسر صاحب اپنی خاص تحقیق و انکشاف کہتے ہیں۔ اور دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ سوائے جنابؐ کے یہ حقیقت دنیا سے آجتک مخفی تھی۔

مسیح موعود کی نبوت و فضیلت متفق علیہ ہے

ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت اقدس کے دعاوی مسیح و مہدی موعود کو مانے یا نہ مانے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ ابتدا رہی سے آپ نے اس

دعویٰ کو پیش کیا۔ اور اُسوقت سے اپنی تاریخ وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء تک اس پر قائم رہے اور یہ ایسا دعویٰ تھا جو کبھی کسی شخص سے مخفی نہیں رہا۔ ظاہر ہے کہ جبتک حضرت مرزا صاحب نے مسیح موعود و مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اسوقت تک وہ اپنے لئے کسی مقام یا منصب کے دعویدار نہ تھے۔ جب وہ اس خاص دعویٰ کو لے کر کھڑے ہوئے تو انکو یہ کہنا ضروری تھا کہ جو خصوصیات ولوازم و فضائل مسیح موعود یا مہدی معہود کے لئے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور مسلمانوں کے مسلّمہ ہیں انکے وہ مستحق ہیں۔

اس موقعہ پر صرف مولوی محمد علی صاحب مونگھیری (سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سخت ترین مخالف) کی کتاب "بیعہ عثمانیہ" کے ص۳ سے ایک فقرے کا حوالہ کافی ہوگا جسمیں مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ

"مسیح موعود کا نبی ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ جو شخص انہیں (یعنی حضرت مرزا صاحب کو) مسیح موعود مان رہا ہے پھر وہ انکی نبوت سے کیونکر انکار کرسکتا ہے؟"

غرضیکہ تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام بعد نزول نبی ہونگے مگر اس طرح کہ وہ شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے۔ اس لئے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوں گے۔ اور اس طرح عیسٰی علیہ السلام کی آمد مسلمانوں کے مسلّمہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہ ہوگی۔ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ بھی یہی ہے۔ اور جن لوگوں نے انکو قبول کیا ہے اسی حیثیت سے قبول کیا ہے کہ آپ وہی مسیح موعود اور مہدی ہیں جن کی بشارت احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں آئی ہے۔

بلاشبہ ایک مخالف یہ تو کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت و مہدویت غلط ہے اور جنہوں نے ان کو اس حیثیت سے قبول کیا ہے غلطی کی ہے۔ لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں تو ان کا دعویٰ امتی نبی ہونے کا یا امت کے دیگر صلحاء و علماء و اولیاء پر فضیلت کا غلط ہے۔ ہر چیز اپنے لوازم و خصوصیات کے ساتھ ہی قبول کیجا سکتی ہے پس جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود و مہدی معہود کو قبول کیا ہے انکو مجبوراً ان کے لوازم فضیلت اور خصوصیت نبوت کو قبول کرنا پڑے گا۔

اس لئے جناب برنی صاحب کی یہ تحقیق کہ دوسرے دور زندگی میں حضرت مرزا صاحب علانیہ نبی بن گئے۔ اور بڑھتے بڑھتے تمام اولیاء سے بڑھ گئے ایسی تحقیق نہیں ہے جو دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔ اور جس سے اسوقت تک سوائے جناب برنی صاحب کے کوئی واقف نہ ہوسکا ہو۔

اس تحقیق سے سوائے اس کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ یا تو خود برنی صاحب اہلسنّت والجماعت کے مسلمہ عقاید سے بیخبر ہیں۔ یا لوگوں کی نظر سے ان عقاید کو پوشیدہ رکھ کر جو مسلمہ و متفقہ ہیں وساوس پھیلانا چاہتے ہیں۔

ہر نبی کی زندگی کے دو دور

ہم کو یہ قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے کہ حضرت اقدس کی مذہبی زندگی میں دو دور آئے ہیں۔ اور قرآن پاک کا پڑھنے والا اس سے بیخبر نہیں رہ سکتا۔ کہ ہر نبی اور ماموّر و مرسل من اللہ پر ایسے دوروں کا گزرنا لازمی ہے۔ ہر نبی کی ایک زندگی دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہوتی ہے۔ ایک اس کے بعد کی۔ اور دونوں زندگیوں کے حالات۔ واقعات۔ خیالات ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہوتے ہیں۔

جس طرح پروفیسر صاحب حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے دو دوروں کو ایک وجہ انکے دعاوی کی تکذیب یا تردید کی قرار دیتے ہیں۔ تقریباً اسی طرح پہلے لوگوں نے بھی اس اختلافِ زندگی و حالات کو وجہ شک و شبہ قرار دیا تھا۔

حضرت صالحؑ کی قوم حضرت صالحؑ سے کہتی ہے :۔

يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ [1] (ھود۔ ع ۶)

حضرت موسیٰؑ کو بھی فرعون نے انکے دعوے سے قبل کی زندگی کی جانب اشارہ کرتے

---

[1] اے صالح! ہم کو تو تجھ سے اس سے قبل بڑی امیدیں تھیں۔ کیا تو ہم کو انکی عبادت سے منع کرتا ہے جنکی عبادت ہمارے آباء و اجداد کرتے رہے ہم کو اسوجہ سے تمہارے دعوے کی صحت میں شک ہوتا ہے۔

ہوئے کہا تھا :۔

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝[1] (سورۃ شعراء ع ۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس اعتراض والزام کو قبول کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں :۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝[2] (سورۃ شعراء ع ۲)

اگر جناب برنی صاحب کا خود ساختہ اصول تحقیق صحیح ہے تو کیا شبہ ہے کہ قوم صالح اور آل فرعون کا اعتراض اور اپنے پیغمبروں کی صداقت میں شک و شبہ بجا تھا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو دور

خیر یہ تو دُور کے قصے تھے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بھی اس مسئلہ میں کافی ہدایت ملتی ہے دعویٰ نبوت سے پہلے قوم آپکو امین و صدیق تسلیم کرتی تھی۔ لیکن دعوئے نبوت کے بعد ساحر و مجنون کہنے لگی۔ صرف اس لئے کہ حضور نے وہ دعاوی کئے جن کو قوم برداشت نہ کرسکتی تھی۔ پہلے آپکو کہا گیا :۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝[3] (سورۃ شعراء ع ۱۱) اور پھر حکم ہوا :۔

---

[1] یعنی کیا میں نے تجھکو اپنے یہاں بچہ کی طرح نہیں پالا تھا۔ اور تو برسوں ہمارے پاس نہیں رہا؟ (مطلب یہ کہ تیرے ایسے خیالات تھے جیسے اب ہیں) اور تو نے ایک اور حرکت بھی کی (یعنی ایک قتل) اور تو بڑا ناشکر گزار ہے۔

[2] ہاں میں نے ایسا کیا تھا اور میری غلطی تھی اس لئے میں تمہارے پاس سے بھاگ گیا تھا، لیکن میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مرسل بنایا۔

[3] اور ڈرا اپنے قبیلہ کے قریبی رشتہ داروں کو۔

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعًا[۱] (سورۃ اعراف ع ۲۰)
اسی طرح پہلے آپ فرماتے تھے۔ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ[۲] (بخاری کتاب التفسیر سورۃ نساء جلد ۳ ص۷۶ مصری) لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى[۳] (بخاری فی الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص جلد ۲ ص۳۷ مصری) مگر بعد میں آپ نے صاف طور پر فرمایا کہ لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ[۴] (الیواقیت والجواہر جزء ثانی المبحث ثانی والثلاثون فی ثبوت رسالۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مصر ص۲)۔ پھر صوفیاء کی مشہور اور متداول روایت کے بموجب یہ بھی فرمایا کہ لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ[۵]
مکی زندگی میں حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ۱۳ سال تک نہ صرف بیت المقدس کی جانب رخ کرکے نمازیں ادا کرتے رہے۔ بلکہ جن امور میں کوئی وحی الٰہی نہ ہوتی تو اہل کتاب کے مطابق عمل فرماتے تھے۔ لیکن ہجرت کے بعد تحویل قبلہ کا حکم ہوا۔ تو آپکو معلوم ہو کہ اس دوسرے دورِ زندگی پر اعتراض کرنے والوں کو بارگاہِ احدیت سے کیا خطاب ملا اگر نہ معلوم ہو تو سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا[۶] (سورۃ بقرۃ ع ۱۷) پڑھ لیجئے۔ کیا برنی صاحب اپنے لئے اس خطاب کو پسند فرمائیں گے؟ اگر نہیں تو پھر کیوں مورکھ پن کر کے پھلوں کی ریس کرتے ہیں؟
اسی قسم کے اعتراضات عیسائی مصنفین حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی و مدنی زندگی

---

[۱] کہدے اے لوگو! بالتحقیق میں تم سب کی طرف خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔
[۲] جس نے کہا کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں اسنے جھوٹ بولا۔
[۳] مجھ کو موسیٰ سے اچھا نہ کہو۔
[۴] اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان دونوں کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔
[۵] میرے لئے خدا کے ساتھ ایک وقت ہے کہ اسمیں کوئی فرشتہ مقرب و نبی مرسل میرے ساتھ نہیں سما سکتا۔
[۶] لوگوں میں سے بیوقوف عنقریب کہیں گے کہ کس چیز نے پھیر دیا انکو اپنے قبلہ سے جس پر وہ تھے۔

کے نمایاں اختلاف پر کرتے ہیں۔

پھر ایک وقت تھا جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو یَاخَیْرَ الْبَرِیَّۃِ [۱] (اے تمام انسانوں سے افضل) کہہ کر مخاطب کیا گیا۔ تو جواب میں ذَالِکَ اِبْرَاھِیْمُ (وہ تو ابراہیم ہیں) کا ارشاد ہوا۔ اور دوسرا وقت آیا جب آپ نے بہ تحدی فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ [۲] (میں نسلِ آدم میں سب سے افضل ہوں۔)

دورِ اول امتی اور دورِ دوم امتی نبی [۱۴]

پس حضرت اقدس مرزا صاحب کی مذہبی زندگی میں جبکہ انکو مسیح موعود ہونے کا دعوٰے ہے۔ دو دوروں کا واقعہ ہونا نہ کوئی نئی بات ہے جسکا علم برنی صاحب کو ہوا۔ اور نہ قابلِ اعتراض ہے۔ اور چونکہ آپ کا دعویٰ امتی نبی ہونے کا ہے۔ اور فریقین کا مسلمہ ہے کہ مسیح موعود امتی نبی ہوں گے۔ اس لئے آپ پر پہلے ایک دَور محض امتی ہونے کا اور دوسرا نبوت کا آنا لازم تھا۔ اور ضروری تھا کہ نبی ہونے سے پہلے امت کے تمام اعلیٰ مدارج حاصل ہو جائیں۔ یعنی پہلے صالح پھر شہید و صدیق ہوں۔ تب درجۂ نبوت عطا ہو۔ جس طرح قرآن پاک فرماتا ہے۔ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ [۳] (سورۃ نساء ع ۹)

دعویٰ بلا دلیل نتیجہ بلا تحقیق

حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے اِن دو دوروں کو بیان کرکے پروفیسر صاحب مقدمہ کے ص۹ [۴] پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"تحقیق کیجئے تو پتہ چلتا ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور"

جناب برنی صاحب کی یہ تحقیق البتہ قابلِ غور و توجہ ہوگی لیکن معلوم نہیں ہوتا

---

[۱] ابوداؤد جلد ثانی ص۲۶۳۔ [۲] ترمذی ابواب المناقب ص۲۰۲۔

[۳] انعام کیا اللہ نے جن پر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں میں سے۔

[۴] طبع دوم ص۸ طبع سوم ص۸ طبع چہارم ص۳۹ طبع پنجم ص۴۳۔

کہ یہ تحقیق آپ نے کس کتاب میں کی ہے؟ ہمارے سامنے تو وہ تحقیق ابتک آئی نہیں۔ یہ تو صرف دعوٰے ہے۔ اور اس موجودہ زیر نظر کتاب میں تو آپ نے ایک لفظ بھی اس دعوٰی کی تائید میں نہیں لکھا۔ البتہ پبلک کو غلطی میں ڈالنے کے لئے آپ نے اپنے اس نتیجہ تحقیق کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صاحب خلیفۃ المسیح ثانی کی کتاب "القول الفصل" کے ایک اقتباس سے بایں شرح ملا دیا ہے کہ:۔

"مرزا صاحب کے مذہب کے دونوں دور خود ان کے صاحبزادہ میاں مرزا محمود احمد صاحب موجودہ خلیفۂ قادیان اپنی کتاب "القول الفصل" میں یوں واضح فرماتے ہیں"

(مقدمہ صفحہ ۹)۔

گویا اس طرح آپ اپنے نتیجۂ تحقیقات کی توثیق حضرت خلیفۃ المسیح کی زبان سے کرانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ کتاب مذکور یا اس کی اقتباس کردہ عبارت کا آپ کے نتیجہ تحقیقات سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کتاب مذکور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے ایک رسالہ "اندرونی اختلافات سلسلہ کے اسباب" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اور امر مابہ البحث یہ تھا کہ آیا حضرت مرزا صاحب نے دعوٰی نبوت کیا تھا یا نہیں۔

خواجہ کمال الدین صاحب اس امر کے مدعی تھے کہ حضرت مسیح موعود نے نبوت کا دعوٰی نہیں کیا تھا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح نے کتاب مذکور کے صـ۲۴ پر وہ عبارت تحریر فرمائی تھی جس کا حوالہ برنی صاحب دیتے ہیں۔ اس حوالہ کے پڑھنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جن دو دوروں کا آپ ذکر فرماتے ہیں وہ دور آپ کے دعوٰی مسیحیت کے بعد کے ہیں۔ اور ان دو دوروں میں آپ نے اپنے ان الہامات کی توضیح فرمائی ہے جن میں آپکو نبوت کی بشارت دی گئی ہے۔ اس لئے القول الفصل کے حوالہ صـ۲۴ کو فی نفسہ برنی صاحب کے اخذ کردہ نتیجہ تحقیقات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے یہ نتیجہ تحقیقات ہر حال میں بلا دلیل کے باقی رہتا ہے جسکی تائید خود ان کے موجودہ رسالہ کے کسی فقرہ سے بھی نہیں ہوتی۔ اور ہماری طرف سے برنی صاحب اسکو ایک

کھلا ہوا اور قائم رہنے والا چیلنج تصور کریں اور جب چاہیں یہ ثابت کریں کہ احمدیوں کے عقاید دکھانے کے اور ہیں اور واقعی طور پر کچھ اور۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ[1]

عقاید کا اعلان جان و مال قربان

برنی صاحب شاید ناواقف ہوں مگر دنیا جانتی ہے کہ ہماری جماعت ایک تبلیغی جماعت ہے اس لئے اگر اپنے عقاید کو پوشیدہ رکھے گی تو تبلیغ کس طرح کر سکے گی؟

برخلاف اس کے ہمارے عقاید اور شرائط بیعت دنیا میں مشتہر ہیں۔ رسالہ عقاید احمدیہ میں ہم نے اپنے عقاید شائع بھی کئے ہیں جن کو برنی صاحب کہتے ہیں کہ یہ دور اول کی خوش اعتقادگیاں ہیں۔ اس کتاب کے طبع دوم میں ۱۹۰۸ء کی کتابوں کے حوالے موجود ہیں۔ یہ ہمارے عقاید ساری دنیا کو معلوم ہیں۔ یہاں تک کہ احمدیہ جوبلی ہال کی دیواروں پر موٹے حروف سے لکھے گئے ہیں۔ گویا حیدرآباد کے در و دیوار ہمارے عقاید کا اعلان کرتے ہیں اور ہم ان عقاید پر قائم ہیں۔ اور اس طرح قائم ہیں کہ ان پر جانیں قربان کر دی گئی ہیں اور اب بھی قربان کرنے کو تیار ہیں۔

ہر ایک شخص سن رکھے کہ جماعت احمدیہ کے عقاید وہی ہیں جو اہل سنت و الجماعت کے ہیں۔ اور ان عقاید میں سے ایک عقیدہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام و بعثت مہدی کے متعلق بھی ہے۔ اور اس عقیدہ کی حد تک اہل سنت و الجماعت ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ بجز اس کے کہ وہ ہنوز ان موعودین کے آنے کے منتظر ہیں۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو ناموں کے ساتھ جو ایک ہی وجود کے آنے کی بشارت بموجب حدیث صحیح ابن ماجہ لَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ[2]

---

[1] ترجمہ۔ اور ان (مخالفین حق) کے لئے عذاب ہے قائم رہنے والا۔ (پ۶ ع ۱۰)

[2] عیسیٰ کے سوائے کوئی مہدی معہود نہیں۔

امت کو دی تھی وہ حضرت اقدس مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود میں پوری ہوگئی۔

اِس ایک عقیدہ کے سوا جو اصل باعث اختلاف ہے دیگر امور میں ہم اہلسنت والجماعت کے خلاف نہیں ہیں۔ جو کوئی اس کے سوا اپنی طرف سے ہمارے ذمہ کوئی اور عقیدہ لگاتا ہے وہ بہتان و افترا کرتا ہے جس کا وہ خود ذمہ وار ہے۔

عقاید احمدیہ

حضرت اقدس مرزا صاحب کا عقیدہ خود آپ کے الفاظ میں یہ ہے :-

"جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے۔ وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں۔ اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائکہ حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے۔ یا ترک فرائض یا اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء۔ تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن کریم سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لائیں۔ اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے

رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔

غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں۔ کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا۔ کہ ہم باوجود اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ وَ الْمُفْتَرِيْنَ[1] (ایام الصلح مطبوعہ ۱۸۹۹ء ص ۸۶، ۸۷)

[۲۱] کیا اس کے بعد کسی کو یہ کہنے کا حق ہے کہ ہمارا عقیدہ اس کے سوائے کچھ اور ہے؟ اگر کسی امر فروعی میں ہمارے اور اہل سنت والجماعت کے درمیان کوئی اختلاف بھی ہو تو وہ اس قسم کا ہے جو علمائے اہل سنت والجماعت میں ہوتا رہتا ہے۔ اور جس میں ہم منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ سلف صالحین کی تائید اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔

احمدی دیانت و جرأت کا نادانستہ اعتراف

یہ ہے ہمارے عقاید کی اجمالی کیفیت اور اسکو نہ ہم نے کبھی چھپایا نہ چھپانے کی وجہ ہے اور ہم زور کے ساتھ پروفیسر صاحب کو اس کے خلاف ثابت کرنے کے لئے چیلنج کرتے ہیں اور ہم کو یقین ہے کہ وہ کبھی اس کے خلاف یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ احمدیوں کے عقاید دنیا کو دکھانے کے لئے اور ہیں اور عمل کرنے کے لئے اندرونی عقاید اور۔

یہ ایک صریح بہتان ہے جس کے مواخذہ سے برنی صاحب برأت حاصل نہیں کر سکتے۔ اور ناظرین یہ معلوم کر کے خود تعجب کریں گے کہ خود برنی صاحب نے اپنی کتاب

---

[1] سنو کہ! جھوٹ بولنے والوں اور افترا کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔

کی آخری سطور میں اپنی اس غلط بیانی کی تردید کر دی ہے جبکہ وہ فصل پنجم کے آخر میں بصفحہ ۱۱۲ کہتے ہیں کہ

"انصاف کی بات یہ ہے کہ قادیانی مذہب جو مرزا صاحب نے تعلیم کیا ہے۔ صاحبزادہ صاحب پوری دیانت اور جرأت سے اس کی صحیح ترجمانی کر رہے ہیں۔

یہ تردید شاید نادانستہ ہو۔ اور اگر یہ حسن ظنی صحیح ہے تب بھی حافظہ نباشد کی مثال تو ضرور صادق آتی ہے۔

برنی صاحب مسیحی مشنری کے نقش قدم پر[۲۳]

اس سلسلہ بیان کو ختم کرنے سے پہلے یہ واضح کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جناب برنی صاحب نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی مذہبی زندگی کے جن دو دوروں کا ذکر کیا ہے۔ اس سے برنی صاحب پڑھنے والے کے ذہن میں یہ اثر جماتے ہیں کہ یہ دور حضرت مرزا صاحب کی پوری زندگی کے از ابتدا تا انتہا رہیں اس لئے ہم نے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کی مثالیں دے کر یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ دور زندگی اس طریقہ پر جس طرح برنی صاحب بیان کرتے ہیں کسی مامور یا مرسل من اللہ کی صداقت جانچنے کا معیار قرار نہیں پا سکتے ہیں۔

جناب برنی صاحب نے اپنے اس بیان کی تائید میں جو حوالے پیش کئے ہیں وہ سب کے سب بلا استثناء حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی معہود کے بعد کے ہیں۔

اور یہ کتابیں جن کے حوالے برنی صاحب نے دئے ہیں ۱۸۹۱ء کے بعد کی ہیں اور یہ سب اسی دور زندگی کے متعلق ہیں جسکو برنی صاحب دوسرا دور زندگی تصور کرتے ہیں۔

اور یہ دوسرا دور زندگی حضرت اقدس کے دعویٰ مسیحیت سے شروع ہوتا ہے۔

یہ امر کہ حضرت مرزا صاحب نبی تھے یا نہیں اگر تھے تو کس قسم کے؟ یا یہ کہ حضرت

مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کے بعد امت کے سابقہ بزرگوں پر فضیلت رکھتے ہیں یا نہیں ؟ یہ سب امور دعویٰ مسیحیت کے فروع ہیں۔ اور دوسرے دور زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔

پس جناب پروفیسر صاحب کا یہ ادعا کہ" قادیانی مذہب کا دوسرا رخ جو بالعموم[۲۴] نظروں سے مخفی رہتا ہے نمایاں کر دیا جائے تو خوب ہو" ایک ایسا دعویٰ ہے جو دلائل اور ثبوت اپنے ساتھ نہیں رکھتا۔ البتہ یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ برنی صاحب نے ایک بات اپنے ذہن میں جمالی ہے اور بغیر سوچے سمجھے کتابوں کے حوالے دیتے چلے گئے ہیں۔ حالانکہ " علمی تحقیقات "کے وقت کتابوں کا مطالعہ تک نہیں کیا گیا۔ غالباً یہ سمجھ کر کہ کوئی موافق تو ان کے اس بیان کی اس طرح تردید کرے گا نہیں۔ اور اگر کوئی مخالف اس کی تردید کریگا بھی۔ تو وہ درخور اعتناء قرار نہ پائے گی۔

انکی یہ تحقیق اس متعصب عیسائی مشنری کے اصول پر مبنی ہے جس نے ایک دفعہ یہ دعویٰ کر دیا تھا کہ قرآن پاک میں کوئی تعلیم نیکی اور اخلاق کی نہیں (نعوذ باللہ) یہاں تک کہ نیک کام کرنے والوں کے لئے تباہی کی وعید کی گئی ہے۔ ثبوت میں کہہ دیا تھا کہ قرآن میں ایک جگہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ آیا ہے یعنی یہ کہ نماز مت پڑھو۔ اور دوسری جگہ آیا ہے فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ یعنی تباہی ہو نماز پڑھنے والوں کے لئے۔ پس جس کتاب میں نماز پڑھنے والوں کو ممانعت اور ان کے لئے تباہی کی وعید ہے وہ اخلاق اور نیکی کیا سکھا سکتی ہے ؟

مشنری صاحب کی اس تحقیقات عالیہ کی دھوم مچ گئی۔ ہر شخص ایک دوسرے سے کانا پھوسی کرنے لگا۔ کہ بھائی اگر یہی اسلامی تعلیم ہے تو قرآن اور اسلام کو دور ہی سے سلام! بعض لوگوں کو ادھر ادھر سے پتہ چل گیا اور ان کے ملنے والوں نے قبول بھی کیا کہ ہاں یہ الفاظ قرآن میں آئے تو ہیں۔ پس یہ تسلیم مشنری صاحب کے حامیوں کی قوت کا باعث ہو گئی۔ اب وہ ایک سنتے ہیں نہ دو۔ بس اصرار ہے تو انہی الفاظ پر۔ استدلال ہے تو انہی سے نہ[۲۵] وہ یہ سننا چاہتے ہیں کہ یہ لفظ کس موقعہ اور محل پر آئے ہیں۔ نہ یہ مانتے ہیں کہ مسلمانوں کا عمل کیا ہے۔ اگر اس مشنری کے طریقہ پر برنی صاحب بھی اپنے زعم میں اپنی تحقیقات کو

اس طرح مکمل اور یقینی سمجھتے ہیں۔ تو سوائے اس کے کیا کہا جائے ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملّاں !
کار طفلاں تمام خواہد شد

ورنہ ہمارے عقاید ہماری زبان سے سنئے۔ اور اس پر جو اعتراض کرنا ہو کیجئے، ہم اپنے عقاید بیان کریں تو آپ کہیں "یہ ہاتھی کے دکھانے کے دانت ہیں"۔ اور آپ خود نامکمل طور پر ادھر ادھر سے کچھ عبارتیں کتر و بیونت کریں اور اپنی طرف سے انکو خاص عنوان حسب منشاء ومطلب دے کر لکھ دیں کہ دیکھو "کھانے کے دانت اور ہیں"۔ اگر یہی طریقہ تحقیقات کا آپکو مطمئن کر سکتا ہے تو آپ جانیئے۔ خدا کے پاس آپ جوابدہ ہوں گے۔ ورنہ واقعی طور پر احقاق حق کے لئے یہ طریق صحیح نہیں ہے ؎

کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست

تمہید پر تنقید

يَآَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ
اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو سچ کو جھوٹ کے ساتھ اور چھپاتے ہو
الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥ (آل عمران - ع)
حق کو حالانکہ تم جانتے ہو

مقدمہ کتاب سے فراغت پاکر جناب برنی صاحب نے اصل مضمون کو ایک تمہید[1] سے شروع فرمایا ہے لیکن یہ تمہید بھی دراصل خلاصۂ مقدمہ کا اعادہ ہی ہے مگر دوسرے لفظوں میں

مذہب کا باقاعدہ ارتقاء

پروفیسر صاحب فرماتے ہیں :-

"مندرجہ ذیل اقتباسات پر غور کرنے سے قادیانی مذہب کے نقشہ جات اور باقاعدہ ارتقاء کا نقشہ بخوبی ذہن میں آتا ہے۔ کہ جناب مرزا صاحب کیا تھے اور ہوتے ہوتے کیا سے کیا ہوگئے۔ صاحب موصوف نے کیسے کیسے جدید حقائق اور معارف اپنی امت کو مرحمت فرمائے۔ اور انکا دین اسلام سے کیا تعلق ہے۔" (صفحہ ۱۷[2])

معلوم ہوتا ہے جناب پروفیسر صاحب کی علمی ذہنیت مذہب کے باقاعدہ ارتقاء کو برداشت ہی نہیں کرسکتی ہے۔ یا تو وہ سرے ہی سے اس مسئلہ ارتقاء کے منکر ہیں یا کوئی بے قاعدہ ارتقاء انکی نظر میں مذہب کے لئے مخصوص ہوگا۔ اس لئے قادیانی مذہب کے

---

[1] جدید ایڈیشنوں میں یہ تمہید باقی نہیں رہی۔

[2] ہمارے اس جواب کے بعد یہ مضمون رسالہ قادیانی مذہب کے جدید ایڈیشنوں سے نکال دیا گیا ہے

باقاعدہ ارتقاء کو اس مذہب کی تکذیب یا تردید کی وجہ قرار دے کر یہ علمی افادات آپ نے فرمائے ہیں۔ تقریباً یہی وہ ارتقاء ہے جسکو برنی صاحب اپنی کتاب کے مقدمہ میں حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے دو دوروں میں ظاہر کر چکے ہیں۔

زندگی کے دور کہو یا منازل ارتقائی۔ بات ہر حال میں ایک ہی رہتی ہے۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ نہ مذہبی زندگی اس سے مستثنیٰ ہے نہ دنیاوی زندگی۔ یہ منازل ارتقاء یا یہ ادوار ہر انسان کیا ہر ایک مخلوق میں پائے جائیں گے۔ اور یہ وہ تحقیقات ہے جس کو اگرچہ برنی صاحب موجودہ تعلیم سے بھی حاصل نہ کر سکے۔ لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پہلے خدا کی صفات میں سے ام الصفات رَبُّ الْعَالَمِیْن پر زور دیکر اس حقیقت کو آشکارا کر دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت ہر ایک چیز کو آہستہ آہستہ ترقی دے کر کمال تک پہنچاتی ہے۔ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی[۱] (سورۃ طٰہٰ ع ۲)

دنیا کی تاریخ پڑھو۔ قوموں کے حالات پڑھو۔ بڑے بڑے کامل افراد۔ فلاسفر۔ حکماء اولیاء۔ انبیاءؑ کے سوانح دیکھو۔ ہر جگہ ربوبیت کا جلوہ اور ارتقاء کے منازل نظر آئیں گے۔ لیکن چشم بد اندیش کا کیا علاج ہے کہ اس کی نظر میں ہنر بھی عیب ہو جاتا ہے۔ اور پروفیسر برنی صاحب کو "مذہب قادیانی" کا باقاعدہ ارتقاء ہی سب سے زیادہ مکروہ اور اس مذہب کو بیخ و بن سے اکھیڑ دینے والا نظر آتا ہے۔

تعجب ہے کہ اس ذہنیت اور اس علم و فراست پر جناب برنی صاحب قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں ؎

کو خویشتن گم است کرا رہبری کند

یہ تو ہے رسالہ قادیانی مذہب کی تمہید۔ اب اصل کتاب ملاحظہ ہو۔ اسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ پوری کتاب میں جناب برنی صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود

---

[۱] ہمارا رب وہ ہے جس نے عطا فرمائی ہر شئے کو خلقت پھر راہ دکھائی۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض کتب سے مختلف مقامات کی نامکمل عبارات یا خاص فقرات لے کر اور ان سے غلط نتیجہ اخذ کر کے عنوانات اپنی ذہنیت کے مطابق دید یئے ہیں۔ سوائے ایک عنوان فصل اول نمبر اول کے جو بایں الفاظ ہے "ختم نبوت پر ایمان و اصرار"۔ اور یہ صحیح ہے۔ اور اس کی صحت کو تسلیم کرنے کے بعد ہم مشابہت واقعہ کی وجہ سے ان مبارک الفاظ کو استعمال کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کے لئے فرمائے ہیں کہ:۔

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ[1]

(سورۃ منافقون ع۱)

فی الحقیقت حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتداء سے لے کر انتہا تک اسی عقیدہ پر قائم رہے اور اپنے متبعین کو یہی تعلیم دی۔ اس لئے یہ عقیدہ اب ہمارے شرائط بیعت میں داخل ہے۔ لیکن برنی صاحب نے اس عقیدہ کو اس لئے زیب عنوان بنایا ہے کہ وہ دیگر عنوانات کے ذریعہ سے جن سے انکے خاص مزعومات کا اظہار ہوتا ہے۔ ناظرین کے دلوں میں یہ وساوس پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب بعد میں اس عقیدہ سے ہٹ گئے اور خود مستقل نبی بن گئے۔ اور اس طرح کوشش کی ہے کہ حق پر پردہ ڈالدیا جائے۔ نہ کوئی پوری محولہ کتابیں پڑھے گا۔ نہ جناب برنی صاحب کی اس دسیسہ کاری سے واقف ہوسکیگا۔ اس طرح آپنے کل کتاب کو علاوہ مقدمہ کے پانچ فصلوں پر تقسیم فرمایا ہے ۔

---

[1] اور اللہ جانتا ہے یقیناً تو البتہ رسول ہے اسکا۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً منافق البتہ جھوٹے ہیں۔

ص۲۹

فصل اوّل پر تنقید

ص۲۹

نبوت و رسالت۔ دعویٰ مسیح و مہدی کی فرع ہے

فصل اول کا عنوان ہے "مرزا صاحب کی نبوت و رسالت" یہ عنوان ہی جناب برقی صاحب کی ناحق کوشش کو ظاہر کرتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ جیسا کہ ہم مقدمہ کتاب کی تنقید میں واضح کر چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت و رسالت فرع ہے انکے اس اصل دعوے کی کہ وہ مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں جن کی بشارت احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں آئی ہے۔ اس لئے بحث کی ابتدا مرزا صاحب کی نبوت و رسالت سے وہی شخص کرسکتا ہے جسکو احقاق حق سے کوئی غرض نہ ہو اور صرف وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ[1] (حٰم سجدہ ع ۴) کے اصول پر عمل کرکے یہ شور ڈالدینا چاہتا ہو کہ دیکھو مرزا صاحب قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کردیا ہے۔ اور ان کی امت (یعنی احمدی) انکو رسول اللہ کہتی ہے۔ اس طریقہ سے ان لوگوں کے جو تحقیق نہیں کرسکتے جذبات تو ضرور بھڑک جائیں گے لیکن اس سے حقیقت پر پردہ نہیں پڑ سکتا۔

ظاہر ہے کہ جو شخص مسیح موعود ہونے کا مدعی ہو اسکا نبی ہونا ضروری ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کہیں یہ کہدیتے کہ میں نبی نہیں ہوں۔ تو انکا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا یہ کہہ کر باسانی رد کیا جاسکتا تھا کہ ہم کسی ایسے مسیح کے منتظر نہیں کئے گئے ہیں جو نبی نہ ہو۔ اس لئے اصل بحث طلب دعویٰ حضرت اقدس کا دعویٰ مسیحیت ہے۔ اگر انکا یہ دعویٰ غلط قرار پاجائے تو سارا قصہ ہی تمام ہو جاتا ہے۔ اس لئے احمدیوں میں سے کوئی شخص بھی اسکا قائل نہیں ہے کہ حضرت مرزا صاحب امت محمدیہ سے الگ ہو کر کوئی ایسے نبی تھے جو براہ راست

ص۳۰

---

[1] اور شور و غل کرو اسمیں تاکہ تم غالب ہو۔

خدا سے ہدایت پاکر اپنا علیحدہ مذہب اور شریعت لیکر آتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا جو کچھ دعویٰ ہے اور جس کی جماعت احمدیہ قادیان قائل ہے وہ صرف یہی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی وہی مسیح موعود و مہدی معہود ہیں جن کی آمد کے تمام مسلمان منتظر ہیں۔ اور جو بحیثیت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونے کے اصلاحِ امتِ محمدیہ اور فساداتِ مذاہب کو دور کرنے کے لئے مامور کیئے گئے ہیں۔ اور یہ وہ دعویٰ ہے جسکو برنی صاحب نے اپنی کتاب کے مندرجہ اقتباسات اور حوالجات سے خود تسلیم کر لیا ہے۔

اگر ان کے خود ساختہ عنوانات نکال کر حضرت مرزا صاحب یا آپ کے خلیفہ صاحب کی کتابوں کی وہ عبارتیں جنہیں برنی صاحب نے ٹکڑے ٹکڑے اور کتر و بیونت کر کے مختلف عنوانات میں حوالہؐ درج کیا ہے ایک جگہ جمع کر لی جائیں تو جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے وہ پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے مثال کے طور پر ملاحظہ ہو فصل اول کے عنوان نمبر ۴ "مسیحیت کے دعویٰ کی ابتداء و انتہاء" کے تحت میں بصفحہ ۲۷[1] برنی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مضمون "ایک غلطی کا ازالہ" کے حوالہ سے یہ اقتباس دیا ہے:-

"مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اسنے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔

پھر اسی عنوان کے تحت میں بصفحہ ۲۸[2] حضرت کی کتاب "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۳۹ کے حوالہ سے یہ اقتباس درج کیا ہے :-

مسیح موعود نبی و مرسل ہے	"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ بن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ مخاطبہ

---

[1] طبع دوم صفحہ ۲۳ طبع سوم صفحہ ۸۶ طبع چہارم صفحہ ۱۵۷ طبع پنجم صفحہ ۲۲۶

[2] طبع دوم صفحہ ۲۳ طبع سوم صفحہ ۸۶ طبع چہارم صفحہ ۱۵۸ طبع پنجم صفحہ ۲۲۷ ؎

کا شرف اسکو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے۔ کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ[1] یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جسقدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے۔ اور جسقدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اور اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اسکی گردن پر ہے۔"

صرف ان دو حوالوں سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا ہے۔ اور اسی حیثیت سے وہ اپنے آپکو نبی و مرسل کہتے ہیں۔ اور اس کو "النبوۃ فی الاسلام"[2] کے صـ ۱۹۶ کے حوالہ نے اور بھی صاف کر دیا ہے۔ جو کتاب زیر بحث کے صـ ۲۸ و صـ ۲۹[3] پر اس طرح درج ہے :۔

"اس لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا۔ تو پھر بتاؤ اس کو کس نام سے پکارا جاتا؟ اگر کہو کہ اسکا نام محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔ مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے۔"

اصل چھوڑ فرع پر بحث حق پوشی و ناحق کوشی ہے

پس خود برقی صاحب کے دئے ہوئے اقتباسات سے بھی اصل دعویٰ حضرت اقدس مرزا صاحب کا مسیحیت اور مہدویت کا ہی قرار پاتا ہے۔ اور چونکہ احادیث میں مسیح موعود کو نبی کہا گیا ہے۔ اس لئے نبوت

---

[1] سورۃ جن۔ ع ۲۔

[2] مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کی تصنیف۔

[3] طبع دوم صـ ۲۴ طبع سوم صـ ۸۶ طبع چہارم صـ ۱۵۲ طبع پنجم صـ ۲۴۷۔

کا دعویٰ فی نفسہ اصل دعوائے مسیحیت کی فرع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اصل کو چھوڑ کر فرع پر بحث موصل الی المقصود یا فیصلہ کن نہیں ہو سکتی لیکن یہ صاف اور سیدھا راستہ تو وہی شخص اختیار کر سکتا ہے جسکو احقاق حق منظور ہو۔ جب غرض صرف یہ ہو کہ احمدیوں کے خلاف لوگوں کو مشتعل کر دیا جائے۔ تو سوائے حق پوشی اور ناحق کوشی کے اور دوسری تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بجائے اس کے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت سے بحث کا آغاز کیا جاتا۔ مقام "مہدویت" اور "مسیحیت" سے بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ مقام مہدویت اور مسیحیت کا عنوان یا مسیح موعود کی جانب رسالت و نبوت کو اضافت دے کر "مسیح موعود کی رسالت و نبوت" کا عنوان نہیں قائم کیا جاتا ہے۔ بلکہ "مرزا صاحب کی نبوت و رسالت" کا عنوان قائم کیا جاتا ہے۔ تاکہ عوام جو اصل حقیقت سے واقف نہیں ہیں مشتعل ہو جائیں اور یہ نہ سمجھنے پائیں کہ اہل سنت والجماعت کے مسلّمہ عقاید درباره مسیح موعود کیا ہیں۔ کیونکہ اگر لوگ اس سے واقف ہو جائیں کہ مسیح موعود مسلّمہ طور پر نبی ہوگا مگر تابع شریعت محمدیہ اور متبع حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو وہ برنی صاحب کی اس وسوسہ انگیز تحریر سے متأثر نہ ہو سکیں گے۔

۳۱۱

یہی ڈھنگ جناب برنی صاحب کی پوری تحقیقات کا نظر آئیگا جو بالآخر ہوتے ہوتے محض ڈھونگ ہو گیا ہے۔ اور انشاء اللہ ہم اس ڈھونگ کی قلعی اس ڈھنگ سے کھولیں گے کہ حقیقت واضح ہو جائے۔ اب ہم اس فصل کے ذیلی عنوانات پر نظر کرتے ہیں۔

ذیلی عنوانات پر تنقید

اس فصل میں جملہ ۱۲ ذیلی عنوانات ہیں۔ آخری بارہواں عنوان "نبوت کے دعوای کی سرگزشت" ہے۔ جو کلیۃً حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی کتاب "حقیقت النبوۃ" کے اقتباسات پر مبنی ہے۔

تصانیف محولہ بقید سنہ اشاعت

باقی گیارہ ذیلی عنوانات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جن کتابوں یا اشتہارات کے اقتباسات درج ہیں۔ انکے نام اور سنین تصانیف و اشاعت حسب ذیل ہیں:-

کتاب	سنہ	کتاب	سنہ
۱۔ توضیح مرام	سنہ ۱۸۹۰ء	۱۴۔ کشف الغطاء	سنہ ۱۸۹۸ء
۲۔ ازالہ اوہام	سنہ ۱۸۹۱ء	۱۵۔ ایک غلطی کا ازالہ	سنہ ۱۹۰۱ء
۳۔ اعلان محررہ ۲ر اکتوبر	سنہ ۱۸۹۱ء	۱۶۔ تریاق القلوب	سنہ ۱۹۰۲ء
۴۔ نشان آسمانی	سنہ ۱۸۹۲ء	۱۷۔ تحفہ ندوہ	״
۵۔ آئینہ کمالات اسلام	״	۱۸۔ تحفہ گولڑویہ	״
۶۔ جنگ مقدس	سنہ ۱۸۹۳ء	۱۹۔ مواہب الرحمٰن	سنہ ۱۹۰۳ء
۷۔ شہادت القرآن	״	۲۰۔ الوصیت	سنہ ۱۹۰۵ء
۸۔ حمامۃ البشریٰ	سنہ ۱۸۹۴ء	۲۱۔ چشمہ مسیحی	سنہ ۱۹۰۶ء
۹۔ ایام الصلح	سنہ ۱۸۹۶ء	۲۲۔ حقیقۃ الوحی	سنہ ۱۹۰۷ء
۱۰۔ انجام آتھم	״	۲۳۔ چشمۂ معرفت	سنہ ۱۹۰۸ء
۱۱۔ حجۃ اللہ	سنہ ۱۸۹۷ء	۲۴۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم	
۱۲۔ سراج منیر معہ ضمیمہ	״	۲۵۔ خط بنام اخبار عام۔ مئی	
۱۳۔ کتاب البریہ	״	۲۶۔ نزول المسیح سنہ ۱۹۰۹ء سنِ اشاعت۔	

۲۷۔ مجموعہ اشتہارات ۱۹۱۲ء (اسکی محولہ عبارت اپریل ۱۸۹۶ء کی ہے۔)
۲۸۔ درثمین (مختلف زمانہ کی نظموں کا مجموعہ)

تصانیف مبارک کے مضامین حیات و نزول مسیح اور دعویٰ مسیحیت و مہدویت پر مشتمل ہیں	حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ الہام کی ابتدا ۱۸۸۰ء میں ہوئی اور یہ کتابیں ۱۸۹۰ء سے ۱۹۱۲ء کی مطبوعہ ہیں۔ گویا یہ ساری کتابیں حضرت مرزا صاحب کے دعوائے مسیحیت کے بعد کی تصنیف ہیں۔ جن میں زندگی کے آخری ایام تک کی تصنیفات شامل ہیں۔ ان کتابوں

کے پڑھنے یا سرسری نظر سے دیکھنے ہی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ کہ انمیں سے اکثر کسی خاص مسئلہ یا عقیدہ پر کوئی مستقل تصنیف کی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔ بلکہ دوسرے اشخاص کے اعتراض پر یا استفسارات کے جواب یا مخالف علماء کے فتاویٰ اور مخالفانہ جدّ وجہد کی تردید میں لکھی گئی ہیں۔ اس لئے ہر ایک میں اپنا دعویٰ مسیحیت ومہدویت کو[۳۵] بیان کرکے اس کے دلائل دئے گئے ہیں۔ ۳۵؎

چونکہ یہ دعویٰ مسلمانوں کے اس عام عقیدہ کے خلاف ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں دوبارہ نازل ہوں گے۔ اس لئے آپکو اوّلاً مسئلہ حیات و وفات عیسٰی علیہ السلام پر اور اس کے بعد اپنے دعویٰ مسیحیت کو مستفسرین یا مخالفین کے جوابات کے طور پر بار بار بیان کرنا پڑا ہے۔ اور کتب مذکورہ میں سے ہر ایک کتاب میں انہی مسائل پر آپ نے محکم دلائل اور شرح وبسط کے ساتھ بحث کی ہے۔ اس لئے ایک طرف آپکو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ نزول کو ناممکن ثابت کرنے کی ضرورت پڑی تو دوسری طرف حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات دربارہ آمد مسیح موعود کا مصداق بھی ظاہر کرنا پڑا۔

جہاں آپ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ آمد کی نفی کی ہے وہاں آپ نے عقیدہ ختم نبوت پر بحث کرکے لوگوں کے دلوں میں یہ یقین پیدا کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ امت محمدیہ کے باہر سے ایک مستقل اور غیر قوم کے نبی کا امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے تشریف لانا ممتنع ہے۔ اس کے ساتھ دوسری طرف آپکو یہ بھی واضح کرنا پڑا ہے۔ کہ یہ

اُمّتِ محمدیہ خیر الامم ہے اور اس کی اصلاح کے لئے مجددین و محدثین کے بھیجے جانے کی بشارات احادیث میں آئی ہیں۔ اور محدثین وہ انفاس قدسیہ ہوتے ہیں جنکو مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ہر صدی میں امتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے آتے رہتے ہیں اور اس چودھویں صدی کے مجدد کو احادیث میں اس لئے مسیح موعود کہا گیا ہے۔ کہ وہ نصرانیت کے فتنہ کے سدّباب کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور وہ میں ہوں جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوا۔ اور اس لئے ایک جہت سے نبی تو دوسری جہت سے اُمّتی ہوں۔ اس طریقہ پر آپ نے اپنی جملہ کتابوں میں جب

۱۔ عقیدہ ختم نبوت کے ایمان اور ایقان و اصرار کا اظہار کیا تو اسکے ساتھ ہی

۲۔ اس امت کو خیر امت ثابت کرنے کے لئے مجددین اور محدثین کی آمد اور

۳۔ اسی امت سے مسیح موعود کی بعثت کو ثابت کیا اور

۴۔ مہدی و مسیح و ابن مریم کی حقیقت کو واضح کر کے

۵۔ مصطلحات مجدد۔ محدث و نبی کی توضیح فرمائی اور ان کے مدارج و مقامات کو ظاہر کیا۔ اس طرح

۶۔ مسیح موعود کو بوجہ متبع اور فنا فی الرسول ہونے کے

۷۔ امتی نبی اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ظاہر کیا۔

یہ وہ عنوانات ہیں جن سے حضرت مرزا صاحب نے اپنی مذکورہ بالا کتابوں میں بحث کی ہے اور موقع و محل کے لحاظ سے کہیں تفصیل کے ساتھ بیان کیا تو کہیں اجمال اور اشارہ کافی خیال فرمایا۔ اور جیسی جیسی ضرورت پیش آتی گئی اور جس جس طرح سے استفسارات اور اعتراضات ہوتے گئے اس کے مطابق آپ جوابات دیتے رہے۔ اس لئے باوجود اس کے کہ مضامین یا دلائل کی ترتیب یا اسکی اجمال و تفصیل موقع اور حالات کے اقتضاء سے مختلف ہی۔ لیکن بہرحال ہر ایک کتاب میں بطور قدر مشترک دو مباحث ضرور قائم رہے۔

جو کچھ ابتداء تھی وہی انتہا ہے | اوّل دعویٰ مسیحیت و مہدویت۔ دوم حضرت عیسےٰ علیہ السلام

کی حیات اور نزول۔ ان دونوں مسائل میں آپ کا مذہب ابتدا ر دعویٰ مسیحیت سے آخر تک ایک ہی رہا۔ اور انہی امہات مسائل کے بیان کرنے میں ان تمام فروعی مسائل پر بحث آئی [۱۳] جن کی صراحت ہم نے اوپر کی ہے۔ جناب برنی صاحب نے ان مباحث کے مختلف رخ اور مقامات سے بعض فقرات لیکر ایک غلط مفہوم پیدا کرنے کے لئے اپنی طرف سے عنوانات دیکر انکو علیحدہ علیحدہ اس طرح جما دیا ہے کہ ظاہری نظر میں وہ باہم متضاد اور بلحاظ زمانہ کے ایک دوسرے کے بعد اور مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس طرح گویا ایک ہی مضمون کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے گیارہ عنوانات کا خاکہ قائم کر دیا ؎

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا

بھان متی نے کنبہ جوڑا

کتاب زیر نظر سے دو ایک مثالیں دے کر ہم اس حقیقت کو اور زیادہ واضح کر دیتے ہیں مثلاً ملاحظہ ہو عنوان نمبر ا [۵۱] ان الفاظ میں قائم کیا گیا ہے۔ **ختم نبوت پر ایمان و اصرار**۔ اور عنوان نمبر ۶ کے الفاظ یہ ہیں۔ **ختم نبوت کی تاویل اور اپنی نبوت کی تشکیل** [۵۲]

برنی صاحب نے پبلک کو مغالطہ دیا ہے

ان عنوانات کو پڑھنے والے کے دل میں جو خیال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ " مرزا صاحب کا ابتدار میں ختم نبوت پر عقیدہ تھا۔ اور نہ صرف عقیدہ بلکہ اصرار بھی۔ پھر رفتہ رفتہ چھٹی منزل پر پہنچکر اس عقیدہ کی تاویل کر کے اپنی نبوت کی پٹڑی جما دی " اور فی الحقیقت برنی صاحب ان عنوانات سے پبلک کو یہی باور کرانا چاہتے ہیں۔ اس لحاظ سے چاہیئے تھا کہ وہ عقیدہ جو عنوان نمبر(۱) میں ہے پہلے کا ہو اور وہ عقیدہ جو عنوان نمبر ۶ میں ہے بہت بعد کا ہو۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔

---

[۵۱] طبع دوم صفحہ ۵ طبع سوم صفحہ ۲۸ طبع چہارم صفحہ ۱۳۷ طبع پنجم صفحہ ۲۰۶۔

[۵۲] طبع دوم صفحہ ۴۵ طبع سوم صفحہ ۸۸ طبع چہارم صفحہ ۱۵۱ طبع پنجم صفحہ ۲۲۸۔

۴۸

۴۸ مغالطہ دہی کی پہلی مثال مؤخر کو مقدم اور مقدم کو مؤخر کرنے کی چال

مثالاً ملاحظہ ہو عنوان نمبر ا کے تحت میں علاوہ دوسری کتابوں کے ازالہ اوہام کے تین حوالے بقید صفحات ۵۷۷ - ۵۶۱ ۶۱۴ درج ہیں اور اسی کتاب کا حوالہ زیر عنوان نمبر ۶ پہ صفحہ ۲۳ بھی موجود ہے مگر اتنا فرق ہے کہ عنوان نمبر ا کا پہلا حوالہ ص۵۷۷ ازالہ اوہام کا ہے تو عنوان نمبر ۶ کا حوالہ ص۵۷۹ کا۔ لیکن یہ فرق بھی فی نفسہٖ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ وہ عبارت جو عنوان نمبر ۶ کے تحت میں ہے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۷۹ پر نہیں ہے بلکہ صفحہ ۵۷۵ پر ہے۔ اس لئے گویا نمبر ۶ کا حوالہ پہلے کا ہے اور عنوان نمبر ا کا بعد کا ہے۔

ممکن ہے کہ صفحہ کا نمبر غلطی سے یا عمداً ۵۷۵ کی بجائے ۵۷۹ لکھا گیا ہو لیکن یہ امر تو ظاہر ہو گیا کہ جناب برنی صاحب نے **حضرت مرزا صاحب کے عقیدہ کی چھٹی منزل کو ایسے حوالہ سے ثابت کرنا چاہا ہے جو عقیدہ اول کے حوالجات سے دو صفحہ پہلے کا ہے**۔ اب ان دونوں حوالجات کی عبارت اصل کتاب میں ملاحظہ فرمایئے۔ یہ عبارت ایک طویل مضمون کے سلسلہ میں واقع ہوئی ہے جو ص۵۶۱ سے زیر عنوان "وقت و تاریخ نزول مسیح موعود" شروع ہو کر ص۵۹۳ پر ختم ہوتی ہے۔

وہ عبارت جس میں سے جناب برنی صاحب نے ایک فقرہ عنوان نمبر ا کے تحت اور دوسرا فقرہ عنوان نمبر ۶ کے تحت درج کیا ہے۔ ص۵۷۵ سے اس طرح شروع ہوتی ہے :-

۴۹

"اسجگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا۔ تو باوجود امتی ہونے کے کسی طرح سے رسول نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے۔ اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور نبوت تامہ نہیں رکھتا۔ جسکو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین ؐ کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے

جزو کُل میں داخل ہوتی ہے۔ لیکن مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی۔ جس کے ساتھ جبرئیل کا بھی ہونا لازمی امر سمجھا گیا ہے کسی طرح امتی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس پر اُس وحی کا اتباع فرض ہوگا جو وقتاً فوقتاً اُس پر نازل ہوگی۔ جیسا کہ رسولوں کی شان کے لائق ہے۔ اور جب وہ اپنی ہی وحی کا متبع ہوا۔ اور جو نئی کتاب اس پر نازل ہوگی اُسی کی اس نے پیروی کی۔ تو پھر وہ امتی کیونکر کہلائے گا؟

اور اگر یہ کہو کہ جو احکام اُس پر نازل ہوں گے وہ احکام قرآنیہ کے مخالف نہیں ہونگے۔ تو میں کہتا ہوں کہ محض اس توارد کی وجہ سے وہ امتی نہیں ٹھہر سکتا۔ صاف ظاہر ہے کہ بہت سا حصہ توریت کا قرآن کریم سے بکلی مطابق ہے۔ تو کیا نعوذ باللہ اس توارد کی وجہ سے ہمارے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے شمار کئے جائیں گے؟ توارد اور چیز ہے اور محکوم بنکر تابعدار ہو جانا اور چیز ہے۔

ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم بنکر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔

اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے۔ اور حضرت جبرئیل لگاتار آسمان سے وحی لانے لگے۔ اور وحی کے ذریعہ سے انہیں تمام اسلامی عقائد اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور جمیع مسائل فقہ کے سکھلائے گئے۔ تو پھر بہرحال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے گا؟

اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائیگا کہ قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہو جائے گی۔ اور کبھی حضرت جبرئیل ان پر نازل نہیں ہونگے بلکہ وہ بکلی مسلوب النبوت ہو کر امتیوں کی طرح بنجائیں گے؟ تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔

ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک

فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں تو یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔ کیونکہ جب ختمیت کی مُہر ہی ٹوٹ گئی۔ اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہوگئی۔ تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔

ہر ایک[۲] دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے۔ اور آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی شخص بہ حیثیت رسالت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔ لیکن اگر ہم فرض[۱] کے طور پر مان بھی لیں کہ مسیح ابن مریم زندہ ہو کر پھر دنیا میں آئیگا۔ تو ہمیں کسی طریق سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول ہے اور بحیثیت رسالت آئے گا۔"

سنہ ۱۸۹۱

اگرچہ یہ اقتباس طویل ہوگیا لیکن بات بالکل واضح ہوجاتی ہے۔ اس ساری عبارت میں سے وہ سطور جن پر ہم نے خط کھینچکر واضح کرکے نمبر ۱ لگایا ہے عنوان نمبر ۶ کے تحت اور وہ سطور جن پر نمبر ۲ لگایا گیا ہے عنوان نمبر ۲ کے تحت جناب پروفیسر صاحب نے درج فرمائی ہیں۔ اور اس طرح جناب پروفیسر صاحب نے محض اپنے عنوانات خاص کی بدولت ایک ہی مضمون کی عبارت مابعد کے ذریعہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ ابتدا میں ختم نبوت پر تھا۔ اور اس مضمون کی ابتدائی سطور سے یہ ثابت کیا کہ بعد میں یعنی چھٹی منزل میں مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو تبدیل کرنے کی کوشش کی۔

اس طرح آپ نے اپنی غرض کے لئے ساری عبارت الٹ کے رکھدی۔ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کردیا۔ اور ذرا نہ شرمائے کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ناحق کوشی کی دوسری مثال | اسی قسم کی ناحق کوشی کی دوسری مثال بھی ملاحظہ ہو۔ برنی صاحب

نے عنوان اول یعنی "ختم نبوت پر ایمان و اصرار" کے تحت صـ۲۲ پر ایک اقتباس دیگر انجام آتھم صـ۲۷ کا حوالہ دیا ہے۔ اور پھر عنوان دوم یعنی "ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی" کے تحت صـ۲۴ پر انجام آتھم کے اسی صفحہ کے حاشیہ کی ایک دوسری عبارت کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ہی سلسلہ بیان کے دو فقرات ہیں جنکو اصل سے علیحدہ کر کے مختلف عنوانات کے تحت جما دیا ہے تاکہ دیکھنے والا یہ سمجھے۔ کہ دو مختلف زمانوں کے مختلف عقاید یا بیانات ہیں لیکن فی الحقیقت یہ دونوں فقرات ایک ہی سلسلہ بیان میں واقع ہوئے ہیں۔ اور اس بیان کا آغاز صـ۲۶ کے حاشیہ سے ہوا ہے۔ اس حاشیہ میں ایک شخص کے اعتراض کا جواب ہے۔ جس نے اصل نام پوشیدہ رکھ کر انصاف پسند کے نام سے کسی اخبار میں شائع کیا تھا۔ حضرت مرزا صاحب اس کے بیان کو **قَوْلُہٗ** کہہ کر بیان کرتے ہیں۔ اور **اقُول** کہہ کر جواب لکھتے ہیں۔ وہ پورا سوال و جواب جس کے سلسلہ میں فقرات زیر بحث واقع ہوئے ہیں۔ حسب ذیل ہے:۔

اعتراض یا قولہٗ۔ "مرزا صاحب کے موافقین و مخالفین نے بڑے درجہ کی افراط و تفریط کی ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہو کہ میں قرآن شریف کو مانتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں۔ روزے رکھتا ہوں اور لوگوں کو اسلام سکھاتا ہو اسکو کافر کہنا زیبا نہیں مگر ایک عالم کے رتبہ سے بڑھا کر پیغمبری تک پہنچانا بھی نہیں"

جواب حضرت مرزا صاحب۔ (**اقُول**) صاحب انصاف طلب کے بیان میں یعنی ان کے پہلے ہی قول شریف میں تناقض پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ بہت ہی حق پسند بن کر نہایت مہربانی سے فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنا زیبا نہیں۔ پھر دوسری طرف اسی منہ سے میری نسبت ظاہر کرتے ہیں کہ گویا میری جماعت درحقیقت مجھے رسول اللہ جانتی ہے۔ اور گویا میں نے درحقیقت نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر راقم صاحب کی پہلی رائے صحیح ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں۔ تو پھر یہ دوسری رائے غلط ہے۔ جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ میں خود نبوت کا مدعی ہوں۔ اور اگر دوسری رائے صحیح

صـ۲۷

ہے تو پھر وہ پہلی رائے غلط ہے۔ جس میں ظاہر کیا گیا کہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف کو مانتا ہوں۔ کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوٰی کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے؟ اور کیا ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں؟

صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوٰی نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسکو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اسکو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے۔ انکو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے۔ اور اصل حقیقت جس کی مَیں علٰی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔ مَنْ قَالَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا وَسَیِّدِنَا اِنِّیْ نَبِیٌّ اَوْ رَسُوْلٌ عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ وَالْاِفْتِرَاءِ وَتَرَکَ الْقُرْاٰنَ وَاَحْکَامَ الشَّرِیْعَۃِ الْغَرَّاءِ فَھُوَ کَافِرٌ کَذَّابٌ۔

غرض ہمارا یہی مذہب ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعوٰی کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں علیحدہ کرکے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ مُلحد بے دین ہے۔ اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز

پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ ایسے خبیث کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہے۔"

یہ ہے پوری عبارت جس سے وہ سطور جن کے نیچے ہم نے خط کھینچکر نمبرا لگا دیا ہے برنی صاحب نے عنوان نمبرا کے تحت درج کر دیں۔ اور اس سے متصل اور مسلسل وہ سطور جن پر نمبر ۲ لگایا ہے عنوان نمبر ۲ کے تحت درج کر دیں۔ اور اس طرح برنی صاحب نے پبلک کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مرزا صاحب نے پہلے عقیدہ ختم نبوت کا اظہار کیا۔ بعد ازاں اس سے تجاوز کر کے مقام ولایت سے صرف نبوت کے نام تک ایک قدم بڑھایا۔ حالانکہ پوری عبارت جو ہم نے اوپر نقل کر دی ہے۔ ایک ہی وقت اور ایک ہی سلسلہ کی ہے۔ اور برنی صاحب نے محض از راہ حق پوشی ایک عبارت کے دو ٹکڑے کر کے ناظرین کی آنکھوں پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔

ان دونوں حوالجات اور انکی وضاحت سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ:۔

ا۔ برنی صاحب کے قائم کردہ عنوانات محض ڈھکوسلہ ہیں۔ اور انکے تحت میں جو اقتباسات انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی کتابوں سے دئے ہیں۔ انمیں سخت ناحق کوشی اور حق پوشی کی ہے۔

۲۔ حضرت مرزا صاحب ابتدا ہی سے ختم نبوت کے قائل ہیں اور آخر تک اس پر مُصر رہے۔ اور انہوں نے کبھی ایسی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا جو عام مسلمانوں کے ذہن میں ہے جس کی رو سے نئی شریعت ضروری ہے۔ اور جو عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔ اور کبھی ایسی نبوت سے انکار نہیں کیا۔ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ایک امتی کو مل سکتی ہے۔

ہم نے اسوقت تک عنوان اول کی صرف دو کتابوں یعنی ازالہ اوہام اور انجام آتھم کے اقتباسات پر تنقید کی ہے۔ اور مثال کے لئے یہ کافی ہے۔ ان میں سے ازالہ اوہام

۱۸۹۱ء کی اور انجام آتھم ۱۸۹۶ء کی تالیف ہے۔ اور جناب برقی صاحب نے اس عنوان کے تحت ایام الصلح کا بھی حوالہ دیا ہے جو ۱۸۹۹ء کی مطبوعہ ہے۔ اس لئے بلحاظ اپنے زمانہ طباعت کے عنوان اول کے تحت یہ سب سے بعد کے زمانہ کا حوالہ ہے۔ اس طرح پر عنوان اول میں سب سے ابتدائی کتاب ازالہ اوہام اور سب سے آخری کتاب ایام الصلح قرار پاتی ہے۔ درمیانی زمانہ ۱۸۹۴ء و ۱۸۹۶ء کے لئے برقی صاحب نے حمامۃ البشریٰ ۱۸۹۴ء اور انجام آتھم ۱۸۹۶ء کا حوالہ دیا ہے۔

انجام آتھم کے حوالہ کی تنقید ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اس لئے ہم اگر حمامۃ البشریٰ اور ایام الصلح کے حوالجات کی تنقید اور کرلیں تو گویا پورے عنوان اول کے حوالجات کی کافی تنقید ہو جاتی ہے اس لئے ان کتابوں کے حوالہ جات کی تنقید بھی ملاحظہ فرمائیے :۔

۴۶ دسیسہ کاری کی تیسری مثال[۴۶]

عنوان اول کے تحت حمامۃ البشریٰ کے چار حوالجات میں پہلا حوالہ برقی صاحب کی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر حسب ذیل ہے :۔

"کیونکہ یہ بات اللہ عز وجل کے اس قول کے مخالف ہے جو آیت ذیل میں ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کیا نہیں جانتے کہ خدائے کریم و رحیم نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں"

دوسرا حوالہ برقی صاحب کی کتاب کے صفحہ ۲۱۰۲ پر اس طرح ہے :۔

" اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا۔ حالانکہ وہ بند ہو چکا تھا۔ اور یہ امر خلاف ہے۔ جیسے کہ مسلمانوں سے یہ بات مخفی نہیں۔ اور ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے۔ جبکہ انکی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔"

تیسرا اور چوتھا حوالہ حمامۃ البشریٰ صہ۹۰ کا ہے۔ لیکن ہمیں حمامۃ البشریٰ مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں یہ عبارت کہیں نہیں ملی۔ اس لئے صرف مذکورہ بالا دونو حوالوں کی نسبت تنقید کیجاتی ہے۔

۴۷ ان ہر دو حوالوں کی عبارت جس سے برنی صاحب نے اقتباسات لئے ہیں۔ ایڈیشن اول میں صفحہ ۲۰ پر اور ایڈیشن دوم میں صفحہ ۶۵ پر ہے۔ اور اس اصل عربی متن کا ترجمہ جس سے اقتباسات لئے گئے ہیں حسب ذیل ہے:-

"اور جو عیسیٰ بن مریم کے نزول کا ذکر ہے پس کسی مومن کے لئے جائز نہیں ہے کہ احادیث میں سے اس نام کو ظاہر پر محمول کرے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے اس قول کے خلاف ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اس محسن رب نے ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اور آنحضرت نے طالبوں کے لئے بیان واضح سے اسکی تفسیر یہ کی ہے کہ لا نبی بعدی۔ یعنے میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور اگر ہم آنحضرت کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں تو لازم آتا ہے کہ وحیٔ نبوت کے دروازہ کا انفتاح بھی بند ہونے کے بعد جائز خیال کریں اور یہ باطل ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں۔ اور آنحضرت کے بعد کوئی نبی کیونکر آوے۔ حالانکہ آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔ کیا ہم اعتقاد کر لیں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء نہیں بلکہ عیسیٰ صاحب انجیل ہے وہ خاتم الانبیاء ہے۔ الخ۔"

یہ کتاب دراصل ایک مکتوب بزبان عربی محمد ابن احمد ساکن مکہ کے نام ہے

۴۸ اور جس مقام سے ہم نے اسکا ترجمہ درج کیا ہے وہ مقام نزول حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بحث سے تعلق رکھتا ہے۔

بالآخر صفحہ ۸۹ پر حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ :-

"میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ نے انصاف سے سوچا تو سمجھ جائیں گے۔ میں نے اپنی کتابوں میں یہ سب کچھ دلائل کے ساتھ درج کر دیا ہے۔ اور اس خط کو طول دینا میں اس لئے پسند نہیں کرتا ہوں کہ باعث ملال نہ ہو۔"

اس کے بعد صفحہ ۹۴ پر پہنچ کر آپ نے بیان فرمایا کہ :-

"اب ہم ان کے ذکر کو چھوڑ کر مختصر طور پر اپنے دعویٰ کا ذکر کرتے ہیں تاکہ منصف سمجھ لیں کہ اسکا قبول کرنا ضروری ہے یا رد کرنا۔"

اس کے بعد اپنے دعویٰ اور دلائل کا ذکر کر کے صفحہ ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"پس یہ مسیح کی علامات ہیں جن کی مخبر صادق ؐ نے خبر دی ہے اور یہ سب کی سب مجھ پر صادق آتی ہیں۔"

اس سلسلہ میں بصفحہ ۹۸ یہ عبارت بھی موجود ہے کہ :-

"میں چالیس سال کا تھا کہ الہام کا دروازہ مجھ پر کھولا گیا۔ اور مجھے نہ ترک کیا اور نہ ضائع کیا بلکہ اپنے مکالمہ سے ممتاز فرمایا۔ اور نصاریٰ پر اتمام حجت کرنے کے لئے مجھے مامور کیا۔"

اس طرح پر یہ پورا عربی مکتوب اپنے دعویٰ اور دعویٰ کے دلائل و نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کی نفی سے بھرا ہوا ہے۔ محولہ بالا عبارت میں سے پہلی اور آخری سطور جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ بحث حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نزول کی ہے ترک کر کے جناب برنی صاحب نے اس کے دو ٹکڑے کر کے علیحدہ لیکن ایک ہی عنوان کے نیچے درج کر دیئے۔ یہ اس[۴۹] وجہ سے کہ جناب برنی صاحب نے خود اصل کتاب ملاحظہ نہیں فرمائی۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح کتابوں میں علیحدہ علیحدہ اقتباس دیکھا۔ اسی طرح درج کر دیا۔ لیکن اب اصل کتاب کی عبارت نقل کر کے ہم نے اسکو واضح کر دیا ہے کہ چونکہ مقام بحث نزول حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق تھا اس لئے اسکو ممتنع ثابت کرنے

۴۹

کے لئے حضرت مرزا صاحب نے عقیدہ ختم نبوت کو پیش کیا۔ اور ان حوالوں کے پہلے اور بعد اپنے دعویٰ کا بھی ذکر کر کے بشارت نبوی دربارہ مسیح موعود کا مصداق اپنے کو ظاہر کیا۔ لیکن برنی صاحب نے اقتباسات ایسے دئے ہیں جن سے صرف عقیدہ ختم نبوت کا اظہار ہوتا ہے اور بقیہ امور پوشیدہ رہ گئے۔

وسوسہ انگیزی کی چوتھی مثال اس کے بعد کتاب ایام الصلح کا حوالہ ہے۔ برنی صاحب نے اپنی کتاب کے صا۲۱ پر کتاب ایام الصلح کے ص۱۴۶ سے حسب ذیل اقتباس پیش کیا ہے :۔

"قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں نفی عام ہے۔ پس یہ کسقدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے۔ اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔"

صنہ ۵

یہ فقرات جس عبارت کے درمیان سے لئے گئے ہیں وہ اس طرح ہے :۔

"پھر میں اصل کلام کی طرف عود کر کے کہتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے۔ اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتی ہو کر آئیں گے۔ تو شان نبوت تو ان سے منقطع نہیں ہوگی۔ گو امتیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں۔ مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اسوقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں نبی نہیں ہوں گے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیا میں آگیا۔ اور اس میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآنی کی تکذیب لازم آتی ہے۔

قرآن شریف[۱۵] میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔

پس یہ کسقدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کرکے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے۔ اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔ اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع[۱۵] ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے۔ کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے۔ اسکی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔

افسوس یہ لوگ نہیں خیال کرتے کہ مسلم اور بخاری میں فقرہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور اَمَّکُمْ مِنْکُمْ[۵۲] صاف موجود ہے۔ یہ جواب سوال مقدر کا ہے۔ یعنی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں مسیح ابن مریم حکم عدل ہو کر آئیگا تو بعض لوگوں کو یہ وسوسہ دامنگیر ہو سکتا تھا۔ کہ پھر ختم نبوت کیونکر رہیگا؟ اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک امتی ہوگا۔ اور بروز کے طور پر مسیح بھی کہلائے گا۔ چنانچہ مسیح کے مقابل پر مہدی کا آنا لکھا ہے اس میں بھی یہ اشارات موجود ہیں کہ مہدی بروز کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا مورد ہوگا۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا خُلق میرے خُلق کی طرح ہوگا۔

اور یہ حدیث لَا مَهْدِيَ اِلَّا عِيْسٰى[۵۳] ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف کرتی ہے۔ کہ وہ آنے والا ذوالبروزین ہوگا۔ اور دونوں شانیں مہدویت

---

[۱۵] اقتباس برقی صاحب

[۵۲] تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ [۵۳] عیسٰی کے سوا اور کوئی مہدی نہیں۔

مسیحیت کی اس میں جمع ہوں گی ۔"

اس پوری عبارت سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی اکثر کتابوں میں صرف دو مسائل پر بحث کی گئی ہے ۔ اوّل اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت پر ۔ دوم حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مسئلہ حیات و ممات اور آمد ثانی پر ۔ اور باقی جملہ مسائل اس کے ذیل اور ضمن میں آ گئے ہیں جس کے متعلق ہم صراحت کر چکے ہیں ۔ [۵۵]

جناب پروفیسر صاحب نے جی بھر کر يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ [۵] (سورۃ نساء ع) پر عمل کر کے بغیر اظہار و بیان اس امر کے کہ یہ اقتباسات کس سلسلہ بحث کے ہیں ۔ کچھ فقرات ادھر سے اور کچھ ادھر سے لیکر صرف عقیدہ ختم نبوت کو تو ظاہر کیا ۔ اور اس واقعہ کو پوشیدہ رہنے دیا کہ اس عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ ہی حضرت اقدس ہمیشہ اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کا اعلان کرتے رہے ۔ اور مسیح موعود کو امتی نبی تسلیم کرتے رہے ۔

اب اس حقیقت کو واضح کر دینے کے بعد جناب پروفیسر صاحب کے تقریباً تمام وہ عنوانات جو عنوان نمبر اول کے بعد دئے گئے ہیں ۔ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا [۵۵] ہو جاتے ہیں ۔

برنی صاحب نے دیانت سے کام نہیں لیا

برنی صاحب کی غرض یہ تھی کہ ان عنوانات کے ذریعہ سے یہ وساوس پیدا کئے جائیں کہ پہلے حضرت مرزا صاحب عقیدہ ختم نبوت کے قائل تھے ۔ بعد میں رفتہ رفتہ اسکو ترک کر دیا ہے ۔ اس لئے یہ کتر و بیونت اور دسیسہ کاری ضروری تھی ۔ اور اس طرح انہوں نے حق پوشی کر کے یہ ناحق کوشش کی ہے کہ اپنے عنوانات کا عکس کتاب کے پڑھنے والوں کے دلوں میں ڈالا جائے اور انکی حقیقت سے بیخبر رکھا جائے ۔ اس طرح پر ہم ازالہ اوہام ۱۸۹۱ء و حمامة البشریٰ ۱۸۹۴ء و انجام آتھم ۱۸۹۶ء و ایام الصلح ۱۸۹۹ء کی تنقید کر چکے ۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ جناب برنی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی کتب کے اقتباسات دیانتداری کے ساتھ نہیں دئے ۔ صرف اپنی غرض خاص کو مدنظر

---

[۵] بدل دیتے ہیں کلام کو اسکی جگہ سے ۔ [۵۵] ریزہ ریزہ و پراگندہ ۔

۵۳
رکھکر ان میں کتر و بیونت کر کے اور انکو سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے غلط مفہوم منشاء پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کے بعد بظاہر ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کہ علمی محاسب صاحب کے "علمی محاسبہ" کی علمی دیانت کے متعلق کوئی اور مزید ثبوت پیش کیا جائے۔ لیکن شاید جناب برنی صاحب ہم سے "تا سخانہ باید رسانید" کے اخلاق کے ابھی متوقع ہونگے۔ اس لئے ایک مزید حوالہ حضرت مرزا صاحب کی آخری تحریر سے دیدینا مناسب خیال کرتے ہیں۔ اس حوالہ سے ہمارے اس بیان کی بخوبی تصدیق ہو جائے گی۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا مذہب ابتدائے دعوئ مسیحیت سے لیکر آخر تک یکساں رہا ہے۔

یہ تحریر جس کا ہم حوالہ دینا چاہتے ہیں ایک خط بنام ایڈیٹر اخبار عام لاہور ہے جو ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا گیا اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار عام میں شائع ہوا۔ اور یہی تاریخ حضرت اقدس مرزا صاحب کے وصال کی ہے۔ پس اس سے زیادہ آخری تحریر اور کیا ہوگی؟

اس خط کا ایک اقتباس خود جناب برنی صاحب نے اپنی کتاب کے عنوان نمبر ۹ فصل اول ص۴۷ و ص۳۸ میں دیا ہے۔ عنوان مذکور بایں الفاظ ہے:۔

"نبوت و رسالت کا ایقان و اعلان"

اس عنوان سے یہ ظاہر کرنا مد نظر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے نوبت بنوبت عقیدہ ختم نبوت سے علیحدہ ہو کر نویں نوبت پر اپنی نبوت و رسالت کا یقین اور اسکا اعلان کیا اور اس سے قبل نعوذ باللہ نہ اپنی نبوت پر ایقان تھا نہ اسکا اعلان کیا گیا لیکن پورا خط پڑھ لینے کے بعد ناظرین یہ اندازہ کر لیں گے کہ ابتداء سے آخر تک آپ کا کیا عقیدہ رہا ہے وہ پورا خط حسب ذیل ہے:۔

مسئلہ نبوت پر آخری فیصلہ کن تحریر

"جناب ایڈیٹر صاحب اخبار عام۔ پرچہ اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار

کیا ہے۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں مَیں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں۔ اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ اور جس کے یہ معنے ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں۔ اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدار اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں۔ کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔ اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔

اور جس بنا پر مَیں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اسقدر ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں۔ اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے۔ اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آیندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جبتک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ ۵۵

سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو مَیں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ مَیں اس پر قائم ہوں اُسوقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مگر مَیں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا مَیں اسلام سے اپنے

تمہیں الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا۔ اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے۔

سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں۔ کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنے متحقق نہیں ہو سکتے۔ اور جیسا کہ صرف ایک پیسہ سے کوئی مالدار نہیں کہلا سکتا۔ سو خدا نے مجھے اپنے کلام کے ذریعہ سے بکثرت علم غیب عطا کیا ہے۔ اور ہزارہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں۔ اور کر رہا ہے۔ میں خود ستائی سے نہیں بلکہ خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف صرف میں کھڑا کیا جاؤں۔ اور کوئی ایسا امر پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں۔ تو مجھے اس مقابلہ میں خدا غلبہ دے گا۔ اور ہر ایک پہلو کے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہو گا۔ اور ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دے گا۔

پس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرتِ اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے اور جس حالت میں عام طور پر لوگوں کو خوابیں بھی آتی ہیں۔ بعض کو الہام بھی ہوتا ہے۔ اور کسیقدر ملونی کے ساتھ علم غیب سے بھی اطلاع دیجاتی ہے مگر وہ الہام مقدار میں نہایت قلیل ہوتا ہے۔ اور اخبار غیبیہ بھی اس میں نہایت کم ہوتی ہیں۔ اور باوجود کمی کے مشتبہ اور مکدر اور خیالات نفسانی سے آلودہ ہوتی ہیں۔ تو اس صورت میں عقل سلیم خود چاہتی ہے کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو۔ اسکو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جائے۔ بلکہ اسکو کسی خاص نام کے ساتھ پکارا جائے۔ تاکہ اس میں اور اس کے غیر میں امتیاز ہو۔ اس لئے محض مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے

کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھدیا۔ اور مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے۔ تاکہ ان میں اور مجھ میں فرق ظاہر ہو جائے۔ ان معنوں سے میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں۔ تاکہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔ ورنہ حضرت عیسیٰؑ جن کے دوبارہ آنے کے بارہ میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طمع لوگوں کو دامنگیر ہے وہ امتی کیونکر بن سکتے ہیں۔ کیا آسمان سے اتر کر نئے سرے سے وہ مسلمان ہوں گے؟ یا کیا اسوقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے؟ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی"۔ ۵۷

اس کے بعد یہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔ کہ جس طرح حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحات ۵۷۵ تا ۵۷۸ (محولہ بالا) میں اپنے دعوٰی مسیحیت اور مہدویت کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد سے انکار اور اپنے آپکو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور تابع بیان کر کے مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہونا بیان کیا ہے۔ اسی طرح اس خط میں بھی بیان کیا ہے۔ ازالہ اوہام ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔ اور یہ خط مسئلہ نبوت میں آخری کلام حضرت مرزا صاحب کا ہے جو ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام لاہور میں شائع ہوا۔ اور اسی تاریخ کو ہی آپ کا وصال ہوا۔

پس ہر ایک طریقہ سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جس طرح آپ نے ابتداء دعوٰی مسیحیت کے وقت ایسی نبوت کا انکار کیا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار اور متابعت سے باہر ہو۔ اور ایسی نبوت کو ثابت کیا تھا جو آپ کے طفیل اور اتباع سے حاصل ہو۔ وہی دعوٰی اور عقیدہ آخری ایام زندگی تک قائم رہا۔ اور جناب برنی صاحب نے تقوٰی اور دیانت کو ترک کر کے اس حقیقت کو پوشیدہ اور حق کو باطل کے ساتھ ملتبس و مخلوط کر دیا۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا[1] (آل عمران ع ۱۰) ۵۸

---

[1] اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو تم راہ خدا سے اسکو جو ایمان لایا چاہتے ہو تم اس کے لئے کجی۔

عقیدہ ختم نبوت شرائط بیعت میں داخل ہے

یہ کیفیت اس عنوان کے حوالجات کی ہے جو فی نفسہ ہمارے عقیدہ کے مطابق ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان دیگر عنوانات کے حوالجات کی کیا کیفیت ہوگی جو ہمارے مسلمات کے مطابق نہیں بلکہ محض بطریق افترا و بہتان ہیں۔

ناظرین یہ خیال نہ فرماویں کہ اس عنوان اول کو جو ہمارے عقیدہ کے مطابق ہے بغیر کسی مصلحت کے برنی صاحب نے محض اظہاراً للحق قائم کر دیا ہے۔ عنوان اول کے حوالجات کی جو تنقید ہم نے کی ہے اس نے اس حقیقت کو تشنہ نہیں رہنے دیا کہ یہ عنوان صرف اس لئے ہمارے اصل عقیدہ کے مطابق قائم کیا گیا ہے تاکہ دیگر عنوانات کے ذریعہ سے برنی صاحب اپنے اس 'دعا کو ثابت کر سکیں کہ حضرت مرزا صاحب "پہلے پہل بلا اگر مگر بلا چون وچرا قرآن وحدیث کے مطابق صراحت و بداہت کے ساتھ "خاتم النبیین" پر نبوت کا قطعی طور پر ختم ہو جانا بقینی تسلیم "کرتے تھے" اس کے بعد درجہ بدرجہ تاویل و تشکیل شروع" ہوئی۔ اور ولایت سے "مجددیت۔ محدثیت۔ لغوی نبوت۔ اصطلاحی نبوت۔ باطنی نبوت۔ جزوی نبوت ظلی نبوت۔ بروزی نبوت۔ امتی نبوت اور بالآخر مستقل نبوت" کے دعویدار بن بیٹھے۔ (قادیانی مذہب صـــ) اس لئے ہم کو ضرورت پڑی کہ اس عنوان کے اہم حوالجات کی تنقید کرکے یہ واضح کر دیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے مقام ومنصب کی نسبت ابتدائے دعوائے مسیحیت سے آخر تک ایک ہی بات کہتے رہے یعنی انہوں نے **مستقل نبی ہونے کا جو اپنی علیحدہ شریعت ساتھ لاتا ہے** کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ اور امتی نبی ہونے سے جو دعوائے مسیح موعود کے لازم حال ہے **کبھی انکار نہیں کیا۔ اس لئے آپ عقیدہ ختم نبوت سے کبھی ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہوئے۔ یہانتک کہ یہی عقیدہ اب شرائط بیعت میں داخل ہو گیا ہے۔**

برنی صاحب کے دعویٰ کو نبوت سے کوئی تعلق نہیں

عنوان اول کی جو غرض ہم نے بیان کی ہے وہ عنوانہائے مابعد سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس عنوان اول کے بعد

٥٩

عنوان دوم بایں الفاظ قائم کیا گیا ہے :-

"ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی"[٥٩]

عنوان اول کے نام کے ساتھ اس عنوان کو پڑھنے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ جناب پروفیسر صاحب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب ابتدائی عقیدہ ختم نبوت کے اظہار و اعلان کے بعد اب ہٹنا چاہتے ہیں۔ اور لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے اس نوبت تک صرف نبی کے نام پانے کا ادعا کیا تھا۔ یعنی ابھی فی الواقع نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

ص٦٠

جناب برنی صاحب کے اس ادعائی عنوان کو زیر نظر رکھ کر جب انکے حوالوں پر نظر کیجاتی ہے تو دعویٰ کو ثبوت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ ملاحظہ فرمایئے اس عنوان کے تحت حسب ذیل کتب کے اقتباسات ہیں :-

١۔ مجموعہ اشتہارات حصہ سوم ص٢٢٣ مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب (محولہ اشتہار ١٨٩١ء کا ہے۔)

٢۔ جنگ مقدس ص٦٧ مطبوعہ ١٨٩٣ء۔ (یہ ایک مباحثہ ہے جو بمقام امرت سر عیسائیوں سے ہوا تھا)۔

٣۔ انجام آتھم ص٢٧ ١٨٩٦ء۔ یہ وہی کتاب ہے جس کا حوالہ عنوان اول میں بھی دیا گیا ہے۔ اسی صفحہ کی عبارت کا ایک ٹکڑا یہاں بھی دیا گیا ہے۔

٤۔ سراج منیر ١٨٩٧ء۔

٥۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص١٨٨ ١٩٠٨ء۔

ان حوالجات کی تصنیف کے سنین پر نظر کرکے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جناب برنی صاحب نے اس عنوان کے ذریعہ سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ١٨٩٣ء سے ١٩٠٨ء تک حضرت مرزا صاحب اپنے لئے صرف نبی کے نام کے دعویدار تھے اور فی الحقیقت نبوت کا دعویٰ نہ

---

[٥٩] طبع دوم ص٦٠ طبع سوم ص٧٣ طبع چہارم ص١٣٢ طبع پنجم ص٢١١ ؛

کیا تھا۔ اس نتیجہ کی تائید خود برنی صاحب کے عنوان نمبر ۹ سے ہوتی ہے جو بایں الفاظ ہے۔

"نبوت و رسالت کا ایقان و اعلان"

یہ دونوں علیحدہ عنوان ہماری اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ عنوان دوم

"ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی"

کے قائم کرنے سے برنی صاحب کا منشا رہا ہے کہ اس نوبت تک حضرت مرزا صاحب نے نبوت و رسالت کا کوئی دعویٰ یا اعلان نہیں کیا تھا۔ مگر اپنے آپکو صرف برائے نام نبی کہتے تھے۔

ہم اوپر ظاہر کر چکے ہیں کہ اس عنوان کے تمام حوالجات ۱۸۹۳ء سے ۱۹۰۸ء تک کے ہیں۔ پس نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ حضرت مرزا صاحب بقول برنی صاحب اپنی تاریخ وفات تک (جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو واقع ہوئی) اپنے آپکو صرف برائے نام نبی کہتے رہے۔ اسکے سوا کسی دوسرے نتیجہ کی گنجائش برنی صاحب کے عنوانات نمبر ۲ (ولایت[۵۱] کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی) و نمبر ۹ (نبوت و رسالت کا ایقان و اعلان[۵۲]) اور حوالجات مذکورہ سے پیدا نہیں ہوتی ہے۔

اس نتیجہ کے تسلیم کرنے کے بعد یہ ماننا پڑیگا کہ یا تو حضرت اقدس نے واقعی طور پر کبھی نبوت کا دعویٰ کیا ہی نہیں۔ بلکہ ہمیشہ اپنے آپکو صرف برائے نام نبی کہتے رہے۔ یا یہ کہ انہوں نے ان دو قسم کے الفاظ میں کہ (۱) میرا نام نبی رکھا گیا۔ (۲) میں امتی نبی ہوں، کبھی فرق نہیں کیا۔ اگر پہلی بات قبول کر لی جائے تو برنی صاحب کا عنوان نمبر ۹ قائم نہیں رہیگا۔ اور اگر دوسری بات قبول کیجائے تو عنوان نمبر ۲ غلط ثابت ہوگا۔ اور یہ حقیقت منکشف ہو سکے گی کہ جناب برنی صاحب نے صرف اپنے وہم یا معاندانہ نازک خیالی سے وہ بات پیدا کرنی چاہی ہے جو تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ کی مصداق ہے۔

---

۵۱ طبع دوم ص۲۰ طبع سوم ص۳۳ طبع چہارم ص۱۴۶ طبع پنجم ص۲۱۱

۵۲ طبع دوم ص۸ طبع سوم ص۱۰۲ طبع چہارم ص۱۴۲ طبع پنجم ص۲۴۸

برنی صاحب کی معاندانہ نازک خیالی

اس توضیح کے ساتھ اگر برنی صاحب کے دیئے ہوئے اقتباسات ملاحظہ فرمائے جائیں۔ تو حقیقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ پہلا حوالہ اس عنوان کے تحت مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صـ۲۲۳ کا ہے اور اس میں سے حسب ذیل اقتباس لیا گیا ہے :-

"ان[۶۲] پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے قائل ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت۔ جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اسکے ہم قائل ہیں۔ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں۔ صرف ولایت اور مجددیت کا ہے۔" ۶۲

اب انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے کہ آیا اس اقتباس سے کہیں بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مقام ولایت سے آگے قدم بڑھا کر صرف برائے نام نبوت کے مدعی ہوئے ؟ یہی کیفیت دوسرے حوالہ جنگ مقدس صـ۲ کی بھی ہے۔

تیسرا حوالہ انجام آتھم صـ۲۷ کا ہے۔ اس کے متعلق ہم نے عنوان اول کی تنقید کے سلسلہ میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ ایک ہی عبارت کی ابتدائی چند سطور کا حوالہ عنوان اول کے تحت دیا گیا ہے۔ اور اس سے بھی برنی صاحب کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

چوتھا حوالہ سراج منیر صـ۳۵۲ کا ہے۔ مگر سراج منیر میں اتنے صفحات ہی نہیں۔ کل ۸۸ صفحات پر ہندسہ ہے اور باقی کے صفحات پر حروف ابجد از ج تا ن درج ہیں۔ اس طرح جملہ ۱۰۰ صفحات کی کتاب ہے۔ لیکن وہ عبارت جسکا حوالہ برنی صاحب نے دیا ہے کتاب مذکور کے صـ۳۳ پر ملتی ہے۔ برنی صاحب نے اس اقتباس سے پہلے کی چند سطور کو ترک کر کے بقیہ سطور کو اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔ پوری[۶۳] عبارت اس طرح ہے :- ۶۳

"بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اسکو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا اور کچھ کہیں گے؟ مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اسجگہ حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے"

یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا۔ اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ وَلِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ (ہر شخص کی اپنی اصطلاح ہوتی ہے۔) سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اسنے ایسے لفظ استعمال کئے۔

ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے"

اس عبارت میں سوا ان ابتدائی سطور کو ترک کر دیا، جنپر ہم نے امتیاز کے لئے خط کھینچ دیا ہے۔ پوری عبارت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ناظرین خود سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ سطور کیوں ترک کر دی گئیں۔ سطور مذکورہ میں اس نبوت و رسالت سے جو جدید شریعت اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ بایں الفاظ انکار فرمایا گیا ہے کہ :-

"بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اسکو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا اور کچھ کہیں گے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اسجگہ حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے۔"

مغالطہ دہی

یہ الفاظ خود اپنے منشاء کو ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت اقدس اس دعوی نبوت سے انکار کر رہے ہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس سے آپ نے ہمیشہ ابتدا سے آخر تک انکار ہی فرمایا ہے۔ اور اسکو آپ حقیقی نبی اور

رسول کہتے ہیں لیکن اس نبوت و رسالت کو جو ان معنوں میں حقیقی نہ ہو اپنے لئے ہمیشہ ثابت کیا ہے۔ اور یہی وہ دعویٰ ہے جس کے حضرت مرزا صاحب مدعی تھے۔ اور احمدی قائل ہیں۔ اس تشریح کے بعد برنی صاحب کا یہ ادعا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے لئے مقام ولایت اور اس کے بعد صرف نبی کے نام کو قبول کیا۔ اس طرح کہ واقعی امتی نبی ہونیکا دعویٰ ابتداء سے نہ تھا محض لغو اور پوچ ہی نہیں بلکہ صریحاً مغالطہ دہی پر مبنی ہے۔ اور یہی وہ دعویٰ اور حقیقت ہے جو براہین احمدیہ حصہ پنجم مطبوعہ ۱۹۰۸ء کے اس حوالہ سے بھی ثابت ہوتی ہے جس کا حوالہ برنی صاحب نے اس عنوان کے خاتمہ پر دیا ہے۔ برنی صاحب نے اس صفحہ کے صرف حاشیہ کی عبارت کا اقتباس دیا ہے۔ اور حاشیہ کی عبارت یہ ہے:۔

"کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکہ نہ کھاوے۔ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ وہ نبوت نہیں جو ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے۔ کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا۔ مگر میں امتی ہوں۔ پس یہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا تا حضرت عیسیٰؑ سے تکمیل مشابہت ہو۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۸ء) ۞ ۶۵

اس اقتباس سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ جو بات حضرت مرزا صاحب ابتداء سے کہتے رہے کہ میری نبوت مستقل نبوت (تشریعی) نہیں، وہی اعتقاد یہاں بھی ظاہر کیا ہے۔ اور اپنے کو "امتی نبی" ظاہر کیا ہے۔ اور اس قسم کی نبوت کو وہ اعزازی نام کہتے ہیں۔

برنی صاحب نے بغیر اس کے کہ حضرت مرزا صاحب کے طرز تحریر پر غور کرتے لفظ "اعزازی نام" کو دیکھ کر یہ عنوان جڑ دیا کہ

"ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی"

ہم حضرت اقدس کی دوسری تحریرات سے بتاتے ہیں کہ وہ ان الفاظ کو کس مطلب و منشاء کے اظہار کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اس بارہ میں حضرت اقدس کی آخری تحریر

مورخہ ۵ ا مئی ۱۹۰۸ء ملاحظہ کے قابل ہے جو چشمہ معرفت کے ابتدا ہی میں طبع ہوئی ہے :-

"جب سے خدا نے مجھے مسیح موعود اور مہدی معہود کا خطاب دیا ہے میری نسبت جوش اور غضب ان لوگوں کا جو اپنے تئیں مسلمان قرار دیتے اور مجھے کافر کہتے ہیں انتہا تک پہنچ گیا ہے۔"

اس تحریر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعاوی "مسیحیت و مہدویت" کو خطاب ہی کہتے تھے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب واقعی مسیحیت و مہدویت کے مدعی نہ تھے اور صرف برائے نام یہ خطابات اپنے لئے پسند فرماتے تھے؟

ناحق کوشی کا پردہ فاش

اسی سلسلہ میں براہین احمدیہ حصہ پنجم کا ص۱۸۸ بھی قابلِ ملاحظہ ہے جس کے حاشیہ کا اقتباس برقی صاحب نے اس عنوان کے تحت دیا ہے۔ اب ہم اس حاشیہ کے اصل متن کی عبارت نقل کرتے ہیں جس سے برقی صاحب کی ناحق کوشی کا پردہ بالکل فاش ہو جاتا ہے۔

ابتداء اس عبارت کی ایک سوال کے جواب میں ص۱۸۷ سے ہوتی ہے۔ آپ اس کے جواب میں اپنے دعویٰ مسیحیت کو ان پیشگوئیوں سے مطابق کرتے ہوئے جو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کے بارہ میں احادیث میں آئی ہیں۔ بیان فرماتے ہیں :-

"سو یہ سب نشانیاں ظاہر ہو گئیں۔ کیونکہ دو صدیوں سے اشتراک رکھنا یعنی ذوالقرنین ہونا میری نسبت ایسا ثابت ہے کہ کسی قوم کی مقرر کردہ صدی ایسی نہیں ہے جس میں میری پیدائش اسی قوم کی دو صدیوں پر مشتمل نہیں۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کی طرف سے دو نام میں نے پائے۔ ایک میرا نام امتی رکھا گیا۔ جیسا کہ میرے نام غلام احمد سے ظاہر ہے۔ دوسرے میرا نام ظلّی طور پر نبی رکھا گیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حصص سابقہ براہین احمدیہ میں میرا نام احمد رکھا اور اسی نام سے بار بار مجھ کو پکارا۔ اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں ظلّی

طور پر نبی ہوں پس میں امتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں۔

اسی کی طرف وہ وحی الٰہی بھی اشارہ کرتی ہے جو حصص سابقہ براہین احمدیہ میں ہے۔ کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ۔ یعنی ہر ایک برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے پس بہت برکت والا وہ انسان ہے جس نے تعلیم کی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور پھر بعد اس کے بہت برکت والا ہے وہ جس نے تعلیم پائی یعنی یہ عاجز :۔

پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام[۴] امتی ہوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام[۵] نبی ہو گیا۔ پس اس طرح پر مجھے دو نام[۶] حاصل ہوئے۔

جو لوگ بار بار اعتراض کرتے ہیں کہ صحیح مسلم میں آنیوالے عیسٰی کا نام[۷] نبی رکھا گیا ہے۔ ان پر لازم ہے کہ یہ ہمارا بیان[۸] توجہ سے پڑھیں۔ کیونکہ جس مسلم میں آنے والے عیسٰی کا نام[۸] نبی رکھا گیا ہے اسی مسلم میں آنیوالے عیسٰی کا نام[۹] امتی بھی رکھا گیا ہے"۔

ص۶۷

"نبی کا نام امتی نبی" کے مترادف ہے

اسی مختصر سی عبارت میں نو[۹] مرتبہ آپ نے نام کا لفظ اپنے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی "نبوت و امتیت" دونوں کی نسبت استعمال کیا ہے۔ کیا اس عبارت کو پڑھ لینے کے بعد کوئی شک باقی رہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب جب یہ کہتے ہیں کہ میرا نام نبی رکھا گیا تو اس کا منشا کیا ہوتا ہے؟ آیا یہ کہ وہ فی الواقعہ نبوت (غیر تشریعی) کے دعویدار نہیں ہیں اور صرف برائے نام اپنے آپکو نبی کہتے ہیں یا یہ کہ وہ نبوتِ تشریعی سے انکار کر کے اپنے کو واقعی طور پر "امتی نبی" کہتے ہیں۔ حوالہ مذکورہ کے خاص کر یہ الفاظ کہ "جس مسلم میں آنیوالے عیسٰی کا نام نبی رکھا گیا ہے اسی مسلم میں آنے والے عیسٰی کا نام امتی بھی رکھا گیا ہے۔" حضرت اقدس کے منشا اور طرز تحریر کو بخوبی واضح کر دیتے ہیں۔ کہ جہاں حضرت مرزا صاحب یہ لکھتے ہیں کہ میرا نام نبی رکھا گیا یا مجھے نبی کا خطاب دیا گیا وہاں اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ

حسب اعلام والہام الٰہی و احادیث نبوی "نبی" ہیں مگر "امتی"۔

پس اس طریقہ پر برنی صاحب کا یہ ادعا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے عقیدہ ختم نبوت کو ترک کرنے کے لئے یہ ایک قدم آگے بڑھا کر صرف نبوت کا نام اختیار کرنا چاہا۔ نہ صرف محض لغو اور بے بنیاد بلکہ درحقیقت مبنی بر مغالطہ ثابت ہوتا ہے ؛

۶۸ حوالجات نقل در نقل ہیں — عنوان نمبر اول و دوم کی بدعنوانیاں واضح ہو جانے کے بعد بہت کم ضرورت باقی رہتی ہے۔ کہ دیگر عنوانات کے حوالجات پر یا ہر ایک عنوان پر مفصیلی تنقید کیجائے۔

حوالجات اکثر غلط ہیں اور وہ غلطی ایسی نہیں کہ محض سہو کتابت پر محمول کیجا سکے۔ اگر حسن ظنی سے کام لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نقل در نقل حوالہ در حوالہ ہونے کی وجہ سے یہ غلطیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اور خود جناب برنی صاحب نے وہ کتب ملاحظہ نہیں فرمائیں محض دوسروں کی کتابوں سے یہ ریزہ چینی کی ہے۔ اگر یہ حسن ظنی درست ہے تب بھی ایک پروفیسر ایک محقق کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ بغیر اطمینان کلی کے دوسرے اشخاص کی کتابوں پر جن میں سے اکثر معاندین ہیں۔ ایسے الزامات کے لئے بھروسہ کرے جو نہایت سنگین اور اہم اور ایک جماعت کے لئے اشتعال انگیز ہیں۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک تعلیم یافتہ شخص کتنے کمزور درجہ کے جذبات کا شکار ہو گیا ہے۔

حوالجات کی اس کمزوری اور نقص کی جانب اشارہ کرکے غرض کہنے کی یہ ہے کہ چونکہ جملہ حوالجات پر ہم کو تفصیلی تنقید کی ضرورت نہیں۔ اس لئے ہم ان سے کوئی تعرض بھی ضروری نہیں سمجھتے ؛

جن حوالجات پر نمونۃً ہم بحث کریں گے انکے اغلاط کو ظاہر کردیں گے۔ بقیہ حوالجات کی صحت یا عدم صحت کی نسبت ہم کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ناظرین خود بھی اندازہ کرلیں گے۔

۶۹ عنوانوں میں الٹ پھیر — تمہیدی عبارات اور عنوان اول و دوم کی ترتیب سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ اس کے مابعد کے عنوانات میں یہ ظاہر

کیا جائیگا کہ حضرت مرزا صاحب نے اسی طرح جس طرح " ولایت کے مقام سے نبوت کے نام تک ترقی " کی ہے۔ رفتہ رفتہ قدم بڑھایا ہے۔ لیکن عنوان نمبر۳ و ۴ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدم بجائے آگے بڑھانے کے پیچھے ہٹایا گیا۔ لیکن یہ ناظرین کے تصفیہ کے قابل ہے کہ آیا یہ قدم برنی صاحب نے ہٹایا یا حضرت مرزا صاحب نے ؟

عنوان نمبر۳[۱] ہے :-

"محدثیت کے دعویٰ کی ابتدا اور انتہا"

اور عنوان نمبر۴[۲]

"مسیحیت کے دعویٰ کی ابتدا اور انتہا"

ہے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت مرزا صاحب کا سب سے پہلا دعویٰ مسیحیت کا تھا اس لئے یہ عنوان نمبر۴ عنوان نمبر۱ کے بعد بجائے نمبر۲ کے آنا چاہیئے تھا۔ اور اس طرح سے عنوانوں کی ترتیب برنی صاحب کی تمہیدی عبارت کو ملحوظ رکھ کر یہ ہونی چاہیئے تھی :-

عنوان اول ———— عقیدہ ختم نبوت

عنوان دوم ———— دعویٰ مسیحیت

عنوان سوم ———— محدثیت

عنوان چہارم ———— نبوت کے نام تک ترقی

مگر بجائے اس ترتیب کے عنوان نمبر۴ کو نمبر۲۔ اور نمبر۲ کو نمبر۴ کر دیا گیا۔ اور یہ ترتیب برنی صاحب نے محض سادگی اور بھولے پن سے نہیں بلکہ خاص منشار کے مدنظر رکھی ہے۔

تمہیدی عبارت کا یہ ادعا کہ عقیدہ ختم نبوت کے بعد مرزا صاحب نے رفتہ رفتہ اپنے آپکو آگے بڑھایا ہے۔ اس کا مقتضی تھا کہ عنوان نمبر۲ " نبوت کے نام تک

---

[۱] و [۲] طبع دوم و سوم و چہارم و پنجم میں یہ عنوانات باقی نہیں رہے۔ انکی بجائے ایک عنوان "محدثیت سے نبوت تک ترقی" کے نام سے طبع دوم ص۷۲ و سوم ص۸۰ و چہارم ص۱۴۳ و پنجم ص۲۲۳ میں قائم ہوا ہے۔

ترقی" قائم کیا جاتا۔ محض اس لئے کہ اس کے مطابق برقی صاحب کو ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۱ کا ایک حوالہ ایسا مل گیا تھا کہ اسمیں حضرت مرزا صاحب نے اپنے امتی نبی ہونے کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"پس یہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے۔"

اس لئے اس لفظ "نام" نے انکو موقعہ دیا کہ اس کی بنیاد پر "نبوت کے نام تک ترقی" کا ایک عنوان قائم کرلیں۔ اگر اس کی بجائے وہ دعویٰ مسیحیت کو پہلے لاتے۔ تو چونکہ حضرت مرزا صاحب کا یہ ایک ایسا معروف دعویٰ ہے کہ ہر ایک شخص کو معلوم ہے کہ حضرت اقدس عام عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے علیحدہ ہوکر مسیح موعود ہونے کے دعویدار تھے۔ اس لئے عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ ہی دعویٰ مسیحیت کا عنوان لوگوں کی نظروں میں برقی صاحب کے ادعا کا ثبوت نہ قرار پاتا۔ اس لئے برقی صاحب نے اصل واقعہ سے چشم پوشی کرکے کہ حضرت مرزا صاحب کا ابتدائی دعویٰ مسیحیت و مجددیت کا ہے۔ اور مجددیت یا محدثیت یا نبوت کا دعویٰ اصل دعویٰ کی فروعات ہیں۔ "نبوت کے نام تک ترقی" کا ایک عنوان پہلے قائم کردیا۔ اور اس طرح آپ نے ایک شاعر کی اس فضول گوئی کو پورا کیا ؎

اپنی شبِ وصال کا الٹا زمانہ تھا ؏ اوپر دری تھی اور تلے شامیانہ تھا

اصل دعاوی کو فروعات سے الگ کرکے گمراہ کن ترتیب

عنوانوں کی ترتیب کے الٹ پھیر سمجھ میں آجانے کے بعد مسیحیت اور مجددیت یا محدثیت کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس لیے کہ ان دعاوی سے انکار نہیں۔ ہم کو صرف یہ واضح کرنا تھا کہ برقی صاحب نے اصل دعویٰ کو فروعات سے الگ کرکے انکو اپنی خاص غرض کے مدنظر اپنے طور پر اس طرح ترتیب دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے الگ اور بعد کے ظاہر ہوں۔ اس توجیہہ کی تائید کے لئے ہم کو برقی صاحب کے صرف ایک حوالہ کی جانب ناظرین کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ یہ حوالہ ازالہ اوہام ص۵۶۹ کا ہے جو عنوان نمبر۳ "محدثیت کے دعویٰ کی ابتداء اور انتہاء"

سے تحت برنی صاحب کی کتاب کے صفحہ ۲۶ پر دیا گیا ہے۔ اقتباس مذکور حسب ذیل ہے :۔

"محدث جو مرسلین میں سے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اسو جہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہؐ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے۔ اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے۔ محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔ اور محدث کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی کا مثیل ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی نام پاوے جو اس نبی کا نام ہے۔"

یہ حوالہ اگرچہ نامکمل ہے لیکن پھر بھی اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ ازالہ اوہام کی تصنیف کے وقت (جو سنہ ۱۸۹۱ء کی ہے) جبکہ حضرت مرزا صاحب بقول برنی صاحب عقیدہ ختم نبوت پر اپنا ایمان ظاہر کرتے اور اس پر اصرار کرتے تھے۔ عین اس زمانہ میں اپنے لئے ایسی نبوت بھی ثابت کرتے تھے جس کا پانے والا من وجہٍ نبی اور من وجہٍ امتی ہوتا ہے۔ جو محدثیت بھی کہلاتی ہے۔

پس محدثیت یا امتی نبی ہونے کا دعویٰ ابتداء سے ظاہر ہوتا ہے حالانکہ برنی صاحب اسکو علیحدہ عنوان کے تحت رکھ کر یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ یہ دعویٰ حضرت مرزا صاحب کا بعد کا ہے۔ ہم نے اس حوالہ کو نامکمل اس لئے کہا ہے کہ حضرت اقدس نے اس اقتباس کی آخری سطر یعنی

"اور محدث کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی کا مثیل ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی نام پاوے جو اس نبی کا نام ہے۔"

کی توضیح اس عبارت کے مابعد کی عبارت میں کی ہے جو اسی سلسلہ میں واقع ہوئی ہے۔ عبارت مقتبسہ برنی صاحب صفحہ ۵۶۹ کی ہے۔ اور صفحہ ۵۷۰ پر آپ فرماتے ہیں کہ :۔

"پس اس زمانہ کے لئے اس نے ایک مصلح ابن مریم کے نام پر بھیجدیا۔" (ملخصًا)

جس کا منشاء یہ ہے کہ آپ وہی مسیح ہیں جو اس زمانہ کے لئے موعود تھے۔ اور جس کا ذکر

عبارت مقتبسہ برنی صاحب کی آخری سطر میں ہے۔ اسکی تائید برنی صاحب کے ایک دوسرے اقتباس سے بھی ہوتی ہے جو عنوان نمبر ۴ کے تحت برنی صاحب کی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۰ سے دیا گیا ہے۔ اقتباس مذکور یہ ہے :-

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسٰے بن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس شخص کے جو اسکا برگزیدہ رسول ہو۔

اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے۔ اور جسقدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اور اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اسکی گردن پر ہے۔"

اس صراحت کے بعد یہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ برنی صاحب کے مقرر کردہ عنوانات نمبر ۳ و ۴ مغالطہ دہ ہیں[1]۔ جیسا کہ ہم عنوان نمبر اول کی تنقید میں ظاہر کر چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ یعنی دعویٰ مسیحیت اصل دعویٰ ہے۔ اور وہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ حضرت مرزا صاحب آخر وقت تک اس عقیدہ پر قائم رہے اور یہی عقیدہ ان کا الحاق سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے عقیدہ ختم نبوت کا ایک علیحدہ عنوان اور مسیحیت و محدثیت کے علیحدہ عنوانات صرف حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے قائم ہوئے ہیں۔

عنوان نمبر ۵[2] بایں الفاظ ہے :-

---

[1] اب ان عنوانات کو مابعد کے ایڈیشنوں میں باقی نہیں رکھا گیا۔
[2] طبع دوم صفحہ ۹۲ طبع سوم صفحہ ۱۱۳ طبع چہارم صفحہ ۱۸۵ طبع پنجم صفحہ ۲۶۳

"بُروزی کمالات گویا مرزا صاحب خود رسُول اللہ کی ذات"

بروز کی حقیقت اور برنی صاحب کی ناواقفیت

یہ عنوان بھی حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کی ایک فرع یا جزو ہے اور اس کی صحت کے قبول کرنے میں ہم کو کوئی عذر نہیں لیکن ہم یہ معلوم کرنے سے قاصر رہے ہیں کہ برنی صاحب کا اس عنوان کے دینے سے منشا رکیا ہے؟ آیا وہ اس پر کوئی اعتراض کرتے ہیں یا محض یہ غرض ہے کہ لوگ ایک نیا لفظ "بروز" دیکھ کر "چہ کنم" میں رہجائیں۔ اور یہ سمجھ کر کہ حضرت اقدس اپنے آپکو خود رسول اللہ صلعم کی ذات سمجھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب سے متنفر ہوجائیں۔

یہ تو کہا نہیں جاسکتا کہ جناب برنی صاحب چشتی و قادری لفظ "بروز" اور اس کی حقیقت سے واقف نہ ہوں۔ جو صوفیار کرام کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا ناگزیر ہے کہ انھوں نے یہ عنوان محض ازراہ حق پوشی قائم کرکے اور لفظ "بروز" کی تشریح نہ کرکے لوگوں کو غلط خیال قائم کرنے اور حضرت مرزا صاحب سے متنفر کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے۔ اس لئے اگر لفظ "بروز" کی صراحت کردی جائے تو برنی صاحب کا زہر اتر جائیگا۔

یہ صوفیار کی ایک اصطلاح ہے۔ جو دو بزرگوں کے باہمی روحی تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔ اس طرح کہ نہ تو بطور تناسخ کے ایک کی روح دوسرے کے قالب میں جاتی ہے اور نہ بطور حلول کے ایک کی روح دوسرے کی روح میں مدغم ہوجاتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب نمبر ۲۴۸ جلد اول میں فرماتے ہیں:-

"کمل تابعان انبیا، بجہت کمال متابعت و فرط محبت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیار متبوعہ خود را جذب می نمایند و بکلیت برنگ ایشاں منصبغ می گردند حتی کہ فرق نمی ماند درمیان متبوعان و تابعان الّا بالاصالۃ والتبعیۃ والاولیۃ والاخریۃ ..... تعینات مبادی جمیع انبیار وارباب ایشاں ازمقام اصل است و مبادی تعینات امتیان از اعالی و اسافل وارباب ایشاں ازمقامات ظلال آں اصل علی تفاوت الدرجات فکیف یتصور التساوات بین الاصل والظل"

ترجمہ:- انبیاء علیہم السلام کے پیرو بہ سبب کمال پیروی اور فرط محبت بلکہ محض عنایت و بخشش الٰہی کے اپنے پیشوا انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں اور بالکل ان کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ پیشوا اول اور پیرو ظل کے درمیان بجز اصالت اور تبعیت اور اولیت اور آخریت کے فرق نہیں رہتا۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے مبادی اور تعینات اصل مقام ملتے ہیں اور تمام چھوٹے بڑے امتیوں کے تعینات اور مبادی علیٰ تفاوت الدرجات اس اصل کے سائے ہیں اس لئے کس طرح سے اصل اور ظل میں مساوات کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ (مکتوب نمبر ۲۴۸ جلد ۱)

تناسخ و بروز میں فرق

اس سے بڑھ کر ایک دوسرا حوالہ شرح فصوص الحکم کے مقدمہ المسمیٰ خزائن اسرار الکلم کا ہے جو شاہ مبارک علی صاحب حیدر آبادی کا لکھا ہوا ہے یہ کتاب مطبع احمدی کانپور میں طبع ہوئی۔ اس کے صفحہ میں اٹھارویں مراقبہ کے ذیل میں لکھا ہے:-

"بعض نا یافتگی سے اسکو بھی تناسخ کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ بروز عبارت ہی تعلق اور تمثل روحی سے بجائے دیگر باوجود قیام اور ثبوت تعلق اپنے کے ساتھ جائے قیام اپنے کے۔ بغیر کسی تغیر اور قیام کے حالت اصلی اپنے میں یا ظہور اور تمثل ایک شئے کا کسی رحم میں باوجود قیام خود بجائے اصل اپنے کے۔ اور کوئی خلل اور نقصان بار زمین نہ ہو۔

اور تناسخ تعلق روحی ہے بجائے دیگر اس عالم میں اور جائے اول سے تعلق چھوڑ دیوے۔

تمامی اہل اسلام اور نصاریٰ اور اکثر ہنود منکر تناسخ کے ہیں نہ بروز اور تمثل کے پس تعلق ارواح صدیقین اور شہداء کا قوالب طیور میں دوسرے عالم میں اور بروز اور تمثل جبرائیل اور دیگر ملائکہ علیہم السلام کا بصورت رجال کے تناسخ نہ ہوگا۔ پس بروز اور تمثل تناسخ نہ ہوگا۔ اور ایسا ہی ہے حکم بروز ادریس علیہ السلام کا بنام الیاس علیہ السلام کے۔ اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے۔"

اس اقتباس سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ بھی صاف ہو جاتا ہے اور یہ وہی بات ہے جسکو حضرت مرزا صاحب نے بار بار بیان کیا اور جسکا دعویٰ کیا ہے ؎

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

حضرت اقدس اور آپ کے خلفاء کے سوا دیگر اقوال ناقابل توجہ ہیں

لفظ بروز کی وضاحت کر دینے کے بعد اقتباسات پر تنقید کی ضرورت نہیں رہتی لیکن یہ بتلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمسـ

کتاب ص۹۶ پر جو مزید حوالجات برنی صاحب نے دیئے ہیں وہ نہ تو حضرت مرزا صاحب کی کتب کے ہیں نہ آپکے خلفاء کی کسی کتاب کے ہیں اس لیئے انپر توجہ کرنیکی ہم کو ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ یہ بحث نہیں ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے متبعین انکو کیا کہتے ہیں۔ بلکہ بحث یہ ہے کہ خود حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپکو کیا کہا ہے۔ اس لیئے تتمہ کے حوالجات مطلقاً ناقابلِ توجہ ہیں۔

بے معنی و غلط عنوان

عنوان نمبر ۶ "ختم نبوت کی تاویل اور اپنی نبوت کی تشکیل" ہے۔ اس عنوان کے ایک اہم حوالہ ازالہ اوہام ص۵۷۷ کی نسبت ہم عنوان اول میں بیان کر چکے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا امتی نبی ہونیکا دعوٰی ابتدا ہی سے تھا اور یہ دعوٰی عقیدہ ختم نبوت ہی پر مبنی ہے۔ اس لیئے یہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی یا یااس کے بعد کا نہیں۔ اگر اسکو عقیدہ ختم نبوت کی تاویل بھی سمجھ لیں تب بھی یہ تاویل ابتدائے دعوئے مسیحیت سے ہی حضرت مرزا صاحب نے نہ بعد میں یہ تاویل کی نہ اپنی نبوت کی تشکیل کی ضرورت پیش آئی۔ اس لئے یہ عنوان سرے سے ہی غلط اور مغالطہ دہ ہے۔

برنی صاحب خوف خدا سے نڈر ہیں

ساتواں عنوان "ختم نبوت پر الزام عبرت کا مقام" اہم ہے اور وہ برنی صاحب کے اپنے الفاظ میں ہے جس سے انکے اذعانِ ذہنی کا پتہ چلتا ہے۔

اس عنوان کے تحت دو حوالے ہیں۔ اور تتمہ کتاب میں مزید دو حوالے دیئے گئے ہیں۔ اس طرح جملہ چار اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ دو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے اور دو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی کتاب حقیقۃ النبوۃ سے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتابوں کے حوالوں سے پہلا حوالہ "الوصیت" کے ص۱ کا ہے (صفحہ کا حوالہ غلط ہے بلکہ یہ عبارت جسکا حوالہ برنی صاحب نے دیا ہے ص۱۳ پر موجود ہے) اور حسب عادت برنی صاحب نے کتر و بیونت کر کے آگے اور پیچھے کی عبارت جس سے حضرت مرزا صاحب کا پورا منشاء ظاہر ہوتا ہے ترک کر دی ہے۔ ہم اس پوری عبارت کو جس سے حضرت مرزا صاحب کے

---

۵۱ طبع دوم ص۹۶ طبع سوم ص۸۸ طبع چہارم ص۱۵۶ طبع پنجم ص۲۲۸

۵۲ طبع دوم ص۹۵ طبع سوم ص۹۵ طبع چہارم ص۱۴۲ طبع پنجم ص۲۳۶

منشاء کی وضاحت ہوتی ہے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ یہ کتاب فی نفسہٖ وصایا اور نصائح ہیں جو حضرت اقدس نے بذریعہ الہام اپنے قرب وصال کی اطلاع پا کر اپنی جماعت کے لئے لکھے ہیں۔ وہ سلسلہ بیان جسکے درمیان عبارت منقولہ واقع ہوئی ہے اس طرح شروع ہوتا ہے :۔

" اے سننے والو سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے؟ بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ۔ اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔

ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا.... الخ "

اسطرح خدا کی صفات اور حمد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

" وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔ اور اس تک پہنچنے کے لئے تمام دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گزر چکی ہیں انکی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوتِ محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اسکے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسکے اندر ہیں نہ اسکے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوتؐ پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اسکے لئے ایک انجام بھی ہے۔ لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اسکی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ و مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونو لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پہ امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

اور جن کے لئے یہ دعا سکھلائی گئی کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ

۸۱ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ [۸۱] انکے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس

مرتبہ کو نہ پاتا ۔ اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور

سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیضان

پر داغ لگتا تھا اور آپکی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی اور ساتھ اس کے وہ دعا جس کا پانچ وقت نماز میں

پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا اسکا سکھلانا بھی عبث ٹھیرتا تھا ۔

مگر اس کے دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فرد امت کو براہ راست بغیر پیروی

نور نبوت محمدیہ کے مل سکتا تو ختم نبوت کے معنے باطل ہوتے تھے پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ

رکھنے کے لئے خدا تعالی نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا

فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا ۔ اور امتی ہونے کا مفہوم

اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر انمیں پائے گئے ۔ ایسے طور پر کہ انکا وجود اپنا وجود نہ رہا

بلکہ انکی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا اور دوسری طرف اتم اور

اکمل طور پر مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح انکو نصیب ہوا ۔

۸۲ پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونیکے نبی ہونے [۸۲] کا خطاب پایا ۔ کیونکہ ایسی صورت

کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہیں ۔ بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایہ

جدید میں جلوہ گر ہوئی ۔ یہی معنے اس فقرہ کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے

حق میں فرمایا کہ نَبِیُّ اللہِ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے ۔ ورنہ

غیر کو اس جگہ قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے اور ہلاک ہونے سے بچ جائے "۔

اس پوری عبارت سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ آیا اس کے ذریعہ سے مسئلہ ختم نبوت کو الزام

دیا جارہا ہے یا اسکی اصل حقیقت بیان کر کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور عظمت کو اپنی جماعت

کے دلوں میں بٹھایا جارہا ہے جس کے لئے یہ وصیت لکھی گئی ہے ۔

اس پوری عبارت میں سے جس سے خدا کا خوف اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کامل

کا اظہار ہوتا ہے ۔ برنی صاحب نے خدا کے خوف سے نڈر ہو کر ایک درمیانی عبارت کو جس کے اوپر ہم

نے خط کھینچ دیا ہی محل اور موقعہ سے علیحدہ کرکے اپنے عناد کو تسکین دینے کے لئے ایک خاص عنوان دیدیا۔
كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ[۵] (سورۃ کہف ع) ؛

یہودیانہ تحریف

تتمہ کتاب میں اسی عنوان کے تحت دوسرا حوالہ حضرت مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم[۸۳] مطبوعہ ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۱۳۸ کا دیا گیا ہی اور اسمیں بھی اسی یہودیانہ تحریف کا دخل ہے جو معلوم ہوتا ہے کہ برقی صاحب کی عادتِ ثانیہ ہوگئی ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ مذکور کی پوری عبارت جس سے لکھنے والے کا پورا منشاء واضح ہوسکتا ہے حسب ذیل ہے :-

"بعض یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں لکھا ہے کہ آنیوالا عیسیٰ اسی امت میں سے ہوگا۔ لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اسکا نام نبی اللہ رکھا ہے تو پھر کیونکر ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا ؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے اسی نبی متبوع سے فیض پانیوالا ہو۔ بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہی کہ اس امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک مکالمات الٰہیہ سے بے نصیب قرار دیا جائے۔ وہ دین دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے[۸۴] جسکی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اسقدر نزدیک نہیں ہوسکتا کہ مکالماتِ الٰہیہ سے مشرف ہوسکے۔

وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہی جو یہ سکھلاتا ہے کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حی وقیوم کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی نومیدی ہے۔ اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کے

---

[۵] بہت بڑا بول ہے جو وہ بولتے ہیں۔

کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی۔ سو ایسا دین بہ نسبت اسکے کہ اسکو رحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ دین وہ ہی جو تاریکی سے نکالتا اور نور میں داخل کرتا ہے اور انسان کی خداشناسی کو صرف قصوں تک محدود نہیں رکھتا بلکہ ایک معرفت کی روشنی اسکو عطا کرتا ہے۔ سو سچے دین کا تبع اگر خود نفس امارہ کے حجاب میں نہ ہو خدا تعالیٰ کے کلام کو سن سکتا ہے۔ سو ایک امتی کو اس طرح کا نبی بنانا سچے دین کی ایک لازمی نشانی ہے۔

اور اگر نبی کے یہ معنے ہیں کہ اسپر شریعت نازل ہو۔ یعنی وہ نئی شریعت لانیوالا ہو۔ تو یہ معنے حضرت عیسیٰ پر بھی صادق نہیں آئیں گے کیونکہ وہ شریعت محمدیہ کو منسوخ نہیں کر سکتے۔ ان پر کوئی ایسی وحی نازل نہیں ہو سکتی جو قرآن شریف کو منسوخ کرے"

۸۵ اس عبارت میں سے وہ حصہ برنی صاحب نے نقل کیا ہے جس کے اوپر خط کھینچ دیا گیا ہے۔ پوری عبارت اس بات کو ظاہر کرتی ہی کہ حضرت مرزا صاحب جو پہلے سے یعنی ازالۃ الاوہام کی تصنیف کے وقت سے کہتے رہے ہیں کہ امتی نبی متبع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس امت میں سے آسکتا ہے۔ اور اس نبوت سے مراد محض شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہے۔ وہی یہاں بھی کہتے ہیں۔ اور اسکو سچے دین (اسلام) کا ایک قابل امتیاز وصف اور علامت بیان کرتے ہیں۔ اور صاحب شریعت نبی کی آمد کو ممتنع سمجھتے ہیں۔ اسکے علاوہ آپ نے نہ تو اسکے پہلے کچھ بیان کیا ہے اور نہ بعد میں ؛

کتر و بیونت کی اور مثال

برنی صاحب چونکہ از راہ سخن پروری اس بات کے ثابت کرنے کے پیچھے پڑے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے رفتہ رفتہ اپنے عقیدہ ختم نبوت کو ترک کیا۔ اس لیے وہ کتر و بیونت کرنے اور عبارتوں کا غلط منشا ظاہر کرنے میں بھی کچھ تامل نہیں کرتے ہیں۔

اس کے بعد دو اقتباسات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی کتاب حقیقۃ النبوۃ سے دیئے گئے ہیں۔ انمیں سے ایک حوالہ فصل اول میں اور دوسرا حوالہ تتمہ میں عنوان نمبر ۲ کے تحت میں ہے یہی حال ان اقتباسات کا بھی ہے۔ انمیں سے صرف ایک اقتباس کی حقیقت واضح کرنے کے لئے

ہم اصل کتاب کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ اس پوری عبارت کے پڑھ لینے کے بعد برقی صاحب کے عنوان کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔ یہ عبارت حقیقۃ النبوت کے صفحہ ۱۲۴ سے شروع ہوتی ہے جو حسب ذیل ہے :۔

"میں ایک دفعہ پھر یہ بات ظاہر کردینی چاہتا ہوں کہ میرا اور تمام ان احمدیوں کا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ صحیح تعلق رکھتے ہیں اور خود حضرت مسیح موعودؑ کا ہرگز ہرگز بھی یہ مذہب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو قرآن کریم کو منسوخ کرے یا اس کے بعض احکام پر خط نسخ کھینچدے یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر ہوکر کچھ حاصل کرسکے۔ بلکہ ہم ایسے شخص کو جو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلا واسطہ فیض پانے کا دعویٰ کرتا ہے یا بعد قرآن کریم کے نئی شریعت لانے کا مدعی ہے لعنتی اور کذاب خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں۔ سوائے اسکے کہ آپ کے فیض سے فیضیاب ہو۔ اور بعد قرآن کریم کے کوئی اور شریعت نہیں۔ نہ پورے طور پر اسے منسوخ کرنیوالی اور نہ اس کے کسی حصہ کو منسوخ کرنے والی۔ قرآن کریم کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی کوئی شخص بدل نہیں سکتا اور نہ اسکی زیر و زبر میں تغیر کرسکتا ہے۔ چہ جائیکہ اسکے بعض احکام کو بدلدے :۔

ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی صاحب کمال نہیں گزرا۔ پس کمال کے بعد کسی اور شئے کی حاجت نہیں رہتی۔ اب جو آئیگا آپ کے کمالات کے اظہار اور اس کے اثبات کے لیے آئیگا نہ کہ آپ سے الگ ہوکر اپنی حکومت جمانے۔

جس شخص نے آپ کے نور کو نہ دیکھا وہ اندھا ہے۔ اور جس شخص نے آپکے درجہ کو نہ پہچانا وہ بدبخت ہے اور اسکا انجام خراب ہے۔ بدقسمت ہے وہ انسان جس نے آپکے دامن کو نہ پکڑا۔ اور بدنصیب ہے وہ انسان جس نے آپکی غلامی کا جوآ اپنی گردن پر نہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ انسان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کمال پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی اے پیارے رسول ان لوگوں سے کہدے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری

اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کا ایک اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرے۔ جسقدر کوئی شخص آپکی اطاعت کریگا۔ اسی قدر اللہ تعالیٰ کی محبت اس سے بڑھیگی۔

پس جب ہم کسی شخص کو آپکی امت میں سے نبی کہتے ہیں تو اس کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ وہ شخص آپ کے غلاموں میں سے سب سے زیادہ فرمانبردار غلام ہے۔ اسکا نبی ہونا ہی اس[۸۸] بات کی دلیل ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کمال کو پہنچ گیا ہے۔ پس اس قسم کے نبی ماننے میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں کرتے بلکہ آپ کے درجہ کی بلندی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جو شخص اپنے قول یا فعل سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتا ہے وہ بیشک ملعون ہے اور اللہ تعالیٰ سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کے دروازے اس کیلیے بند ہیں

۸۸

نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم! اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے۔ وہ میرا دل ہے۔ میری مراد ہے۔ میرا مطلوب ہے۔ اسکی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اسکی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اسکے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے؛ پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں وہ خدا تعالے[۸۹] کا مقرب ہے۔ پھر میں کیوں اسکا قرب تلاش نہ کروں۔ میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ ؎

۸۹

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدہ کو جہانتک ہوسکے باطل کروں کہ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔

بیشک اگر یہ مانا جائے کہ کوئی شخص ایک ایسی شریعت لایا ہے جو قرآن کریم کو منسوخ کردیگی

تو اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ اور اگر یہ مانا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آئیگا جو آپ کی اطاعت کے بغیر انعام نبوت پائیگا تو اسمیں بھی آپکی ہتک ہے۔ کیونکہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان کمزور ہے کہ آپکی موجودگی میں براہ راست فیضان کی حاجت پیش آئی لیکن اسی طرح اس عقیدہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں آئیگا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کا فیضان ناقص اور آپکی تعلیم کمزور ہے کہ اس پر عمل کرانسان اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات نہیں پا سکتا۔

دنیا میں وہی استاد لائق کہلاتا ہے جس کے شاگرد لائق ہوں۔ اور وہی افسر معزز کہلاتا ہے جس کے ماتحت معزز ہوں۔ یہ بات ہرگز فخر کے قابل نہیں کہ آپ کے شاگردوں میں سے کسی نے اعلیٰ مراتب نہیں پائے۔ بلکہ آپکی عزت بڑھانے والی یہ بات ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سو ایک ایسا لائق ہوگیا ہے جو دوسرے استادوں سے بھی بڑھ گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا۔ اور آپکی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو بند کردیا۔ اب بتاؤ کہ اس عقیدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ثابت ہوتے ہیں یا اسکے خلاف (نعوذ باللہ من ذالک)؟ اگر اس عقیدہ کو تسلیم کیا جائے تو اسکے یہ معنے ہوں گے کہ آپ نعوذ باللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے۔ اور جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی اور مردود ہے۔ آپ سب دنیا کے لئے رحمت ہوکر آئے تھے۔ اور آپ کے آنے سے اللہ تعالیٰ کے فیضان دنیا کے لئے اور بڑھ گئے نہ کہ کم ہوگئے"۔

یہ دیانت ملاحظہ ہو کہ پوری عبارت کو چھوڑکر جس سے قائل کا منشا ظاہر ہوتا ہے اپنے مطلب کو پیش نظر رکھ کر صرف ان سطور کا اقتباس لے لیا ہے جن پر ہم نے خط کھینچدیا ہے۔ لیکن پوری عبارت کو پڑھ لینے کے بعد ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ ایک مرتبہ تو لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الَّذِیْنَ کہہ کر حق کی مدد کریں کیا یہ عبارت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کے خلیفہ اور متبعین حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت محبت اور عظمت دل میں جاگزین رکھتے ہیں یا یہ کہ برنی صاحب کی طرح ختم نبوت کو الزام دیتے ہیں۔

"ختم نبوت پر الزام عبرت کا مقام"

جناب برنی صاحب نے جلسہ میلاد النبی میں ختم نبوت پر تقریر فرما کر جو خاص معارف سامعین کو عطا فرمائے انمیں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی کا بیٹا نبی ہوتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر چونکہ زندہ نہیں رکھے گئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت ختم ہو گئی۔

گویا آپکی رائے میں نبوت کے اختتام سے نسل کا بھی اختتام ہو جاتا ہے سبحان اللہ! کیا معارف ہیں۔ ایسے معارف کا کیا کہنا جو محض گھر کی ایجاد بلکہ محض شکم زاد اور قرآن کے مخالف ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے نااہل بیٹے کا ذکر قرآن میں موجود ہے جو نبی تو کیا معمولی مومن بھی نہیں تھا۔ اور اس درجہ کا منکر و کافر تھا کہ باوجود حضرت نوح علیہ السلام کی استدعا کے غرق کر دیا گیا۔

یہ تو قرآن کی شہادت ہے اب حدیث کی سنیئے۔ آیت خاتم النبین سنہ ۵ ہجری میں نازل ہوئی۔ اس کے قریباً ۴½ سال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی جو حالت شیر خوارگی میں سنہ ۱۰ھ میں رحلت فرما گئے۔ انکی رحلت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از راہ شفقت حزن و رنج کے ساتھ فرماتے ہیں "اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا"[۱] (ابن ماجہ کتاب الجنائز) اگر آیت خاتم النبین کے یہی معنے تھے جو عام طور پر سمجھے گئے ہیں تو حضرت رسالتمآب یہ نہ فرماتے بلکہ یہ فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تو بوجہ ارادہ الٰہی جو نزول آیت خاتم النبین سے پیدا ہوتا ہے نبی نہ ہوتا یا اگر برنی صاحب کی معرفت صحیح ہے تو حضرتؐ فرماتے کہ چونکہ نبوت ختم ہو گئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھا لیا لیکن یہ نہیں فرمایا۔ اس لئے جو چیز آیت خاتم النبین سے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اخذ نہیں فرمائی اسکو برنی صاحب یا کسی دوسرے مفسر کا اخذ کرنا معارف و حقائق نہیں کہلا سکتا۔ اور یہ امر خلاف شان صفات باری بھی ہے کہ باوجود یہ جاننے کے کہ اب نبوت مطلقاً بند ہے ایک ایسی خلقت کرتا ہے جو نبی بننے کی استعداد رکھتی ہے اگر زندہ رہتی تو نبی ہوتی۔

سنہ ۹۲

پس یہ خیال کہ نزول آیت ختم نبوت کی وجہ سے حضرت ابراہیم کو وفات دی گئی ایک مضحکہ خیز سی بات ہے۔ اور یہ برنی صاحب ہی جرأت کر سکتے ہیں کہ جو چیز حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں نہیں آئی اسکو معارف یا حقائق سمجھیں ۞

---

[۱] لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا ۞

چنانچہ حضرت عمرؓ کی استعداد کے اظہار میں فرمایا گیا کہ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ (مشکوٰۃ باب مناقب عمر) اگر حقیقت یہی ہوتی تو آپ حضرت ابراہیم کے لئے بھی یہی فرماتے۔

اسی سلسلہ میں جناب مُلّا علی قاریؒ کی وہ رائے بھی قابل ملاحظہ ہے جو موضوعات کبیر صفحہ ۵۸، ۵۹ پر اس طرح درج ہے :۔

ترجمہ " میں کہتا ہوں کہ باوجود ان تمام (گزشتہ) باتوں کے اگر ابراہیم فرزند رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے۔ یا اگر عمرؓ نبی ہو جاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداروں اور خادموں میں سے ہی رہتے پس انکا نبی ہو جانا خدا تعالیٰ کے ارشاد خاتم النبیین کے خلاف نہ پڑتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ ایسا کوئی نبی نہیں آئیگا جو آپکی شریعت کو منسوخ کرے اور آپکی امت میں سے نہ ہو"۔

اب ناظرین خود انصاف کریں کہ آیا ختم نبوت پر الزام جناب برنی صاحب کے ان معارف الٰہیہ اور حقائق عالیہ سے ہوتا ہے یا حضرت مرزا صاحب کے خلیفہ کی اس عبارت سے جس کا مُثلہ بنا کر جناب برنی صاحب نے اپنا عناد پورا کیا ہے ؎

میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

پس یہ ہے عبرت کا مقام ! اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ[1] (سورۃ مومن ع ۴) ؛

جناب مولانا صلاح الدین الیاس برنی صاحب چشتی و قادری و فاروقی کے یہی معارف تو تھے جن کی نعوذ باللہ احمدی نوجوانان حاضر جلسہ نے قدر نہیں کی۔ اور جناب کی واردات خاص سے تعرض کیا۔ پس یہ تعرض سبب بن گیا حضرت برنی صاحب کی برہمی مزاج اور دن دہاڑے علمی ڈاکہ ڈالنے کا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَالْعَاقِبَۃِ[2] ؎

بزم سے گلدستے نکلوا دیئے ؛ داغ کا نزلہ گل تر پہ گرا

---

[1] بیشک اللہ نہیں ہدایت دیتا جو حد سے گزرنے والا جھوٹا ہے ؛
[2] اے اللہ ہمیں دنیا و عاقبت کی ہر بلا سے محفوظ رکھ ؛

ناتکمل و ناقص اقتباسات، مقراض تحریف کا استعمال

آٹھواں عنوان فصل اول کا بایں الفاظ ہے :۔
" صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیئے " اور اس کے تحت میں حضرت مرزا صاحب کے خطبہ الہامیہ کے صرف ایک فقرہ کا اقتباس دیا گیا ہے۔ بقیہ حوالجات و اقتباسات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی دو کتابوں حقیقۃ النبوۃ و انوار خلافت سے دیئے گئے ہیں۔ یہ جملہ اقتباسات نامکمل اور ناقص ہیں۔ جن سے قائل کا منشاء بھی ظاہر نہیں ہوتا ہے۔
منشا برنی صاحب کا اس عنوان سے یہ بتانے کا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کے دروازہ کو عام طور پر کھول دیا۔ اور اس طرح نہ صرف یہ کہ خود نبی بن گئے بلکہ یہ کہ دوسروں کو بھی " صلائے عام " دیدی ہے۔
حضرت اقدس کے خطبہ الہامیہ سے جو فقرہ لیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ :۔
" یہ امت امت وسط ہے۔ اور ترقیات کے لئے ایسی استعداد رکھتی ہے کہ ممکن ہے کہ بعض انہیں سے انبیاء ہوجائیں " ۔
حضرت مرزا صاحب کی وہ عبارت جس سے یہ فقرہ لیا گیا ہے اس طرح ہے :۔
" یہ امت امتِ وسط ہے اور ترقیات کے لئے ایسی استعداد رکھتی ہے کہ ممکن ہے کہ بعض انہیں سے انبیاء ہوجائیں۔ اور یہ بھی استعداد رکھتی ہے کہ یہانتک پست اور متنزل ہو جائے کہ بعض انہیں سے یہودی اور جنگل کے بندروں کی طرح لعنتی یا گمراہ ہوجائیں " (خطبہ الہامیہ ص۱۴۱) ۹۵
یہ عبارت اس مشہور فارسی قطعہ کے منشاء کے مطابق ہے کہ ؎

آدمی زاد طرفہ معجون است ۔۔۔ از فرشتہ سرشتہ وز حیواں
گر کند میل ایں شود بہ از ایں ۔۔۔ ور کند میل آں شود بہ ازاں

اور یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی ذی فہم تو انکار نہیں کرسکتا ہے۔ لیکن برنی صاحب کو اختیار ہے کہ اپنے علم و فہم کو جس طرح چاہیں استعمال کریں۔
دوسرا حوالہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی کتاب " حقیقۃ النبوت " کے ص۲۲۸ کا ہے۔ اس اقتباس میں برنی صاحب نے حسب عادت معہودہ مقراض تحریف سے کام لیا ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے :۔

---

۹۵ طبع دوم ص۸۴ طبع سوم ص۱۰۲ طبع چہارم ص۱۶۹ طبع پنجم ص۲۴۲ ۔

"پس ان حوالوں کو ملا کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پہلی امتوں میں محدث یا جزوی نبی تو ہوتے تھے۔ لیکن پہلے نبیوں میں اسقدر طاقت نہ تھی کہ انکے فیضان سے امتی نبی ہو سکے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں صرف محدثیت ہی جاری نہیں بلکہ اس سے اوپر نبوت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ کیونکہ محدث یا جزوی نبی کا درجہ تو وہ ہے جو پہلی امتوں کے بعض افراد کو مل جایا کرتا تھا۔ لیکن امتی نبی کا وہ درجہ ہے جو پہلے رسولوں کی اتباع سے نہیں مل سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خاتم النبین نہ تھے۔ اور جزوی نبی کے اوپر کا درجہ سوائے نبی کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جز و کے بعد کُل ہی ہوتا ہے۔

پس یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ مگر نبوت صرف آپ کے فیضان سے مل سکتی ہے براہ راست نہیں مل سکتی۔ اور پہلے زمانہ میں نبوت براہ راست مل سکتی تھی کسی نبی کی اتباع سے نہیں مل سکتی تھی۔ کیونکہ وہ اسقدر صاحب کمال نہ تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔"

اس پوری عبارت سے برنی صاحب نے صرف وہ فقرات لئے ہیں جن پر خط کھینچا گیا ہے۔ اور ابتداء و انتہاء اور درمیان کی عبارت ترک کر دی ہے تا کہ ناظرین قائل کے اصل منشاء کو سمجھ نہ سکیں۔

سلف صالحین کی شہادتیں اور صلائے عام	حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی اس پوری عبارت کا حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے حسب ذیل ارشاد سے مقابلہ کیجیئے :-

۹۷ "پس حصول کمالات نبوت مرتابعاں را بطریق تبعیت و وراثت بعد از خاتم الرسل علیہ و علی جمیع الانبیاء الصلوٰۃ والتحیات منافی خاتمیت او نیست علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام۔" (مکتوب ۳۰۱ جلد اول)

اسکے ساتھ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کی کتاب تحذیر الناس ۳ و ۲۵ قابل ملاحظہ ہے۔ ان دونوں مقامات پر آپ فرماتے ہیں کہ :-

"اول معنے خاتم النبین کے معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنے ہیں کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ

کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم وتاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [۵۱] فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" (صـ۳)

پھر فرماتے ہیں کہ :-

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔" (صـ۲۵)

حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محل فرماتے ہیں کہ :-

"بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یا زمانہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں۔ بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔" (دافع الوسواس فی اثر ابن عباس صـ۱۲)

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

"بجز نبوت مستقلہ کے کوئی کمال ختم نہیں ہوا۔ اور ممکن نہیں کہ خدا ظلی طور پر کمالات نبوۃ کو بند کر دیوے۔ کیونکہ اس مبدا فیض میں بخل و دریغ ممکن نہیں ہے۔" (مقامات مظہری صـ۸۸)

اسی سلسلہ میں علامہ ملا علی قاری محدث کی کتاب موضوعات کبیر کے صـ۵۸ و صـ۵۹ کی وہ عبارت جو ہم صـ۶ پر درج کر چکے ہیں۔ قابل ملاحظہ ہے۔

ان تمام بزرگوں کے ارشادات ایک طرف اور حضرت خلیفۃ المسیح کی کتاب حقیقۃ النبوت کا مذکورہ بالا اقتباس دوسری طرف رکھ کر دیکھ لیجئے کہ اس میں ان بزرگوں کے ارشادات سے بڑھ کر کیا چیز ہے۔ حضرت مولانا روم تو ہر مرشد کی نسبت کہنے کو آمادہ ہیں کہ :-

چوں از و نور نبی آید پدید ⁂ او نبیٔ وقت باشد اے مرید

مگسل از پیغمبر ایام خویش ⁂ تکیہ کم کن بر فن و بر کام خویش

خصوصاً جب وہ فن اور کام ایسا ہو جیسا برقی صاحب ظاہر کر رہے ہیں۔ اگر یہ "صلائے عام" پہلے اکابرین امت دیتے آئے ہیں تو اب حضرت مرزا صاحب پر کیا اعتراض ہے۔ اگر یہ ساری امت محمدیہ حضرت

---

۵۱ اور لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

۹۹ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے آپکی مطیع[۹۹] وفرمانبردار رہ کر ایسی نبوت حاصل کر لے جیسی کہ اقتباسات بالا سے ظاہر ہوتی ہے تو معلوم نہیں کہ اسمیں جناب برقی صاحب کا کیا حرج ہے ؟

ایمان واعلان صداقت کی دلیل ہے

اس فصل کا نواں[۹] ذیلی عنوان "**نبوت ورسالت کا ایقان واعلان**" ہے اور اس کے ذیل میں دو اہم حوالے ہیں۔ اول۔ خط بنام ایڈیٹر اخبار عام کا حوالہ۔ دوسرا "ایک غلطی کا ازالہ" کا۔ حوالہ اول ہم بتمام وکمال عنوان نمبر اول کے ذیل میں صفحہ۲۱ پر درج کر چکے ہیں۔ اور اسکی نسبت دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ دوسرے حوالہ کی وضاحت ضروری ہے۔ دوسرے حوالہ یعنی "ایک غلطی کا ازالہ" سے حسب ذیل اقتباس برقی صاحب نے دیا ہے :-

"چند روز ہوئے ہیں ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اسمیں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں۔"

۱۰۰ اس اقتباس کے یہ الفاظ کہ "اسکا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے"۔ اس بات کو ظاہر[۱۰۰] کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ "نبوت و رسالت" سے انکار محض کیا جائے اور لوگوں کو یہ نہ سمجھایا جائے کہ اس سے انکار کن معنوں میں ہے۔ اور اس کا دعویٰ کس حیثیت سے ہے ہر ایک معترض اور مستفسر کو پوری بات سمجھانی چاہیئے۔

اس سوال کا جواب کہ آیا حضرت مرزا صاحب نے نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا تھا۔ نہ محض انکار سے ادا ہو سکتا ہے نہ محض اقبال سے۔ اس لئے آپ نے اپنے دعویٰ کو بصراحت بیان فرماتے ہوئے سلسلہ مضمون میں فرمایا کہ :-

"اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جبتک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اسوقت تک اگر کوئی نبی کہلائیگا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا۔ جو

---

۵ طبع دوم صفحہ۸ طبع سوم صفحہ۱۰ طبع چہارم صفحہ۱۱ طبع پنجم صفحہ۲۴۸ ؎

خاتم النبین پر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کر بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائیگا کیونکہ وہ محمدؐ ہے گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمدؐ خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے مگر عیسیٰ بغیر مُہر توڑنے کے نہیں آسکتے کیونکہ اسکی نبوت ایک الگ نبوت ہے۔"

بالآخر اپنے منشاء کو ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ :- صدا

"اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں۔ میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں۔ ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے میں نے ابھی بیان کیا ہے۔

پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعویٰ نبوت و رسالت کا کرتے ہیں۔ وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے۔ اور اسی بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں۔ میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمدؐ و احمدؐ ہوا۔ پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمدؐ کی چیز محمدؐ کے پاس ہی رہی۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔" (ایک غلطی کا ازالہ صلا) :

ان حوالجات سے یہ بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ کس قسم کی نبوت ہے جس کا دعویٰ حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے اور جس کے لئے وہ ابتدائے دعویٰ مسیحیت سے مدعی رہے ہیں اور جب ایک شخص مسیحیت کا دعویٰ کرے تو کیوں وہ اپنی ایسی نبوت و رسالت کا اعلان نہ کرے جو عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ اور بغیر اپنے ذاتی ایقان کے وہ ایسا اعلان کر ہی کیونکر سکتا ہے؟ اس لئے اسکا یہ ایقان و اعلان اسکی صداقت کی دلیل ہے۔ لیکن چشم بد اندیش کا کیا علاج ہے :

حضرت اقدس کی وہی حیثیت ہے جو بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام کی ہوتی | اس کے بعد دو عنوان یعنی وحی اور تکفیر کی

نسبت ہم کو کچھ لکھنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے اہل سنت والجماعت میں کوئی بھی مخالف نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد نزول وحی ہوگی۔ اور انکا نہ ماننے والا حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا منکر سمجھا جائیگا۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نزول وحی متفق علیہ مسئلہ ہے (آثار القیامۃ فی حجج الکرامۃ مصنفہ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم ص۴۳۱ مطبوعہ مطبع شاہجہانی بھوپال) تو یہ امر کہ حضرت ممدوح اپنی وحی پر کس درجہ کا ایمان رکھیں گے۔ ایک جاہلانہ بحث ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی اپنے دعویٰ کے لئے اول المومنین ہوتا ہے۔ اگر اسکو اپنے دعویٰ یا الہام و وحی پر ایمان و ایقان بدرجۂ اتم نہ ہو تو وہ دوسروں کو کیونکر اس پر یقین دلا سکتا ہے؟

مزید بحث کی ضرورت نہیں

بارھواں اور آخری عنوان[1] فصل اول کا حضرت مرزا صاحب کے "نبوت کے دعویٰ کی سرگذشت" ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح کی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" کی بناء پر لکھی گئی ہے۔ جب ہم خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے یہ ثابت کر چکے کہ آپ کا جو دعویٰ ابتداء سے تھا وہی آخر تک رہا۔ تو اس سرگذشت پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

ص۱۰۱ اس عنوان کے تحت[ص۱۰۵] جملہ حوالجات و اقتباسات بھی برقی صاحب کی عادت تحریف سے محفوظ نہیں ہیں ؛

خدا کے فضل سے فصل اول جناب برقی صاحب کی قطع ہو چکی۔ اب اسکا حاصل جناب موصوف بھر پھر جھولی بٹورتے رہیں ؎

سبزہ کشت فلک دیدم و درس مہ نو
کشتہ خویش بیاد آمدہ ہنگام درو

---

[1] طبع دوم ص۱۱۴ طبع سوم ص۱۳۳ طبع چہارم ص۸۱ طبع پنجم ص۱۰۱ ؛

فصل دوم پر تنقید

خطرناک بہتان اور افتراء

دوسری فصل کا آغاز جناب برنی صاحب کے رسالہ قادیانی مذہب میں "مرزا صاحب کی فضیلت" سے ہوتا ہے۔ اور اس پوری فصل میں آپ نے تحریف کے وہ وہ کمال دکھائے ہیں کہ ان کو دیکھ کر یہودی بھی اس استاد کے سامنے کان پکڑ کر پیچھے ہٹ جائیں۔

پوری فصل کے عنوانات پر ہم بعد میں نظر کریں گے لیکن اس فصل میں سب سے زیادہ دکھ دینے والی جو چیز ہے وہ اس فصل کا نواں عنوان "حضرت سید المرسلین پر فضیلت" ہے۔ اس لئے اس عنوان پر سب سے پہلے تنقید ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا بہتان و افتراء ہے کہ جس کو سنکر ہمارے دلوں سے ایک آہ نکلتی ہے ؎

زآہِ زمرۂ ابدال با بدت ترسید ؛ علی الخصوص اگر آہ میرزا باشد [1]

(از مسیح موعودؑ)

لیکن کیا کیجیے معاملہ کلمہ گوؤں سے ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اس لئے بجز رَبِّ اهْدِ قَوْمِي إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ [2] کے کیا کہا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

ایکہ آگاہی ندارندت زانوارِ دروں ؛ در حقِ ما ہر چہ گوئی نیستی جائے عتاب

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگہدار ؛ کآخر کنند دعوائے حُبِّ پیمبرم

لیکن یہ افتراء اور یہ اتہام اتنا سخت ہے کہ اگر اس سے اپنا دامن نہ بچایا گیا تو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ آگ سلگے گی اور پھر اس کے شعلے بے پناہ ہونگے ؎

---

[1] طبع دوم صـ۱۳۳ طبع سوم صـ۱۵۰ طبع چہارم صـ۲۴۹ طبع پنجم صـ۲۳۳ ؛

[2] اے رب میری قوم کو ہدایت کر تحقیق وہ بے علم ہیں ؛

یونہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہاں ❊ دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں
اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ❊

ہمارا شفیع و خاتم الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یہ کیا غضب ہے کہ جو شخص غلام احمدؐ ہونے کا دعویدار رہو اس پر یہ اتہام لگایا جائے کہ وہ اپنے آقا سے بڑھ گیا۔ کون آقا! وہ آقا جسکی نسبت غلام احمدؐ کہتا ہے کہ :-

"نوع انسان کیلئے اب زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔

نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔" (کشتی نوح ص۱۳ ۱۹۰۲ء)

اور پھر لکھتے ہیں :-

"عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اسکے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس کو بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے۔" (کشتی نوح ص۱۵ ۱۹۰۲ء)

کشتی نوح وہ کتاب ہے جو حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے لئے لکھی ہے اور اسمیں اپنی تعلیم کو جو وہ جماعت کو دینا چاہتے تھے بصراحت بیان کیا ہے پس یہ وہ تعلیم ہے جو حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو دی ہے اور جس پر بفضلہٖ جماعت احمدیہ کاربند ہے ❊

مسیح موعودؑ کا نعتیہ عاشقانہ ترانہ

اور سنو! یہ معلّم جس نے اپنی جماعت کو یہ تعلیم دی ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا ترانہ گاتا ہے ؎

یا نبی اللہ! توئی خورشید رہ ہائے ہدی
بے تو نارد رو براہ بے عارف پرہیزگار

یا نبی اللہ! لب تو چشمۂ جاں پرورست
یا نبی اللہ! توئی در راہِ حق آموزگار

آں یکے جوید حدیثِ پاک تو از بہرِ علم
واں دگر خود از دہانت بشنود بے انتظار

زندہ آں شخصے کہ نوشد جرعۂ از چشمۂ است
زیرک آں مردیکہ کرد ست اتباعت اختیار

عارفاں را منتہائے معرفت علمِ رخت
صادقاں را منتہائے صدق بر عشقت قرار

بے تو ہرگز دولتِ عرفاں نمی یابد کسے
گرچہ میرد در ریاضت ہا و جہدِ بے شمار

تکیہ بر اعمالِ خود بے عشق رویت ابلہی است
غافل از رؤیت نہ بیند روئی نیکی زینہار

در دمے حاصل شود نورِ ز عشق روئے تو
کاں نہ باشد سالکاں را حاصل اندر روزگار

سـ ۰

یا نبی اللہ! فدائے ہر سرِ موئے توام
وقف راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

اتباع و عشق رویت از رہِ تحقیق چیست
کیمیائے ہر دلے اکسیر ہر جانِ فگار

دل اگر خوں نیست از بہرت چہ چیز است آں دلے
در نثارِ تو نہ گردد جاں کجا آید بکار

راغب اندر رحمتت یا رحمت اللہ آمدیم
ایکہ چوں ما بر درِ تو صد ہزار امیدوار

یا نبی اللہ! نثارِ روئے محبوبِ توام
وقف راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش است بار

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیحِ ناصری شد از دمِ او بے شمار

تاجدارِ ہفت کشور آفتابِ شرق و غرب
بادشاہِ ملک و ملت ملجاءِ ہر خاکسار

کامراں آں دل کہ زد در راہِ او از صدق گام
نیک بخت آں سر کہ میدارد سرِ آں شہسوار

یا نبی اللہ! جہاں تاریک شد از شرک و کفر
وقتِ آں آمد کہ بنمائی رخِ خورشید وار

بینم انوارِ خدا در روئے تو اے دلبرم
مستِ عشقِ روئے تو بینم دلِ ہر ہوشیار

اہلِ دل فہمند قدرت عارفاں دانند حال
از دو چشم شپراں پنہاں خورِ نصف النہار

ہر کسے دارد سرے با دلبرے اندر جہاں
من فدائی روئی تو ای دلستانِ گلعذار

از ہمہ عالم دل اندر روئی خوبت بستہ ام
بر وجودِ خویشتن کردم وجودت اختیار

زندگانی چیست جاں کردن براہِ تو فدا
رستگاری چیست در بندِ تو بودن صیدوار

سـ ۱۰۸

تا وجودم ہست خواہد بود عشقت در دلم ۔ تا دلم دوران خوں دارد بتو دارد مدار

یا رسول اللہ! برویت عہد دارم استوا
عشق تو دارم ازاں روزے کہ بودم شیر خوا

(از آئینہ کمالات اسلام ص۲۵ تا ص۲۲ ۔مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

جان و مال اور ماں باپ سے پیارا نبی صلعم

پھر اسکی غیرت کو دیکھو جو وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے رکھتا ہے۔ وہ ہندوستان میں دو بڑے مذاہب یعنی ہندوازم اور اسلام میں مصالحت کرانے کے لئے ایک پیغام لکھتا ہے۔ اور اہمیں اپنے نقطۂ نظر کو قائم رکھ کر باہمی مصالحت کی تدابیر بتاتا ہے۔ اور ہر ایک بات اس غرض کے لئے ماننے کو تیار ہے مگر یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے آقا کی بے ادبی کی جائے۔ اس لئے للکار کر کہتا ہے :-

"ہم شورزمین کے سانپوں اور بیابان کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں۔ لیکن اُن لوگوں سے صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی صلعم پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے۔ ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے"۔ (پیغام صلح ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء ایک روز قبل وفات)

یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ ساری عمر آپ کی اسی در کی جاروب کشی میں گزری ہے۔ یعنی آپ نے اپنی جان و مال کے ساتھ کوشش کی ہے کہ معاندین کے حملوں کو جو اس ذات پر کیے جاتے رہے ہیں دفع کر کے اس کے نام کی عظمت و جلال کو دنیا میں قائم رکھا جائے اور اسکے رخ روشن کے ذریعہ سے اس جہالت اور تاریکی کو دور کیا جائے جو دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔ اور اس محبت کے جوش میں وہ مقدس کہتا ہے ؎

یا نبی اللہ! فدائے ہر سر موئے تو ام ۔ وقف راہ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

لوگ اسکو کافر و دجال۔ ضال و مضل کہتے ہیں۔ علماء اسکے خلاف فتوے شائع کرتے ہیں مگر وہ عشق کا متوالا اپنے اس جنونِ ذوالفنون میں دیوانہ وار کہنے لگتا ہے ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم ٭ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

حضرات! حضور رسالت مآبؐ کے ایسے عاشقِ زار پر برنی صاحب نے اتہام باندھا ہے کہ وہ حضرت سید المرسلینؐ پر اپنے نفس کو فضیلت دیتا ہے ؎

یہ بیدردوں کی باتیں ہیں یہ بے مہروں کی بولی ہے

موجودہ امام جماعت احمدیہ کا عشقِ رسولؐ

یہ تو ہوئی حضرت مسیح موعودؑ کے عشق و محبت کی کیفیت اور تعلیم جو آپ نے اپنی جماعت کو دی ہے۔ اب آپ موجودہ خلیفہ صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمدؐ صاحب کے عشقِ رسولؐ کی کہانی خود انکی زبانی سنیئے۔ فرماتے ہیں :-

"نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم؟ اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے۔ اسکی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے، اور اسکی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہتِ ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں؟ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں؟ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اسکا قرب نہ تلاش کروں؟

میرا حال مسیح موعودؑ کے اس شعر کے مطابق ہے ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم ٭ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۸۵ و ۱۸۶)

۱۱۱

برنی صاحب کا ظلم میں کمال اور تحریف کی ایک اور نادر مثال

حضرات! آپ حضرت مسیح موعودؑ اور انکے خلیفہ کے اس بے پایان عشق و محبت کا ایک شمہ ملاحظہ فرما چکے ہیں جو ان دونوں کو حضرت رسولِ مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اب جناب برنی صاحب کے ظلم کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ جو وہ ان عاشقانِ رسولؐ پر کرتے ہیں۔

اپنی لاجواب محققانہ کتاب "قادیانی مذہب" کی فصل دوم میں آپ نواں ذیلی عنوان بایں الفاظ قائم کرتے ہیں :-

حضرت سیّد المرسلینؐ پر فضیلت ☓

۱۳۱ اور خدا سے نہیں شرماتے کہ کیا کر رہے ہیں ؟ اس عنوان میں جناب نے تین حوالے دئے ہیں۔ ایک اعجاز احمدی صلا کا۔ دوسرا ہیرۃ الابدال ص۱۹۳ کا۔ تیسرا حوالہ "قادیانی ریویو جون ۱۹۲۹ء" کا۔ لیکن ان سب حوالوں سے زیادہ اہم حوالہ وہ ہے جو تتمہ کتاب کے ص۹۲ پر ازالہ اوہام ص۲۸۲ سے دیا گیا ہے۔ اور اس خاص اقتباس میں محقق صاحب نے یہودیوں کے بھی کان کاٹ لئے ہیں۔ اقتباس حسب ذیل ہے :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی۔ اور نہ دجال کے ستر باگ[ل] والے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی۔ اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی۔"

یہ اقتباس جس عبارت سے لیا گیا ہے وہ ایک طویل بیان اس شبہ کے جواب میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئیاں فتن زمانِ آخر کے متعلق فرمائی ہیں۔ جیسے یاجوج ماجوج ودجال وغیرہ۔ وہ اپنے ظاہری معنوں کے ساتھ کیوں نہ سمجھی جائیں اور انکی تاویل کی کیا ضرورت ہے ؟ اس سوال کے جواب میں آپ نے کچھ دلائل بیان کر کے ص۲۸۱ پر فرمایا کہ :-

"بہرحال ان تمام باتوں سے یقینی طور پر یہ اصول قائم ہوتا ہے کہ پیشگوئیوں کی تاویل و ۱۳۲ تعبیر میں انبیاء علیہم السلام بھی کبھی غلطی کھاتے ہیں جسقدر الفاظ وحی کے[۱] ہوتے ہیں وہ تو

[ل] برنی صاحب کی کتاب سے نقل مطابق اصل ہے۔ اصل عبارت میں لفظ "باع" ہے۔ جو ایک پیمانہ ہے مطابق دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے۔ محقق برنی صاحب کو اصل کتاب دیکھنے سے کیا غرض؟ ان کے لئے نقل کافی ہے۔ العجب! منہ

☓ طبع دوم ص۱۳۳ طبع سوم ص۱۵۰ طبع چہارم ص۲۴۹ طبع پنجم ص۲۳۳ ۔

بلاشبہ اعلیٰ درجہ کے سچے ہوتے ہیں مگر نبیوں کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنی طرف سے انکی کسی قدر تفسیر کر لیتے ہیں۔ اور چونکہ وہ انسان ہیں اس لئے تفسیر میں کبھی احتمال خطا کا ہوتا ہے مگر دینی امور و بینیہ یا نہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ کیونکہ انکی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ اور وہ نبیوں کو عملی طور پر بھی سکھلائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بہشت و دوزخ بھی دکھایا گیا۔ اور آیاتِ متواترہ محکمہ بینہ سے جنت اور نار کی حقیقت بھی ظاہر کی گئی ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ انکی تفسیر میں غلطی کرسکتے؟ غلطی کا احتمال صرف ایسی پیشگوئیوں میں ہوتا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ خود اپنی کسی مصلحت کیوجہ سے مبہم اور مجمل رکھنا چاہتا ہے۔ اور مسائل دینیہ سے انکا کچھ علاقہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک نہایت دقیق راز ہے جس کے یاد رکھنے سے معرفت صحیحہ مرتبۂ نبوت کی حاصل ہوتی ہے۔"

اس اصول کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرما کر اصل سوال کے جواب میں صلـ۲۸۶ پر فرماتے ہیں :۔

"اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو۔ اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو۔ اور نہ یاجوج ماجوج[۱۱۴] کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو۔ اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ھی ہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صُوَرِ متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جائیں تو شان نبوت پر کچھ جائے حرف نہیں۔ مگر قرآن اور حدیث پر غور کرنے سے یہ بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو یقینی اور قطعی طور پر سمجھ لیا تھا کہ وہ ابن مریم جو رسول اللہ نبی ناصری صاحبِ انجیل ہے وہ ہرگز دوبارہ دنیا میں نہیں آئیگا۔ بلکہ اسکا کوئی مثیل آئے گا مگر بباعث مماثلت روحانی اس کے نام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے پائے گا۔"

[۱۱۴]

اس پوری عبارت میں ابتدائی عبارت کو جس میں پیشگوئیوں کے متعلق ایک اصول

بیان کیا گیا تھا برنی صاحب نے بالکل ہاتھ نہیں لگایا۔ اس کے بعد اصل جواب جو سوال کا دیا گیا ہے اسمیں سے یہ ابتدائی الفاظ "اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر" ترک کر دئے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس امر کو "امکاناً" بیان کر رہے ہیں نہ کہ واقعۃً۔

پوری عبارت سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس کے امکان کو فرض کرتے ہیں کہ اس سے شان نبوت پر کوئی حرف[۱۱۵] نہیں آتا لیکن برنی صاحب نے نہ صرف ان صریح الفاظ کو بلکہ درمیان سے لفظ "ہو" کو بھی ترک کر دیا کہ پڑھنے والا یہ نہ سمجھ سکے کہ حضرت مرزا صاحب ایک واقعہ کا امکان فرض کر رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے ہیں کہ فی الواقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک حقیقت کو نہ سمجھ سکے جسکو میں سمجھ گیا۔ بلکہ وہ معترض کو یہ سمجھاتے ہیں کہ کشوف بعض اوقات اجمالی طور پر صور و تمثلات کے ذریعہ سے سمجھائے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ امکان باقی رہتا ہے کہ خارجی تمثلات کی عدم موجودگی یا کسی وجہ سے عوام پر انکی تفصیل یا اصل حقیقت ہو بہو منکشف نہ کیجا سکے۔ لیکن برنی صاحب نے اس تمام عبارت کے نہ صرف مالحق و ماسبق کو علیحدہ کر دیا بلکہ وہ خاص الفاظ بھی ترک کر دئے جن سے حضرت مرزا صاحب کا منشا واضح ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ:۔

"حقیقت کاملہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ منکشف نہ ہوئی ہو"[۱]

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گدھے کی اصل کیفیتؓ کھلی ہو۔"

"نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو۔"

"اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماھی ہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہانتک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔"

برنی صاحب نے اس عبارت کے اول کے تین فقرات میں سے لفظ "ہو"[۱۱۶] کو ساقط کر دیا اور چوتھے فقرہ میں سے عبارت زیر خط کو ترک کر کے اقتباس کو اس طرح کر دیا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ نے بطور

---

[۱] طبع دوم ص۳۵ الحجۃ البالغہ بجنسہٖ حسب سابق موجود ہے لیکن طبع سوم ص۱۷۲ و طبع چہارم ص۲۵۱ اور طبع پنجم ص۳۳۶ میں اسکو کسیقدر بڑھا دیا ہے۔ ہم نے حاشیہ جواب "بشارت احمدؐ" کے صفحہ ۱۳ میں اس پر بحث کی ہے۔ منہ

امر واقعہ کے یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان امور کی کیفیت منکشف نہیں ہوئی۔ اور پھر اپنی طرف سے اس پر ایک فقرہ یہ بھی جوڑ دیا (گویا یہ حقائق مرزا صاحب پر منکشف ہوئے) اور اسکے آگے کی عبارت جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بیان کر کے کہ "بالفرض امکاناً ایسا ہوا ہو تو اس سے شانِ نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا" اپنا ایقان حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے تفہیم دربارہ نزول عیسے علیہ السلام کے متعلق ظاہر کیا ہے) چھوڑ دی۔

پس ناظرین اس وضاحت کے بعد خود سمجھ سکتے ہیں کہ آیا یہ اقتباس جو برقی صاحب نے اپنے تتمہ کتاب میں بعد تلاش مزید کے درج کیا ہے دیانت اور ایمانداری کے ساتھ صحیح اقتباس ہے؟

ایک ضروری عبارت جس سے بیان کی حقیقت واضح ہوتی ہے اور ضروری لفظ "ہو" جس سے صرف ایک "امکان" کا بیان ظاہر ہوتا ہے علانیہ عبارت سے نکالکر اور پھر ایک جگہ سے نہیں تین جگہ سے نکالکر عبارت کو ایسا بنا دیا ہے جو امر واقعہ کے بیان پر دلالت کرتی ہے۔ کیا یہودیوں کی تحریف صحف سابقہ میں کچھ اس سے زیادہ تھی؟ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝ (سورۃ بقرہ ع ۹)

برقی صاحب کو چیلنج

اس دیانت اور تقویٰ پر برقی صاحب ہم پر یہ الزام لگانے کھڑے ہوئے ہیں کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھاتے ہیں یا یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے ایسا دعویٰ کیا تھا؟ فضیلت تو بڑی چیز ہے ہم برقی صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر وہ واضح عبارت حضرت مرزا صاحب کی ایسی بتا دیں جس میں آپ نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے برابری کا ہی دعویٰ کیا ہو تو ہم انکو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اپنے عقیدہ سے توبہ کر لیں گے اور انکو پانچ سو روپیہ بطور جرمانہ ادا کریں گے۔ اگر دم ہو تو برقی صاحب اس چیلنج کو قبول کر کے میدان میں آجائیں۔ ورنہ خدا کے غضب سے ڈریں!

اس چیلنج کے قبول کرنے کے لئے یہ ملحوظ خاطر رہے کہ محض ایسا مفہوم جیسا کہ برقی صاحب موجودہ اقتباسات سے پیدا کرنا چاہتے ہیں قابل تسلیم نہ ہوگا۔ اس لئے کہ کسی عقیدہ کے ثابت

---

[1] پس ہلاکت ہو انکے لئے اس سے جو لکھا انکے ہاتھوں نے اور ہلاکت ہو انکے لئے اس سے جو وہ کماتے ہیں۔ منہ

کرنے کے لئے صاف اور صریح حکم ہونا چاہیئے نہ کہ مفہوم جو کوئی مخالف کسی عبارت سے بہ تاویل و بہ تکلف کتر و بیونت کر کے اخذ کرے؟ حضرت مسیح موعودؑ کی پوری عبارت بصراحت ہم نے ناظرین کے سامنے رکھدی ہے۔ اسمیں کونسا لفظ ایسا ہے جسکی بناء پر یہ کہا جا سکے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فضیلت چھوڑ برابری کا ہی دعویٰ کیا ہے۔ اور جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتن زمان آخر کی پیشگوئیوں کی نسبت بیان کیا ہے اگر وہ قابل التفات نہ بھی سمجھا جائے تب بھی اس سے حضرت مسیح موعودؑ کی فضیلت تو ظاہر نہیں ہوتی۔ !!

اخبار آئندہ تاویل و تعبیر طلب ہوتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ احادیث نبوی صلعم میں جو علامات و تفصیلات دجال و خرِ دجال و یاجوج ماجوج وغیرہ کے متعلق آئی ہیں وہ سب کی سب صحیح اصول تاویل و تعبیر کے مطابق پادریوں یا اقوام یورپ وریل وغیرہ پر منطبق ہوتی ہیں اور یہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کا خیال اور رائے نہیں بلکہ دوسرے علماء کا بھی یہی خیال ہے۔ چنانچہ حکیم محمد حسن صاحب امروہوی نے اپنی تفسیر "غایۃ البرہان فی تاویل القرآن" کے مقدمہ میں دجال اور خرِ دجال۔ یاجوج ماجوج کے متعلق اور ایک رسالہ مسمی آثار محشر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں بھی ہماری تشریحات کی تائید کی ہے۔

ابھی حال ہی میں اخبار سچ لکھنؤ میں مولوی عبد اللہ شاہ صاحب حیدرآبادی نے "یورپ اور اسلام" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین میں انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

پس ان واقعات کو پیش نظر رکھ کر اگر یہ کہا جاوے کہ احادیث نبویہ میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ بوجہ کسی نمونہ کے موجود نہ ہونے کے استعارہ اور تعبیر طلب امر ہے۔ تو اسمیں کہنے والے کی کیا فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ العجب! ثم العجب!!

برنی صاحب کی خوش فہمی

اس کے بعد ہم عنوان نمبر ۹ فصل دوم کے دیگر حوالجات کی تنقید کرتے ہیں۔ پہلا حوالہ اس عنوان کے تحت ص۲۹ میں اعجاز احمدی کے ایک شعر کا ہے جو یہ ہے:۔

"لَہٗ خَسَفَ الْقَمَرُ الْمُنِیْرُ وَاِنَّ لِیْ ٭ غَسَا الْقَمَرَانِ الْمُشْرِقَانِ اَتُنْکِرُ"

ترجمہ جو برنی صاحب نے دیا ہے وہ یہ ہے:۔

"اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہؤا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔
اب کیا تو انکار کرے گا ؟"

ہم پوچھتے ہیں اسمیں کونسا لفظ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی فضیلت کے اظہار کے لئے لکھا ہے یہ کہنا کہ میرے لئے چاند اور سورج دونوں کو گرہن ہؤا کیا وجہ فضیلت ہے ؟ کیا وہ شخص جو اپنے دعویٰ کی تائید میں دو گواہ پیش کرے اُس سے افضل ہو سکتا ہے جسکا دعویٰ صرف ایک گواہ سے ثابت قرار پائے ؟ جو دعویٰ ایک گواہ سے ثابت قرار پائے وہ تو زیادہ قوی اور روشن ثابت ہؤا بہ نسبت اُس دعویٰ کے کہ جس کے لئے دو گواہوں کی ضرورت پڑے۔

پس اگر حضرت مرزا صاحب کے لئے شمس و قمر کو کسوف و خسوف ہؤا۔ تو اس سے حضرت مرزا صاحب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کونسی فضیلت ہو گئی ؟ ص ۱۲۰

ایک زیادہ معزز اور ایک زیادہ قابل اعتماد آدمی کی بات بھی کافی ہو جاتی ہے۔ اور وہ جب کوئی تائیدی شہادت بھی پیش کر دے خواہ ایک ہی گواہ کی سہی تو وہ دوسروں کی بہت سی شہادات پر بھی بھاری ہوتی ہے۔ اس معمولی سی صاف بات کو برنی صاحب نے جنکو ایل۔ ایل۔ بی ہونے کا دعویٰ ہے کیسا ٹیڑھا کر دیا ہے ؟ اگر وہ اس شعر کے ماقبل اشعار کو بھی ملاحظہ فرما لیتے تو اس اتہام و بہتان کی ذمہ واری سے بچ جاتے۔ وہ اشعار حسب ذیل ہیں :-

وَاِنِّيْ وَرِثْتُ الْمَالَ مَالَ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ فَمَا اَنَا اِلَّا اٰلُهُ الْمُتَخَيَّرُ

اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں ۔۔۔ پس اسکی آل برگزیدہ ہوں جس کو ورثہ پہنچ گیا

وَكَيْفَ وَرِثْتُ وَلَسْتُ مِنْ اَبْنَاءِهٖ ۔۔۔ فَفَكِّرُوْا وَهَلْ فِيْ حِزْبِكُمْ مُتَفَكِّرُ

اور میں کیونکر اسکا وارث بنایا گیا جبکہ میں اسکی اولاد میں سے نہیں ہوں پس اسجگہ فکر کرو کیا تم میں سے کوئی بھی فکر کرنیوالا نہیں ؟

اَتَزْعَمُ اَنَّ رَسُوْلَنَا سَيِّدَ الْوَرٰى ۔۔۔ عَلٰى زَعْمِ شَانِئِهٖ تُوُفِّيَ اَبْتَرُ

کیا تو گمان کرتا ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے اولاد ہونیکی حالت میں وفات پائی جیسا کہ دشمن بدگو کا خیال ہے ؟

فَلَا وَالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاءَ لِاَجْلِهٖ ۔۔۔ لَهٗ مِثْلُنَا وُلْدٌ اِلٰى يَوْمِ يُحْشَرُ ص ۱۲۱

مجھے اسکی قسم جس نے آسمان بنایا کہ ایسا نہیں بلکہ ہمارے نبی صلعم کے لڑکے ہم جیسے قیامت تک ہوں گے۔

وَاَنَّا وَرِثْنَا مِثْلَ وُلْدٍ مَتَاعَهٗ ۔۔۔ فَاَيُّ ثُبُوْتٍ بَعْدَ ذٰلِكَ يُحْضَرُ

اور ہم نے اولاد کی طرح اس کی وراثت پائی ! ۔۔۔ پس اس سے بڑھ کر اور کونسا ثبوت پیش کیا جائے

(اعجاز احمدی ص ۶۷)

برنی صاحب کے دل کی کجی

اصل میں برنی صاحب نے شعر کا مفہوم سمجھنے میں بوجہ لفظی ترجمہ کے غلطی کی ہے۔ یہ سچ ہے کہ شعر میں الفاظ لَہٗ خَسَفَ الْقَمَرُ ہیں جن کے ذریعہ سے معجزہ شق القمر کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جو حضرت رسالت مآب کا قادرانہ معجزہ تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جو کسوف خسوف ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوا وہ حضرت مرزا صاحب کا کوئی معجزہ نہیں تھا بلکہ وہ پیشگوئی تھی جو احادیث میں بطور علامت ظہور مہدی بیان کی گئی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی جانب غَسَا الْقَمَرَانِ سے اشارہ کیا ہے۔ ورنہ حضرت مسیح موعودؑ کا منشار ہرگز یہ نہیں کہ وہ یہ کہہ کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف چاند کو گرہن ہوا کوئی فضیلت کا ادعا کریں۔

ہماری اس رائے کی تائید ان اشعار ماقبل سے بخوبی ہوتی ہے جن کو ہم نے اوپر نقل کر دیا ہے پس ان اشعار اور نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کھلی کھلی تعلیم کی موجودگی میں جو آپ نے اپنی جماعت کو دی اور جسکو ہم نے کشتی نوح سے اقتباس کرکے اوپر درج کر دیا ہے۔ ایک شعر کا غلط مفہوم لے کر یہ الزام لگانا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت سید المرسلینؐ پر فضیلت کا ادعا کیا ہے محض اتہام ہی رہجاتا ہے۔ محکمات کی موجودگی میں متشابہات سے وہی لوگ دلیل پکڑ سکتے ہیں جن کے قلوب میں زیغ و کجی موجود ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی

جو تعلیم حضرت مسیح موعودؑ نے دی وہی تعلیم آپ کی ابتدا سے انتہا تک رہی۔ چنانچہ آپ حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۸ء میں فرماتے ہیں:

> "اب وہ زمانہ آگیا ہے جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربیؐ جس کو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی۔ جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں۔"

۱۲۳ کشتی نوح سے ایک فقرہ اور نقل کرتا ہوں جس سے وہ نسبت ظاہر ہوگی جو حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ فرماتے ہیں:-

یا مرتبہ ہے اس پاک رسولؐ جس کی غلامی کی طرف میں منسوب کیا گیا۔"
(مطبوعہ سنہ ۱۹۰۲ء)

ان صاف اور واضح بیانات سے برقی صاحب کے اتہام کی نوعیت بخوبی ثابت ہو جاتی ہے۔

غلط حوالہ اور مسلّماتِ علماء سے ناواقفیت

اس کے بعد دوسرا حوالہ اس سلسلہ میں سیرۃ الابدال ص۱۹۳ کا دیا گیا ہے۔ حالانکہ سیرۃ الابدال صرف ۱۶ صفحہ کا ایک بڑی تقطیع کا رسالہ ہے۔ اسمیں ایکسو ترانوے صفحات کہاں سے آئے؟ اور نہ ہی وہ عبارت جسکا اقتباس جناب فاضل اجل برقی صاحب نے دیا ہے۔ اس کتاب میں موجود ہے۔ البتہ وہ فقرہ خطبہ الہامیہ کے ص۱۹۳ پر موجود ہے۔

پوری عبارت جس سے مطلب سمجھ میں آسکے اس طرح ہے جو اصل عربی عبارت کا ترجمہ ہے:-

"خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ جبکہ آخری زمانہ میں بڑا بھاری فتنہ اور بلا قیامت سے پہلے ظاہر ہوگی۔ تو ان دنوں اپنی طرف سے اپنے دین کی مدد اور تائید فرمائے گا۔ اور ان دنوں میں اسلام بدر کامل کی طرح ہو جائے گا۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس قول میں وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا۔ اور اس آیت سے ایک بڑے فتنہ کی خبر دی جہاں فرمایا ہے تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ۔ الخ۔ پھر نُفِخَ فِي الصُّورِ۔ الخ۔ کے قول سے بشارت دی کہ اس پراگندگی کے بعد جمعیت حاصل ہوگی۔ پس یہ جمعیت حاصل نہ ہوگی مگر بدر کی صدی میں۔ تا کہ صورت اپنے معنے پر دلالت کرے۔ جیسا کہ پہلے نصرت بدر میں وقوع میں آئی۔

پس یہ دو خوشخبریاں مومنوں کے لئے ہیں۔ اور موتی کیطرح کتاب مبین میں چمکتی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریمؐ کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے۔ اور مقدر تھا کہ اسوقت مسیح موعود کا وقت ہو۔"

اس ترجمہ کو سامنے رکھ کر خلاصۃ التفاسیر جلد ۴ ص۲۴۵ مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ کی

بھی ایک عبارت ملاحظہ فرمالیجئے۔ جو آیت هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ (سورۃ فتح پارہ ۲۶) کے تحت لِیُظۡهِرَهٗ کی تفسیر ہے :۔

"لِیُظۡهِرَهٗ۔ غالب کرے دلائل یا شمشیر سے۔ اور ابتدا اس غلبہ کی بدر سے ہے۔ اور صحابہ کی خلافت میں درجہ وسط قائم ہوا۔ اور انشاء اللہ امام مہدی پر تکمیل و اتمام ہوگی"۔

صفحہ ۱۲۵

اور تقریباً یہی منشاء اس آیت کا تفسیر غایۃ البرہان فی تاویل القرآن مرتبہ مولوی محمد حسن صاحب امروہوی جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ مطبوعہ ریاض امروہہ میں بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر مذکور کے الفاظ یہ ہیں :۔

"وہ ایسا ہے کہ بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ ہزار سال تک اول و بعد کو مسیح سے غلبہ کرے اسکو کل دین پر۔"

ان حوالوں سے ہم کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اہل سنت والجماعت اس امر پر متفق ہیں کہ هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ (سورۃ صف ع ۱ سورۃ فتح ع ۱۲) کی تفسیر کے مطابق دین کا غلبہ مہدی و مسیح موعود کے وقت پر موقوف و مقدر ہے۔

اور یہی منشاء حضرت مرزا صاحب کے خطبہ الہامیہ کے اس فقرہ کا ہے جس کا نامکمل اقتباس برنی صاحب نے دیا ہے جس سے قطعاً مسیح موعودؑ کی فضیلت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر نہیں ہوتی۔

پس ایسے واضح حوالجات سے قائل کے منشاء کے خلاف برنی صاحب کا یہ ادعا کہ مرزا صاحب حضرت سید المرسلینؐ پر فضیلت کے دعویدار ہیں سوائے ایک اتہام اور افتراء کے کچھ نہیں ۔

۱۲۶

برنی صاحب کی علمی تحقیق کا نمونہ

۱۲۶ تیسرا حوالہ قادیانی ریویو جون ۱۹۲۹ء کا ہے۔ مگر قادیانی ریویو نہ تو ہمارا کسی کتاب کا نام ہے نہ رسالہ کا۔ البتہ ریویو آف ریلیجنز ایک رسالہ قادیان سے ضرور نکلتا ہے۔ اس لئے ہم نے احتیاطاً اس کل رسالہ کو دیکھ لیا۔ ہم کو تو یہ عبارت جون ۱۹۲۹ء کے رسالہ میں ملی نہیں اور برنی صاحب نے صفحہ کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ پرچہ مذکور میں جو مضامین ہیں انکی فہرست یہ ہے :۔
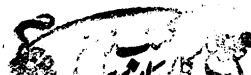
۱۔ یورپ میں امم اسلامیہ اور عورت	از شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی
۲۔ غیر مذاہب کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم	چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے نوٹس
۳۔ توحید باریتعالیٰ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم	از سکرٹری ترقی تعلیم

ان تینوں میں سے کسی میں بھی نہ وہ مضمون ہے جو برقی صاحب کے اقتباس سے ظاہر ہے اور نہ وہ الفاظ یا اس کا منشاء ہے۔ پس یا تو یہ اتہام ہے یا پھر حوالہ غلط دیا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔

اس ضمن میں یہ امر بھی ضرور غور طلب ہے کہ ۱۹۲۹ء میں حضرت مرزا صاحب تو موجود نہ تھے اس لئے یہ مضمون یقیناً حضرت مرزا صاحب کا نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی دوسرے غیر ذمہ دار شخص کی کوئی رائے ہے تو ہم اس کے پابند نہیں ہیں۔ اس لئے اس حوالہ پر مزید توجہ کی ضرورت نہیں سمجھتے[۵]۔

۱۲۷ امت میں مسیح موعود کی فضیلت مسلمہ ہے

اس فصل میں اہم عنوان نمبر ۹ تھا جس پر ہم بفضلہٖ کافی طور پر بحث کر چکے ہیں فضیلت کے دیگر عنوانات پر کچھ تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ امت محمدیہ میں بعد حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مسیح موعود اور مہدی معہود افضل ہوں گے۔ اور اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ دیکھئے "آثار القیامۃ فی حجج الکرامہ" مصنفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم مطبوعہ مطبع شاہجہانی صفحہ ۴۲۶۔ اس لئے جہاں تک امت محمدیہ کے اندر فضیلت کا مسئلہ ہے۔ اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں؛

برقی صاحب کی علمی دیانت کی ایک اور مثال

البتہ جملہ انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کا مسئلہ قابل غور ہے۔ اس لئے ہم امت محمدیہ کے صلحاء اور اولیاء پر فضیلت کے مسئلہ سے قبل انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کے مسئلہ کو جانچیں گے۔ اس لحاظ سے عنوان نمبر ۵ پر

---

[۵] طبع سوم و چہارم و پنجم سے اس حوالہ کو اس مقام سے نکال دیا گیا ہے۔

[۶] طبع دوم صفحہ ۱۲۷ طبع سوم صفحہ ۱۵۱ طبع چہارم صفحہ ۲۲۵ طبع پنجم صفحہ ۳۱۶؛

پہلے غور کیا جاتا ہے جو حسب ذیل الفاظ میں برنی صاحب نے قائم کیا ہے :-

تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت

اور اس عنوان کے تحت حضرت مرزا صاحب کے دو اشعار اور ایک فقرہ کا حوالہ دیا گیا ہے اشعار مذکورہ یہ ہیں :- ؎

"انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ، من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ داد ست ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بتمام"

نمبر ۱۲۸ ناظرین خود غور فرمائیں کہ کیا ان اشعار سے تمام انبیاء پر حضرت مرزا صاحب کی فضیلت کے ادعاء کا کوئی شائبہ بھی پایا جاتا ہے ؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو دیگر انبیاء کے برابر بیان کیا ہے ۔ تو اگر واقعی حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے مسیح موعود ہیں تو اس بیان سے کہ میں دوسرے انبیاء سے عرفان میں کم نہیں ہوں کیا غیر معمولی بات ظاہر ہوتی ہے ۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ[1] (سورۃ آل عمران آخر) ایک صاف ہدایت ہے ۔

اس کے ساتھ ہی حضرت مرزا صاحب نے اپنے اس دعویٰ کو کہ وہ عرفان میں کسی نبی سے کم نہیں ہیں اسی سلسلہ اشعار میں اسطرح بیان کر دیا ہے کہ گویا سب کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور انہی کے لئے ہے ۔ جیسا کہ فرماتے ہیں ؎

"وارثِ مصطفےٰ شدم بہ یقیں شدہ رنگیں برنگ یارِ حسیں
لیک آئینہ ام زربِ غنی از پئے صورتِ مہ مدنی[2] !"

مگر دیانت ملاحظہ ہو کہ برنی صاحب نے ان آخری اشعار کو چھوڑ دیا ہے تا حقیقت پر پردہ پڑا رہے اور احمدیوں سے منافرت بڑھے ۔

غرض اشعار زیر قلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کا اعلان ہے ۔ اور حضرت مرزا صاحب جو کچھ ظاہر کر رہے ہیں وہ تمام و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کا عکس ہے ۔ جسطرح[۱۲۹] آئینہ میں چاند کا عکس ہوتا ہے ۔ تو اگر کوئی فضیلت ہے تو چاند کو نہ کہ

---

[1] ہم نہیں فرق کرتے ہیں اسکے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان ۔

آئینہ کو ؎

آئینہ مغرور حسن خویشتن ہرگز نشد ✤ بلکہ می بیند جمالش در جمال خویشتن

انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہمارا عقیدہ

اس توجیہہ کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کے ان خیالات کو بھی سن لیجئے جو آپ انبیاء علیہم السلام کی نسبت رکھتے ہیں ؎

ہر رسولے آفتاب صدق بود	ہر رسولے بود مہر انورے
ہر رسولے بود ظل دیں پناہ	ہر رسولے بود باغ مثمرے
گر بدنیا نامدے ایں خیل پاک	کار دیں ماندے سراسر ابترے
ہر کہ منکر ز بعث شاں نار دبجا	ہست او آلائے حق را کافرے
آں ہمہ از یک صدف صد گوہرند	متحد در ذات و اصل گوہرے
اول آدم آخر شاں احمد است	اے خنک آنکس کہ بیند آخرے
انبیاء روشن گوہر ہستند لیک	ہست احمد زاں ہمہ روشن ترے
آں ہمہ کان معارف بودہ اند	ہر یکے از راہ مولے مخبرے

(براہین احمدیہ حصہ اول صفحہ ۱۱)

سخت چالاکی۔ ایک حوالہ سے دو مطلب۔ علم کی ہتک

اسی طرح دوسرا حوالہ جو "خطبہ الہامیہ" کا ہے کسی نبی پر فضیلت کا اظہار نہیں کرتا۔ برنی صاحب نے صہ۱ خطبہ الہامیہ کا صفحہ غلط دیا ہے۔ یہ عبارت صہ ۳۵ پر ہے۔ اور وہ پوری عبارت جس سے برنی صاحب نے صرف یہ ایک فقرہ " میرا قدم ایک منارہ پر ہے جس پر ایک بلندی ختم کی گئی " لے کر تمام انبیاء پر فضیلت کا الزام لگایا ہے حسب ذیل ہے :-

" میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔ اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ میرا

صہ۱۴۰

قدم ایک ایسے مینار پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم ہو گئی ہے؟ [۵۱]

اس پوری عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ اولیاء پر اپنی فضیلت کا اظہار کر رہے ہیں نہ کہ انبیاء پر۔ چنانچہ اس عبارت کا حوالہ خود برقی صاحب نے ص۲۵۵ پر زیر عنوان نمبر ۱۵ "امت محمدیہ کے تمام اولیاء پر فضیلت" دیا ہے۔

کیا عجیب بات ہے کہ جناب برقی صاحب ایک ہی حوالہ سے تمام انبیاء پر فضیلت کا الزام لگاتے ہیں۔ اور دوسری طرف صرف اولیاء پر فضیلت ظاہر کرتے ہیں۔ اور چالاکی یہ کی ہے کہ جہاں تمام انبیاء پر فضیلت ظاہر کرنا چاہی ہے وہاں صرف آخری فقرہ نقل کر کے ص۱۸۱ کا حوالہ دیا ہے جو محض غلط ہے۔ اور دوسری جگہ جب وہ اولیاء پر فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس فقرہ سے اوپر کی عبارت کا جس کو ہم نے اوپر نقل کیا ہے حوالہ دے کر ص۲۵۵ کی نشاندہی کرتے ہیں جو کہ صحیح حوالہ ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ جانتے ہیں کہ ان کے بیان پر اعتماد کر کے کوئی موافق تو اس کو جانچے گا نہیں۔ اس طرح اس اعتماد سے وہ حضرت مرزا صاحب پر اپنا عائد کردہ الزام ثابت کر دیں گے۔ یہ وہ چالاکی اور دسیسہ کاری ہے جس سے پوری کتاب میں کام لیا گیا ہے کہ ایک عبارت کے ایک فقرہ سے ایک مطلب اور دوسرے سے دوسرا مطلب نکالنا چاہا۔ افسوس!

حضرت ابن سیرین کا قول

جیسا کہ ہم فصل اول میں واضح کر چکے ہیں جناب برقی صاحب نے اپنی کتاب کے تتمہ ص۹۰ میں اس عنوان کے تحت کلمۃ الفصل اور حقیقۃ النبوۃ کے چند حوالے مزید دئے ہیں۔ انمیں کوئی حوالہ حضرت مرزا صاحب کی کسی کتاب کا نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی کتاب کے بس یہی حوالے تھے۔ اور ہمارے لئے ضروری نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی کتاب کے علاوہ بقیہ تمام احمدیہ لٹریچر کے حوالجات پر کوئی بحث کریں۔ صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ کلمۃ الفصل حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی کوئی کتاب نہیں۔ البتہ حقیقۃ النبوۃ انکی کتاب ہے۔ اور اس کتاب کا جو اقتباس برقی صاحب نے دیا ہے۔

---

[۵۱] اب بعد کے ایڈیشنوں میں سے اس عبارت کو برقی صاحب نے اس مقام سے نکال دیا ہے۔ صرف اولیاء پر فضیلت کے عنوان کے تحت رکھا ہے۔ اور یہی ہم بھی کہتے تھے۔ منہ

اس کا آخری فقرہ "بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا" امام محمد بن سیرین کے اس فقرہ کے مطابق ہے جو مہدی کی شان میں آپ نے لکھا ہے کہ قَدْ كَادَ يُفَضَّلُ عَلٰى بَعْضِ الْاَنْبِيَاءِ[۱] (آثار القیامۃ فی حج الکرامہ ص۳۸۶) ؎

اور حقیقۃ النبوۃ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا اظہار مقصود ہے نہ کچھ اور ؎

---

[۱] وہ تو بعض نبیوں سے بھی افضل ہوگا۔

حاشیہ نمبر۱ برنی صاحب نے اپنے رسالہ کے ص۱۳ پر کلمۃ الفصل، عقاید محمودیہ مصنفہ میرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان" کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ پہلی تصنیف حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے قلم سے ہے۔ اور دوسری کتاب ہماری جماعت کے مخالف مولوی مدثر شاہ غیر مبائع کی تصنیف ہے۔

واضح رہے کہ برنی صاحب نے کلمۃ الفصل سے اپنے رسالہ میں چار حوالے دئے ہیں۔ ص۹ پر اس کے ۱۱۷ اور ص۱۹ پر ۱۱۲ اور ص۲۳ پر ۱۸۵۔ اور ص۸ پر ۱۴۶ صفحات دئے ہیں۔ مگر یہ رسالہ محض ۹۳ صفحات پر طبع ہوا ہے۔ ایسا ہی آپ نے ص۲۴ پر سراج منیر کے ص۲۵۲ کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب محض ۱۰۰ صفحات پر طبع ہوئی۔ ص۲۵ پر برکات خلافت کے جناب برنی صاحب نے ۶۰۵ صفحہ کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ یہ مطبوعہ تقریر محض ۱۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ص۴۹ پر سر الابدال کے ۱۹۳ صفحہ کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ اس کتاب کے صرف بڑی تقطیع کے ۱۶ صفحات ہیں اس سے اور ایسے ہی دوسرے حوالجات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ لائق محاسب "قادیانی مذہب" نے ہماری کتابیں پڑھنا تو در کنار انکو دیکھا بھی نہیں ؎

حاشیہ نمبر۲۔ برنی صاحب نے حوالے دینے میں جو کمال دکھایا ہے۔ اسکی ایک مثال برنی صاحب کے رسالہ کے ص۶۷ پر ہے جہاں ایک جگہ "آئینہ کمالات اسلام" کے ص۴۲۵ کا حوالہ دیکر ایک عبارت نقل کی ہے۔ پھر اسی عبارت کا مفہوم الفاظ بدل کر بلا حوالہ صفحہ محض آئینہ کمالات اسلام لکھکر بطور دوسرے جداگانہ اقتباس کے پیش کر دیا ہے۔ اور یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اصل عبارت عربی ہے مؤلف نے اردو ترجمہ نہیں دیا۔ نہ یہ پتہ لگنے دیا ہے کہ ترجمہ برنی زاد ہے جس کا اصل متن سے کوئی

۴ برنی صاحب کا تصرف۔ دو کتابیں ملا کر ایک نام۔ حوالہ پلا صفحہ[۱۳۲] | چھٹا عنوان[۱] حضرت آدم پر فضیلت کے متعلق ہے۔ لیکن اسمیں حوالہ "خطبہ الہامیہ سیرۃ الابدال[۲]" کا ہے۔ لیکن یہ دونوں دو علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں۔ اور اسمیں صفحہ کا حوالہ نہیں۔

اس لئے ہم کو حوالہ تلاش کرنے میں بڑی دقت کا سامنا ہوا۔ ہم شاید اسکو یونہی چھوڑ دیتے لیکن مشکل یہ آپڑی کہ اس عنوان میں کوئی دوسرا حوالہ بھی نہیں تھا جس پر ہم بحث کر سکتے۔ اور چونکہ الزام سنگین ہے اس لئے اسکو کلیۃً نظر انداز بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مشکل تمام یہ عبارت

بقیہ حاشیہ نمبر۲۔ تعلق نہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو :-

آئینہ کمالات اسلام کی اصل عبارت	قادیانی مذہب ص۲۷ "مرزا صاحب کی زبان"
"تِلْكَ كُتُبٌ يَنْظُرُ إِلَيْهَا كُلُّ مُسْلِمٍ بِعَيْنِ الْمَحَبَّةِ وَالْمَوَدَّةِ وَ يَنْتَفِعُ مِنْ مَعَارِفِهَا وَيَقْبَلُنِي وَ يُصَدِّقُ دَعْوَتِي إِلَّا ذُرِّيَّةَ الْبَغَايَا. اَلَّذِيْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ"	"میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور مجھے قبول کرتا ہے۔ اور میری دعوت کی تعریف کرتا ہے۔ مگر بدکار رنڈیوں (زناکاروں) کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مُہر کی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔"
ترجمہ۔ مذکورہ بالا کتب کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور انکے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے مگر ہدایت سے دور لوگ جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر کر دی وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷ و ص۵۴۸)	آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷ "سب مسلمانوں نے مجھے مان لیا مگر بدکار اور فاحشہ عورتوں کی اولاد نے نہیں مانا۔" (آئینہ کمالات اسلام)

---

[۱] طبع دوم ص۱۳۲ طبع سوم ص۱۶۱ طبع چہارم ص۲۲۵ طبع پنجم ص۳۱۸ ،،

خطبہ الہامیہ کے ٹائٹل پیج کے صفحہ ت کے حاشیہ پر ملی جو درج ذیل ہے:۔ ۱۳۲

"إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ وَجَعَلَهٗ سَيِّدًا وَحَاكِمًا وَ اَمِيْرًا عَلٰى كُلِّ ذِيْ رُوْحٍ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ كَمَا يُفْهَمُ مِنْ اٰيَةِ۔ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ثُمَّ اَزَلَّهُ الشَّيْطَانُ وَ اَخْرَجَهٗ مِنَ الْجِنَانِ وَرُدَّ الْحُكُوْمَةُ اِلٰى هٰذَا الثُّعْبَانِ وَمَسَّ اٰدَمَ ذِلَّةٌ وَخِزْيٌ فِيْ هٰذِهِ الْحَرْبِ ۱۳۴ وَالْهَوَانِ وَاِنَّ الْحَرْبَ سِجَالٌ وَلِلْاَتْقِيَاءِ مَآلٌ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ۔ فَخَلَقَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ الْمَوْعُوْدَ لِيَجْعَلَ الْهَزِيْمَةَ ۱۳۵ عَلَى الشَّيْطَانِ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَكَانَ وَعْدًا مَكْتُوْبًا فِي الْقُرْاٰنِ۔"

اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

بقیہ حاشیہ نمبر۲۔ اصل عبارت میں تِلْكَ كُتُبٌ۔ كُلُّ مُسْلِمٍ۔ ذُرِّيَّةُ الْبَغَايَا تین الفاظ قابل توجہ ہیں۔

اسی صفحہ پر چند سطور پہلے حضرت فرماتے ہیں " اُجَادِلُ الْبَرَاهِمَةَ وَالْقِسِّيْسِيْنَ " یعنی میں ہندوؤں اور پادریوں سے مباحثات کرتا ہوں۔ پھر ذرا آگے " براہین احمدیہ "۔ "سرمہ چشم آریہ" اور " آئینہ کمالات اسلام" کا ذکر کرکے تِلْكَ كُتُبٌ کے عین متصل پہلے فرمایا۔ هُوَ نَافِعٌ جِدًّا لِلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّرَوْا حُسْنَ الْاِسْلَامِ وَيَكُفُّوْا اَفْوَاهَ الْمُخَالِفِيْنَ یعنی یہ کتاب بہت مفید ہے ان لوگوں کے لئے جو اسلام کی خوبیاں دیکھنا چاہتے ہیں اور مخالفین اسلام کا منہ بند کرنا چاہتے ہیں۔

اب اس عبارت کے معنے صاف ہیں۔ تلك كتب سے مراد تصانیف مشتمل بر محاسن اسلام ہیں نہ کہ میری کتابیں۔ کل مسلم۔ اپنے تئیں اسلام کی طرف منسوب کرنے والا ہر فرد نہ کہ صرف احمدی۔ اور ذُرِّيَّةُ البغايا سے مراد ہدایت سے دُور (تاج العروس) دشمنانِ اسلام جن کے قلوب پر اللہ نے مُہر لگا دی ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا۔ اور انہیں انس و جان کے ہر ذی روح پر امیر و حاکم اور سردار مقرر فرمایا۔ جیسا کہ آیت اُسْجُدُوْا لِآدَمَ (آدم کو سجدہ کرو) کا مفہوم ہے۔ پھر شیطان نے آپکو پھسلایا اور جنت سے نکالنے کا باعث ہوا۔ اور حکومت اس اژدہا کو لوٹا دی گئی۔ اور حضرت آدم کو اسکی ذلت اور رسوائی نے چھوا۔ مگر چونکہ لڑائی سجال کی طرح ہوتی ہے۔ (کبھی کوئی فتح پاتا ہے اور کبھی کوئی۔) اور خدا کے نزدیک انجام متقیوں کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو پیدا کیا تا شیطان کو آخری زمانہ میں شکست ہو۔ اور یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا ہے۔"

معلوم نہیں ہوتا کہ اس عبارت میں کون سا لفظ فضیلت کا ہے۔ کیا یہ بات کہ شیطان نے پہلے آدم کو شکست دی اور بعدہٗ اسکا انتقام مسیح موعود نے لیا کوئی فضیلت کی بات ہے؟ کیا جناب برنی صاحب یہ رائے رکھتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے آباء و اجداد کا انتقام کسی شخص سے لے تو وہ اپنے آباء و اجداد سے افضل ہو جاتا ہے؟

خود اس حوالہ کی پوری عبارت جس میں سے زیر خط عبارت کو برنی صاحب نے چھوڑ دیا ہے اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ذی روح کا سردار بتاتے ہیں۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ اس عبارت سے اعراض کر کے برنی صاحب محض اس وجہ سے کہ مسیح موعود کو شیطان سے اس شکست کا انتقام لینے والا بتایا گیا ہے جو حضرت آدم کو شیطان سے ہوئی ہے مسیح موعود کی فضیلت ثابت کرتے ہیں جس کا فی نفسہٖ کوئی ادعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ تھا۔

علماء اہل سنت کی آراء [137]

پھر یہ ذوق اور وجدان کی باتیں ہیں نہ کہ ظاہری علوم عقلیہ و نقلیہ۔ جو استعارات اور اشارات سے پُر ہیں۔ اس لئے نہ یہ اعتقادی چیز ہیں

بقیہ حاشیہ نمبر ۲۔ واضح ہے کہ یہ کتاب برنی صاحب کے مزعومہ دور اول کی اور ۱۸۹۳ء کی تالیف ہے۔

یہ ہے برنی صاحب کے تصرف کا حال۔ اسکی ایک اور مثال۔ ان کا باطل خیال۔ غریب کم علم لوگوں کیلئے جال اور حق کو دبانے کی ایک چال۔ جو انشاء اللہ ایک دن ضرور لائیگی ان پر وبال۔

ہیں۔ نہ ایمانیات میں داخل ہیں۔ پس اس قسم کی تحریرات کی بنا پر کسی الزام کی بنیاد سوائے سخت ترین معاند کے کون رکھ سکتا ہے خصوصاً جبکہ قائل کسی فضیلت کا مدعی نہ ہو۔ اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے خود حضرت مرزا صاحب ہی کی رائے نہیں ہے۔ بلکہ بعض علماء اہل سنت والجماعت بھی حضرت مرزا صاحب کے ہم رائے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو "غایۃ البرہان فی تاویل القرآن" مطبوعہ مطبع ریاض امروہہ [illegible] زیر آیت وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (سورۃ بقرۃ ع ۴)

"اللہ فرمایا ہم نے کہ اترو اپنے درجہ سے اس حالت میں کہ بعض تمہارے بعض کا دشمن ہے۔ پس شیطان نے کہا کہ مجھ کو اس کی اولاد کے بہکاؤ کے لئے مہلت ملے۔ سوائے ان کے جو تیرے عباد مخلص ہیں۔ یعنی کہ دیہ متقین و اہل اسلام ہیں تو اسکو اجازت ملی۔ جیسے درس ۳ فصل ۲ تکوین میں ہے کہ تیری اولاد سانپ کا سر کچلیگی۔ اسمیں حسب فصل ۱۶ درس ۲۰ رویہ کے اشارہ ہوا۔ اس کچلنے والے کی طرف جو زمانہ پولوس تک نہ آئے تھے بلکہ حسب فصل ۴ و مکاشفات ۲۰ کے مراد اس سے صاحب روزہائے قدیم و صاحب چہار خلفاء ہیں جنکے بعد ایک ہزار سال تک شیطان حسب فصل ۲۰ مکاشفات یوحنا کی مقید ہوا۔ اور ہزار سال بعد یاجوج والے روس و ماجوج قوم گیل و گال میں وہ شوکت ہوئی کہ ممالک اہل اسلام کی اطراف پر مسلط ہونے لگے۔ اور درس ۱۸ فصل ۳ تکوین مذکور میں ہے کہ وہ (یعنی شیطان) تیری اولاد کا پاؤں کاٹیگا۔ کہ مسیح[۱۳۸] دکھ اٹھادیگے اور مسیح بھی جو اسکا کبھی سر کچلیں گے۔ وہ ہنوز پوری بات نہیں ہوئی بلکہ بذریعہ امام مہدی سر کچلیں گے"۔

۱۳۸

مہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز تام ہیں

اس عبارت میں جو لفظ "روز ہائے قدیم" آئے ہیں اس کے لئے اس کتاب کے مقدمہ کا صفحہ ا دیکھو جس میں صراحت کی گئی ہے کہ اس سے مراد حضرت مہدی ہیں جو بروز تام حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں لکھا ہے :۔

"جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسمیں صاحب روزہائے قدیم کہا ہے۔ ویسے مہدی علیہ السلام کو چونکہ بروز تام حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

پس اس تفسیر کے بعد حضرت مرزا صاحب کی تحریر قابل اعتراض ہی نہیں رہتی۔ اس طرح ہم نے اس عنوان کی لغویت کو ہر ایک پہلو سے ظاہر کر دیا؛

امت نوح کی استعداد سعادت

ساتواں عنوان[۵۱] :- "حضرت نوح علیہ السلام پر فضیلت" ہے۔ اور حوالہ میں تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۲۱ کی حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے۔ کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔"

اس عبارت سے تو صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں میں اس زمانہ کے لوگوں سے کسی قدر زیادہ مادۂ سعادت موجود تھا کہ اگر وہ آپ کے نشانات کو دیکھ لیتے جو خدا تعالیٰ آپ کے لئے دکھاتا ہے تو غرق ہونے سے بچ جاتے۔ لیکن اس زمانہ کے لوگ انکو دیکھ کر بھی خدا سے نہیں ڈرتے؛

پس اے جناب برنی صاحب! اس فقرہ میں آپ جیسے لوگوں کی استعداد اور مادۂ سعادت کا ذکر ہے نہ کہ اپنی فضیلت کا؛

مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے

آٹھواں عنوان[۵۲] "حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت" کا ہے۔ اور ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بلا کسی شک و شبہ کے افضل ہیں۔ ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کے آخری خلیفہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے حضرت ختمی مآبؐ کا آخری خلیفہ مسیح موعود افضل ہے۔ اور یہی حضرت مرزا صاحب کے بیانات کا ماحصل ہے جن کا حوالہ برنی صاحب نے دیا ہے۔ اور اس بارہ میں شرح فصوص الحکم مصری صفحہ ۵۲ و ۵۳ کی حسب ذیل عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے :-

"اَلْمَهْدِيُّ الَّذِيْ يَجِيْءُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّهٗ فِي الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ تَابِعًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعَارِفِ

---

[۵۱] طبع دوم ص ۱۲۴ طبع سوم ص ۱۶۲ طبع چہارم ص ۲۲۸ طبع پنجم ص ۳۲۱

[۵۲] طبع دوم ص ۱۲۵ طبع سوم ص ۱۶۳ طبع چہارم ص ۲۲۹ طبع پنجم ص ۳۲۲

وَالْعُلُوْمِ وَالْحَقِیْقَۃِ تَکُوْنُ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ تَابِعِیْنَ لَہٗ وَلَا یُنَاقِضُ مَاذَکَرْنَاہُ لِاَنَّ بَاطِنَہٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؛

یعنی وہ امام مہدی جو آخری زمانہ میں آئیں گے وہ احکام شریعہ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی تابع ہوں گے لیکن معارف آلہیہ اور علوم لدنیہ اور حقیقت کے لحاظ سے تمام انبیاء اور اولیاء ان کے (مہدی کے) تابع ہونگے۔ کیونکہ امام مہدی علیہ السلام کا باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی باطن ہوگا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت محمدیہ میں سے ہونے کی خواہش

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس امت میں دوبارہ نزول کی غرض یہی ہو سکتی ہے کہ وہ اس کمال کو حاصل کریں جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان و اتباع میں حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صفت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت کی دیکھ یہ آرزو کی تھی کہ آپ امت محمدیہ میں سے ہوں یہ دعا قبول ہوئی۔ اور آپ کو یہ فخر حاصل ہوا۔" (آثار القیامۃ فی حجج الکرامۃ ص۴۲۴) ؛

اس سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ بعثت اول میں آپکو یہ فخر اور کمال حاصل نہ تھا۔ پس بعثت ثانی بعثت اول سے ہر حال میں افضل ہوئی۔ اور یہی منشار حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب تو خود مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے۔ اگر انہوں نے مسیح موسوی پر خود کو بہ حیثیت مسیح محمدی ہونے کے فضیلت دی تو کیا حرج ہوا؟ یہ امت محمدی تو ایسی ہے کہ اسمیں کملاء امت نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے ؛

اولیائے امت کے دعاوی فضیلت

حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

ترجمہ اصل عبارت " جب میرے پاس خضر علیہ السلام آئے تا میرا امتحان لیں جن باتوں سے انہوں نے مجھ سے پہلے اولیاء کا امتحان لیا تھا۔ تو انکی حالت مجھ پر ظاہر کی گئی۔ اور مجھے بتایا گیا وہ کلام جس سے میں نے انکو مخاطب کیا سو میں نے ان سے کہا چونکہ

وہ سر نگوں تھے کہ اے خضر! اگر تم نے موسٰی سے کہا تھا کہ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (اے موسٰی تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکیگا) تو اے خضر! میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔ اگر تم اسرائیلی ہو تو میں محمدی ہوں۔ اور آئیے یہ میں اور آپ ہیں۔ اور یہ گیند اور یہ میدان ہے۔ اور یہ محمد (صلعم) اور یہ خدا بھی ہیں۔ یہ میرا گھوڑا لگام و زین سے کسا ہوا تیار ہے۔ اور میری کمان کھچی ہوئی ہے۔ اور میری تلوار برہنہ ہے۔" (قلائد الجواہر مصری ۱۸/۱۴)۔

سنئے مولانا روم ؒ فرماتے ہیں ؎

عیسیم لیکن ہر آں کو یافت جاں ۔۔۔ از دم من او بماند جاوداں

شد ز عیسٰی زندہ لیکن باز مرد ۔۔۔ شاد آں کو جاں بدیں عیسٰی سپرد

یعنی میرے زندہ کئے ہوئے اور جان ڈالے ہوئے حیات دائمی پاتے ہیں۔ در آنحالیکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زندہ کئے ہوئے پھر مر جاتے تھے۔

پھر فرماتے ہیں ؎

آنچہ از عیسٰی و مریم فوت شد ۔۔۔ گر مرا باور کنی آں ہم شدم

یہ اکابر اہل سنت کا بیان ہے حضرات امامیہ کا اعتقاد سنئے!

(ترجمہ اصل عبارت عربی)" جو کچھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے ائمہ کرام کے تمام مخلوقات پر افضل ہونے کے بارہ میں لکھا گیا ہے۔ اور اس بارہ میں کہ ہمارے ائمہ علیہم السلام تمام بقیہ انبیاء کرام (علیہم السلام) سے افضل ہیں۔ یہ ایسی پختہ بات ہے جس میں آئمہ کرام کے حالات سے واقف انسان ذرا بھی شک و شبہ نہیں کر سکتا۔" (بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۱۲۱۲)

برنی صاحب کی پر عناد حرکت

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوٰی فضیلت قابل اعتراض نہیں۔ اس لئے اس عنوان پر کوئی تفصیلی بحث ضروری نہیں۔ لیکن ہم یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ ان اقتباسات میں بھی برنی صاحب نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر تصرفات کئے ہیں اور یہ ایسی بدعادت ہے جو ایک مدعی تحقیق کے لئے قابل شرم ہے۔ اس عنوان کے تحت میں ایک حوالہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۳ کا ہے۔ اور پوری عبارت کے بیان سے صرف یہ فقرہ اقتباس کر لیا ہے:-

"بغیر اس کے یہ کہدیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اسکو نبی قرار دیا ہے! اور کوئی دلیل اسکی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔"

(رسالہ برنی صاحب صفحہ ۱۴)

یہ الفاظ صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ گویا حضرت مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ہی کو اڑائے دیتے ہیں لیکن جب پوری عبارت پڑھی جائے تو یہ محض برنی صاحب کی پر عناد حرکت اور افترا ثابت ہوتا ہے۔ پوری عبارت اس طرح ہے :۔

"پس اس امت کا یہود بننا جیسا کہ آیت غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ سے سمجھا جاتا ہے اس بات کو چاہتا ہے کہ جو یہود مغضوب علیہم کے مقابل میں مسیح آیا تھا اس کا مثیل بھی اس امت میں سے آوے۔ اسی کی طرف تو اس آیت کا اشارہ ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ افسوس کہ وہ حدیث بھی اسی زمانہ میں پوری ہوئی جس میں لکھا تھا کہ مسیح کے زمانہ کے علماء ان سب لوگوں سے بدتر ہونگے جو زمین پر رہتے ہونگے اور پہلے یہودیوں پر ہم کیا افسوس کریں۔ وہ تو اعتراض کے وقت کتاب اللہ کو پیش کرتے تھے گو معنے نہیں سمجھتے تھے مگر یہ لوگ صرف من گھڑت باتیں پیش کرتے ہیں۔ اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور انکی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہدیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اسکو نبی قرار دیا ہے۔ اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ابطالِ نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ یہ احسان قرآن کا ان پر ہے کہ انکو بھی نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا۔ اسی وجہ سے ہم ان پر ایمان لائے کہ وہ سچے نبی ہیں اور برگزیدہ ہیں اور ان تہمتوں سے معصوم ہیں جو ان پر اور انکی ماں پر لگائی گئی ہیں۔" ص ۱۴۴

اب ناظرین غور فرمائیں کہ کہاں اس عبارت کا منشاء اور کہاں برنی صاحب کا اقتباس؟

اس پوری عبارت سے بغیر کسی تشریح کے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا منشاء یہ ہے کہ قرآن شریف کا یہ احسان ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ہم سچا اور پاک نبی اور ان تہمتوں سے

معصوم نبی مانتے ہیں جو یہودی ان پر لگاتے ہیں۔ اور اگر قرآن کو چھوڑ دیا جائے تو یہودیوں کے اعتراضات کا جواب حیران کن ہے۔

برنی صاحب علماء آخر زمانہ کے زمرہ میں ۱۴۴ یہ عبارت مخالف علماء کے افتراء اور شرارت کے بیان کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ لوگ اپنی من گھڑت باتیں میرے مقابلہ میں پیش کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایسے سخت اعتراض اپنے وقت کی کتاب اللہ سے کرتے تھے کہ جن کے جواب اب بھی باعث پریشانی ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ جناب برنی صاحب نے جو علمائے زمان آخر میں خود بخود شریک ہو رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے اس الزام کو جو وہ علماء پر عائد کرتے ہیں۔ اپنی اس حرکت سے صحیح ثابت کر دیا۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

فضیلت ابو بکر مسئلہ اہل سنت ہے اس کے بعد حضرت علیؓ و حضرت امام حسینؓ پر فضیلت کے عنوانات نمبر ۱۲ و ۱۳[ا] ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر ظاہر کر چکے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد میں ہے کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں سب سے افضل ہونگے اس لئے ہم کو ان دونوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مرتبہ اور ان پر مسیح موعود کی فضیلت کی نسبت لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اہل سنت والجماعت کے خطبات جمعہ میں علانیہ اس عقیدہ کا اعلان کیا جاتا ہے کہ " اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ بِالتَّحْقِیْقِ " تو جب مسیح موعود و مہدی معہود ابو بکرؓ سے افضل ہونگے تو ظاہر ہے کہ بقیہ تمامی امت میں سے بھی افضل ہونگے۔ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت علی و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر اہل السنۃ والجماعۃ میں متفق علیہ ہے۔ اور اس کی وجہ سے کوئی ہتک ان حضرات اہل بیت کی نہیں ہوتی۔ تو ۱۴۵ مسیح موعود کی فضیلت تو بدرجہ اولیٰ قابل تسلیم و ناقابل اعتراض ہے۔ اور جب ان تمام حضرات

[ا] طبع دوم صفحہ ۱۲۳ طبع سوم صفحہ ۱۵۴ طبع چہارم صفحہ ۲۲۲ طبع پنجم صفحہ ۳۰۶۔
حضرت علیؓ پر فضیلت کا عنوان طبع سوم و چہارم و پنجم میں تبدیل کر کے ہمارے اس اعتراض کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور اس حوالہ کو طبع ۲ کے بعد سے نکال دیا ہے۔

پر افضلیت مسیح موعود کی عقیدۂ مسلمہ ہوگئی تو دیگر اولیاء امت اور حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہم کے ذکر کی کیا ضرورت ہے۔ اس اصولی بات کے بعد برنی صاحب کے حوالجات پر تفصیلی نظر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ؛۔

حضرت مسیح موعود اور حضرت علی المرتضیٰ رضہ

البتہ ہم یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت حضرت مرزا صاحب کا جو خیال و عقیدہ تھا اسے نقل کرتے ہیں۔ حضرت اپنی کتاب سر الخلافہ میں جو خاص مسئلہ خلافت متنازعہ کی تحقیق میں لکھی گئی ہے۔ جہاں تمام خلفاء راشدین کے فضائل بیان فرماتے ہیں وہاں حضرت علیؓ کے متعلق بھی ایک خاص عنوان دیکر آپ کے فضائل بیان فرماتے ہیں۔ اصل عبارت عربی ہے جسکا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :۔

" حضرت علی رضی اللہ عنہ متقی اور پاک تھے۔ اور آپ ان لوگوں میں سے تھے۔ جو خدا کے بہت محبوب ہوتے ہیں اور آپ جید گھرانے سے تھے۔ اور آپ زمانہ کے سرداروں میں سے تھے۔ اور آپ اللہ کے غالب شیر تھے اور خدائے مہربان کے سپاہی تھے۔ اور آپ کشادہ ہتھیلی والے تھے یعنی سخی تھے۔ اور عمدہ دل والے تھے۔ اور آپ یکتا بہادر تھے۔ میدان جنگ میں کبھی اپنا مرکز نہیں چھوڑا۔ اگرچہ آپ کا مقابلہ دشمنوں کے بڑے جتھے نے کیا۔ اپنی عمر تکلیف میں بسر کی۔ اور آپ نوع انسان میں بلحاظ زہد انتہار پر پہنچ چکے تھے اور آپ سخاوت و ہمدردی میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ یتیموں و مسکینوں اور پڑوسیوں کی خبر گیری کرتے۔ اور آپ سے میدان معرکہ میں قسم قسم کی بہادریاں ظہور پذیر ہوئی تھیں۔ اور آپ معرکہ تلوار و نیزہ میں مظہر العجائب تھے۔ اور آپ باوجود ان صفات کے شیریں زبان اور فصیح تھے۔ اور آپکا بیان دلوں کی تہ میں داخل ہوتا تھا جس سے آپ اذہان کے زنگ دور کرتے تھے۔ اور اپنی بات کو مدلل فرماتے۔

آپ بیان کی قسموں پر دسترس رکھتے تھے۔ اور جو مقابلہ کرتا عاجز آتا اور بلاغت و فصاحت کے تمام طریقوں میں بھی کامل تھے۔ اور جس نے آپکے کمال کا انکار کیا اس نے بیحیائی کو اپنا مسلک بنایا ہے۔

اور آپ پریشان حال سے ہمدردی کرتے اور بھوکے اور تنگدست کو کھانا کھلانے

ص ۱۲۶

کا حکم دیتے تھے۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں سے تھے۔ اور باوجود اس کے آپ فرقان کے دودھ کا پیالہ پینے والوں میں سابق ہیں۔ اور آپکو دقائق قرآنیہ کے ادراک کے لئے فہم عجیب دیا گیا تھا۔

میں نے آپکو دیکھا اور میں بیدار تھا خواب میں نہیں تھا مجھے قرآن کی تفسیر دی۔ اور کہا یہ میری تفسیر ہے۔ اور اب تو سرفراز ہوا۔ اور اس پر تجھے مبارک باد! پس میں نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور تفسیر لے لی۔ اور میں نے اللہ معطی القدیر کا شکر ادا کیا۔

میں نے آپکو صورت اور سیرۃ میں یکساں متواضع۔ منکسر اور خوش مزاج پایا۔ اور میں قسمیہ کہتا ہوں کہ وہ پیار اور محبت سے میرے پاس تشریف لائے۔ اور میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ وہ مجھ کو اور میرے عقیدہ کو جانتے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ میں اپنے مسلک میں شیعہ کا مخالف ہوں۔ انہوں نے برا نہ منایا۔ بلکہ خالص دوستوں کی طرح محبت کا اظہار کیا۔ اور انکے ساتھ حسینؓ بھی تھے۔ بلکہ حسنینؓ اور خاتم النبیین سید الرسل بھی تھے۔"

مادر مہربان حضرت زہراؓ

"اور انکے ساتھ ایک بزرگ و برتر و صاحب جمال و صالحہ و مطہرہ اور مبارکہ اور قابلِ تعظیم و توقیر اور روشن چہرہ خاتون تھیں اور میں نے اس خاتون کو پُر غم پایا لیکن وہ غم کو چھپانے والی تھیں۔ اور میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ یہ فاطمہ زہراؓ ہیں۔ وہ میرے پاس آئیں اور میں لیٹا ہوا تھا اور وہ بیٹھ گئیں اور میں نے سر ان کے زانو پر رکھدیا۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ میرے بعض غموں کے لئے غمگین و بے قرار ہیں۔ اور مہربانی سے پیش آتی ہیں اور بے چین ہیں مثل ماں کے جو بچوں کے مصائب پر بے چین ہوتی ہے۔ پس میں نے جانا کہ میں تعلق دین میں آپکے بیٹے کے رتبہ پر ہوں۔ اور میرے دل میں گذرا کہ اکما حزن اس طرف اشارہ ہے جو ظلم مجھ پر میری قوم اور اہل وطن اور دشمنان کریں گے"۔

علیؓ اور حسنینؓ سے روحانی مناسبت

"پھر میری طرف حسنینؓ آئے اور وہ دونوں بھائیوں کی طرح اظہار محبت اور غمخواری کر رہے تھے۔

اور یہ بیداری کے کشوف میں سے ایک کشف تھا۔ اور اس کشف کو ہوئے چند سال گزر گئے ہیں۔

اور مجھے علیؓ اور حسینؓ سے لطیف مناسبت ہے۔ اور اسکا راز کوئی نہیں جانتا مگر رب المشرقین والمغربین۔ اور میں علیؓ اور آپ کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں۔ اور میں اُن سے دشمنی کرتا ہوں جو ان سے دشمنی کرتے ہیں۔ اور باوجود اس کے میں کج راہوں سے نہیں۔

۱۴۸ اور میرے لئے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں کشف سے منہ پھیروں اور سرکش بنوں۔ ۱۴۸
اور اگر تم اسکو قبول نہ کرو تو میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا۔ اور عنقریب خدا تعالیٰ تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔" (سرالخلافہ صہ۴۴ و صہ۴۵)

اس تحریر کے بعد ہم کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ حضرت مرزا صاحب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ کیا کوئی شخص جو اہل سنت و الجماعت میں داخل نہیں ہے۔ اہل سنت و الجماعت سے اس سے زیادہ کی توقع کرسکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر ہم کو اہل سنت والجماعت سے علیحدہ کرکے زیادہ کی توقع بیجا ہے:

حضرت امام حسینؓ اور اہل بیتؓ کی نسبت حضرت مسیح موعود کی تعلیم

اس کے بعد ہم حضرت مرزا صاحب کا ایک اعلان بتمام و کمال اسجگہ نقل کرتے ہیں جو خاص حضرت امام حسین علیہ السلام و ائمہ مطہرین کے بارہ میں ہے۔ اور جو ۸ ر اکتوبر ۱۹۰۵ء میں "تبلیغ الحق" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اور اب "تبلیغ رسالت" حصہ دہم کے صہ۱۲۰ میں موجود ہے۔ (برقی صاحب نے اپنے رسالہ کے صہ۹ پر دور اول کی عقیدتمندیوں کا حوالہ دیتے ہوئے اس اشتہار سے اقتباس دیا ہے۔ مگر سن اشاعت ۱۹۰۵ء چھوڑ دیا ہے۔ یہ کیوں؟ تا اظہار حق نہ ہو۔) وھوھذا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ص ۱۴۹

اللّٰھم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم انک حمید مجید

"تبلیغ الحق"

" واضح ہو کہ کسی شخص کے ایک کارڈ کے ذریعہ سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ نعوذ باللہ بوجہ اس کے کہ اس نے خلیفہ وقت یزید سے بیعت نہیں کی تھی باغی تھا اور یزید حق پر تھا۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے منہ سے ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں۔ مگر ساتھ اس کے مجھے یہ بھی دل میں خیال گزرتا ہے کہ چونکہ اکثر شیعہ نے اپنے ورد تبرّے اور لعن طعن میں مجھے بھی شریک کر لیا ہے۔ اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ کسی نادان بے تمیز نے سفیہانہ بات کے جواب میں سفیہانہ بات کہدی ہو۔ جیسا کہ بعض جاہل مسلمان کسی عیسائی کی بد زبانی کے مقابل پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہدیتے ہیں۔

ص ۱۵۰ بہرحال میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع اور دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا۔ اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی

نسبت فرماتا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا ؕ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال انکے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اسکی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں۔ اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لیے اختیار کرتے ہیں اور اسکی محبت میں محو ہو جاتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو۔ سب سے اپنے تئیں دور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں؟ دنیا کی محبت نے اسکو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا۔ اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے۔ اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔

اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتدار کرنے والے ہیں جو اسکو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے۔ اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اسکی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔

یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے انکی قدر مگر وہی جو ان میں سے ہے دنیا کی آنکھ انکو شناخت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی۔ کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔

دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے محبت کیجاتی؟

غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کیجائے۔ اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اسکی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔

کیونکہ اللہ جلشانہٗ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔

جو شخص مجھے بُرا کہتا ہے یا لعن طعن کرتا ہے اس کے عوض میں کسی برگزیدہ اور محبوب الٰہی کی نسبت شوخی کا لفظ زبان پر لانا سخت معصیت ہے۔ ایسے موقع پر درگزر کرنا اور نادان دشمن کے حق میں دعا کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اگر وہ لوگ مجھے جانتے کہ میں کس کی طرف سے ہوں[۱۵۲] تو ہرگز بُرا نہ کہتے۔ وہ مجھے ایک دجال اور مفتری خیال کرتے ہیں۔ میں نے جو کچھ اپنی نسبت دعویٰ کیا اور جو کچھ اپنے مرتبہ کی نسبت کہا وہ میں نے نہیں کہا بلکہ خدا نے کہا۔ پس مجھے کیا ضرورت ہے کہ ان بحثوں کو طول دوں اگر میں درحقیقت مفتری اور دجال ہوں۔ اور اگر درحقیقت میں اپنے ان مراتب کے بیان کرنے میں جو میں خدا کی وحی کی طرف انکو منسوب کرتا ہوں کاذب اور مفتری ہوں تو میرے ساتھ اس دنیا اور آخرت میں خدا کا وہ معاملہ ہوگا جو کاذبوں اور مفتریوں سے ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ محبوب و مردود یکساں نہیں ہوا کرتے۔

سو اے عزیزو! صبر کرو کہ آخر وہ امر جو مخفی ہے کھل جائیگا۔ خدا جانتا ہے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور وقت پر آیا ہوں۔ مگر وہ دل جو سخت ہو گئے۔ اور وہ آنکھیں جو بند ہو گئیں میں انکا کیا علاج کر سکتا ہوں۔ خدا میری نسبت اشارہ کر کے فرماتا ہے کہ:۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

پس جبکہ خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا۔ تو اس صورت میں کیا ضرورت ہے کہ کوئی شخص میری جماعت میں سے خدا کا کام اپنے گلے ڈال کر میرے مخالفوں پر ناجائز حملے شروع کرے۔ نرمی کرو۔ اور دعائیں[۱۵۳] لگے رہو۔ اور سچی توبہ کو اپنا شفیع ٹھیراؤ۔ اور زمین پر آہستگی سے چلو۔ خدا کسی قوم کا رشتہ دار نہیں ہے۔ اگر تم نے اسکی جماعت کہلا کر تقویٰ اور طہارت کو اختیار نہ کیا۔ اور تمہارے دلوں میں خوف اور خشیت پیدا نہ ہوا۔ تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہیں مخالفوں سے پہلے ہلاک کرے گا۔ کیونکہ تمہاری آنکھ کھولی گئی اور پھر بھی تم سو گئے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ خدا کو تمہاری کچھ حاجت ہے۔ اگر تم اس کے حکموں پر نہیں چلو گے اگر تم اس کے حدود کی عزت نہیں کرو گے تو وہ تمہیں ہلاک کریگا۔ اور ایک اور قوم تمہارے عوض

لائیگا جو اس کے حکموں پر چلے گی۔

اور میرے آنے کی غرض صرف یہی نہیں کہ میں ظاہر کردوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ یہ تو مسلمانوں کے دلوں پر سے ایک روک کا اٹھانا اور سچا واقعہ ان پر ظاہر کرنا ہے۔ بلکہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ تا مسلمان خالص توحید پر قائم ہو جائیں اور انکو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جائے۔ اور انکی عبادتیں اور نمازیں ذوق اور احسان سے ظاہر ہوں۔ اور انکے اندر سے ہر ایک قسم کا گند نکل جائے۔

اور اگر مخالف سمجھتے تو عقائد کے بارہ میں مجھ میں اور انمیں کچھ بڑا اختلاف نہ تھا۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مع جسم آسمان پر اٹھائے گئے۔ سو میں بھی قائل ہوں کہ جیسا کہ آیت اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ کا منشاء ہے بیشک حضرت عیسیٰ بعد وفات مع جسم آسمان پر اٹھائے گئے۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہ جسم عنصری نہ تھا بلکہ ایک نورانی جسم تھا جو انکو اسی طرح خدا کی طرف سے ملا جیسا آدمؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور داؤدؑ اور یحییٰؑ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کو ملا تھا۔

ایسا ہی ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ضرور دنیا میں دوبارہ آنیوالے تھے جیسا کہ آ گئے۔ صرف فرق یہ ہے کہ جیسا کہ قدیم سے سنت اللہ ہے انکا آنا صرف بروزی طور پر ہوا جیسا کہ الیاس نبی دوبارہ دنیا میں بروزی طور پر آیا تھا۔

پس سوچنا چاہیئے کہ اس قلیل اختلاف کی وجہ سے جو ضرور ہونا چاہیئے تھا۔ اسقدر شور مچانا کسقدر تقویٰ سے دور ہے۔ آخر جو شخص خدا تعالے کی طرف سے حکم بن کر آیا۔ ضرور ہے کہ جیسا کہ لفظ حَکَم کا مفہوم ہے کچھ غلطیاں اس قوم کی ظاہر کرتا جن کی طرف وہ بھیجا گیا۔ ورنہ اس کا حَکَم کہلانا باطل ہوگا۔

اب زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے مخالفوں کو صرف یہ کہہ کر کہ اِعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ اس اعلان کو ختم کرتا ہوں۔"

اس صاف اعلان واعتقاد کے بعد یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت امام حسین علیہ السلام

و ائمہ مطہرین کی کوئی توہین کرنا یہ صرف شرارت نفس ہے ۔

اعجاز احمدی کے اشعار میں کون مخاطب ہیں؟

۱۵۵ باقی رہا مسیح موعود کی فضیلت کا مسئلہ ۔ اسکی نسبت ہم اوپر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ لکھ چکے ہیں ۔ اگر ہمارے پیش نظر یہ امر نہ ہوتا کہ ان خاص اشعار سے جو برتی صاحب نے اعجاز احمدی[155] سے منتخب کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسبت لکھے ہیں نہ صرف حضرات امامیہ بلکہ اہل سنت والجماعت میں ہمارے عقائد کی نسبت غلط خیال پیدا ہو جائیگا تو ہم اس پر توجہ نہ کرتے ۔ لیکن محض پبلک کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے ضرورت ہے کہ ان اشعار کی نسبت کچھ تشریح کیجائے ۔

واقعہ یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری علماء اہلحدیث و مولوی علی حائری صاحب مجتہد اہل تشیع نے جو حملے حضرت مرزا صاحب اور ان کے دعاوی پر کئے تھے انکی تردید و مقابلہ میں یہ قصیدہ لکھا گیا جو کتاب اعجاز احمدی میں طبع ہوا ہے ۔ اور انمیں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ انکے حالات اور خیالات اور عقائد کے بموجب مخاطب کیا گیا ۔ جہاں مولوی سید علی حائری صاحب مجتہد شیعہ کو مخاطب کیا ہے وہاں انکے عقائد دربارہ امام حسین علیہ السلام ظاہر کر کے انکی تردید کی ہے اور اسی سلسلہ میں اپنے آپکو بالمقابل ان عقائد کے پیش کیا ہے

یہ وہ اشعار ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے اعلام الہی کے مطابق اہل تشیع کے خلاف اور انکی تردید میں لکھے ہیں ۔ ان اشعار میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس واقعی رتبہ و مرتبہ کے خلاف کوئی بات نہیں ہے جو اہل سنت والجماعت میں مسلم ہے اور محض اس وجہ سے کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ کلام حضرات شیعہ کے غلو اور مبالغہ آمیز عقائد کے خلاف ہے ۔ فی نفسہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی توہین اور منقصت نہیں ہوتی ۔

۱۵۶ جب ایک شخص کو اس کے مرتبہ سے محض ازراہ افراط و غلو بڑھایا جائے گا تو ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں ایسی چیز بیان کرنی پڑے گی جو افراط و غلو کے خلاف ہو ۔ اور اس سے فی نفسہ کسی کی توہین نہیں مقصود ہوتی ہے ۔ بلکہ جس درجہ کا وہ شخص ہے اسی درجہ پر اسکو قائم کیا جاتا ہے ۔

علم کلام میں الزامی طرز جواب

جس طرح علمائے اسلام نے عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت

مسیح کی نسبت جسکو عیسائی خدا کا بیٹا بلکہ خدا سمجھتے ہیں۔ اس غلو کو مٹانے کے لئے سخت سے سخت لکھا ہے۔ اسی طرح علمار اہل سنت والجماعت نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے افراط فی المحبت کے مسئلہ میں جو غالی شیعوں کی طرف سے ظاہر کیجاتی ہے۔ لکھا ہے۔ کیا غالیوں کو ایسے غلو سے روکنا کوئی گناہ ہے؟ سنئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اپنی مشہور کتاب "ہدیۃ الشیعہ" صفحہ ۴۴۲ و ۴۴۵ میں کیا فرماتے ہیں :-

"اگر قدر شناسوں سے حد سے گزرنے والے بڑھ جایا کریں اور قدر شناس دشمن سمجھے جایا کریں تو نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے محب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت حضرت کے دشمن ہونے چاہئیں۔

غور کرکے اگر دیکھیں مفرط فی المحبت اس کا محب نہیں ہوتا جسکی محبت کا مدعی ہوتا ہے بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہے۔ نصاریٰ جو دعویٰ محبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کرتے ہیں تو حقیقت میں ان[۱۵] سے محبت نہیں کرتے۔ کیونکہ دارومدار انکی محبت کا خدا کا بیٹا ہونے پر ہے۔ سو یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو معلوم۔ البتہ ان کے خیال میں تھی اپنی خیالی تصویر کو پوجتے ہیں اور اسی سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خداوند کریم تعالیٰ کی واسطہ داری سے برطرف رکھا ہے۔

ایسے ہی شیعہ بھی اپنی خیالی تصویر سے محبت کرتے ہیں آئمہ اہل بیت سے محبت نہیں کرتے۔ اس محبت پر محبان قدر شناس کو دشمن اہل بیت سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا نصاریٰ بزعم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت کو دشمنِ عیسیٰ سمجھتے ہیں۔"

۱۵ ب

کیا برنی صاحب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم کے اس بیان کے بعد بھی اہل بیت سے محبت کا ویسا ہی دعویٰ کرینگے؟ جو غالی شیعوں کے لئے ہی موزوں ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظمتِ شان اور ادب کا جو لحاظ حضرت مرزا صاحب ملحوظ رکھتے ہیں وہ ہمارے اوپر کے درج کردہ اعلان تبلیغ الحق سے بھی ظاہر ہے۔ جو آپ نے اپنی جماعت کو مخاطب کرکے انکی ہدایت کے لئے لکھا ہے۔ اور اس قصیدۂ اعجازیہ یعنی کتاب "اعجاز احمدی" کے شروع کرنے سے پہلے بھی آپ لکھتے ہیں کہ :-

"میں نے اس قصیدہ میں جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے یا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت بیان کیا ہے۔ یہ انسانی کارروائی نہیں۔ خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی شخص حسین رضی اللہ عنہ یا حضرت عیسٰی جیسے راستباز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید مَنْ عَادٰی وَلِیًّا لِیْ دست بدست اسکو پکڑ لیتا ہے"۔

۱۵۸

برقی صاحب نے اس عبارت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس صراحت کے بعد اب اشعار کو جن کا برقی صاحب نے حوالہ دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ پہلا شعر یہ ہے ؎

اعجاز احمدی کے اشعار کے مطلب و معنے

"وَشَتَّانِ مَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ حُسَیْنِکُمْ

اور مجھ میں اور تمہارے حسین رضی اللہ عنہ میں بہت فرق ہے

فَاِنِّیْ اُؤَیَّدُ کُلَّ اٰنٍ وَّ اُنْصَرُ

کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے!

وَاَمَّا حُسَیْنٌ فَاذْکُرُوْا دَشْتَ کَرْبَلَا ۔ اِلٰی ھٰذِہِ الْاَیَّامِ تَبْکُوْنَ فَانْظُرُوْا

مگر حسین۔ پس تم دشتِ کربلا کو یاد کرلو اب تک تم روتے ہو پس سوچ لو

اس کے اوپر چند اور اشعار ہیں جنکو نقل کرنے میں سوائے طوالت کے کچھ حاصل نہیں اس لئے ہم ان کے اس ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں جو کتاب مذکور میں موجود ہے۔

ترجمہ مذکورہ یہ ہے :۔

(۱) "تم نے حسین کو تمام مخلوق سے بہتر سمجھ لیا ہے اور تمام ان لوگوں سے فضل سمجھا ہے جو خدا نے پیدا کئے۔"

۱۵۹

(۲) "گویا لوگوں میں وہی ایک آدمی تھا۔ اور اسکو خدا نے پاک کیا اور غیر ناپاک ہیں۔"

(۳) "اور یہ تو وہی قول ہے جو حضرت عیسٰی کی نسبت نصاریٰ کہا کرتے ہیں۔ اے نصاریٰ سے مشابہ"۔

(۴) "پس تعجب ہے کہ کیونکر دل باہم متشابہ ہو گئے۔ پس نزدیک ہے کہ آسمان انکی باتوں سے پھٹ جائیں۔"

(۵) "کیا تو عیسیٰ کی طرح ایک بندہ کی حد سے زیادہ تعریف کرتا ہے۔ اور اس کے لئے انبیاء کا رتبہ قرار دیتا ہے۔"

(۶) "کاش تجھے سمجھ ہوتی۔ کیا تو نے اسکا مقام دیکھ لیا ہے یا ساری عمارت ظن پر ہے؟"

(۷) "کیا تو اسکو محض جھوٹ اور افترا کی راہ سے بلند کرنا چاہتا ہے؟ کیا تو اسکو وہ پیالہ پلاتا ہے جو خدا نے نہیں پلایا؟"

(۸) "قریب ہے کہ آسمان تمہارے کلام سے پھٹ جائیں اگر ان کے پھٹنے کا وقت مقرر نہ ہو۔"

(۹) "کیا حسینؓ تمام نبیوں سے بڑھ کر تھا؟ کیا وہی نبیوں کا شفیع اور سب سے برگزیدہ تھا؟"

(۱۰) "خبردار ہو کہ خدائے غیور کی لعنت اس شخص پر ہے جو مبالغہ آمیز باتوں سے جھوٹ بولتا ہے اور نہیں دیکھتا۔"

ان اشعار کے بعد جن کا ترجمہ اوپر دیا گیا ہے وہ اشعار ہیں جو برنی صاحب نے کہیں سے لیکر نقل کر دیے ہیں اوپر کے اشعار کے مطلب کو ذہن نشین رکھ کر یہ بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے غالی شیعوں کو خود انہی کے مبالغہ آمیز عقائد کی بناء[ت ۱۶۰] پر الزام دیکر کہا ہے کہ خبردار ہو کہ خدائے غیور کی لعنت اس شخص پر ہے جو مبالغہ آمیز باتوں سے جھوٹ بولتا ہے۔ اور نہیں دیکھتا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مجھ میں اور تمہارے حسینؓ میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسینؓ کے لئے دشت کربلا کو یاد کر لو کہ اب تک تم روتے ہو۔ پس سوچ لو۔

ت ۱۶۰

دو باتوں کی توضیح

اس توضیح سے دو باتیں صاف ہو جاتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے ان اشعار میں غالی شیعوں کے عقائد پر اعتراض کیا ہے۔ نہ کہ ذات پاک حضرت امام حسینؓ پر جن کی نسبت آپکا وہ عقیدہ ہے جو ہم اوپر بحوالہ اعجاز احمدی صفحہ ۲۵ بیان کر چکے ہیں۔

دوم یہ کہ حضرت جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ اس حسین کی نسبت لکھ رہے ہیں جو غالی شیعوں کا مزعوم حسین ہے ؎

برنی صاحب کا ظلم عظیم | اس کے بعد برنی صاحب نے اعجاز احمدی کے صلا کا حوالہ دیکر ایک شعر یوں لکھا ہے ۵

وَاِنِّیْ قَتِیْلُ الْحُبِّ لٰکِنْ حُسَیْنُکُمْ
قَتِیْلُ الْعِدٰی وَالْفَرْقُ اَجْلٰی وَاَظْهَرُ

ترجمہ۔ اور میں عشق الہی کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔

[۱۶۱] یہ حوالہ غلط ہے لیکن یہ شعر صلا کی بجائے صلا پر ہے۔ اس شعر کے بعد پھر برنی صاحب نے ظلم عظیم سے کام لیا ہے۔ اور بجائے عربی شعر لکھنے کے اعجاز احمدی کے حوالہ سے خود ساختہ نثر لکھی ہے :-

"حسین رضی اللہ عنہ کے اہل بیت برباد ہو گئے۔ ان کا عجز و ضعف کھل گیا۔ تم ایسے سے نجات کے خواہاں ہو جو نا امیدی کے ساتھ مارا گیا۔ خدا کی قسم حسین مجھ سے کسی بات میں بڑھ کر نہیں۔ وہ دشمن کا مقتول اور میں محبوب کا۔ مجھ میں اور اس میں فرق نہایت روشن ہے۔" (صلا)

لیکن اس عبارت کا وہ ابتدائی حصہ جس کے اوپر ہم نے خط کھینچ کر ۱ لگایا ہے اور جسکو خود برنی صاحب نے بھی زیر خط کر کے اہمیت دیدی ہے اعجاز احمدی میں موجود نہیں ہے۔ اور نہ یہ کسی شعر کا ترجمہ ہے نہ اس مطلب کا کوئی شعر پورے قصیدے میں ہے۔ بقیہ عبارت کسیقدر فرق کے ساتھ چند اشعار کے ترجموں میں مل سکتی ہے جس کو برنی صاحب نے زیر خط کر دیا ہے۔ اور اسمیں اوپر کے شعر یعنی اِنِّیْ قَتِیْلُ الْحُبِّ لٰکِنْ ..... الخ کے ترجمہ کو اس طرح مخلوط کر دیا ہے کہ گویا یہ کوئی علیحدہ شعر ہے۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے اس سے :-

---

۵ اب اس عبارت کو طبع ۲ کے ما بعد سے نکال دیا ہے ؎

(۱) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین مدنظر نہیں صرف غالی شیعوں کو انکے غلو اور مبالغہ کے متعلق ملزم قرار دے کر پرستش امام حسین رضی اللہ عنہ سے باز رکھنے کی کوشش کی ہے ۔

(۲) اپنے مقام مسیحیت و مہدیت سے انکو خبردار کیا ہے ۔

مریدوں کی پیروں سے عقیدت کا نمونہ

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ پر فضیلت[۱] کی بحث غیر ضروری ہے لیکن یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ شعر حضرت مرزا صاحب کا نہیں ہے۔ برنی صاحب نے کمال ایمانداری سے کام لیا جو کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ مگر ان کے "عزیزوں" کی پھیلائی ہوئی غلط فہمی مضبوط ہو۔ چنانچہ مدرسہ نظامیہ کے ایک حبیب اللہ شاہ نامی طالب علم نے بھی شعر اپنی "تکذیب" کے صلا پر "مرزا صاحب کا کلام ملاحظہ ہو" لکھ کر نقل کیا تھا اس میں سے برنی صاحب نے نقل در نقل کر لیا۔ یہ کلام ہرگز حضرت اقدس کا نہیں۔ اور اگر کسی معتقد یا مرید نے اپنا اعتقاد ظاہر کیا ہے تو وہ قابل التفات نہیں ۔

مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی جو شیخ الہند مشہور تھے اور غالباً برنی صاحب سے زیادہ پکے مسلمان اور ذی علم ہوں گے۔ وہ اپنے مرشد رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھتے ہیں ؎

پھرے تھے کعبہ میں بھی ڈھونڈتے گنگوہ کا رستہ ۔ جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی
تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ ۔ کہوں ہوں بار بار اَرِنی مری دیکھی بھی نادانی

پھر لکھتے ہیں ؎

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا ۔ اس مسیحا کو بھی دیکھیں ذری ابنِ مریمؑ !

یہ کیا اس سے بھی زیادہ لوگ اپنے پیروں کی نسبت لکھتے ہیں اور اگر حضرت مسیح موعود کو جو واقعی مستحق فضیلت ہیں کسی مرید نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر فضیلت دیدی تو کیا محل اعتراض ہے؟

کوئی اور عنوان قابل ذکر نہیں

اس کے بعد اس فصل کا کوئی اور عنوان قابل بحث نہیں۔ ایسا ہی اِسْمُہٗ اَحْمَد کے مصداق پر بحث ضروری نہیں۔ یہ ایک پیشگوئی کی بحث ہے اس میں نہ کسی کی منقصت ہے نہ کسی کی فضیلت۔ اگر اس پر بحث کیجائے تو بجائے

---

[۱] طبع ہائے مابعد میں جناب برنی صاحب اس عنوان سے دست بردار ہوگئے ہیں۔

خود ایک کتاب ہو جائیگی۔ جن احباب کو اس بحث کے دیکھنے کا شوق ہو وہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تقریر موسومہ انوار خلافت صلا تا صلا ملاحظہ فرمائیں +

فصل سوم پر تنقید

فصل سوم میں حضرت مرزا صاحب کے انکشاف کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن فصل کے آغاز کے ساتھ ہی جناب برنی صاحب "شیطانی کھیل اور شیطانی الہام" میں پھنس گئے۔ اور اس مشہور مثل کے مصداق ہو گئے کہ نیم ملاں خطرۂ ایمان +

اس فصل کا چوتھا عنوان ہے۔ قرآن میں قادیان[1]

۱۶۴ اس میں ایک کشفی حالت کا بیان ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کشف یا خواب اکثر تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ اس لئے خواب یا کشف کے الفاظ نہ قابل گرفت ہوتے ہیں نہ لائق بحث۔

اس فصل میں سب سے اہم عنوان نمبر ۵ قادیان کا حج ہے۔[2]

قابل نفرت اتہام وافترار

اس کا پہلا اور مختصر جواب تو یہ ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ حضرت مرزا صاحب کی کسی کتاب کا حوالہ اس عنوان کی تائید میں نہیں دیا گیا۔ صرف مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا کے الہام کا حوالہ دیا گیا ہے۔ لیکن اس الہام میں یا حضرت مرزا صاحب کی تحریر میں یہ کہاں ہے کہ قادیان کا حج کیا جائے؟

دوسرا حوالہ حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک تقریر کا دیا ہے جو برکات خلافت کے نام سے طبع ہوئی۔ اس پوری تقریر میں سے ایک فقرہ لے لیا ہے اور اس میں بھی تحریف کی گئی ہے۔ یعنی الفاظ

---

[1] طبع دوم صلا ۱۵۳ طبع سوم صلا ۱۹۵ طبع چہارم صلا ۲۸۶ طبع پنجم صلا ۲۷۸ +

[2] اس عنوان کو جدید اڈیشنوں سے نکال دیا گیا ہے +

"اب حج کا مقام قادیان ہے۔" اپنی طرف سے بڑھا دئے ہیں۔ اصل کتاب میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ یہ تقریر جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر ہوئی تھی۔ جہاں ہر سال دسمبر میں ایک بڑی تعداد جماعت کے اشخاص کی جمع ہوتی ہے۔ اس جلسہ میں آپ نے جو تقریر فرمائی ہے اس کے ابتدا میں سورۃ بقرہ۔ آیت اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ الآیۃ (سورۃ بقرۃ ع ۲۵) تلاوت فرماکر اس طرح تقریر شروع فرمائی :-

۱۹۵ "دنیا میں انسان جو کام کرنے لگتا ہے اسی قسم کی دوسری مثالوں کو دیکھ کر ان سے نتائج اخذ کر لیتا ہے مثلاً نئی کمیٹی بنانے والے دوسری کمیٹیوں کے قواعد و ضوابط منگوا کر دیکھتے ہیں ان سے انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک پریزیڈنٹ ہوتا ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ ہاں ہماری انجمن کا بھی ایک پریزیڈنٹ ہونا چاہیئے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ایک سکرٹری ہوتا ہے۔ وہ سکرٹری بنا لیتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ایک محاسب ہوتا ہے۔ وہ بھی محاسب بنا لیتے ہیں۔ اس طرح وہ تجارتی کمپنی جو نئی بنتی ہے وہ دوسری تجارتی کمپنیوں کے قواعد و ضوابط منگواتی ہے۔ تعلیمی کمیٹی بنانے والے اور ایسی ہی کمیٹیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تو ہر ایک قسم کی کمیٹی بنانے والے اپنے سے پہلی نظیروں سے فائدہ اٹھا کر انکے قواعد پر عمل کرتے ہیں۔ اور ایسا ہی انکو کرنا بھی چاہیئے۔ کیونکہ بڑا بیوقوف ہے وہ انسان جو تجربہ شدہ بات کو چھوڑ کر خود بخود تجربہ کرنا شروع کر دے۔ اور اگر کوئی کام میں اسی طرح کرنے لگے۔ تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ اتنی تو کسی کی بھی عمر نہیں ہو سکتی کہ وہ سارے تجربے خود کر سکے وہ تو اس کوشش اور سعی میں ہی فات پا جائیگا۔ تو تجربہ شدہ باتوں سے فائدہ اٹھانا عقلمندوں کا کام ہے۔

ہمارے لئے بھی جلسہ ہر سال آنے والی چیز ہے جس طرح وہ کمیٹیاں دوسری اپنی ایسی کمیٹیوں کے قواعد سے نتیجہ اخذ کرتی ہیں۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اس جلسہ کے رنگ کی کسی چیز سے نتائج اخذ کر کے فائدہ اٹھائیں۔ ہم اپنے جلسہ کو کسی کمیٹی یا جلسہ سے کسی طرح بھی مشابہت

---

۱۹۵ حج معین مہینے ہیں جو کوئی انمیں حج کا ارادہ کرے تو اسکے لئے رفث۔ فسوق۔ جدال جائز نہیں ﴿

۱۶۶ نہیں دے سکتے۔ انجمنیں اور کمیٹیاں تو دنیا میں بہت ہیں مگر ان سے ہمارے جلسہ کو اس لئے مشابہت نہیں ہے کہ وہ انسانوں کی بنائی ہوئی ہیں مگر ہم جس کام کی نظیر چاہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اور اسکا قائم کردہ ہے۔

لوگ کئی جگہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ میلے لگتے ہیں۔ جلسے ہوتے ہیں۔ لیکن ہم کسی میلے کے لئے اکٹھے نہیں ہوتے۔ ہماری غرض تماشہ دیکھنا نہیں ہوتی۔ دنیا میں لوگ تماشوں کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے سامان لاتے ہیں۔ خرید و فروخت ہوتی ہے۔ ہم اس کے لئے بھی جمع نہیں ہوتے اب ہم جو قواعد بنائیں تو کس طرح بنائیں اور کس چیز سے اپنے اجتماع کو مشابہت دیں؟ اس کے لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی چیز دنیا میں ایسی ہے جس سے ہمارے جلسہ کو مشابہت ہو سکتی ہے۔ وہ حج ہے۔ حج کوئی میلہ نہیں۔ نمائش نہیں۔ کسی انجمن کا جلسہ نہیں۔ وہ خدا کا کام ہے۔ اور دین کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ خدا کے نبیوں کے ذریعہ قائم ہوا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ حج کے لئے جو قواعد و ضوابط ہیں ان سے فائدہ اٹھائیں۔

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں حج کے متعلق احکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حج کچھ معلوم مہینے ہیں۔ (محرم۔ ذیقعدہ۔ رجب۔ ذی الحج سارا مہینہ یا دس دن) پس جو کوئی ان میں حج کا قصد کرے اسکو کیا کرنا چاہیئے۔ وہ یہ کرے کہ حج میں رفث۔ فسوق اور جدال نہ کرے یہ اس کے لئے جائز نہیں۔ پس وہ شخص جو حج کے لئے جاتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ حج میں رفث۔ فسوق اور جدال نہ کرے۔

۱۶۷ رَفَث کیا ہے؟ جماع کو کہتے ہیں۔ یہ بھی حج میں منع ہے۔ لیکن اس کے معنے اور بھی ہیں جو یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ بد کلامی۔ گالیاں دینا۔ گندی باتیں بیان کرنا۔ گندے قصے سنانا۔ لغو اور بیہودہ باتیں کرنا جسے پنجابی میں گپیں مارنا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی حج کو جاتا ہے تو اسے کسی قسم کی بد کلامی نہیں کرنی چاہیئے۔ گندے قصے نہ بیان کرنے چاہئیں۔ گپیں نہ مارنی چاہئیں۔

فُسُوق کے معنے ہیں اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر نکل جانا۔ تو حاجیوں کا فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری سے باہر نہ نکلیں اور تمام احکام کو بجا لائیں۔ پھر جہاں

لوگوں کا مجمع ہوتا ہے وہاں لڑائیاں بھی ہوا کرتی ہیں۔ کیونکہ لوگوں کی مختلف طبائع ہوتی ہیں۔ اور بعض تو بالکل ضدی واقع ہوتی ہیں اس لئے انہیں ذرا ذرا سی بات پر لڑائی ہو جاتی ہے مثلاً یہی کہ اس نے میری جگہ لے لی۔ مجھے دھکا دیدیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے فرمایا کہ لڑائی نہ کرنا۔ انہیں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ جب تم حج کے لئے نکلو تو یہ تین باتیں یاد رکھو۔

آج جلسہ کا پہلا دن ہے۔ اور ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ حج خدا تعالیٰ نے مومنوں کی ترقی کے لئے مقرر کیا تھا۔ آج احمدیوں کے لئے دین کے لحاظ سے تو حج مفید ہے مگر اس سے جو اصل غرض یعنی قوم کی ترقی تھی وہ انہیں حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔ ہمارے آدمیوں میں سے جن کو خدا تعالیٰ توفیق دیتا ہے حج کرتے ہیں۔" ۱۶۸

اس تقریر سے جو کچھ واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے:۔

(۱) جلسہ سالانہ قادیان کوئی معمولی انجمنوں یا کمیٹیوں کا جلسہ نہیں۔ نہ کھیل تماشہ ہے بلکہ دین کے فرائض کے تحت جلسہ کیا جاتا ہے تاکہ قومی ترقی حاصل ہو۔

(۲) یہ جلسہ چونکہ دینی ہے اور دینی اغراض کے لئے ہے اس لئے اسکو حج ہی سے مشابہت ہو سکتی ہے جو دینی اغراض کے لئے ہے۔

(۳) حج دین کے لحاظ سے احمدیوں کے لئے مفید ہے مگر بوجہ اس کے کہ مقام حج ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے جو احمدیوں کا قتل بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ اصل غرض یعنی قوم کی ترقی اس سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس ترقی کی غرض کے لئے خدا تعالیٰ نے قادیان کو مقرر کیا ہے۔

اس واضح منشا کو برقی صاحب نے غتر بود کر کے یہ الفاظ اپنی جانب سے بڑھا دئے کہ "اب حج کا مقام قادیان" ہے۔ اس عنوان کو دیکھ کر ہر ایک شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ گویا احمدی اب حج کعبۃ اللہ نہیں کرتے بلکہ قادیان کا حج کر لیتے ہیں۔ یہ ایسا **اتہام و افترا** ہے جس سے بڑھ کر کوئی

بہتان نہیں ہوسکتا ؛

مسیح موعود کا ارشاد برنی صاحب کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ایک ایسے حاکم تھے جو اپنی جماعت کے لئے کوئی فرائض مقرر کر سکتے تھے وہ فرماتے ہیں :۔

"اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے۔ وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمۂ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ان سب پر ایمان لاویں۔ اور صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔

غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان و زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود اپنے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں ؟ اَلَآ اِنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ وَالْمُفْتَرِیْنَ ؛" (ایام الصلح صـ۸۷)

برنی صاحب کو چیلنج ۱۶۹ پس اس کے بعد یہ کہنا کہ احمدی قادیان کا حج کرتے ہیں۔ ایک بڑا بے باکانہ افتراء ہے۔ ہم انکو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ یہ ثابت کردیں کہ احمدی حج کعبۃ اللہ کو چھوڑ کر قادیان کا حج فرض سمجھتے ہیں اور اس پر انکا عمل ہے۔ اور حج سے مراد حضرت مرزا صاحب کی بھی یہی تھی کہ قادیان کا حج کر لیا جائے تو ہم برنی صاحب کو انکی ایک ماہ کی

تنخواہ انعام دیں گے لیکن وہ یہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے ؀

برکات خلافت میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسکا مفاد صرف یہ ہے کہ جو لوگ جلسہ سالانہ پر قادیان آتے ہیں وہ کس طرح ان ایام کو گزاریں۔ اور قادیان کے رہنے والے ان کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ اس سے زیادہ نہ تقریر کا منشا رہی	تعلیم یافتہ پبلک حوالہ طلب کرے

نہ فی الواقعہ اس سے زیادہ کچھ کہا گیا ہے۔ لیکن قلوب میں کجی ہو تو سیدھی بات کو بھی آدمی ٹیڑھا کر لیتا ہے۔ کاش! علیگڈھ کے گریجوایٹ اور ندوہ کے پروفیسر و کا بجیئیٹ برنی صاحب سے کہیں کہ برکات خلافت کے صفحہ ۶۰ پر "اب حج کا مقام قادیان ہے" دکھا دیں۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي الآیۃ واضح ہو کہ اس کتاب کے صرف ۱۲۸ صفحات ہیں اور یہ فقرہ ٹکسالی اور صوفی برنی کا طبعزاد ہے ؀

بقیہ عنوانات اس قابل تو نہیں ہیں کہ ان پر کوئی توجہ کی جائے لیکن اس لئے کہ ان سے ایک تعجب خیز مضحکہ سا پیدا ہوتا ہے۔ اور برنی صاحب کی غرض بھی استہزا ہی کی ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ لوگ استہزا سے بچیں۔ اس	برنی صاحب معاندین اسلام کے نقش قدم پر

لئے ان عنوانات کی صراحت کیجاتی ہے۔ مثلاً ایک عنوان اللہ تعالےٰ کی روشنائی کے دھبے[1] ہے۔ اور دوسرا الہامی حمل[2] ہے

یہ ایسا ہی عنوان ہے جیسا کہ معاندین اسلام قرآن پاک اور اسلام پر اعتراض کرتے وقت قائم کرتے ہیں کہ اللہ کا منہ اور ہاتھ بھی ہیں اور پنڈلی اور ران بھی ہے۔ یہ اسلام کا خدا ہے۔ قرآن میں وَجْهُ اللهِ اور يَدُ اللهِ کا لفظ بھی آتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں اپنا قدم ڈال دے گا تا وہ پوری طرح بھر جائے۔ لیکن کیا اس قسم کے اعتراضات سے مذہب کی صداقت چھپ جاتی ہے؟ یہی حال برنی صاحب کے اس عنوان کا ہے ؀

برنی صاحب کیا شاید کل مسلمانان حیدرآباد جانتے ہوں گے اور کم از کم سنا تو ضرور ہو گا کہ حضرت ابو القاسم بوصیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب قصیدہ بردہ کو رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک "بردیمانی"	خارق عادت امور کی مثالیں

[1] و [2] طبع دوم ۱۵۶/۱۵۷ طبع سوم ۱۶۸/۱۶۹ طبع چہارم ۲۸۸/۲۸۹ طبع پنجم ۳۸۲ و نیز ۲۸۳ ؀

انعام عطا فرمائی تھی جو حالتِ بیداری میں صاحبِ قصیدہ کے جسم پر موجود پائی گئی۔ اور جسکی برکت سے ان کا مرض جذام جاتا رہا ÷

حضرت عبداللہ بن جلار رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے۔ جو ابن سیرین کے عربی رسالہ "منتخب الکلام فی تعبیر الاحلام" اور رسالہ "قشیریہ" میں موجود ہے۔ اور حضرت شیخ فریدالدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں اسکو لکھا ہے جو حسب ذیل ہے :۔

"حضرت عبداللہ بن جلار فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینۃ النبیؐ میں گیا اور مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت مبارک پر میں گیا۔ اور حضورؐ اور حضور کے دونوں ساتھیوں کو السلام علیکم کہا اور عرض کیا کہ حضرت میں سخت بھوکا ہوں اور آپ ہی کا مہمان ہوں یہ کہہ کر میں روضۂ مبارک سے پرے ہٹ کر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف تشریف لائے ہیں۔ میں بغرض تعظیم کھڑا ہو گیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک نان دیا۔ میں نے اسمیں سے آدھا کھا لیا۔ جب بیدار ہوا۔ نان کا باقی حصہ میرے ہاتھ میں تھا۔" (تذکرۃ الاولیاء۔ ذکر عبداللہ بن جلار صہ ۱۹۸)

۱۷۱

پھر دوسرا قصہ اسی کتاب تذکرۃ الاولیاء کے صہ ۳۴ پر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں حسب ذیل ہے کہ :۔

آپ کا ہمسایہ شمعون نامی آتش پرست تھا۔ حسن بصریؒ نے سنا کہ وہ سخت بیمار اور قریب المرگ ہے۔ آپ نے اسے تبلیغ کی اور اس شرط پر مسلمان ہوا کہ حضرت حسنؒ اسے جنت کا پروانہ لکھدیں اس پر اپنے اور بندگانِ بصرہ کے دستخط کر کے شمعون کی قبر میں جب وہ مر جائے تو اس کے ہاتھ میں دیدیں۔ تاکہ اگلے جہان میں گواہ رہے۔ چنانچہ بصریؒ نے ایسا ہی کیا۔ مگر بعد میں خیال آیا کہ میں نے یہ کیا کیا۔ اسکو جنت کا پروانہ کیونکر لکھدیا۔ لکھا ہے :۔

"اسی خیال میں سو گئے۔ شمعون کو دیکھا کہ شمع کی طرح تاج سر پر اور مکلف لباس بدن پر پہنے ہوئے بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے ...... اس نے حسنؒ سے کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اپنے محل میں اتارا ہے۔ اور اپنے کرم سے اپنا دیدار دکھایا ..... اب آپ کے ذمہ کچھ بوجھ نہیں رہا۔ اور آپ سبکدوش ہو گئے۔ لیجئے یہ اپنا اقرار نامہ۔ کیونکہ

اب اس کی ضرورت نہیں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوئے تو اس خط کو اپنے ہاتھ میں دیکھا۔"

کیا برنی صاحب ان حضرات کے واقعات کی نسبت بھی استہزاء و مضحکہ کی ہمت کر سکتے ہیں؟ یا صرف حضرت مرزا صاحب کے خلاف ہی طبع آزمائی کیجاتی ہے۔ اگر متذکرہ بالا واقعات صحیح ہو سکتے ہیں تو پھر روشنائی کے دھبوں کا خارج میں نظر آنا کیوں مستبعد ہے؟

استعارۂ حمل

"الہامی حمل" عنوان میں قاضی یار محمدؒ کے ایک رسالہ "اسلامی قربانی" کا حوالہ ہے جو ہم پر قابل پابندی نہیں۔ وہ ایک مجنون شخص تھا۔ جو چاہے لکھدے۔ اسکی کوئی اصلیت نہیں۔

اسی الہامی حمل کے متعلق جو آخری حوالہ کشتی نوح کا دیا ہے۔ اسمیں یہ الفاظ موجود ہیں۔ کہ "استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھیرایا گیا۔" کیا برنی صاحب استعارات پر کوئی گرفت کرنی چاہیے سکتے ہیں؟ معلوم نہیں کہ آپ کا علم و فضل اور اثر طریقہ قادریہ و چشتیہ کدھر گیا؟ اگر کوئی ذوق تصوف اور مادہ سخن فہمی باقی رہ گیا ہے تو سنیئے اور اپنا سر دھنیئے۔ کہ حضرت مرزا صاحب اس استعارۂ حمل کو کس طرح بیان کرتے ہیں ؎

مدّتے بودم برنگِ مریمی ! | دست ناداده به پیرانِ زمی
ہمچو بکرے یافتم نشو و نما | از رفیقِ زاوِ حق نا آشنا
بعد ازاں آں قادر و ربِ مجید | روحِ عیسیٰ اندراں مریم دمید
پس بہ نفخش رنگ شد دیگر عیاں | زاد آں مریم مسیح ایں زماں
زیں سبب شد ابن مریم نامِ من ! | زانکہ مریم بود اول گامِ من
بعد ازاں از نفخِ حق عیسے شدم | شد ز جائے مریمی برتر قدم

(حقیقۃ الوحی ص۳۴۹)

نیز صوفیائے اسلام نے روحانی و معنوی حمل کی نسبت جو لکھا ہے اس کے لئے دیکھو "شرح التعرف" مدۃ[۱] و "عوارف المعارف" جلد ۱ ص۴۲[۲]۔

---

[۱] خوف مذکر۔ امید مؤنث ہے دونوں کے ملنے سے حقائق ایمان تولد ہوتے ہیں۔

[۲] مرید کو پیر سے معنوی طور پر بیٹے اور باپ کی طبعی ولادت سے مشابہت دی گئی ہے۔ (امام الطائفہ حضرت شیخ سہروردی)

فصل چہارم

اس کے بعد فصل چہارم میں برنی صاحب نے مرزا صاحب کے ارشادات کے اقتباسات دیئے ہیں۔ جن پر ہم کوئی بحث ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ ہم نے کافی طور پر برنی صاحب کی خیانت اور تحریف کو فصل اول تا سوم کی تنقید میں ثابت کر دیا ہے۔ اس فصل کے ذیلی عنوانات کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ اس لئے ان پر تنقید غیر ضروری اور موجب طوالت ہوگی۔ کیونکہ ان تمام حوالجات سے جو اس فصل کے عنوان نمبر ۱ کے تحت حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کے دیئے ہیں کوئی قابل اعتراض بات پیدا نہیں ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ آپ اپنے تئیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ظاہر کرتے ہیں گویا ظہور خود ذات پاک آنحضرت صلعم ہی کا ہے۔ اس کے متعلق ہم فصل اول کے عنوان نمبر ۵ کی تنقید میں تفصیل سے بیان کر آئے ہیں یہاں حضرت معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر درج کر دیتے ہیں شاید برنی صاحب اس سے کچھ ہدایت پا سکیں ؎

اہل تصوف کا خاص رنگ ۱۵۴

دم بدم روح القدس اندر معینے می دمد
من نمی گویم مگر من عیسیٔ ثانی شدم!

ایک عربی قطعہ بھی سن لیجئے ؎

رَقَّ الزُّجَاجُ وَ رَقَّتِ الْخَمْرُ ‏ فَتَشَابَهَا فَتَشَاكَلَ الْاَمْرُ
فَكَاَنَّمَا خَمْرٌ وَ لَا قَدَحٌ ‏ فَكَاَنَّمَا قَدَحٌ وَلَا خَمْرٌ

حاصل مطلب۔ شیشہ اور شراب بوجہ رقیق ہونے کے ایسے متشابہ ہو گئے کہ یہ حکم لگانا مشکل ہو گیا کہ آیا یہ شیشہ ہی ہے یا شراب ہی ہے۔ کبھی یہ خیال ہوتا کہ شاید صرف شراب ہے اور کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید صرف شیشہ ہی ہے اور اس میں شراب نہیں ہے ؎

۱۵۵ اے کاش! کوئی سمجھتا ؎

بیا ور ید گر اینجا بود زباندانے   غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

انبیائے سابقہ کے معجزات پر ہمارا ایمان

اس کے بعد اس فصل چہارم کے عنوان نمبر ۲، ۳، ۴ میں[۱] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نسبت حضرت مرزا صاحب کی بعض کتابوں کے نامکمل اور تشنہ وضاحت فقرات دیدیئے ہیں۔ یہ اسی قسم کی ناجائز کوشش ہے جو برنی صاحب نے اپنے ہر ایک عنوان کو ثابت کرنے میں کی ہے۔ اور جس کو ہم تفصیل کے ساتھ گذشتہ فصول کی تنقید میں ثابت کر چکے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب اور آپکی جماعت کا مذہب انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی نسبت یہ ہے ؎

معجزاتِ انبیائے سابقین !   ❊   آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست   ❊   ہر کہ انکارے کند از اشقیاست

(درثمین ۱۸۹۶ء)

خلقِ طیور کی حقیقت اور برنی صاحب کی بعید از دیانت حرکت !

اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم عنوان نمبر ۴ فصل چہارم کے ہر ایک حوالہ کی تنقید کر کے بتا دیتے کہ برنی صاحب نے کس حد تک دیانتداری سے کام لیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ خلقِ طیور پر جناب برنی صاحب نے بہت زور دیا ہے۔ اس لئے ہم اس مسئلہ کو صاف کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے متعلق پہلے علماء مستند اہل سنت والجماعت کی رائے سن لیجئے ! ص۱۷۶

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :۔

"ان کے لئے چمگادڑ خلق کیا۔ کیونکہ یہ ایک کچی پرندہ ہے جو نظروں کے سامنے اڑتا تھا اور جہاں نظروں سے غائب ہوا گر پڑتا تھا۔" (ترجمہ ملخصاً جلالین ص۴۹)

امام ابن حیّان فرماتے ہیں :۔

"مفسرین سے متواتر نقل ہے کہ جو پرندہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بناتے تھے وہ جبتک نظروں کے

---

[۱] طبع دوم ص۱۶۷،۱۶۶ طبع سوم ص۲۳۵ و ۲۴۰ طبع چہارم ص۲۳۹ و ۲۴۴۔ طبع پنجم ص۲۴۱ و ۲۴۲ ❊
عنوان نمبر ۳ یعنی "ایک قرآنی معجزہ کی تفسیر" اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ خلق طیور کی نسبت حضرت مسیح موعود کی تحریرات اور حوالجات پر اعتراض کا جواب ہم نے یہاں دیا ہے۔ اب اس عنوان کو برنی صاحب نے اپنی کتاب کی طباعتِ مابعد میں سے نکال دیا ہے ❊

سامنے رہتا تھا اڑتا تھا. جہاں نظر سے غائب ہوا مر کر گر پڑتا تھا۔" (البحر المحیط ص۴۶۶)
ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ اکابر مفسرین خلق طیور کی حقیقت صرف اسیقدر بیان کرتے ہیں کہ وہ نظروں کے سامنے پرواز کرتے تھے۔ نظر سے اوجھل ہو کر مر کر گر پڑتے تھے۔ گویا عارضی شکل طیران کی تھی نہ کہ حقیقی حیات تھی +

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

"مخالف لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے خالق طیور اور محی اموات کا منکر ہے اور اسکو نہیں مانتا۔ مگر میرا جواب یہ ہے کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی احیاء اور اعجازی خلق کو مانتا ہوں۔ ہاں اس بات کو نہیں مانتا کہ خدا تعالیٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی پرند کو پیدا کیا ہو یا حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا ہو۔ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مردے زندہ کرنے اور پرندے پیدا کرنے کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے خدا تعالیٰ کی خلق اور اسکا احیاء مشتبہ ہو جائے گا۔ مسیح علیہ السلام کے پرندوں کا حال عصائے موسیٰ کی طرح ہے۔ جیسے وہ سانپ کی طرح دوڑتا تھا۔ مگر ہمیشہ کے لئے اسنے اپنی حالت کو نہ چھوڑا تھا۔ ایسا ہی محققین نے لکھا ہے کہ مسیح کے پرندے لوگوں کے نظر آنے تک اڑتے تھے لیکن جب نظر سے اوجھل ہو جاتے تو زمین پر گر پڑتے اور اپنی پہلی حالت پر آجاتے تھے۔"

بحکا

(حمامۃ البشرٰی ص۹۰)

اب اس معجزہ خلق طیور کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا وہ بیان ملاحظہ فرمائیے۔ جو ان کی کتاب ازالہ اوہام میں تفصیلاً درج ہے جس کے درمیانی فقرات ادھر ادھر سے لیکر جناب برنی صاحب نے ایک اقتباس کی شکل بنا دی ہے درحقیقت یہ اقتباس کتاب مذکور کا کوئی جملہ نہیں ہے۔ بلکہ چند الفاظ ادہر ادہر سے لیکر برنی صاحب نے خود ایک عبارت بنائی ہے۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

"سو واضح ہو کہ انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں :-
(۱) ایک وہ محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اور خدا تعالیٰ کی

غیر محدود قدرت نے ایک استبعاد اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اس کو دکھایا تھا۔

(۲) دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے۔ جیسے حضرت سلیمان کا وہ معجزہ جو صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ہے جسکو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

اب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور درحقیقت بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے۔ اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے انکو زندہ جانور کی طرح چلا دیتے تھے وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے۔ اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے۔ جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے۔

سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو .... اور جیسے انسان میں قویٰ موجود ہوں انہی کے موافق اعجاز کے طور پر مدد ملتی ہے۔ جیسے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی قویٰ جو دقائق اور معارف تک پہنچنے میں نہایت تیز اور قوی تھے۔ سو انہی کے موافق قرآن کریم کا معجزہ دیا گیا جو جامع جمیع دقائق اور معارف الٰہیہ ہے۔

پس اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے دادا سلیمانؑ کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ .... اور چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے اس لئے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنے بھی کر سکتے ہیں۔ کہ مٹی کی چڑیوں سے مراد وہ اُمّی اور نادان لوگ ہیں جنکو حضرت

جنہوں نے اپنا رفیق بنایا۔ گویا اپنی صحبت میں لیکر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا۔ پھر ہدایت کی روح انہیں پھونک دی جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔ . . . .

ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکیں۔ کیونکہ عمل الترب میں جسکو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اسمیں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کران چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔

انسان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی ایک جماد پر جو بالکل بیجان ہے ڈال سکتی ہے۔ تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوتی ہیں جو زندوں سے صادر ہوا کرتی ہیں۔ . . . . . . مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جاوے اور عمل الترب سے اپنی روح کی گرمی اسکو پہنچا دیجائے وہ درحقیقت زندہ نہیں بلکہ بدستور بیجان اور جماد ہوتا ہے۔ صرف عامل کی روح کی گرمی بارود کی طرح اسکو جنبش میں لاتی ہے۔ . . . . اسجگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ سلب امراض کرنا یا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈالدینا درحقیقت یہ سب عمل الترب کی شاخیں ہیں۔ ہر ایک زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس روحانی عمل کے ذریعہ سے سلب امراض کرتے رہے ہیں اور مفلوج اور مبروص مدقوق وغیرہ انکی توجہ سے اچھے ہوتے رہے ہیں۔

جن لوگوں کی معلومات وسیع ہیں وہ میرے اس بیان پر شہادت دے سکتے ہیں کہ بعض فقرا نقشبندی و سہروردی وغیرہ نے بھی ان مشقوں کی طرف بہت توجہ کی تھی۔ اور بعض انمیں سے یہانتک مشاق گزرے ہیں کہ صدہا بیماروں کو اپنے یمین و یسار میں بٹھا کر صرف نظر سے اچھا کر دیتے تھے۔ اور محی الدین ابن عربی صاحب کو بھی اسمیں خاص درجہ کی مشق تھی۔ اولیاء اور اہل سلوک کی تواریخ اور سوانح پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں۔ . . . .

اور اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن

وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے........ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ امر ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اسکو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مارا ہے۔ حضرت مسیحؑ نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کیوجہ سے جو انکی فطرت میں مرکوز تھے باذن وحکم الٰہی اختیار کیا تھا ورنہ دراصل مسیحؑ کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا.....

اور یہ جو میں نے مسمریزمی طریق کا عمل الترب نام رکھا جس میں حضرت مسیحؑ بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے یہ الہامی نام ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ عمل الترب ہے اور اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا ھٰذَا ھُوَالتَّرْبُ الَّذِیْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں"۔

معجزات کی دو قسمیں

ان اقتباسات سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب خلق طیور کے معجزہ کو مانتے ہیں. لیکن وہ معجزوں کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔ ایک وہ جو علوی اور سماوی طور پر ہوتے ہیں اور انمیں انسانی تدبیر کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شق القمر تھا۔ اور دوسری قسم معجزہ کی معجزہ عقلی ہے جو خارق عادت عقل کے ذریعہ جو الہام الٰہی سے ملتی ہے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ خلق طیور اسی قسم کا تھا۔ پھر اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ:۔ ۱۵۲

"چونکہ قرآن استعارات سے بھرا ہوا ہے ان آیات سے روحانی طور پر یہ معنے کر سکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے مراد وہ امی اور نادان لوگ ہیں جنکو حضرت مسیح علیہ السلام نے ہدایت فرمائی۔"

گویا آپ اس معجزہ کو نہ صرف ظاہری معنوں پر حمل کرتے بلکہ اس سے باطنی اصلاح بھی مراد لیتے ہیں۔ اسمیں کیا بات قابل اعتراض ہے؟

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ" ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے اعجاز طریق

عمل الترب یعنی مسمریزم کے ذریعہ ظہور میں آسکیں۔ لیکن اس عمل الترب کی نسبت فرماتے ہیں کہ "اسکو بہ اذن وحکم الٰہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اختیار کیا تھا۔ اور مجھے الہامی طور پر اس سے اطلاع دی گئی۔"

بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو حضرت مرزا صاحب نے معجزہ ہی تسلیم کیا ہے۔

یہ امر کہ وہ معجزہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر نظر کرکے کس قسم کا تھا دوسری بات ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کی اس رائے پر کوئی علمی یا عقلی اعتراض نہیں پیدا ہو سکتا چونکہ نفس معجزہ بطور معجزہ تسلیم ہے تو یہ ادعا کہ "اگر میں چاہتا تو میں بھی بفضل و توفیق الٰہی ایسا کر سکتا تھا" ایک ایسے شخص کے لئے جو مدعی ماموریت ہے قابل اعتراض نہیں ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ جب تم مسیح موعود ہونے کے دعویدار ہو تو جو معجزات حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے ظہور میں آئے وہی کرکے دکھا دو۔ اس لئے اس کے جواب میں ضرورت پڑی کہ ان معجزات کی حقیقت کو واضح کیا جائے۔

معجزات حالات زمانہ کے مطابق ہوتے ہیں

علماء اہل سنت والجماعت نے اس امر کی توضیح کی ہے کہ انبیاء کے معجزات اپنے زمانہ کے حالات اور ضروریات کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ تفتازانی اپنی کتاب تلویح میں لکھتے ہیں:۔

"علم کلام کی کتابوں میں بالتفصیل بتایا گیا ہے کہ ہر نبی کو اسی رنگ کا معجزہ دیا گیا جس پر اسکی قوم کو فخر تھا۔ اور اسی کیفیت اور کمیت کی صورت میں دیا گیا جس پر زیادتی ناممکن تھی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر اور جادو تھا اور حضرت مسیح کے وقت میں طب تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر بلاغت تھی۔"

(تلویح شرح توضیح مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۵۲)

اور مولوی محمد حسین بٹالوی (حضرت مرزا صاحب و سلسلہ احمدیہ کے قدیمی معاند) لکھتے ہیں کہ:۔

"خدا تعالےٰ کی قدیم سے عادت ہے کہ ہر زمانہ میں اسی قسم کے معجزات و خوارق منکرین کو دکھاتا ہے جو اس زمانہ کیلئے موزوں ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں سحر کا بڑا زور تھا۔ اس لئے انکو ایسا معجزہ دیا جو سحر کا ہم جنس یا ہم صورت تھا۔ اور وہ سحر پر غالب آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا بڑا چرچا تھا۔ اس لئے انکو

ایسا معجزہ دیا گیا جس نے طبیبوں کو مغلوب کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین وقت ۱۸۴ کو فصاحت کا ایسا دعویٰ تھا کہ وہ اپنے سوا کسی کو اہل سخن نہ جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بلاد غیر کے لوگوں کا عجم (گونگے) نام رکھتے تھے۔"

(رسالہ اشاعت السنت جلد ۷ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۹)

حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تو خاصکر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزات کی نسبت یہی صراحت کی ہے۔ جیساکہ آپ فرماتے ہیں:۔

"لازم نیست کہ ہر خارق عادت خارج از مطلق طاقت بشری باشد بلکہ ہمیں قدر لازم است کہ بہ نسبت صاحب خارقہ صدور آں خلاف عادت باشد بجہت فقدان ادوات و آلات پس بسیار چیزہا است کہ ظہور آں از مقبولین حق از قبیل خرق شمردہ می شود۔ حالانکہ امثال ہمہ افعال بلکہ اقویٰ و اکمل از آں از ارباب سحر و اصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد۔

پس وقتیکہ بر حاضران واقعہ ایں قدر ثابت باشد کہ صاحب خارق مہارت در فن سحر و طلسم نمی دارد۔ پس لابد صدور خارق مذکور علامت صدق او تواند بود۔ لہذا نزول مائدہ از معجزات حضرت مسیح شمردہ می شود۔ بخلاف آنچہ اہل سحر بسیارے لذات ہائے نفیسہ از جنس میوہ یا شیرینی باستعانت شیاطین حاضر می آرند۔" (رسالہ منصب امامت صفحہ ۱۷ و ۱۸۔ بحوالہ تفہیمات ربانیہ صفحہ ۲۵۴)

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزات پر علماء کی تنقید

مولانا سید آل حسن صاحب مشہور مناظر اسلام اپنی لاجواب کتاب استفسار میں فرماتے ہیں:۔

۱۸۵ "اور سب عقل دار جانتے ہیں کہ بہت اقسام سحر کے مشابہ ہیں معجزات سے خصوصاً معجزات موسویہ اور عیسویہ سے۔" صفحہ ۳۳۶

"حضرت عیسٰی علیہ السلام کا معجزہ احیاء میت کا بعضے بھان متی کرتے پھرتے ہیں۔ کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا۔ بعد اس کے سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا۔ اٹھ کھڑا ہو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔" صفحہ ۳۳۵

"معجزات موسویہ عیسویہ کہ بجہت مشاہدہ کارخانہ سحر اور نجوم وغیرہ کے کسی کی نظر میں ان کا

اعجاز ثابت نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ معجزات موسویہ اور عیسویہ کی سی حرکات بہتوں نے
کر دکھائیں۔ ہ ص۱۴۲[۱] ؛

اب جناب برنی صاحب ان سب علماء کی نسبت کیا فتویٰ دیتے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی ایسی عجیب حقیقت بیان کرتے ہیں جو شاید برنی صاحب کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ ہوگی اس سلسلہ میں برنی صاحب نے کمال عیاری سے کام لیکر ایک حوالہ ضمیمہ انجام آتھم کے حاشیہ ص۶ کا دیدیا ہے۔ وہ اقتباس یہ ہے :۔

"عیسائیوں نے بہت سے آپکے معجزات لکھے مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔"

حضرت مرزا صاحب کے اس چھوٹے سے فقرے کے مقابلہ میں جو برنی صاحب نے اس کے محل وقوع سے علیحدہ کر کے درج کیا ہے اور جس سے ان کا پورا منشا بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی کی کتاب ازالہ اوہام کے ص۳۹۱ کا یہ فقرہ بھی ملاحظہ فرمائیے :۔

"ازیں صاف ظاہر شود کہ مسیح را قدرت اظہار معجزہ نہ بود۔"

اور مولانا سید آل حسن صاحب اپنی کتاب "الاستفسار" ص۳۶۹ میں فرماتے ہیں :۔

"پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا سب بیان معاذ اللہ جھوٹ ہے۔ اور کرامتیں اگر بالفرض ہوئی بھی ہوں تو وہ ویسی ہونگی جیسی مسیح الدجال سے ہونے والی ہیں۔"

حضرت مرزا صاحب پر تو یہ الزام تھا کہ آپ نے لکھا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔ اور مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ انمیں اظہار معجزہ کی قدرت ہی نہ تھی۔ مولوی سید آل حسن صاحب اسکو بھان متی اور مسیح الدجال کے کرشمے فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ! اب فرمائیے جناب برنی صاحب کیا فتویٰ ہے؟ ؎

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

مناظرین اسلام کا خاص انداز	اللہ اللہ! بغض وعناد اور حق کی مخالفت کس طرح عقل وعلم کو برباد کر دیتی ہے۔ کیا عجیب نظارہ ہے کہ برنی صاحب جو کچھ کہتے ہیں وہ

[۱] اب اس عنوان نمبر ۳ سے جناب برنی صاحب دستبردار ہوگئے جسکی صراحت ص۱۳۳ کے ذیلی نوٹ میں کر چکے ہیں۔

سراسر انہی کے مسلمہ علماء کی رائے کے خلاف ہوتا ہے کیا مدنی صاحب باوجود ادعائے علم اتنی ذراسی بات سے واقف نہیں ہیں کہ بعض اوقات مناظرین اسلام کو مخالفین کے مسلمات کی بناء پر انکو ملزم کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے خصم کے مسلمات کی بناء پر اس کے معتقد علیہ کا جو ہیولیٰ بنتا ہے وہ فی نفسہ مناظر کے معتقدات کے مطابق نہیں ہوتا۔

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں کہ "اگر قدر شناسوں سے حد سے گزرنے والے پڑھ جایا کریں اور قدر شناس دشمن سمجھے جایا کریں تو نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے محب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت حضرت کے دشمن ہونے چاہئیں"۔ غور کرکے ۱۸۷ اگر دیکھیں مفرط فی المحبت اس کا محب نہیں ہوتا۔ نصاریٰ جو دعویٰ محبت عیسیٰ علیہ السلام کرتے ہیں تو حقیقت میں ان سے محبت نہیں کرتے۔ کیونکہ دارومدار انکی محبت کا خدا کا بیٹا ہونے پر ہے۔ سو یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو معلوم۔ البتہ ان کے خیال میں تھی سو اپنی خیالی تصویر کو پوجتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کو خداوند کریم نے انکی واسطہ داری سے برطرف رکھتا ہے۔"

قرآن کے عیسیٰؑ اور انجیل کے یسوع

اب اس حوالہ کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے جو برنی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم کے حاشیہ ص۶ سے دیا ہے۔ یہ حاشیہ صفحہ ۳ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۰ پر ختم ہوتا ہے۔ اور اسی حاشیہ سے جناب برنی صاحب نے ایک فقرہ عنوان نمبر ۲ کے تحت دیدیا ہے۔ اور دو حوالے عنوان نمبر ۶ عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کے تحت ص۱۸۷ کے اور ایک حوالہ تتمہ فصل چہارم کے عنوان نمبر ۶ کے تحت دیا ہے۔ اسی طرح پر اس عبارت کو چار مرتبہ استعمال کیا ہے۔ لیکن کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ یہ عبارت کس مضمون کی ہے اور مضمون کا مقصد و منشار کیا ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ ایک پادری فتح مسیح نامی نے ایک نہایت سخت اور دشنام آمیز تحریر حضرت مرزا صاحب کے پاس بھیجی تھی جس میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی زبان درازی کی تھی یہانتک کہ اس کم بخت نے (نعوذ باللہ من ذالک نقل کفر کفر نباشد) آپکو زانی بھی لکھدیا تھا یہ چیز حضرت مرزا صاحب کے واسطے ناقابل برداشت تھی۔ آپ نے اس تحریر کا جواب انجیلی موجب

سنہ۱۸۸۰ اور عیسائیوں کے مسلمات کے مطابق بطور الزام دیا ہے۔ اور جو کچھ لکھا ہے اس یسوع کی نسبت لکھا ہے جسکو عیسائی خدا مانتے ہیں۔ چنانچہ اس حاشیہ کے ابتدا میں فتح مسیح کی تمہید کا ذکر موجود ہے اور آخر جواب میں آپ مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ:۔

"اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا؟ اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا۔ اور آنے والے مقدس نبی (مراد آنحضرت صلعم) کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔
پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اسکو نبی قرار دیں۔ نادان پادریوں کو چاہیئے کہ بدزبانی اور گالیوں کا طریق چھوڑ دیں۔"

اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جسکو ہم مسلمان خدا کا برگزیدہ نبی تسلیم کرتے ہیں متعلق نہیں ہے بلکہ اس فرضی شخص کے متعلق ہے۔ جسکو پادری یسوع کہتے ہیں۔ اور اس کے ایسے صفات اور حالات بیان کرتے ہیں جو واقعی قابل اعتراض ہیں:

اس عبارت کو سامنے رکھ کر سوال غور طلب یہ ہو جاتا ہے کہ

(۱) کیا برنی صاحب نے اس عبارتِ حاشیہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا؟

(۲) اگر ملاحظہ فرمایا تو کیا انکی غیرت نے یہ برداشت کر لیا کہ ایک ظالم ترین شخص کے دل آزار کلمات کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ کے لئے استعمال کئے تھے کوئی الزامی جواب نہ دیا جاتا۔ یہ عجیب غیرت ہوگی اور شاید جناب برنی صاحب کے لئے ہی خاص ہو۔ العجب:

حضرت مولانا رحمت اللہ کا کلام

مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی کی غیرت ملاحظہ فرمایئے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"جناب مسیح اقرار می فرمایند کہ یحیٰی نہ نان می خورند نہ شراب آشامیدند۔ آنجناب (حضرت مسیح) شراب می نوشیدند و یحیٰی در بیابان می ماندند و ہمراہ جناب مسیح بسیا ملذان گمراہ

می گشتند و مال خود می خورانیدند و زنانِ فاحشه پلئے ہا آنجناب می بوسیدند و آنجناب مرتا و مریم را دوست می داشتند و خود شراب برائے نوشیدن دیگر کساں عطا فرمودند۔" (ازالۃ الاوہام مصنفہ حضرت مولانا رحمت اللہ مہاجر ص۳۰)

صرف اس لئے کہ یہ شبہ باقی نہ رہے کہ حضرت مرزا صاحب کا فی الواقعہ اس قسم کی تحریرات سے کیا منشا ہے اب مزید دو حوالے حضرت مرزا صاحب کی دیگر تحریرات کے دیدیتے ہیں جن سے یہ واضح ہو جائیگا کہ حضرت مرزا صاحب کی مراد یسوع سے کیا ہے۔

آپ اپنے ایک اشتہار مورخہ ۲۸ فروری ۱۸۹۷ء میں جو تبلیغ رسالت جلد ششم ص۴۲ پر شائع ہوا ہے فرماتے ہیں :۔

"ہمارا جھگڑا اس یسوع کے ساتھ ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا نہ اس برگزیدہ نبی کے ساتھ جس کا ذکر قرآن کی وحی نے مع تمام لوازم کے کیا ہے۔"

البلاغ کے حاشیہ ص۹ میں فرماتے ہیں :۔

"ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ اناجیل سے بطور الزامی جواب کے لکھا ہے ورنہ ہم خود حضرت مسیح کی عزت کرتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ آپ متقی اور معزز انبیاء میں سے تھے۔" ۱۹۱

پس جہاں تک ممکن تھا ہم نے اس امر کو واضح کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات مبارک یا آپ کے معجزات کی نسبت حضرت مرزا صاحب کا وہی عقیدہ ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور یہ حیثیت مناظر اسلام ہونے کے جو آپ نے "یسوع" نامی شخص کے متعلق لکھا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق نہیں ہے اور اسمیں بھی آپ منفرد نہیں ہیں ۔

اب فصل چہارم کا عنوان نمبر ۱۔ حلول و اتحاد کی حقیقت[۵] فی نفسہ بروز کا بیان ہے جسکو ہم فصل دوم کے عنوان نمبر ۵[۱] میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں[۲] اس لئے اس عنوان پر کچھ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اس کے بعد فصل چہارم کے عنوان نمبر ۵ پر توجہ کیجاتی ہے۔ اور افسوس ہے کہ یہ عنوان محض شرارت آمیز اور اشتعال انگیز ہے اور اسکے لئے ایک ناقص حوالہ

سیدہ مریم بتول

۵[۱] طبع دوم ص۱۷۱ طبع سوم ص۲۴۰ طبع چہارم ص۲۴۲۔

۵[۲] دیکھئے ص۱۹۸ تا ۲۰۱ و نیز ص۲۵ تا ۲۶ کتاب ہذا۔

دینا کافی سمجھا گیا۔ اور پھر اسی حوالہ کا دوسرا جزو تتمہ فصل چہارم کے عنوان نمبر ۶ میں دیدیا ہے۔ یہ دونوں ایک ہی کتاب کے حوالے ہیں لیکن اس مقام پر کتاب کا نام کشتی نوح لکھا ہے اور صلا کا حوالہ دیا ہے اور تتمہ میں کتاب کا نام تقویۃ الایمان اور ص۱۶ کا حوالہ دیا ہے۔ تقویۃ الایمان اور کشتی نوح ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں۔ اور دونوں جگہ کے اقتباسات ایک ہی عبارت سے لئے گئے ہیں جو ص۱۶ مذکور پر حسب ذیل ہے :-

"اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں۔ گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں۔ سو میں اسکی عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں اور مفتری اور مفسد ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں۔ نہ صرف اسقدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں۔ ۱۹۱

اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیوں کر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا۔ اور باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے؟ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے۔ نہ قابل اعتراض۔"

اس عبارت میں بزرگ مریم بتول کے الفاظ ہی اس عصمت وعظمت کا اظہار کرتے ہیں جو حضرت صدیقہ کے شایان شان ہے صرف اسمیں تاریخی واقعہ کا اظہار ہے۔ اسمیں کسی کو بھی انکار نہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا نکاح یوسف نجار سے ہوا۔ لیکن یہ نکاح بعد القاء روح الٰہی یعنی حمل مقدس کے بعد ہوا اگرچہ منگنی پہلے ہو چکی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب امروہی اپنے مقدمہ تفسیر غایۃ البرہان کے ۱۹۲

صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں کہ :-

"مطابق انجیل کے کنواری مریم پارسا بذریعہ روح قدس حاملہ ہوئیں اور بعد کو مریم پارسا کا نکاح یوسف نسل یہود سے ہوا۔"

اور اس نکاح سے اولاد ہونے کا واقعہ تاریخی اور عیسائیوں کا بھی مسلمہ ہے، دیکھئے کتاب پاسٹورلک ریکارڈس مصنفہ پادری جان ایلن گائیلز مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۶ء ص ۱۵۹ و ص ۱۶۶۔ اور اسمیں حضرت مریم علیہا السلام کی عظمت اور مسلمہ عصمت کے خلاف کوئی ذرا سا بھی خیال پیدا نہیں ہوتا ہے حضرت مرزا صاحب اور انکی جماعت کا عقیدہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا ہونیکی نسبت یہ ہے :-

"اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ یہود کی جڑ کاٹ دے اور انکی ذلت اور رسوائی کو پختہ کرے سو اسنے اس کے لئے پہلی بات یہ کی کہ حضرت عیسٰی کو بغیر باپ محض قدرت سے پیدا کیا پس حضرت عیسٰی علیہ السلام ہمارے نبی صلعم کے لئے ارہاص تھے۔" (مواہب الرحمٰن ص ۷۲)

آگے آپ فرماتے ہیں :-

"وَكَذٰلِكَ تُوُلِّدَ عِيْسٰى مِنْ دُوْنِ الْاَبِ۔[۱]" (مواہب الرحمٰن ص ۷۰)

ان عقاید کی موجودگی میں محض اسوجہ سے کہ ایک تاریخی واقعہ کو پیش نظر رکھ کر حضرت مرزا صاحب نے حضرت مریم صدیقہ کے نکاح اور اولاد کا ذکر کر کے اپنی جانب سے انکی نسبت عزت و عظمت کا اظہار کیا ہے۔ برنی صاحب کی یہ کوشش کہ جماعت احمدیہ حضرت صدیقہ کی عصمت کے خلاف کوئی خیال دل میں رکھتی ہے سوائے وسوسۂ شیطانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ ص ۱۹۳

پاکوں کی زبان

اس فصل کا ساتواں عنوان مرزا صاحب کی زبان[۲] ہے۔ اس کے تحت اور تتمہ میں بھی جسقدر حوالجات ہیں توڑ مروڑ کے پیش کرتے ہیں جن کا محل و موقعہ استعمال ظاہر نہیں ہوتا ہے لیکن ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ عیسائیوں اور دیگر مخالفین کے مقابلہ میں استعمال ہوئے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم حوالجات کی تنقید میں وقت صرف کریں دوسری پاک بانوں کو برنی صاحب کے سامنے پیش کر کے عرض کر دیں کہ ؎

---

[۱] اس طرح عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی۔
[۲] طبع ثانی میں یہ عنوان حذف کر کے برنی صاحب نے زبان بند کر لی ہے

تو چہ دانی زبانِ مرغاں را ٭ چوں ندیدی گہے سلیماں را

اے جناب برنی صاحب! یہ طائرانِ قدس کی زبان ہے دنیا کے کیڑے اس زبان کو کیا جانیں

کارِ پاکاں برقیاس خود مگیر ٭ گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر ٥

حق کی مرارت آپ یا آپ جیسے ظاہرداروں کو ضرور ناگوار ہوگی لیکن کیا کیجئے کہ حق سے مرارت کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ خوب یاد رکھئے منافقت کی موم اور ایمان کی حرارت ایک جا جمع نہیں ہو سکتے۔ واقعہ کا اظہار خبث باطنی کے لئے سازگار نہیں ہو سکتا۔ مداہنت کا شیشہ سندانِ صداقت کے قریب نہیں لایا جا سکتا۔ کلوخ اندازی کی پاداش سوائے رنگ کے اور کچھ نہیں ہے نسوانی بے معنی طراری کا کوئی عمدہ جواب سوائے مردانہ چشم نمائی کے نہیں ہو سکتا۔ ان نکتوں کو ذہن شریف میں رکھئے اور منافقت کو صداقت سے جرأتِ ایمان کو۔ خباثت نفس سے۔ صبر و اخلاق کو بےعزتی اور مداہنت سے الگ کر کے اپنے اپنے مقام پر رکھئے تب آپ مردانِ خدا کے کلام کو سمجھ سکیں گے ٥

چو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست ٭ سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

اب پاک زبان۔ پاکوں کی زبان۔ پاکوں کے پاک کرنیوالے کی زبان سنئے۔ اور یاد رکھیے۔ کہ "یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَہُمْ" کا مصداق بننے کی کوشش نہ کیجیے۔ بلکہ "بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ" کے منتظر رہئیے!

قرآن مجید کی زبان سنئے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قَاتَلَہُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ (منافقون)، قُلْ ہَلْ اُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکَ مَثُوْبَۃً عِنْدَ اللّٰہِ۔ مَنْ لَّعَنَہُ اللّٰہُ وَ غَضِبَ عَلَیْہِ وَجَعَلَ مِنْہُمُ الْقِرَدَۃَ وَالْخَنَازِیْرَ

ل یہ اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَہُمْ۔ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ (ترجمہ) کیا تو نے انکی طرف نظر نہیں کی جو اپنے آپکو پاک ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے ٭

ک اللہ انہیں قتل کرے کہاں پھرے ہیں کہدے (اے پیغمبر) کیا خبر دوں میں اس سے بُرے بدلہ کی اللہ کے ہاں اسکے لئے جس پر اللہ نے لعنت کی اور غصہ ہوا

وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝

غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا [۵۱]

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝ [۵۲]

۱۹۵

وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۝ [۵۳]

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ [۵۴]

سُنا جناب برقی صاحب! یہ اللہ میاں کی زبان ہے۔ کیا آپ اس سے زیادہ یا اس کے برابر ہی کسی دوسری زبان کو شیریں اور نفیس و مطابق واقعہ بنا سکیں گے؟

اب آور سنئے پاکوں کی زبان سناتا ہوں :۔

حضرت نوح علیہ السلام کی زبان | وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ [۵۵]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان | رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ [۵۶]

(بقیہ ترجمہ) اور بندگی کی شیطان کی۔ یہ بدتر درجے کے ہیں اور بہت بھٹکے ہوئے سیدھی راہ سے۔ (المائدہ ع ۹)

[۵۱] انکے ہاتھ باندھے گئے اور لعنت پڑی ان پر بسبب انکے قول کے۔ (المائدہ ع ۹)

[۵۲] کہہ کیا اللہ کے غیر کو عبادت کرنے کا مجھے حکم دیتے ہو اے جاہلو! (الزمر ع ۷)

[۵۳] اگر وہ کہیں تو تو انکی سنتا ہے گویا کہ وہ ستون ہیں سہارے کے۔ (المنافقون ع ۱)

[۵۴] اور نہ پیروی کر ہر ایک سنگدل قسم کھانے والے ذلیل کی۔ جو عیب جُو اور چغل خور نیکی سے روکنے والا سرکش گنہگار سنگدل اور ساتھ اس کے حرامی بھی ہے۔ (القلم ع ۱)

[۵۵] نوح نے کہا اے میرے رب! کفار میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر نہ چھوڑ اگر تو انکو باقی رکھے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔ اور نہیں جنیں گے مگر فاجر و کافر ہی۔ (نوح ع ۲)

[۵۶] اے ہمارے رب! تباہ کر دے انکے مالوں کو اور سخت کر دے انکے دلوں کو۔ (یونس ع ۹)

۱۹۶ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان

اے سانپو اور سانپ کے بچو! اے بدکارو!! میرے پاس سے دور ہو۔ اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو باہر سے بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں پر بھیتر مُردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی ناپاکی سے بھری ہیں۔" (متی کی انجیل)

خطبات جمعہ کی زبان :-

اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ۔ اَللّٰهُمَّ دَمِّرْ دِيَارَهُمْ [۱]

سُنّی علماء کی شیعوں کے مقابلہ میں :- علماء کی زبان

" تف ہے شیعوں کی عقل پر کہ انکو خوبیاں بھی برائیاں نظر آتی ہیں۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ بیدین دینداروں پر بیدینی کی تہمت لگائیں اور مخلصان خداشناس کو معتقدانِ عبداللہ بن سبا یہودی دشمن اہل بیت بنائیں۔" (ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۲۲۲ مصنفہ مولوی محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند)

علماء شیعہ کی زبان :-

" طاغوت سے مراد ابوبکر و عمر ہیں۔" (مولوی مقبول احمد شیعی کا ترجمہ قرآن کا حاشیہ صفحہ ۳۶)

" آیۃ الکرسی یُخْرِجُونَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ سے مراد ابوبکر و عمر ہیں۔" (ایضاً صفحہ ۶۶ حاشیہ نمبر ۶)

" قوم فاسقین سے مراد عام اصحاب رسول ہیں۔" (ترجمہ مذکور حاشیہ صفحہ ۱۷۰)

" حدیث میں آیا ہے کہ ہم انسان ہیں اور شیعہ ہمارے صورت انسان۔ باقی سب خناس ہیں۔" (ترجمہ مذکور حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۱۳۲)

یہ تو مقابلہ کی باتیں ہیں۔ اس کے بعد اور سنئے :-

۱۹۷ (۱) " اگر نمونہ یہود خواہی کہ بینی۔ ببیں علماء سُو کہ طالب دنیا باشند۔" (الفوز الکبیر شاہ ولی اللہ صاحب صفحہ ۱۰)

(۲) " افسوس ہے ان مولویوں پر جنکو ہم ہادی۔ رہبر۔ ورثۃ الانبیاء سمجھتے ہیں اور ان

---

[۱] اے اللہ پراگندہ کر ان کے اجتماع کو۔ اے اللہ تباہ کر انکی بستیوں کو۔

یہ نفسانیت شیطنت بھری ہوئی ہے تو پھر شیطان کو کس لئے برا بھلا کہنا چاہیئے۔"
(مولوی ثناء اللہ اہلحدیث ۱۷ر نومبر ۱۹۱۱ء)

(۳) "آجکل کے تھرڈ کلاس کے مولوی جو فدہ ذرۂ عدم جواز اقتدار کا فتویٰ دیدیا کرتے ہیں سو انکی بابت بہت عرصہ ہوا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ھَلْ اَفْسَدَ النَّاسَ اِلَّا الْمُلُوْکُ وَعُلَمَاءُ سُوْءٍ وَّ رُھْبَانُھُمْ۔" (مولوی ثناء اللہ اہلحدیث ۷ر جون ۱۹۱۲ء)

(۴) "علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلے ہیں اور انہی کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔" (اقتراب الساعۃ۔ یہ ترجمہ حدیث شریف کا ہے۔)

اب آپ اپنی منقولہ زبان ہی سن لیجئے جو آپ نے بڑے مزے لے لیکر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰ میں درج فرمائی ہے اور جو حضرت مرزا صاحب کے حق میں ہے۔ وھو ہذا:۔

مرزا جی کا کچا چٹھا یہ ہے ۔۔۔۔۔۔ کہ مرزا غلام احمدؐ دین و دنیا میں جھوٹا مکار ساحر افترا کار۔ خائن۔ ملحد۔ مشرک۔ کافر۔ زندیق ہے ۔۔۔۔۔۔ دجال۔"

مولوی ثناء اللہ صاحب کا منہ مانگا فیصلہ

اسکے بعد اس فصل کا دسواں اور آخری عنوان **مرزا جی کا آخری فیصلہ**[۱] ہے۔ اور اس پر برقی صاحب کی دیانت و صداقت کا فیصلہ ہے۔ اس کے تحت آپ نے حضرت مرزا صاحب کے ایک اعلان کو کچھ ابتدائی اور آخری سطور چھوڑ کر درج کر دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اپنا ایک نوٹ بھی بطور شرح کے بڑھا دیا ہے۔ یہ اعلان تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۰ پر طبع ہو چکا ہے۔ یہ اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کا ہے۔ یہ اشتہار جن حالات میں شائع ہوا ہے اور جو اس اشتہار کے محرکات ہیں انکو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اواخر اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور احمدیوں کے درمیان ضلع مُد ضلع امرتسر میں ایک مباحثہ ہوا۔ ختم مباحثہ کے فوراً بعد ہی اوائل نومبر میں حضرت مرزا صاحب نے ایک اعجازیہ قصیدہ عربی لکھ کر شائع کیا۔ جو اعجاز احمدی صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۸۵ تک شائع ہوا۔ اس

---

[۱] طبع دوم صفحہ ۳۱ طبع سوم صفحہ ۴۷ طبع چہارم صفحہ ۸۲ طبع پنجم صفحہ ۱۰۲

۱۹۵

قصیدہ کے شائع کرتے وقت آپ نے اعجاز احمدی کے ص۱۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ :۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ ثناء اللہ امرتسری یہ چاہتے ہیں کہ میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔"

اس لئے آپ نے اسی کتاب کے ص۲۳ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ :۔

"واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان ظاہر ہوں گے۔

(۱) وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے۔ اور سچی پیشگوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

(۲) اگر اس چیلنج پر وہ (ثناء اللہ) رضامند ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے تو وہ ضرور پہلے مریں گے۔

(۳) اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر انکی روسیاہی ثابت ہو جائے گی۔" (اعجاز احمدی ص۳۷)

ناظرین اس حصہ عبارت کے زیر خط حصہ عبارت کو جو حضرت مرزا صاحب نے اپنا نشان دوم بتایا ہے خاص نشین رکھیں۔ یہ کتاب نومبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی ایک اعلان کیا جو انکی کتاب الہامات مرزا طبع سوم میں ص۱۱۶ پر اس طرح ہے :۔

"چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں اور نہ آپکی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا الہامی ہے۔ اس لئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے ایسی باتوں پر جرأت نہیں۔"

لیکن پھر لوگوں کے اکسانے پر اخبار اہلحدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء ص۱۰ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ شائع کیا :۔

"مرزائیو! سچے ہو تو آؤ اور اپنے گورو کو ساتھ لاؤ وہی میدان عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم پہلے صوفی عبدالحق سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہے کیونکہ جبتک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو سب امت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔"

اس مباہلہ طلبی کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے وہ اشتہار شائع کیا جس کی آخری سطور صفحہ ۲۰۱ چھوڑ کر برنی صاحب نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ جن ضروری سطور کو برنی صاحب نے ترک کر دیا ہے وہ یہ ہیں :۔

"بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اسکے نیچے لکھدیں۔"

اسکے جواب میں انہوں نے اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء میں یہ شائع کیا کہ :۔

(۱) "اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اسکو شائع کر دیا۔

(۲) اس مضمون کو بطور الہام شائع نہیں کیا۔

(۳) میرا مقابلہ تو آپ سے ہے۔ اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے ؟

(۴) ان دنوں طاعون کی شدت ہے۔ مُردوں کا اٹھانا مشکل ہو رہا ہے۔ ہر ایک شخص طاعون سے خائف ہے۔ ایسے وقت میں طاعون۔ ہیضہ وغیرہ کی موت کی دعا محض حسن بن صباح کی دعا کی طرح ہے۔

(۵) تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مسلمان تو طاعونی موت کو بموجب حدیث شریف ایک قسم کی شہادت جانتے ہیں پھر کیوں تمہاری دعا پر بھروسہ کر کے طاعون زدہ کو کاذب جانیں گے ؟

(۶) خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور انکی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے مگر اب کیوں آپ میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں ؟

(۷) آپ اس دعویٰ میں (کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی) قرآن شریف کے صریح خلاف کر رہے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ خدا تعالیٰ جھوٹے۔ دغا باز۔ مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔

(۸) آپکو معلوم نہیں کہ مسیلمہ کذاب کی زندگی میں آنحضرت فداہ روحی کا انتقال ہوا اور وہ زندہ رہا۔ آنحضرت باوجود سچے نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال ہوئے۔ اور مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔

(۹) کوئی ایسی نشانی دکھاؤ جو ہم بھی دیکھ کر عبرت حاصل کریں مر گئے تو کیا دیکھیں گے؟

(۱۰) مختصر یہ کہ یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔" ؎۱

(اہلحدیث و مرقع قادیانی وغیرہ)

ان تحریرات کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی وفات اپنے ادعا کے مطابق فریق ثانی کی تائید میں ہوئی۔ جس کے مقابلہ اور تصفیہ کے لئے دعا کی گئی تھی وہ اسکو قبول نہیں کرتا بلکہ بذریعہ اخبار اعلان کرتا ہے کہ

"خدا جھوٹے اور دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔"

اس اعلان کے بعد اگر مولوی ثناء اللہ صاحب مر جاتے اور حضرت مسیح موعود زندہ رہتے تو یہ شور مچا دیا جاتا کہ ہم نے مضمون کو شائع کرتے وقت یہ نوٹ کر دیا تھا کہ سچے جھوٹوں کی زندگی میں ہی مر جاتے ہیں اس لئے ویسا ہی ہوا۔ اور مرزا صاحب اس تحریر کے مطابق جھوٹے قرار دئے جاتے اس لئے کہ وہ مولوی ثناء اللہ کے بعد زندہ رہے۔ اور اب جبکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے مشتہرہ عندیہ کے مطابق ایک واقعہ ہو گیا۔ اور خدا نے خود انہی کے اعتقاد کے محک پر کہ کذاب اور مفسد کی عمر دراز ہوتی ہے کھوٹا کھرا پرکھ کر بتا دیا۔ تو زیغ قلب کا مرض ابھر آیا اور اس طرح ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ (سورۃ آل عمران ع ۱) کی صداقت ثابت ہوئی۔

خدا کی قدرت اور مقام عبرت کہ ثناء اللہ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا (سورۃ آل عمران ع ۱۸) کی تصدیق ارذل العمر یعنی کبر سنی تک پہنچ کر ؎ زندگی بر گردن افتاد ست کے

؎۱ قرآن میں آتا ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا (سورۃ نحل ع ۹) ترجمہ۔ اور اللہ نے تم کو پیدا کیا اور پھر وہ تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے۔ اور تم میں سے وہ بھی ہوتا ہے جو کہ ذلیل ترین عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ منہ

مصداق بنے ہوئے مسیلمہ کذاب کی طرح موجود ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی روزافزوں ترقی اور اپنی ناکامی اور نامرادی دیکھ کر کڑھ رہے ہیں لیکن جن کے قلوب مسخ ہو چکے ہیں وہ اس واقعہ سے عبرت پکڑنے کی بجائے اسکو تحریف کر کے وَلٰکِنْ حَقَّتْ کَلِمَۃُ الْعَذَابِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ کے مصداق متکبرین کے گروہ میں شامل ہو رہے ہیں ؎ [202]

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا ✤ خیرہ ام بر چشم بندیٔ خدا

عبدالحکیم کی نامرادی

اسی سلسلہ میں ہم ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی کا بھی ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جن کی نسبت برنی صاحب نے تتمہ کے صفہ۱۱ میں لکھا ہے کہ :-

"خدا کی قدرت اور مقام عبرت کہ مرزا صاحب میعاد مقررہ کے اندر ہی ہیضہ میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے۔"

ظاہر ہے کہ نبی ہو یا ولی فوت ہونے سے تو محفوظ نہیں رہ سکتا ہے۔ بحث صرف یہ ہے کہ آیا حضرت مرزا صاحب کی وفات باعث عبرت اور انکی صداقت کو زائل کرنے والی ہے یا نہیں ؟ ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی خواہ کچھ بھی ہو لیکن کیا وہ پیشگوئی پوری ہوئی ؟ اور اگر پوری ہوئی تو کیا اس سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر کچھ اثر پڑتا ہے ؟

حضرت مسیح موعود نے دسمبر ۱۹۰۵ء میں ایک وصیت تحریر فرمائی جو رسالہ الوصیت کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ اسمیں آپ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ :-

"خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے یہ خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے، اور اس بارہ میں اسکی وحی اس تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔" (الوصیت ص۲)

وحی الٰہی کے اس اعلان کے بعد شیطان استراق سمع [52] کر کے لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓـئِہِمْ [53] کی تعمیل [203]

---

[51] طبع دوم صہ۳۰۰ طبع سوم صہ۴۲۲ - طبع چہارم صہ۴۳۶ - طبع پنجم صہ۱۰۳۱ ؛

[52] یہ اشارہ ہے اس آیت قرآن کی طرف اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَہٗ شِہَابٌ مُّبِیْنٌ ۔ (حجر ع۲) بجز اس (شیطان) کے جس نے چوری سے سن لیا۔ تو پیچھے لگتا ہے اسکے انگارا دکھتا ہوا۔

[53] قرآن مجید میں آیا ہے کہ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓـئِہِمْ (ترجمہ) بیشک شیطان البتہ وسوسہ ڈالتا ہے اپنے ڈھب کے لوگوں کو۔ (سورہ انعام ع۱۴) ؛

میں لگ گیا اور ڈاکٹر عبدالحکیم کو اس کا اہل پا کر ان پر القا کر دیا۔ اور انہوں نے جھٹ یہ پیشگوئی کر دی کہ "مرزا صاحب تین سال بعد فوت ہو جائیں گے۔" یہ پیشگوئی ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو شائع کی گئی۔

اس کے ایک سال بعد یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو ڈاکٹر مذکور نے لکھا کہ سہ سالہ میعاد میں سے ۱۰ مہینے ۱۱ دن کم کر کے مجھے الہام ہوا ہے کہ "جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ ماہ تک مرزا مر جائیگا"۔

اس پر بھی ڈاکٹر عبدالحکیم قائم نہیں رہا۔ بلکہ اعلان کیا کہ مجھے ۱۶ فروری ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا ہے کہ:۔

"مرزا ۲۱ ساون ۱۹۶۵ مطابق ۴ اگست تک ہلاک ہو جائے گا۔"

اس پیشگوئی کا تذکرہ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۲۲ پر کیا ہے جس کا اقتباس برنی صاحب نے دیا ہے۔

اس اقتباس کے یہ الفاظ کہ "میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا" خاص طور پر قابل غور ہیں۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت مسیح موعود نے مطابق اعلام الٰہی ڈاکٹر کی اس پیشگوئی کے مقابلہ میں شائع کئے ہیں۔ اور اُدھر ڈاکٹر نے اضطراب شوق میں اس پیشگوئی کو منسوخ کر کے ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو روزانہ پیسہ اخبار میں اپنی یہ جدید پیشگوئی شائع کرائی ؎۔ ۲۴۳

"مرزا ۲۱ ساون ۱۹۶۵ بکرمی مطابق ۴ اگست ۱۹۰۸ء کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔"

سبحان اللہ! ؎

داغؔ کی شامت جو آئی اضطرابِ شوق میں ✦ حالِ دل کمبخت نے سب ان کے منہ پر کہہ دیا

کیا اللہ کی شان ہے کہ ادھر ڈاکٹر کا ۸ مئی ۱۹۰۸ء کا خط اپنی پہلی پیشگوئی کو منسوخ کر کے روزانہ پیسہ اخبار میں مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔ ادھر مسیح موعود ڈاکٹر کے اس اعلان کے خلاف ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اور ڈاکٹر کی پیشگوئی یونہی رہ گئی۔ گویا حضرت مسیح موعود کے الہامی الفاظ کے مطابق "کمترین (ڈاکٹر) کا بیڑا غرق ہو گیا"۔

یہ تو حقیقت ہے ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی کی لیکن اگر فی الواقعہ ڈاکٹر عبدالحکیم کی کسی مقررہ

میعاد کے اندر یا تاریخ خاص پر حضرت مرزا صاحب کا انتقال ہوتا تو کیا کوئی معقول پسند آدمی اس طرح کسی نجومی رمال یا صاحب کشف و الہام کی پیشگوئی پوری ہونے سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) اپنے دعاوی میں جھوٹے تھے۔ آخر یہ نتیجہ کس منطق کے مطابق اخذ کیا جاتا۔ ہاں اگر اس قسم کی پیشگوئی یا لمقابل بطور معیار صداقت کے فریقین تسلیم کرتے تب اس پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا۔

جو کچھ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے اور جس کا حوالہ برنی صاحب نے کچھ کتر و بیونت کرکے دیا ہے یہ ہے کہ:۔

"آخری دشمن ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے۔ اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے۔ اسکا دعویٰ ہے کہ میں اُسکی زندگی ہی میں ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر خدا نے اس پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی ہے کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائیگا اور خدا اسکو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کی نظر میں صادق ہے خدا اسکی مدد کرے گا۔" ۲۰۵

بغیر اس کے کہ اس حوالہ کی کتر و بیونت کو ظاہر کیا جائے جو ہمارے جواب کے لئے ضروری نہیں۔ ہم اس عبارت کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس تحریر کے یہ الفاظ کہ میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ بالکل صاف ہیں۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس میعاد میں نہیں مرونگا۔ جو عبدالحکیم نے اس تحریر کے وقت ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک کی مقرر کی تھی بلکہ اعلام الٰہی کی بناء پر یہ فرمایا کہ "میں اسکے شر سے محفوظ رہونگا۔"

اب دیکھئے کہ عبدالحکیم کا شر کیا تھا یہی نا کہ اس نے حضرت مرزا صاحب کے خلاف ایک پیشگوئی انتقال کی تاریخ مقرر کرکے شائع کی تھی۔ اگر یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہو جاتی جسطرح کی گئی تھی تو ڈاکٹر اور اسکے ہوا خواہوں کو یہ کہنے کا موقعہ تھا کہ دیکھو مرزا بوجہ اپنی بے راہ روی کے میری دعا اور الہام کے مطابق فوت ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے اس تصرف کو دیکھئے کہ اس نے ڈاکٹر عبدالحکیم کو اس پر قائم نہیں رہنے دیا۔ اور اس پیشگوئی کو القاء شیطانی ثابت کرنے کے لئے اسمیں اضطراب اور تردد ایسا پیدا کر دیا کہ اسنے اپنی سابقہ پیشگوئی اور اس ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک والی پیشگوئی کو منسوخ کرکے

ایک ایسی پیشگوئی کردی کہ جس میں ایک خاص تاریخ وفات مقرر و معین ہوگئی اور اس قادر و توانا نے اس القاء شیطانی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس مقررہ تاریخ سے بہت پہلے اٹھا لیا۔ اور اس طرح اعلام الٰہی کے یہ الفاظ کہ "میں تجھے ڈاکٹر کے شر سے محفوظ رکھونگا" صفائی کے ساتھ پورے ہوگئے اور صداقت آشکار ہوگئی۔ اور سلسلہ کے سب سے بڑے معاند مولوی ثناء اللہ کو اس واقعہ کا شاہد بنایا گیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :۔

"ہم خدا لگتی کہنے سے رک نہیں سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اس پر بس کرتے۔ یعنی ۱۴ ماہہ پیشگوئی کر کے مرزا صاحب کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے جیسا کہ انہوں نے کیا۔ چنانچہ ۱۵ مئی کے اہل حدیث میں انکے الہامات درج ہیں کہ ۲۱ ساون یعنی ۴ اگست ۱۹۰۸ء کو مرزا مریگا۔ تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ۲۷ کے روزانہ پیسہ اخبار میں ڈاکٹر صاحب کے اس الہام پر چبھتا ہوا کیا ہے کہ ۲۱ ساون کی بجائے ۲۱ ساون تک ہوتا تو خوب ہوتا۔ غرض سابقہ پیشگوئی سالہ اور ۱۴ ماہہ کو اس اجمال پر چھوڑے رہتے اور ان کے بعد میعاد کے اندر تاریخ کا تقرر نہ کرتے تو آج یہ اعتراض پیدا نہ ہوتا۔"

(اہل حدیث ۱۲ جون ۱۹۰۸ء ص)

اللہ اللہ! یہ کیا کرشمہ قدرت ہے کہ سلسلہ کا سخت ترین معاند بھی تسلیم کرتا ہے کہ ڈاکٹر کی پیشگوئی کس طرح سے بے اثر گئی؟ اور اس طرح حضرت مرزا صاحب کا یہ اعلام پورا ہوا کہ "میں اس کے شر سے محفوظ رہونگا" اور بالآخر عبدالحکیم ایک عرصہ تک مسلول رہ کر دنیا سے ناکام گیا۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود کے اس الہام کا دوسرا حصہ کہ "وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائیگا اور خدا اسکو ہلاک کریگا" بھی پورا ہوگیا۔ ۲۰

برنی صاحب! یہ خدا کی قدرت اور مقام عبرت ہے بشرطیکہ آپ میں کچھ انصاف اور حق پسندی کا مادہ ہو۔ افسوس کہ آپ نے عجائبات قدرت سے آنکھیں بند کرلیں۔ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا۔[۱] (سورہ اعراف ع ۲۲)

حضور کا وصال ہیضہ سے نہیں ہوا

اس موقعہ پر اس حقیقت کا ظاہر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ حضور علیہ السلام کے وصال کا باعث ہیضہ قرار دینا صریح جھوٹ بلکہ

[۱] اور ان کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں

قانونی جرم ہے جیسا کہ پنجاب کے سب سے بڑے ڈاکٹر جناب کرنل سدرلینڈ پرنسپل میڈیکل کالج کے
سرٹیفکیٹ سے ظاہر ہے جو نعش مبارک کو بذریعہ ریل قادیان لانے کے لئے حسب قواعد ریلوے
حاصل کیا گیا تھا ۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے برقی صاحب کا چوتھا فصلہ تو ختم ہو چکا۔ اب صرف پانچویں فصل اور تتمہ
باقی ہے۔ پانچویں فصل میں برقی صاحب کا خاتمہ ہے۔ خدا بخیر کرے۔ تتمہ میں صرف سابقہ فصول اور ان کے
ذیلی عنوانات کے متعلق مزید حوالے اور اقتباسات ہیں۔ چونکہ ہم ضروری اور اہم جملہ فصول اور ان کے ۲۰۸
ذیلی عنوانات کی تنقید کر چکے ہیں جس میں کہیں کہیں تتمہ کے مندرجہ حوالجات کا بھی ذکر آگیا ہے۔ اس لئے
تتمہ پر کوئی علیحدہ تنقید ضروری نہیں ہے۔ البتہ اس تتمہ کی فصل سوم کے ذیل میں حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے بعض الہامات کو غلط لکھا گیا ہے اس لئے ہم صرف اسکی اصلاح کر دیں گے اور بس ۔

فصل پنجم میں "لاہوری" اور "قادیانی" فریق کا ذکر ہے جو ہماری بحث سے خارج ہے۔ اس
لئے ہم اسکو نظر انداز کر کے صرف اس "قرآنی تنبیہ" کی توضیح کر دیں گے جو برقی صاحب کو ہوئی ہے
اور جس کا ایک خاص عنوان اس فصل میں قائم کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ ہماری اس تحریر کے ملاحظہ کے
وقت بعض قارئین کے پاس برقی صاحب کی کتاب زیر تنقید موجود نہ ہو تو ہماری اس توضیح و تشریح
کے سمجھنے اور اس سے پوری بصیرت حاصل کرنے سے قاصر رہیں گے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ
ہم فصل پنجم کا عنوان نمبر ۲ صفحہ ۲۰۸[1] مع پورے مضمون کے بجنسہ ذیل میں نقل کر دیں۔ وہو ہذا :-

برقی صاحب کا شوقِ فال

قرآنی تنبیہ :-

"مرزائی صاحبان کو قرآن شریف میں اپنے لئے بہت سے مبشرات نظر

---

[1] بعنوان "قرآنی احکام" طبع دوم صفحہ ۳۲۱ طبع سوم صفحہ ۵۸۰ طبع چہارم صفحہ ۹۳۴ طبع پنجم صفحہ ۱۰۱ ۔

آتے ہیں اور وہ بڑی شد و مد سے کتابوں میں درج کئے جاتے ہیں۔ یہ دعاوی دیکھ کر ہم نے بھی ایک خاص وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر اس بارہ میں قرآن کریم سے حقیقت حال دریافت کی تو عجب پتہ کا جواب ملا۔ سبحان اللہ! یہ قرآن کریم کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ ناظرین بھی اس تنبیہ کے محل و مصداق پر غور فرمائیں۔ واللہ اعلم بالصواب وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ :-

۱۰۹

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ، وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ٥ وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ، وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٥ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ ، وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ، وَاللهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ٥ (سورۃ توبہ ع ۱۳)

(ترجمہ) کہدو کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے دیکھے گا اللہ تمہارے عمل کو اور اسکا رسول۔ اور مسلمان۔ اور جلد لوٹائے جاؤ گے ایسے کی جانب جو چھپے اور کھلے کا واقف ہے تو وہ تم کو بتا دے گا جو تم کر رہے تھے۔ اور کچھ وہ لوگ ہیں جن کا معاملہ ملتوی ہے۔ اللہ کے حکم پر۔ یا ان کو عذاب دے یا انکی توبہ قبول فرمائے۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے بنا رکھی ہے ایک جدا مسجد ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور پناہ دینے کو اس شخص کو جو لڑ رہا ہے اللہ اور اس کے رسول سے پہلے سے اور اب قسمیں کھانے لگیں گے کہ بجز بھلائی کے ہمیں کچھ مقصود نہ تھا اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل کاذب اور جھوٹے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ٥ (ہجم)

قرآن شریف سے فال صاحب کے حسب حال

ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ ایک مرتبہ پھر برنی صاحب کی اس تمہید کو جو انہوں نے آیات قرآنی کے اوپر تحریر فرمائی ہے غور سے ملاحظہ فرما دیں۔ خلاصہ مطلب اس تمہید کا یہ ہے کہ جناب برنی صاحب

نے ایک خاص وقت میں رسول اللہ کا واسطہ دیکر قرآن کریم سے فال نکالی اور اسکا وہ جواب پایا جو آیات سے ظاہر ہے۔

اگرچہ ہم اس قسم کی فال کے قائل نہیں ہیں۔ اور قرآن کریم سے فالنامہ کا کام لینے سے خدا تعالے کی پناہ چاہتے ہیں۔ یہ ایسے ہی لوگوں کا کام ہے جو قرآن سے دور اور مہجور اور اس کے انوار اور برکات سے محروم ہو چکے ہیں ظاہر ہے کہ ایسے اشخاص جن کی بصیرت زائل اور اخذ انوار و برکات قرآنی کا مادہ مسلب ہو چکا ہے قرآن سے بجز فالنامہ کے اور کیا کام لے سکتے ہیں۔ لیکن جو جس راستہ سے طلب کرتا ہے اسکو حتی الامکان اسی راستہ سے حق و صداقت پہنچا دینے کی کوشش کرنا ہمارا کام ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ برنی صاحب کے اخذ کردہ فال کو سمجھا دیا جائے۔ بلا شبہ یہ ایک تنبیہ قرآنی ہے اور خدا کرے کہ ہمارے ذریعہ سے برنی صاحب کو اس کے سمجھنے کی توفیق بارگاہ رب العزت سے عطا ہو۔ آمین ۔

استخبارہ کے وقت برنی صاحب کی حالت

ناظرین کرام! اس فال کشی کے وقت برنی صاحب نے جو خاص الفاظ علیم بذات الصدور کے سامنے ادب و انکسار کے ساتھ سر جھکا کر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیکر عرض کئے ہوں گے انکا علم تو خود انہی کو ہو سکتا ہے۔ لیکن تمام حالات اور قرائن کو پیش نظر رکھ کر یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ اس استخبارہ کے وقت برنی صاحب کے ذہن میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور انکی جماعت کے عقائد و اعمال ضرور ہوں گے۔ بس خیال بلکہ حتم اور جزم کے ساتھ کہ یہ اعمال و عقائد قطعاً غلط و گمراہ کن ہیں جن کی میں تردید کر چکا ہوں۔ اس لئے اے میرے رب! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور اپنے کلام پاک کے ذریعہ سے اسکی حقیقت مجھ پر واضح فرما دے۔ سبحان اللہ و بحمدہ! کیا ہمارا رب ہے اور کیا اسکی قدرت ہے کہ جس ذریعہ سے انکشافِ حقیقت کی استدعا کی گئی۔ اسی ذریعہ سے جواب ملتا ہے۔ کیا جواب ملتا ہے؟ وہ جو آیات مبارکہ منقولہ بالا میں ہے۔ ۲۱۱

ان آیات شریفہ کی ابتدا لفظ "قُلْ" سے ہے۔ ظاہر ہے کہ بوقت نزول آیات مطہرہ یہ لفظ فی نفسہ حضرت رسالتمآب کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے لیکن اب اس موقعہ پر چونکہ سائل فال نکالنے والا قرآن سے یا قرآن کے ذریعہ سے جواب پانے کا مستدعی ہے اس لئے یہ لفظ قُلْ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام پاک کی مخاطبت کے لئے ہو گیا یعنی اللہ تعالیٰ کلام پاک کو مخاطب

کر کے حکم دیتا ہے کہ سائل یعنی برنی صاحب کو "کہدو" کہ اِعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ - الخ - ترجمہ۔ (جو کرنا چاہتے ہو) کرو پس اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور مومنین اسکو قریب میں دیکھیں گے۔ (لیکن یاد رکھو کہ) تم اس (ذات پاک) کیطرف لوٹائے جاؤ گے جو حاضر و غیب سب سے واقف ہے، (وہ) تم کو (آخرت میں) تمہارے کئے کی حقیقت سے آگاہ کریگا۔ (یعنی پرسش کریگا۔)

ناظرین یہ صرف پہلی آیت کا مطلب ہے اگر کسی کے دلمیں خدا تعالیٰ کا خوف ہو اور وہ قرآن کریم کو صرف فالنامہ نہیں بلکہ ہدایت نامہ سمجھے تو یہ آیت ہی اسکی تنبیہ کیلئے اور ان اعمال سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے جن کی حقیقت حال وہ دریافت کرنا چاہتا تھا۔ گویا آیات قرآنی نے برنی صاحب کے لغویات کو پیش نظر رکھ کر جواب کا آغاز اس طرح کیا کہ اچھا تم جو کرنا چاہتے ہو کر کے دیکھ لو۔ یعنی احمدیوں کے خلاف جو منصوبہ افترا پردازیوں کا باندھا ہے اس پر عمل کر کے دیکھ لو۔ اور رسول[۵۱] اور مومنین بھی دیکھیں گے ؛

اس کے بعد زجر و توبیخ کی گئی کہ یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری یہ منصوبہ بازی یہیں ختم و فنا ہو جائیگی نہیں بلکہ اسکی باز پرس ہوگی۔ اور بروز حشر تمہارے یہ اعمال تمہارے سامنے آئیں گے۔ اور اسوقت تمہارے اعمال کی حقیقت تم پر ظاہر ہو جائے گی ؛

کاش! نیت صاف ہوتی!

اگر نیت صاف ہوتی اور دل میں خوف الٰہی ہوتا تو برنی صاحب جو کچھ کرنا چاہتے تھے اور جسکی حقیقت واضح ہونیکے لئے یہ استخارہ کیا تھا۔ اس سے رُک جاتے۔ اور وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ[۵۲] کے امیدوار ہوتے۔ لیکن

---

[۵۱] آیت کے الفاظ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ دراصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ہیں لیکن چونکہ اسوقت سائل برنی صاحب ہیں اور جواب کا روئے سخن برنی صاحب کی جانب ہے جن کے ذہن میں بوقت سوال حضرت مرزا صاحب کی رسالت و نبوت اور آپ کے متبعین کا تصور قائم تھا اس لئے ان خاص الفاظ کی لطافت موقعہ و محل اور وقتی ضرورت کے مدنظر بہت بڑھ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھنے والے اس سے خاص حظ حاصل کر سکتے ہیں۔ منہ

[۵۲] ترجمہ۔ اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے دو جنت ہیں

انہیں ان آیاتِ قرآنی اور ارشاداتِ الٰہی نے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا[۵۳] کی شان دکھائی۔ اور برنی صاحب جو مدعی رسالت اور اس کے مومنین کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں ان آیات سے ہدایت اور فائدہ حاصل نہ کر سکے مگر خدا ترس اور منصف مزاج لوگ غور فرماویں کہ برنی صاحب کس طرح ایک مدعی رسالت اور اس کے مومنین کے خلاف استخارہ کرتے ہیں اور کیا جواب پاتے ہیں ؟ هَلْ فِيْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ؟ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى !

ص۲۱۳

سورۃ توبہ۔ توبہ کی طرف توجہ دلاتی ہے

اللہ اللہ ! کیا عجائباتِ قدرت ہیں ! ! ایک شخص اپنے مزعومات پیش نظر رکھ کر ایک خاص طریقہ پر انکشافِ حقیقت کا طالب ہوتا ہے اسکو اسی طریقہ پر صاف جواب ملتا ہے۔ اس جواب کے لئے سب سے پہلے اسکی توجہ ایسی سورۃ مبارکہ کیجانب پھیری جاتی ہے جس کا نام ہی توبہ ہے۔ اللہ اکبر ! کیا ایک فال دیکھنے والے کے لئے اس سورۃ کے مبارک نام میں کچھ ہدایت نہ تھی ؟ پھر اس کے بعد اسکی نظر ایسی آیاتِ مبارکہ پر قائم کیجاتی ہے جن میں منافقین کو مخاطب کیا گیا ہے۔ کیا یہ بھی ایک فال کے شوقین کے لئے کافی تنبیہ نہ تھی ؟

اگر برنی صاحب کے دل میں للّٰہیت اور دماغ میں انوار فہم ہوتے تو اسی وقت سجدہ میں گر جاتے اور جدِّ انسانیت حضرت آدم علیہ السلام کی طرح گریہ و زاری کرکے کہتے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ[۵۴] ؀ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انمیں طینتِ آدم کا کافی حصہ نہ تھا۔ اس لئے فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ[۵۵] کہنے والے کی طرح اور بھی گمراہی میں پڑ گئے ؎

---

[۵۳] اسکے ذریعہ سے بہتوں کو گمراہ ٹھیراتا ہے۔ (بقرۃ ع ۳)

[۵۴] اے ہمارے رب ! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اگر تو ہمیں بخشیگا نہیں اور نہ ہم پر رحم کرے گا تو واللہ ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔ (سورۃ اعراف ع ۲)

[۵۵] یہ اس طرف اشارہ ہے۔ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ؀ (اعراف ع ۲) ترجمہ۔ کہا (شیطان نے) تو تیرے مجھے گمراہ قرار دینے کیوجہ سے ضرور میں تیرے سیدھے راستہ پر ان کیلئے بیٹھوں گا۔ منہ

اس سے پہلی آیت کے بعد ایک آیت وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا سے شروع ہوتی ہے۔ اس آیت اور آیات مابعد پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی کا ایک حاشیہ ہے جس میں حضرت موصوف مسجد ضرار کا جو منافقین نے قائم کی تھی تاریخی واقعہ تحریر فرما کر بطور نتیجہ آیات فرماتے ہیں کہ:۔۔۔۔

"آدمی خبردار رہے کہ ظاہر بعض عبادت ہے اور نیت اسمیں نفسانیت ہے۔ اسکا یہ حال ہے"۔

اس حاشیہ میں جناب شاہ صاحب موصوف نے بیان فرمایا ہے کہ بعض منافقین نے مسجد قباء کے مقابلہ میں دوسری مسجد تیار کر کے چاہا تھا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اسمیں نماز پڑھا کر افتتاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کروائیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف آوری کا وعدہ بھی فرمایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی منافقین کی بدنیتی کی اطلاع دیدی اور آپ اس سے رک گئے۔

سبحان اللہ! اس حاشیہ نے بات اور بھی صاف کر دی۔ گویا برنی صاحب کو مسجد ضرار اور منافقین کا حال سنا کر صاف طور پر کہدیا گیا کہ تم جو "قادیانی مذہب" نامی کتاب لکھ رہے ہو یا لکھنا چاہتے ہو اور اس طرح ایک دینی خدمت کی نمایش کر رہے ہو اسمیں تمہاری نفسانیت کا دخل ہے اور یہ علامت منافقین کی ہے۔ ظاہر میں کام اچھا۔ اور ایسا اچھا جیسے مسجد کی بناء مگر خبردار ہو جاؤ کہ در اصل اس کام میں تمہاری نفسانیت کو دخل ہے اور یہ خاص منافقت ہے۔ ۲۱۲

برنی صاحب کی خود رائی اور قرآنی انتباہ سے لاپروائی

اب ناظرین خود ملاحظہ فرماویں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ذریعہ سے کس کس طریقہ سے برنی صاحب کو انکے اس ارادہ اور نیت اور عمل سے باز رکھنے کے لئے تنبیہ فرمائی ہے۔

(۱) سورۂ توبہ پر متوجہ کیا کہ اپنے خیالات سے باز آؤ اور توبہ کرو۔

(۲) پھر ان آیات کو پیش نظر رکھو جن میں منافقین مخاطب ہیں۔

(۳) پھر ان اعمال کی پرسش کا خوف دلایا جو برنی صاحب کرنا چاہتے تھے۔ اور بالآخر ان آیات مبارکہ کو۔

(۴) "تنبیہ قرآنی" خود برنی صاحب کے قلم سے لکھوا دیا۔ تاکہ یہ عذر باقی نہ رہے کہ میں نے صرف فال سمجھ کر ظواہر آیات پر نظر رکھی۔ لیکن ان تمام تنبیہات پر ذرا بھی توجہ نہ ہوئی۔ لا تعمی

الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ[ا] ایسے ہی لوگ ہوں گے جو حشر میں اندھے اٹھائے جائیں گے تو تعجب و حسرت سے پکار اٹھیں گے کہ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَ قَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا[۲] اور یہ مسکت جواب پا کر دانت پیستے رہ جائیں گے قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی[۳]

۲۱۶ اے کاش! جناب پروفیسر الیاس برنی صاحب ایک مرتبہ اس "قرآنی تنبیہ" پر خدا تعالیٰ کے خوف کے ساتھ ہماری دوستی و دشمنی سے خالی الذہن ہو کر غور کرتے۔ اور یہ ہم صرف اس لئے آرزو کرتے ہیں کہ برنی صاحب سے گو ہماری کوئی خاص شناسائی سوائے صورت شناسی کے نہیں ہے۔ لیکن انکے بعض واقف کار احباب نے ہم کو انکی سنجیدگی اور معقولیت کا یقین دلایا ہے۔ لیکن اگر انکی معقولیت اور سنجیدگی کا یہی عالم ہے جو انکی کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبارت صاف شستہ اور متانت آمیز لیکن پر از حرفت و فن۔ تو ہم کو مجبوراً یہ شعر پڑھ کر کہ ؎

کیا کیا ہیں گن جناب کے دلمیں بھرے ہوئے ٭ صورت جو دیکھئے تو بڑے پارسا کی ہی

خاموش ہونا پڑے گا۔ وَالْاَمْرُ بِیَدِ اللّٰہِ تَعَالٰی ؛

الہامات کے متعلق نصیحت	اس کے بعد تتمہ کتاب میں سے ہم صرف فصل سوم کے عنوان نمبر ۳ یعنی برنی صاحب کے شیطانی الہام[۴] کے متعلق چند باتیں عرض کردینا

---

[۱] ترجمہ۔ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں، جو کہ سینوں میں ہوتے ہیں۔ (حج ع ۶)

[۲] ،، اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا ہے؟ حالانکہ میں تو آنکھوں والا تھا۔ (طٰہٰ ع ۷)

[۳] ،، وہ (اللہ) کہیگا اسطرح کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آتی تھیں تو تو انکو بھلا دیتا تھا۔ سو آج کے دن تو بھی اس طرح بیخبر چھوڑا جائے گا۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ ؛

[۴] اس عنوان کو اب باقی نہیں رکھا گیا لیکن "شیطان کا فریب" ایک جدید عنوان قائم کر کے اس عنوان کے بعض اقتباس درج کر دئیے دیکھئے طبع دوم ص۱۲۱ طبع سوم ص۱۵۸ طبع چہارم ص۲۷۰ طبع پنجم ص۳۱۵ ۔

واللہ اللہ! برنی صاحب کی ڈھٹائی بھی قابل ملاحظہ ہے کہ اس "تنبیہ قرآنی" کو اپنی کتاب کی اشاعت مابعد میں تبدیل کر کے صرف "قرآنی احکام" کا عنوان دیا ہے۔ اے خدا کے بندو!! خدا سے ڈرو۔ تم نے خود اسکو پہلی اشاعت میں "تنبیہ" سمجھا اور جب یہ "تنبیہ" ہماری تشریح کے مطابق تمہارے پیچھے پڑ گئی تو اس سے

مناسب خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ[۵۱] دوسری جگہ ایک مومن آل فرعون کی زبان سے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ[۵۲]

ص۲۱ یعنی اگر وہ (مدعی الہام) جھوٹا ہو تو اسکا جھوٹ اس کے ذمہ ہے لیکن اگر وہ سچا ہے تو اس کے بعض وعدے تم کو پہنچیں گے۔

ان آیات کے ملاحظہ کے بعد یہ امر خود برنی صاحب کے تصفیہ کے قابل ہے کہ کونسی بات زیادہ قریب عقل و امن ہے۔ آیا یہ الہامات کی تکذیب کیجائے یا کہ خاموشی اختیار کیجائے؟ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ[۵۳]

اس تمہید کے بعد ہم الہامات کے بارہ میں کچھ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ سوائے اس کے جو الہامات غلط طور پر درج کر دیئے گئے ہیں انکی صحت کردیجائے۔

بعض الہامات کی تشریح

برنی صاحب نے اپنی کتاب کے تتمہ کی فصل سوم عنوان نمبر ۳ بصنوان **شیطانی الہام** کے ذیل میں دو[۲] الہامات حضرت مسیح موعود کے غلط درج کئے ہیں۔ انمیں سے پہلا الہام برنی صاحب نے اس طرح پر لکھا ہے:۔

"غشم غشم غشم"

پہلے غ ش م۔ پھر ع ش م۔ اور اس پر کوئی اعراب بھی نہیں ہیں اور نہ اس کے ساتھ کچھ معنی و مطلب لکھا ہے اور نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ اور جو الفاظ برنی صاحب نے لکھے ہیں وہ مہمل اور بے معنی ہیں۔ اصل الہام یوں ہے:۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۶۳) دامن بچانیکے لئے اب سمجھتے ہو کہ وہ "تنبیہ" نہیں بلکہ محض "الحکام" ہیں۔ اگر احکام بھی تسلیم کرتے ہو تب بھی قابل تعمیل ہیں لیکن آپکو "قرآنی احکام" کی تعمیل کی کیا پروا ہے؟ مؤلف

[۵۱] ترجمہ۔ اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا سچائی کے آنیکے بعد اس کی تکذیب کرے؟ (سورۃ زمر۔ ع ۴)

[۵۲] ۔ اور اگر جھوٹا ہو تو اسکا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو وہ جو تم کو وعدہ دے رہا ہے انمیں کچھ حصہ تم کو پہنچے گا۔ (مومن ع ۴)

[۵۳] ۔ ہر دو میں سے کونسا فریق زیادہ امن والا ہے۔

"غُثِمَ غُثِمَ غُثِمَ لَهٗ دَفَعَ اللّٰہُ اِلَیْهِ مَا لَهٗ دَفْعَةٌ" (البشریٰ جلد ۲ ص)

غُثِمَ۔ فُعِلَ کے وزن پر بصیغہ مجہول ہے۔ (یعنی غ مضموم۔ ث مکسور۔ اور م مفتوح) معنے اس الہام کے اردو میں یہ ہوئے۔ کہ دیا گیا اسکا مال اسکو دفعۃً۔ اور لغت کی مشہور کتاب "منجد" ص ۲۱۸ میں غُثِمَ کے یہی معنے درج ہیں۔

دوسرا الہام " اسمع ولدی" لکھا گیا ہے اور اسکے معنے "سن بیٹا" بھی درج کئے گئے ہیں۔ یہ مطلقاً غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود کا کوئی الہام "اسمع ولدی" نہیں ہے۔ آپکا الہام اَسْمَعُ وَ اَرٰی ہے جس کے معنے ہیں کہ میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۱ صفحہ ۲۴)۔

اس کے بعد ایک الہام تتمہ کے ص۹ میں کَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کے الفاظ کے ساتھ درج ہے۔ یہ الہام صحیح ہے۔ لیکن ان الفاظ کے اس منشاء کو جو صاحب الہام نے شائع کیا ہے۔ برنی صاحب نے نظر انداز کر دیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب ان معنوں کو جلال الٰہی کے ظہور کے معنوں میں لیتے ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۱) اور یہ معنے قرآن کریم اور حدیث کے محاورات کے مطابق ہیں قرآن پاک میں آتا ہے۔ جَآءَ رَبُّكَ ("آیا تیرا رب") اور مراد اس سے جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ("آیا تیرے رب کا امر") ہے۔ تلخیص المفتاح ص۱۴۶۔

حدیث میں آیا ہے۔ فَيَنْزِلُ رَبُّنَا اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا (پس نازل ہوتا ہے رب ہمارا نچلے آسمان پر) اور مراد اس سے نزول رحمت اور قرب الٰہی ہے۔ (حاشیہ مشکوۃ مجتبائی ص۱۰۹)

پس قائل کے منشاء اور محاورات قرآن حدیث کو چھوڑ کر کسی کلام کے ایسے معنے کرنا جو شایان نہ ہوں سوائے ضد و مکابرہ کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

آخر میں ہم اتنا کہہ دینا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ الہامات سے جو خدا تعالے کی جانب نسبت دیکر اور اسکا کلام کہہ کر شائع کئے گئے ہیں۔ استہزاء وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف نہ ہو مولانا ایں دم شیر است بازی مگیر[1] اللہ بس باقی ہوس۔ مَا نَقُوْلُ اِلَّا الْحَقَّ۔ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

---

[1] ہمارے اس جواب کے بعد برنی صاحب نے اپنی کتاب کی اشاعت مابعد میں ان الہامات کو درج کتاب نہیں فرمایا ہے۔

خاتمہ

۲۱۶

برنی صاحب احادیثِ نبوی اور تواتر کے منکر ہیں

محقق برنی نے اپنے "قادیانی مذہب" میں اگر کچھ نہیں لکھا تو صرف قادیانی مذہب کے متعلق نہیں لکھا اور مسئلہ مسیح موعود کو جو احمدی وغیر احمدی میں تمیز کرتا ہے بالکل نہیں چھوا۔ یہ اس لئے کہ وفاتِ مسیح ماننے میں تو وہ خود "قادیانی" ہیں۔ باقی رہا مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کی آمد سو اس کے متعلق فرماتے ہیں "یہ مسئلہ خود فتنہ کی جڑ ہے۔" (رسالہ برنی صاحب خاتمہ ص۲) گویا آپ کا نہ احادیثِ نبوی پر ایمان ہے نہ امتِ محمدیہ کے تواتر پر ایقان ہے۔ اب یہ مسلمانوں کا عام رجحان ہے کہ وہ دیکھیں کہ ایک منکر احادیث و تواتر کہاں تک مسلمان ہے اور اسکا "دین اسلام" سے کیا تعلق ہے؟

احمدی جماعت کی خدمات اسلام

جناب برنی صاحب غیر مبائع احمدیوں پر قدرے مہربان ہیں اور فرماتے ہیں:-

"یورپ و امریکہ میں یہ فرقہ خاصہ کام کر رہا ہے۔۔۔۔۔ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے۔" (خاتمہ ص۳)

لیکن قادیانی مذہب کے علمی محاسب صاحب کو علم نہیں کہ لنڈن کی مسجد اور بلاد امریکہ کے تبلیغی مشن خالص قادیانی ہیں اور انگریزی ترجمۃ القرآن بھی مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت کے زمانہ میں قادیان ہی میں لکھا تھا۔

۲۱۷ ہماری خدماتِ اسلام کی نسبت جناب برنی صاحب سے بڑھ کر دشمن اور بہتر محقق ریورنڈ بیون جونز اپنی کتاب "اہل مسجد" کے صفحات ۲۹۴ و ۲۹۵ پر لکھتے ہیں:-

"قادیانی مبلغین جس وسیع پیمانہ پر اپنی تبلیغ کر رہے ہیں وہ اس جماعت کی امتیازی خصوصی ہے (قادیانی) ہندوستان کے سارے حصوں میں اور برما۔ لنکا۔ افغانستان (بلاد) عرب۔ مصر (ممالک) افریقہ۔ ماریشس آسٹریلیا۔ چین۔ انگلستان۔ فرانس۔ جرمنی۔ (ڈچ انڈیز) اور (بلاد) امریکہ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ سارا کام ہر تعلیمی لائحہ عمل کے ایک وسیع تنظیم کے ساتھ چلایا جا رہا ہے کہ جس کا صدر مقام قادیان ہے۔"

برقی صاحب گو اسکو ہماری "بلند آہنگی" فرمائیں اور اصلیت کا انکار کریں مگر حکیم یرہم مرحوم ایڈیٹر مشرق گورکھپور نے اپنے اخبار مشرق میں لکھا تھا :۔

"صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرون اُولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی سے مرعوب نہیں ہوئی اور خالص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے" (مشرق ۲۱ ستمبر ۱۹۲۷ء)

"اور احمدی جماعت کی اسلامی خدمات کا اعتراف نہ کرنا پرلے درجہ کی بیحیائی ہے" (اکتوبر ۱۹۲۷ء)

احمدیوں کی حیرت انگیز ترقی

برقی صاحب اپنی تتمہ کے خاتمہ میں مثنا! پر دنیا کو بتانا چاہتے ہیں کہ احمدی جماعت تنزل پر ہے اور حضرت مرزا صاحب کے تمام "سمجھدار معتقدین الگ ہو گئے ہیں"۔ مگر نقاد صاحب کے برادر بزرگ نقاش رئیس الاعدار ایڈیٹر زمیندار فرماتے ہیں :۔

"آج میری حیرت زدہ نگاہیں بہ حسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجوایٹ اور وکیل اور پروفیسر جو یورپین فلاسفروں اور فلسفہ کو خاطر میں نہ لاتے تھے ایمان لے آئے ہیں" (زمیندار ۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

"یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے اسکی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں" (۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

اور ملاحظہ ہو کہ غیر مسلم تجربہ کار آنکھ کیا دیکھ رہی ہے :۔ ص ۲۲۱

"بلا مبالغہ احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے اسکے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے (جو) کسی وقت موقعہ پاکر ہمیں بالکل جھلس دیگی" (تیج دہلی ۲۵ جولائی ۱۹۲۷ء)

برقی صاحب کی مسیحی پادریوں سے مشابہت

خاتمہ کتاب پر ہم ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جس خصوصیت پر برقی صاحب کو ناز ہے اور جس تحقیق عالیہ کے باعث آپکی تالیف بہت کامیاب ثابت ہوئی، مسلمانوں میں اسکی دھوم مچ گئی" اور آپکا گمان ہے کہ "قادیانیوں میں ہلچل پڑ گئی"۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے دو دور کا سوال ہے جس پر ہم گو کافی لکھ چکے ہیں لیکن یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ انہیں برقی صاحب کو کامل مشابہت مسیحی پادریوں سے حاصل ہو گئی ہے۔ جسے ذیل کی مثال واضح کر رہی ہے۔ ریورنڈ ڈاکٹر ایم۔ ٹی ٹائیٹس اپنی کتاب "اختصار الاسلام" صفحہ ۱۷ و ۲۹ پر لکھتے ہیں :۔

دورِ دوم ص۱۷

"مدینہ جاکر محمدؐ صاحب نے اور گیارہ شادیاں کیں بلکہ مدینہ میں آپ نبی کے علاوہ بادشاہ بھی ہوگئے۔ اور بحیثیت بھی بادشاہ کے آپنے اپنا پیغام بھی بدل ڈالا۔ مدنی سورتیں لمبی ہیں (انمیں) قانون و شرعی احکام پائے جاتے ہیں۔ سرگرم و پُرجوش نصائح کم ہیں۔ محمدؐ صاحب کے سیاسی و مذہبی پیشوا ہونے پر زیادہ زور دیا گیا ہو۔ مدنی سورتیں زیادہ لمبی ہیں اور انکے مضامین میں کوئی ترتیب نہیں پائی جاتی۔"

دورِ اول ص۱۱

"محمدؐ صاحب مکہ میں ایک ہی بیوی سے وفادار شوہر رہے۔"

"مکی سورتیں چھوٹی اور مدنی سورتوں سے بہتر ہیں۔ محمدؐ صاحب کی ابتدائی منادی ص۱۲ سادی اور اچھی تھی۔ ایک حصہ عقائد سے اور دوسرا عملیات سے تعلق رکھتا تھا۔" ص۲۲

خداترس لوگو! اللہ کے سامنے حاضر ہونیکا خیال کرو اور غور کرو برنی و ٹسڈیل میں ابتدار و انتہار۔ دورِ اول اور دورِ دوم کے اعتراض میں کسقدر مشابہت ہے؟

آخری دُعا

اے خدا! اے دلوں کی گہرائیوں کا علم رکھنے والے خدا! تو جانتا ہے کہ برنی صاحب نے اپنی اخلاقی و علمی و دینی کمزوری سے تیرے بندوں کو غلط فہمی میں مبتلا کیا ہے۔ اے قادر و رہنما! انکو توفیق بخش کہ وہ تجھ سے روشنی پاکر اس گناہ سے توبہ اور نقصان کی تلافی کریں اور تکبر اور نخوت کی کرسی پر بیٹھکر وعظ کرنا چھوڑ دیں بلکہ مسیح موعودؑ کے خدام میں شامل ہوکر قلب منیب کے ساتھ ہماری طرح ؎

منہ کرسی برائے ما کہ ماموریم خدمت را

کہتے ہوئے خدمت اسلام کے لئے کھڑے ہوجائیں اور جانی و مالی قربانی کا سبق پڑھکر فلاح دارین حاصل کریں ٭

الٰہی! تو برنی صاحب کو نار مخالفت میں جلنے سے بچا۔ انکو نورِ ایمان عطا فرما۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۝ اٰمِيْن ثُمَّ اٰمِيْن يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٭

پبلشر سید بشارت احمد نے اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر چھپوا کر حیدرآباد دکن سے شائع کیا

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔